رجسٹرڈ نمبر ل ۲۶۰۷

انا مدینۃ العلم و علی بابہا

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم



مدیرہ ابن حسین نقوی

چندہ سالانہ للعہ	چندہ ششماہی عہ

مقاصد

مذہب اسلام کا اکمل الادیان ہونا۔

قرآن مجید کا افضل الکتب ہونا۔

اثبات اصول اسلام بدلائل عقلیہ و نقلیہ

اسلامی شریعت کی حکمت اور اسکی جامعیت۔

اسلامی تمدن کی فوقیت

اسلامی اخلاق و آداب کی افضلیت

فلسفہ قدیمہ و جدیدہ اور دیگر ادیان و مذاہب کے مقابلہ میں حمایت اسلام اور ازالہ شبہات۔

پیغمبر اسلام کا افضل الخلائق ہونا

ائمہ طاہرین کے کمالات و ہدایات۔

سلف صالحین کے تاریخی حالات

اکتشافات جدیدہ و حقائق اسلام

اخبار علمیہ۔

قواعد

یہ رسالہ ہر عربی ماہ کے دوسرے ہفتہ میں شایع ہوا کریگا۔

ہر خریدار کو کم از کم چھ ماہ کیلئے خریدار ہونا پڑیگا۔

نمونہ کا پرچہ چھ آنے کے ٹکٹ وصول ہونے پر روانہ ہوگا۔

جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیئے۔

اشتہارات کی اجرت کا نقشہ کسی دوسری جگہ درج ہی۔

علمی معاملات کے متعلق خط و کتابت بنام مدیر اور دیگر امور کے متعلق بنام منیجر ہونا چاہیئے۔

شرح قیمت

روسا و والیان ملک جو رقم بھی مرحمت فرماویں۔

عام خریداروں سے چار روپیہ سالانہ اور دو روپیہ آٹھ آنے ششماہی۔

ہدایات

مضمون نگار حضرات مقاصد رسالہ کا لحاظ رکھکر مضمون تحریر فرماویں ورنہ درج حقائق نہ ہوسکیں گے۔

مضامین عموماً مختصر ہونا چاہئیں

اڈیٹر کو تغیر و تبدل و اصلاح کا اختیار ہوگا۔

عبارت حتی الامکان سلیس اور عام فہم ہونا چاہیئے۔

مضامین خوشخط تحریر کیے جاویں اور عبارت عربیہ پر اعراب لگائے جائیں

نیز عربی عبارت کا دوسرے کالم میں ترجمہ ہونا چاہیئے۔

کتب منقول عنہا کا حوالہ مع نمبر صفحہ و سطر ضرور ہونا چاہیئے۔

ناقابل اشاعت مضمون واپس نہ ہوگا اگر ضرورت ہو تو صاحب مضمون کو ٹکٹ بھیجنا چاہیئے۔

پتہ:۔ دفتر "حقائق" حسین آباد لکھنؤ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حقائق

جلد ۱ — ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۵۲ھ — نمبر ۲

فہرست مضامین

محسوساتِ حکیمانہ

(حضرت لسان القوم علامہ صفی دام ظلہٗ کے قلم سے)

چلئے گام آہستہ یہ عشق کی منزل ہے — ہر جادہ رگ جاں ہے ہر ذرہ مین اک دل ہے
اس خاک کے پتلے کی اللہ ری خود بینی — جس رخ نظر اٹھتی ہے آئینہ مقابل ہے
سب شعبدہ بازی تھی اے چشم فلک تیری — لیلےٰ ہے نہ مجنون ہے ناقہ ہے نہ محمل ہے
ہستی و عدم ان مین ہے فرق مگر کتنا — ہلکا سا اک پردہ جو بیچ مین حائل ہے
دل غرق تفکر مین محو آنکھ تحیر مین — لنگر نہ دریا ہے کشتی ہے نہ ساحل ہے
اک شہر خموشان ہے غفلت کی یہ بستی ہے — کس کس کو جگائین ہم سوتی ہوئی محفل ہے
گزرے ہوے پانی سے چلتی نہین چکی — جب وقت نکل جائے کیا سعی سے حاصل ہے
انسان مصیبت مین ہمت نہ اگر ہارے — آسان سے وہ آسان ہے مشکل سے جو مشکل ہے
اس دفتر حکمت کو پڑھکر تو ذرا دیکھو — اسلام کی گردن مین قرآن حمائل ہے
مذہب وہی برحق ہے جو تابع فطرت ہو — فطرت کے مخالف ہے جو چیز وہ باطل ہے
اخلاق کے سانچے مین ڈھالا ہے اسے جسنے — وہ فلسفی امّی کیا رہبر کامل ہے
جکڑا ہے قبائل کو زنجیر اخوت مین — دیکھا کہ تمدّن خود محتاج و سائل ہے
اعجاز کی قوت سے پھر یہ بھی کیا ثابت — عرفان کا سرچشمہ مافوق دلائل ہے
افلاک بھی کانپ اٹھے جس بار کی ہیبت سے — یہ جزو ضعیف انسان اس بار کا حامل ہے
اس خاک کے پتلے مین وہ نور ودیعت ہے — جو کعبۂ ہستی مین اک جوہر قابل ہے
اس شمع حقیقت سے ہین کون و مکان روشن — روح القدس ایک اسکا پروانۂ محفل ہے
کعبہ ہے اسی دل مین بتخانہ اسی دل مین — ہر وضع مین شاطر ہے ہر رنگ مین شامل ہے
گہہ عرش کا ہمسایہ گہہ فرش کا ہمسایہ — پستی سے بلندی تک آگاہ منازل ہے
محکوم کبھی حاکم بھی مخدوم کبھی خادم بھی — گہہ کیسۂ منعم ہے گہہ کاسۂ سائل ہے
میدان تجرد مین ہر قید سے وارستہ — زندان تعلق مین پابند سلاسل ہے
کہتے ہین جسے دوزخ اس آگ کا شعلہ ہے — سنتے ہین جسے جنت اس باغ کا حاصل ہے
دنیا کی ترقی ہے اس راز سے وابستہ — انسان کے قبضہ مین سب کچھ ہے اگر دل ہے

کیا دیکھتے ہو اپنے پہلو مین صفی آخر
دل جس کو سمجھتے ہو وہ آبلۂ دل ہے

شذرات

حسن قبول خدا کا شکر ہے کہ ملک کے ہر گوشہ سے "حقائق" کا خیر مقدم ہو رہا ہے اور بزرگان ملت و پرستاران مذہب کی طرف سے ہماری ہمت افزائی ہو رہی ہے۔ "حقائق" کے محدود صفحات اس کی اجازت نہیں دیتے کہ ان خطوط اور پیغاموں کا کم از کم خلاصہ بھی درج کیا جا سکے بہر حال ہم ان تمام حضرات کا شکریہ ادا کرتے ہوئے انکی عملی ہمدردیوں کے خوشگوار نتائج کے منتظر ہیں ۔

معاصرین کرام اور ناظرین کے مشورے ہم کو بہت خوشی ہے کہ ہماری خواہش کے بالکل مطابق ہمارے محترم معاصرین اور ناظرین اپنے گرانقدر مشوروں سے بھی مستفید فرما رہے ہیں۔ بعض موقر جرائد کا خیال تھا کہ "حقائق" کے دامن میں" ادبیات" کے گل بوٹوں کی ایک حد تک کمی ہے یعنی اس شعبہ میں کچھ اور وسعت ہونا چاہیئے۔ موجودہ پرچہ میں اس پہلو کا کافی لحاظ کیا گیا ہے ۔

اکثر حضرات کی طرف سے اس امر پر بہت زور دیا جا رہا ہے کہ تفسیر قرآن مجید کیلئے آٹھ صفحے کم ہیں نیز جو مسلسل مضامین شایع ہو رہے ہیں انکی اشاعت اس طرح کیجائے کہ خریداران حقائق ہر سلسلہ کو علیحدہ کتابی صورت میں مرتب کر سکیں۔

ہم نے ان مشوروں پر بھی عمل کرنے کی کوشش کی ہے تفسیر قرآن کے باب کو اب کی ایک جزو تک وسعت دیدی ہے، اور تفسیر نیز سفرنامہ کو مستقل صفحات سے شروع اور ختم کیا ہے اور تفسیر کے صفحات پر سلسلہ کا نمبر بھی دیدیا ہے تاکہ ناظرین کو مرتب کرنے کی صورت میں دشواری نہ ہو۔

دامان نگہ تنگ ہمکو بہت بے چینی کے ساتھ اس کا احساس ہے کہ "حقائق" کے موجودہ صفحات ان تمام معلومات و معارف اور نیز دلآویزیوں کیلئے کافی نہیں ہیں جو ہمارے نصب العین کے موافق ایک بلند پایہ رسالہ کے شایاں ہیں۔

ہمارے اس ذاتی احساس کی موجودگی میں ان اصحاب کی تحریروں نے بڑا گہرا اثر ڈالا ہے جو ہم سے

"معجزۂ شق القمر"

(رشحۂ قلم حضرت حکیم الامۃ علامہ ہندی مولانا سید احمد صاحب قبلہ دام ظلہٗ)

دور حاضر سے بہت بیشتر معجزات پر انبیاء کے طرح طرح کے اعتراضات ہوئے ہیں اور علماء و متکلمین نے جوابات دیے ہیں مگر جو کچھ اب تک ہوا ہے فلسفۂ قدیم یونان کی بنا پر دور حاضر میں فلسفۂ جدید کی روشنی اون جوابون سے تسلی نہیں ہوتی اسلئے ہم نے کلام جدید کی ۱۹۰۶ء میں بنیاد ڈالی اور فلسفۃ الاسلام کی اٹھارہ جلدون میں سائنس کے ۱۸ شعبون میں سائنس کے محققین اور اسلامی حقائق کو فلسفۂ جدید سے ثابت کرنا شروع کیا معجزات کے جو آئے دن حملے ہوتے تھے اون کا جواب ثانی بھی الحمد للّٰہ دیا گیا۔ منجملہ اون معجزات کے معجزہ شق القمر سے قابل بحث رہا ہے جس کا مفصل جواب ہم نے آٹھوین جلد "فلسفۃ الاسلام اوڈیک" (یعنی علم ہیئت) میں دیا ہے خلاصہ اوس کا شائقین کے لئے پیش کش ہے۔

شق القمر کا اہم پہلو

سمجھنے کی بات ہے رسولؐ خدا کو وہ معجزات نہیں دیے گئے جو پچھلے نبیون کو دیے گئے اور جھٹلائے جا چکے تھے "وما منعنا ان نرسل بالآیات الا ان کذب بها الاولون"۔

اور نہ معجزہ کھیل ور تماشے کی حیثیت رکھتا ہے وہ تو محض اتمام حجت کی غرض سے معجز نما کے ہاتھ سے جو محض اصلاح کیلئے ہے نہ کہ افساد و فتنہ کی غرض سے۔ چنانچہ کفار کا حضرت رسول خداؐ سے معجزہ شق القمر طلب کرنا دیکھنے کے بعد بلا ایمان لائے واپس جانا رسول خدا اون کی سخت دلی اور تعصب سے واقف تھے خوب جانتے تھے کہ ایمان نہ لاوین گے لہذا ایسے جاہل و متعصب کفار پر صرف اتمام حجت کرنا تھی۔ لہذا خواہش پر کفار کو شق القمر کا معجزہ دکھایا گیا جو متواترات سے ہے اور عین ایمان ہے لیکن اوسکے کیفیات کیونکر معجزہ دکھایا گیا، کیا دیکھا اور کیا سمجھے؟ غیر کفار مسلمین دیکھنے والون نے کیا دیکھا اور کیا سمجھے؟ اولاً وہ اخبار جن پر ایمان و اعتقاد دلانا فرض نہیں ہے اور اون کے اسناد بھی ضعیف ہیں قطع نظر اسکے مح

فرض ہی کفار کی شہادت پر اور اُن کے احساس حواد راکات پر اعتقاد کرنا یہ فرض نہین بلکہ اصول مسلمہ کے خلاف ہے ۔

حقیقت و اصلیت کی نسبت ہم نہین کہہ سکتے کہ کیا تھی وہ تو خود معجزہ نما ہی جانین ۔ ہمکو تو یہ بتانا ان سائنس کے مقابلے مین اوسکے امکان عقلی سے بحث ہی اور فلسفہ جدیدہ سے اوسکا ثبوت پیش کرنا ہی ۔ اگر باہمت مسلمان ہماری دار التبلیغ کو اس قابل بنادیتے کہ وہ فلسفۃ الاسلام کی تام جلدین شایع کردے تو ایک اس معجزہ پر منحصر نہین ہی ہزارون اسلامی تعلیمات و معجزات کا ثبوت ملجاویگا ۔

معجزہ شق القمر کی فلاسفی

منجملہ دیگر ادلہ کے ایک ثبوت شق القمر کا علم المناظر کے مسئلہ "مضاعف انتشار شعاعی" سے بخوبی ہو سکتا ہی جس کا ماحصل یہ ہی کہ کبھی کبھی شعاعین کسی شے سے خارج ہو کر بجائے ایک کے دو نظر آتی ہین ۔

کوپن ہیگن کا ڈاکٹر "ارآسمس بارہولینس" کے ہاتھ سے ۱۶۶۹ء مین آئس لینڈ سے ایک کانچ کا ٹکڑا الگ گیا اوسکی شکل شبیہ بالمعین تھی اوسکے توڑنے پر ایسے ٹکڑے ہوجاتے تھے جو شبیہ بالمعین تھے اوس نے اوسکا نام "آئس لینڈ اسپار" رکھا جب اوس نے کسی شے کو اسکے ذریعہ دیکھا تو وہ ایک جگہ دو نظر آئین وہ اسکا سبب نہ سمجھ سکا ۔ لیکن "ہیوگھنس" نے یہ بتادیا کہ وہ شیشہ ایک طرف زاید لچکدار ہی اور دوسری طرف کم اسلئے ایک شعاع اوس مین داخل ہوکر دو ہوجاتی ہین اور مختلف رفتار کیساتھ آئینہ سے خارج ہوتی تھین اور اس سے وہ دو مختلف سمتون مین جھک جاتی تھین ۔ ایک تو "انتشار شعاع" معمولی قاعدہ کے مطابق اور دوسرا ایک اور ہی عجیب طریقہ مین جب یہ دونون شعاعین آنکھون سے دوچار ہوتی تھین تو دو چیزون کا نقش پیدا ہوتا تھا ۔ اور ایک چیز کی دو چیزین نظر آتی تھین ۔ اون سے دریافت کرلیا کہ دونون شعاعین اوس پار ہوجاتی ہین تو علیحدہ علیحدہ رہتی ہین ۔ اگر اوسکے بعد انھین اشارہ کے دوسرے ٹکڑے مین ہو کر گذر جانے دیا جاتا تو دونون اپنی اپنی راہ پر چلی جاتین اوس نے دوسرے ٹکڑے کو ذرا گھما کر رکھدیا اُس سے شعاعون کا رخ بدل گیا اور ایک ایک شعاع کی دو دو ہوگئین تاہم چارون کی روشنی برابر رہتی مگر بعض وقت روشنی زیادہ تیز تھی اور بعض وقت دہندلی پھر بھی چارون کی روشنی اوس ایک بڑی شعاع کی جس کا وہ حصہ تھین روشنی کے برابر

تھی یہ چار دن شعاعین برابر اپنی اپنی راہ پر چلتی گئین۔ مگر "ہیوگنس" نے تیسرے ٹکڑے کو بھی د
رکھ دیا اس سے شعاعین پھر چار کی جگہ دور گئین، اس تجربہ کا نام "مسٹر ہیوگنس" نے "روشنی کا
رکھا "ہیوگنس" نے اپنی تھیوری یا مسالہ روشنی کو سنہ ۱۶۹۰ء مین شایع کیا۔
سنہ ۱۸۰۸ء مین "مسٹر اسٹینی ولس مولس" نے مزید تحقیقات کی اور نتائج شایع کئے۔
غرضکہ اس تھیوری نے یہ ثابت کر دیا کہ ایک ہی آنکھ سے ایک شئے کی دو چیزین نظر آسک
اسکے علاوہ اور بھی ایسے قواعد علم المناظر کے ہین۔
ممکن ہے کہ شق القمر بھی انھین قواعد علم المناظر کے کسی قانون کے تحت مین کیا گیا ہو جسک
ہرگز نہین جھٹلا سکتا۔
فرق معجزہ اور علوم فلسفیہ مین یہ ہے کہ اول الذکر پوشیدہ اور غیر معلوم اسباب کے ماتحت ہوتا
تجربات فلسفیہ اسباب ذالات عادیہ کے ماتحت لیکن نتائج کا ایک ہونا معجزہ کو نہین جھٹلا سکتا
"ایروپلین" بھی فضائے آسمانی مین اوڑا اوڑا پھرتا ہے اور بساط حضرت سلیمان بھی نتیجہ ا
اسباب و علل مختلف لہذا معجزہ شق القمر کا انکار و مضحکہ کسی صحیح الدماغ کا کام نہین ہے خود سائ
ہنسنا ہے۔

امامیہ مشن کیلنڈر سنہ ۱۳۵۴ھ

حسب معمول امسال بھی "امامیہ مشن" کی طرف سے کیلنڈر شایع کیا گیا ہے جسمین علاوہ دیگر ضرو
نقشہ افطار صوم اور اعمال ماہ رمضان المبارک وغیرہ بھی درج ہین لہذا جن حضرات کو ضرورت ہو وہ تین پیسے کے ٹکٹ ا
طلب فرماوین۔ امسال ڈاک کے اخراجات مین اضافہ ہوجانیکی سبب سے ممبران مشن کو علیحدہ علیحدہ
روانگی ممکن نہین ہے لہذا جن جن مقامات پر رفقائے کار موجود ہین ممبران اور دیگر مومنین انسے حا
کرین اور جہان کوئی رفیق کار موجود نہین ہے وہان کے ممبران ٹکٹ بھیجکر طلب فرمائین۔
الداعی الی الخیر۔ سید ابن حسین عفی عنہ۔ آنریری سکریٹری امامیہ مشن لکھ

(سلسلۂ تفسیر قرآن)

دوسرا تبصرہ

نزولِ قرآن کی حقیقت

اور

قرآن کے کلامِ الٰہی ہونے کے معنی

"ہمارا کلام" ہمارے لبِ دہن سے نکلتی ہوئی آواز ہے جو مختلف مقاطع پر رکتی ٹھہرتی بڑھتی گھٹتی ہوئی مختلف حروف کی تشکیل کرتی اور اُن سے مختلف الفاظ کی صورت گری کرتی ہے۔

اسکی سیال ہستی ہے۔ وہ بے ثبات وجود رکھتا ہے۔ اُس کا ہر دوسرا جزو بغیر پہلے جزو کے فنا ہوئے آ نہین سکتا۔ اُس کا ہر حاضر بات کہتے کہتے غائب اور ہر حال زبان ہلانے کے ساتھ ہی ماضی بنجاتا ہے۔ (۹ ا)

ہمارا وجود غیر مستقل ہے۔ ہماری ہستی خود نفس کے آمد و شد کی رہین احسان ہے اسلئے ہمارا کلام بھی یہ ہو سکتا ہے ہم اعضاء و جوارح کے پابند ہین ہم جسم و جسمانیات سے بے نیاز نہین ہین اسلئے ہمارے زبان بھی ہے، تالو بھی، حلق بھی ہے اور حنجرہ بھی دہن کی فضا بھی ہے اور اُس مین آواز بھی۔

حادث ہین تو محل حوادث بھی اسلئے ہمارا کلام وہی ہے کہ جو خود ہمارے دہن سے نکلے۔ ہماری زبان سے صادر ہو اور ہماری آواز کے ساتھ مخاطب کے گوش گزار ہو۔

خدا کا کلام بھی اگر اسی حیثیت سے سمجھا جائے تو اُس مین اور ہم مین فرق کیا رہا غیر مستقل وجود کے ساتھ فوراً ہی سپرد عدم ہو جانے والے الفاظ، آواز کے اُتار چڑھاؤ کی پیداوار ان کا مرکز ذات احدیت ہو تو وہ خود قدیم تغیر سے بری۔ حوادث کے دسترس سے بلند و برتر کب رہ جائیگا۔ وہ محل حوادث ہو تو اُسکے حادث رہنے مین کسر کیا رہ گئی؟

اسلئے کسی باہوش انسان کی یہ مجال نہین ہے کہ وہ خدا کے کلام کے معنیٰ اسکے دہن سے نکلے ہوئے الفاظ و کلمات

کی حیثیت میں قرار دے

فرقۂ اشاعرہ[1] نے اس مشکل کا واحد حل "کلام نفسی" کے الفاظ میں تجویز کیا۔

"کلام نفسی" کیا ہے؟ علم کے علاوہ، ارادہ کے علاوہ، مشیت کے علاوہ تمام اُن صفات کے علاوہ ذات کیلئے انسانی عقل میں آئیں اور الفاظ سے ادا کیے جاسکیں وہ مرتب معانی ...... نہیں نستغفر اللہ کلام مجموعہ ہے جو نفس میں پیدا ہوتا ہے اور الفاظ اپنے تدریجی وجود سے اُسی مجموعہ کے آئینہ بردار، ناقل و حاکی ہوتے وہ خدا کی ذات میں ازل سے ثابت ہے، قدیم ہے۔ اس میں تجدد اور تدریج نہیں ہے۔ یہ انتہائی توضیح نفسی" کی لیکن اس سے سمجھ میں کیا آیا؟ کچھ نہیں۔

علم سے الگ۔ ارادہ سے الگ مشیئت سے الگ جو چیزیں عقل میں آنے کی ہیں اُن سب سے پھر یہ کیا؟ کلمات اور جملوں کا مجموعہ نفس میں یعنی چہ؟

کیا اسکے یہ معنی سمجھے جائیں کہ جس طرح انسان بات کرنے کے پہلے سوچے کہ مجھے کیا کہنا ہے، وہ دل ہی الفاظ تجویز کرے کہ میں یہ کہوں گا۔ یہ کہوں گا۔ یہ کہوں گا۔ بیشک یہاں ایک مجموعہ الفاظ و جمل کا دل میں پیدا جس کو زبان و دہن سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ کیا یہی ہے کلام نفسی؟ لیکن یہ یقینی امر ہے کہ کلمات و الفاظ کا یہ تصور بھی وہی تدریجی وجود کی کیفیت رکھتا ہے جو خود الفاظ کے ذہن سے نکلتے میں ہوتی ہے۔ (۱۰)

یعنی ایک لفظ کے بعد دوسرا اور دوسرے کے بعد تیسرا ایک مسلسل نظام کیسا تھ پیدا ہونے میں جن کو ثبات اور ثبات نہیں ہے۔

پھر اس کو قدیم، ازلی، ثابت الذات اور برقرار کہنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟

یہ بھی غور کے قابل ہے کہ کلام نفسی میں تمام اجزا و حصص ایک درجہ رکھتے ہیں۔ ساتھ ساتھ حاصل ہیں تو الفاظ کی تقدیم و تاخیر اور ترتیب و تنظیم کہاں سے پیدا ہو جاتی ہے جبکہ کلام لفظی ایک آئینہ ہے جو اُسی کلام نفسی کا اور اُسی کا ناقل ہے۔

پھر وہ کلام نفسی ازل سے موجود، قدیم خدا کی ہستی کے ساتھ یعنی اُسکی ذات کا ایک جزو تو اُسے حضرت ... کے ساتھ کوہ طور پر کیا تعلق پیدا ہوتا ہے جو ارشاد ہوا کلم اللہ موسیٰ تکلیما یہ خدا نے موسیٰ سے بات کی پوری!

[1] سواد اعظم یعنی اہلسنت کی اکثریت۔

وہ پیغمبر آخرالزمانؐ پر کس طرح نازل ہوا اور امت کے ہاتھ میں کس طرح پہونچا جو یہ کلام اللہ "خدا کا کلام" کہلاتا ہے۔

ہم تو ذات الٰہی کو قدیم ہونے میں یکتا اور ازلی ہونے میں بھی لاشریک خیال کرتے ہیں۔ ہم اُسکی ذات کیلئے صفات قرار ہی نہیں دیتے جو اُسکی ذات کے علاوہ قدامت کا درجہ رکھتے ہوں۔

ہم خدا کے متکلم ہونے کے معنی صرف یہ سمجھتے ہیں کہ وہ کلام کا خالق ہے اور کلام بحیثیت مخلوق اُسکی طرف نسبت رکھتا ہے۔

وہ لوگ جو خداوند عالم کو بندوں کے تمام افعال کا ذمہ دار اور اُن کے ہر قول و عمل کا خالق مانتے ہیں اُن کو اس میں کوئی ندرت معلوم نہ ہوگی۔ وہ کہینگے کہ یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ خدا ہر اُس بات چیت گفتگو کا جو کسی انسان کی زبان سے صادر ہوتی ہے خالق ہے لہذا یہ سب ہی کلام اللہ قرار پاتا ہے لیکن معلوم ہونا چاہیئے کہ ہم انسانوں کے ذاتی افعال کا ذمہ دار خود انسانوں کو سمجھتے ہیں اور بندوں کے افعال، اقوال کا موجد خود بندوں کو" انکو خدا کے تقاضا اتنا ہی تعلق ہے کہ وہ اعضاء و جوارح۔ آلات و ذرائع جن سے یہ اعمال و اقوال صادر ہوتے ہیں خدا کے مخلوق ہیں لیکن اُن افعال و اقوال کا خود صدور وہ ہرگز خداوند عالم کی ایجاد و خلقت کا نتیجہ نہیں ہے۔ (۱۱)

اس طرح یہ دائرہ بہت تنگ ہو جاتا ہے۔ خدا کا کلام وہی کلام سمجھا جائیگا جو انسانی ارادہ و اختیار کی کارگزاری و صناعی سے خارج ہو۔ اور جس کی خداوند عالم نے اپنی طرف نسبت بھی دی ہو۔ ایسے اشیاء جو ذاتی حیثیت سے قوت نطق سے محروم ہیں جیسے نباتات، جمادات، اکثر حیوانات ان میں جب آواز پیدا ہوگی تو وہ ضرور بالضرور خداوند عالم کے ارادہ خاص کا نتیجہ ہوگی۔ اب اگر خدا نے اسکو اپنی طرف منسوب نہیں کیا ہے بلکہ اُس آواز کی نوعیت ایسی ہے کہ گویا وہ خود اس شی ہی کا کلام ہے۔ جیسے سنگریزوں کا دست رسالتمآبؐ میں تسبیح پڑھنا (جیسا کہ بعض روایات میں ہے) بچہ کا پاکدامانی یوسف کی گواہی دینا (جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے) حضرت داؤد کے ساتھ دیوار و در، صحرا و فضا کا مشغول حمد و تسبیح ہو جانا تو اُسے کلام الٰہی کہنا درست نہوگا بلکہ اسے یوں کہنا پڑیگا کہ سنگریزوں نے قدرت خدا سے تسبیح کی۔ بچہ نے قدرت خدا سے گواہی دی۔ دیوار و در نے قدرت خدا سے حمد و تسبیح ادا کی۔ اسکے معنی یہ ہیں کہ خدا نے اُس شے میں عارضی طور سے سہی قوت گویائی عطا کر دی جس کے بعد جو کلام ہو وہ پھر اسی شے کا خود کلام ہے خدا کا کلام نہیں ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ خداوند عالم نے اس کلام کو اپنی طرف منسوب کیا ہو یعنی حضرت حق سبحانہ
اُس شے کو اپنا ترجمان قرار دیتے ہوئے جو بات خود کہنا تھی اسے بطور آواز اُس شے مین خلق کر دیا ہو
کی آواز موسیٰ کو انی انا ربك فاخلع نعليك انك بالواد المقدس طوی ۔ بے جان چیز
ہو نہ ہو خدا کی قدرت سے یہ طرز کلام البتہ لب و لہجہ عنوان تخاطب سے ظاہر کہ آواز درخت کی سہی مگر کلام کسی
ہے ۔ نہین تو درخت خود خدا ٹھہرتا موسیٰ کا پروردگار خود درخت بنجاتا لیکن حضرت موسیٰ معرفت رکھتے
کے سامنے سرنگون نہین ہوے ۔
سمجھے کہ درخت مجازی پردہ ہے جس مین متکلم حقیقت اپنی خلق کی ہوئی آواز کے ساتھ مصروف کلام
خدا کا پہلا کلام تھا جس کے بعد موسیٰ کلیم اللہ قرار پائے ۔ جب گفتگو ہوئی ایسے ہی پردہ مین طور کی گفتگو
ابر کی صورت مین ہیں جیسا کہ توریت مین تذکرہ ہے ۔
وہ لوگ جو خدا کو کلام نفسی کی بنا پر متکلم قرار دیتے ہیں انھین بھی اسکے اعتراف سے گریز نہین اسلیے
(۱۲) ازلی کلام نفسی حدود مین اپنے اس قابل نہین ہے کہ وہ موسیٰ کے گوش زد ہو ، نہ وہ اپنے ازلی و قدیم
کے کلیم اللہ بننے کا باعث تھا ۔ موسیٰ کلیم خدا جو ہوے وہ تو اسی کلام سے جو درخت یا ابر کی صورت مین
گوش زد ہوا ۔ اب اگر یہ خدا کا کلام نہ تھا تو موسیٰ اسکی بنا پر کلیم اللہ کیونکر ہو گئے اور اگر یہ خدا کا کلام تھا
جب کہ وہ الفاظ و کلمات کا مجموعہ اور گوش زد ہونے والی آواز ہے جس کے لئے نہ بقا ہے نہ ثبات ۔
اور اگر حادث نہ ہو تو ذات الٰہی کے لئے جو دو اسکے ثابت ہونے ہین کیا مضائقہ تھا جو کلام نفسی ماننے کی
جب حادث ہے تو اس کا خالق کون ؟ ظاہر ہے کہ خدا ، خدا کے سوا کون خالق ہو سکتا ہے
کا تعلق خدا کے ساتھ کیا ہوا ؟ یہی نا کہ وہ مخلوق خدا ہے ۔ پھر اگر مخلوق خدا کلام کی جہت سے موسیٰ کا کلیم
صحیح ہے تو اسی کے اعتبار سے خداوند عالم کا متکلم کہا جانا بھی صحیح ہو جاتا ہے کلام نفسی ماننے کا کیا
یہ دو صورت تھی کہ جہان کلام کا مظہر بے شعور و ارادہ نا قابل تکلم شے یعنی نبات جماد حیوان
دوسری صورت یہ ہے کہ کلام کسی ذی شعور با ارادہ و اختیار قابل نطق و تکلم انسان کی زبانی
اور ہمارے گوش زد ہو مگر کلام ایسا ہو کہ جو اُس انسان کے ذاتی حدود ارادہ و اختیار کے باہر اور نا

اور پھر اُسکے تصریحات نصوص وغیرہ سے اُس کا انتساب خدا کی طرف ظاہر ہوتا ہو۔ وہ خود بھی تبلادے کہ یہ خدا کا کلام ہے اور اُس کلام کے خصوصیات و امتیازات بھی اُسے عام انسانی سطح سے بلند ثابت کر رہے ہوں۔

یہ کلام بھی خداوند عالم کا کلام قرار پائیگا جس کے معنی یہ ہونگے کہ اُس نے جس طرح کسی وقت میں درخت کو اپنا ترجمان اپنے کلام کا محل و مرکز قرار دیا اُس طرح اب اس انسان کو اپنے کلام کا حامل مبلغ ترجمان قرار دیا ہو۔

اسکی صورتیں مختلف ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ براہ راست اپنے رسولؐ کی زبان پر وہ اُس کلام کو خلق فرمائے لیکن اسکے معنی یہ ہوں گے کہ کچھ عرصہ تک رسولؐ کی زبان آنکے دل و دماغ سے ذاتی ارادہ و اختیار کو سلب کر کے انھیں مسخر بنالیا جائے اور قہری غیر اختیاری طور پر کچھ اقوال کے ساتھ متکلم بنایا جائے۔

اسلئے کہ اگر ارادہ و اختیار باقی رہا اور اُس کی شرکت سے کلام ظہور میں آیا تو وہ انسان کا اختیاری کلام ہوگا خدا کی طرف منسوب ہونے کی صلاحیت نہ رکھے گا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ کسی غیر ذی روح ہستی دیوار در پتھر وغیرہ میں خلق کر کے رسولؐ کے گوش گذار ہو۔

تیسری صورت یہ ہے کہ کلام قدرت کی طرف سے عالم اعلیٰ کے کسی محل میں خلق ہو اور پھر ملک مقرب یعنی آسمانی فرشتہ (۱۳)
کے ذریعہ سے رسالتمآبؐ تک پہونچایا جائے۔

پہلی صورت ایک کامل انسان مصلح خلق کے لئے کسی طرح لائق نہیں ہے اسلئے کہ رسولؐ کی تبلیغ اور تعلیم کلام الٰہی اس صورت میں اختیاری نہیں بالکل جاری ہو جاتی ہے اور ایک صاحب شعور و اختیار شخص کا ایک وقت میں اپنی زبان پر بالکل بے قابو ہو جانا کمال انسانی کے خلاف بھی ہے اسکے علاوہ حکمت الٰہی کے اقتضا سے رسول کی تبلیغ و تعلیم مصلحت وقت کے لحاظ سے مناسب موقع و محل ہونا ضروری تھی اسلئے کلام الٰہی کے اجرا کیلئے ایسی صورت ہونا چاہیئے تھی کہ اُس کا پہونچانا رسول تک تو ہر وقت و ہر موقع پر ہو سکتا ہو لیکن حضرت کی زبان پر اُس کا اجرا موقع و محل کی مناسبت سے ہو۔ یہ بات پہلی صورت میں نہیں ہے۔ دوسری صورت وہ ہے جو حضرت موسیٰ کے لئے حاصل تھی لیکن اُمت بنی اسرائیل کے ضروریات محدود تھے موسیٰ نے ایک خاص محل تخلیہ کا (طور کی چوٹی) خاص اوقات مقرر کر لئے تھے۔ وہ وہاں جاتے۔ ابر آتا اور اُن سے ہم کلام ہوتا۔ وہ اگر جن جن باتوں کے تبلیغ کی ضرورت ہوتی اپنی اُمت کو تعلیم دیتے۔

یہ صورت ہمارے رسول ص کے لئے کافی نہین تھی ۔ آن کو جامع وکمل قانون، باقتضائے وقت و محل احکام ملنا
تھے ۔ آپکے پاس طرح طرح کے اشخاص کا مجمع رہتا تھا خلوت جلوت سفر حضر منزل ۔ راہ مختلف مقامات پر کلام
آلہی کے پہونچنے کی ضرورت تھی کہ کوئی جسمانی چیز دیوار، در، درخت، پتھر، ہوا ابر مین آواز پیدا ہونا جو ہر شخص
کے گوش گذار ہونیکے قابل ہو حکمت آلہی کے خلاف تھی ۔

اسلئے ہمارے رسول پر کلام آلہی کے القار کے لئے تیسرا طریقہ اختیار کیا گیا ۔

الفاظ کی خلقت ملاء اعلٰی مین جہان کی کائنات، موجودہ اشیار کی نوعیت سے ہم کما حقہ، واقف نہین
ہو سکتے اسلئے کہ انکی مثال ہماری نظر کے سامنے نہین آئی ہندوستان کے باہر دوسرے ملک کے آدمی سے جس نے
آم آنکھ سے نہ دیکھا ہو نہ اُس کا مزہ چکھا ہو آم کا وصف بیان کیجئے، وہ سوائے حیران و ششدر رہنے کے یا
ظاہری الفاظ کے دلنشین کر لینے کے کبھی اُس حقیقت سے واقف نہین ہو سکتا جو ہمین ظاہر کرنا منظور ہے ۔

بس یہی صورت عالم علوی کے موجودہ کائنات کی ہماری نسبت ہے کہ ہمین الفاظ سے کتنا ہی سمجھایا جائے
ہم کبھی اُس حقیقت تک نہین پہونچ سکتے جو وہان کے اشیار کے لئے مضمر ہے ۔ (۱۴)

قرآن کی خلقت کہان ہوئی لوح محفوظ مین؟ لوح محفوظ کے کیا معنی؟ یہ سمجھ سے سمجھنے کی بات نہین ہے
اتنا سمجھ لینا ضروری ہے کہ وہ اس مادی عالم کے اشیائے سے مختلف ہے ۔ وہ لکڑی ۔ تانبے ۔ لوہے ۔ پیتل سونے چاندی کی
کوئی تختی نہین ہے جس پر ظاہری نقوش سے عبارتین درج کی گئی ہون ۔ روشنائی سے لکھی ہون قلم ڈبوئے جا رہے
ہون ۔ لکیرین بن رہی ہون بلکہ وہ معنوی چیز ہے روحانی چیز ہے ۔

عالم ملکوت کے قابل آسمانی فرشتون کے پڑھنے کے لائق تختی ہے اُس مین عجیب جامعیت ہے ۔ عجیب وسعت ہے،
احکام قضا و قدر اُس مین ہین ۔ احکام وجوب حرمت یعنی تکالیف شرعیہ اُس مین ہین ۔

قرآن کا بھی اول مرکز وہ ہے ۔ پھر موقع و محل کے اقتضا سے جیسی ضرورت پیش آئی جیسا موقع درپیش ہوا
ملک مقرب یعنی جبرئیل مین کے زبان و دل پر ویسی آیت کا القا ہوا ۔ حکم پہونچا ۔ نامور ہوئے کہ وہ آیت یا آیتین یا
پورا سورہ آپ کے رسالتمآب تک پہونچا دین آئے ۔ روحانی ملک ۔ روحانی بات چیت ۔ دل کے ساتھ تعلق ۔ نہ کسی نے
آتے دیکھا، نہ بات کرتے سنا مگر خدا کا کلام رسول تک پہونچ گیا ۔

اسی کا نام " وحی ہے " اسی کا نام " نزول قرآن " (قرآن کا اترنا) ہے ۔ اسی کی بنا پر یہ قرآن کلام الٰہی ہے اور مخلوق کے کلام سے جدا گانہ ہے ۔

وہ خدا کی طرف نسبت رکھتا ہوا خاص اس کا مخلوق کلام ہے اسلئے کلام اللہ ہے (ھذا کتابنا ینطق علیکم بالحق) اور اس کا اپنے حکم کے ذریعہ سے ملاء اعلیٰ سے اتارا ہوا ہے اسلئے منزل من اللہ ہے (انا نحن نزلنا الذکر) اور جبرئیل امین کے ذریعہ سے نازل شدہ ہے اسلئے ارشاد ہوتا ہے (نزل بہ الروح الامین علیٰ قلبک) اور رسول کے گوش گذار ہونے میں وہ جبرئیل کی زبان کا ہے اسلئے مجازاً جبرئیل کا قول ہے (انہ لقول رسول کریم ذی قوۃ عند ذی العرش مکین مطاع ثم امین)

ضمیمہ کلام

(۱۵) خلق قرآن کا معرکہ کارزار

حضرت باری تعالیٰ کے متکلم ہونے کے معنی میں جو اختلاف تھا اس سے قدرۃً یہ نتیجہ برآمد ہونا چاہیئے تھا کہ قرآن کے کلام الٰہی ہونے کے مفہوم میں بھی اختلاف ہو جائے جس کو ضروری توضیح کے ساتھ ہم نے پیش کیا ۔

لیکن جانبین کے نقطۂ نظر کی بنا پر کم از کم یہ بات متفقہ حیثیت سے تسلیم شدہ ہونا چاہیئے تھی کہ یہ الفاظ و کلمات جو مجموعی حیثیت سے بحالت موجودہ " قرآن " کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں جو کاغذ پر لکھے جاتے ، سینہ میں محفوظ کئے جاتے ، زبان سے صادر ہوتے ہیں یہ حادث ہیں ، قدیم نہیں ہیں اسلئے کہ اگر یہی قدیم ہوتے تو اکثریت کو مسلمانوں کی خدا کے متکلم ثابت کرنے کی غرض سے کلام نفسی کے ایجاد کرنے کی ضرورت ہی کیوں پیش آتی ۔

یہ الفاظ حادث ہیں اور خدا محل حوادث نہیں ، اسی لئے تو کلام نفسی کے تخیل کی ضرورت ہوئی اور جب یہ الفاظ حادث ہیں تو ہر حادث کے لئے موجد اور خالق کی ضرورت ہے ۔ لہٰذا مخلوق بھی ضرور ہوں گے ۔

یہ کوئی پیچ دار مسئلہ نہیں تھا جس میں خواہ مخواہ کی الجھنیں پیدا کی جاتیں لیکن افسوس ہے کہ بحث و نظر کے اسباب

اور قوائے عقلی کے انسداد نے جو قرآن اور تعلیمات نبوی کے بالکل برخلاف نہ معلوم کس ذہنیت کے ماتحت رسالتمآب کے بعد ضروری سمجھا گیا تھا اکثر مسلمانوں کے فکر و نظر کی قوتوں کو اس درجہ سُست اور بیکار کر دیا تھا کہ وہ معنی اور مفہوم پر سنجیدگی سے غور کرنے کے بجائے الفاظ اور تعبیرات کے غلام بن گئے تھے۔

وہ قرآن کو مخلوق کہنا اسکی توہین سمجھتے تھے اور بہت بڑا جرم خیال کرتے تھے۔ یہ سادگی کا طلسم مسلمہ عقیدہ کی صورت میں خاموش اطمینان کے ساتھ رہتا اگر دوسری صدی ہجری کے ابتدائی دور میں مامون الرشید خلیفۃ المسلمین عباسی کا ذوق تحقیق اسکے خلاف مصروف جہاد نہوتا۔

یہ خلیفہ (بدقسمتی سے) اپنے پیشرو دوسرے اموی و عباسی خلفاء کے برخلاف لہو و لعب در صرف عیش و عشرت میں مصروف ہونے کے بجائے ایک حد تک علمی تحقیقات اور وسعت علوم و فنون کا دلدادہ تھا۔ اُس نے علم حدیث اور فقہ کی تحصیل بڑی تکمیل کے ساتھ کی اور فلسفہ و حکمت میں کافی وقت صرف کیا تھا (تاریخ الخلفاء سیوطی ص۳۱)

اسکی آنکھوں میں ایسی باتیں بہت کھٹکتی تھیں جن کی بنیاد صرف عقل کی آنکھوں پر پردہ ڈالنے پر قائم ہوئی ہو۔ چنانچہ قرآن کے زیر بحث مسئلہ پر اُس نے سنجیدگی سے غور کیا اور الفاظ قرآن کے قدیم غیر مخلوق ہونے کو ایک لایعنی، خلاف عقل بات قرار دے کر یہ اعلان کر دیا کہ قرآن مخلوق ہے، اُس کا قدیم کہنا کسی صورت سے صحیح نہیں ہو۔ (۱۶)

طبری نے اس کا ابتدائی آغاز ۲۱۲ھ میں بتایا ہے اور لکھا ہے فیھا اظھر المامون القول بخلق القرآن " اس سال مامون نے قرآن کے مخلوق ہونے کے قول کا اظہار کیا"

سطحی نظر رکھنے والے ارباب ظاہر اور محدثین یقیناً اس سے متفق نہیں ہو سکتے تھے۔ اُنھوں نے اختلاف کیا اور سخت اختلاف جس سے شورش پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہو گیا تھا اور اس وجہ سے مامون کو چند سال تک کے لئے اس مسئلہ میں سکوت اختیار کرنا پڑا۔ جہاں تک اصل بحث کا تعلق ہے اس مسئلہ کو صرف علمی و تحقیقی حیثیت میں محدود رہنا چاہیئے تھا۔ یہ مسئلہ ایسا نہیں ہو جس کو کفر و اسلام کا معیار قرار دے لیا جائے۔ لیکن کیا کیا جائے عام افراد انسانی کی تشدد آمیز ذہنیت کو، وہ محدثین جو کفر و اسلام کے دائروں کی

حد بندی مین اعتدال سے کوسون دور ہین انھون نے اس بحث کو اسلام اور کفر کا سوال بنالیا۔

علامہ شبلی نعمانی جو ہمارے قریبی دور کے ایک کامیاب مصنف گذرے ہین انھون نے اپنی کتاب "علم الکلام" کے حصہ اول مین اس تشدد آمیز ذہنیت پر کافی افسوس کیا ہے ہم اس اختلاف اور محدثین کے تشدد آمیز اقوال کے نمونے انھی کے الفاظ مین پیش کرتے ہوئے آگے بڑھنا چاہتے ہین۔

"مسائل اختلافیہ مین ایک یہ بھی تھا کہ کلام الٰہی قدیم ہے یا مخلوق وحادث؟ معتزلہ کہتے تھے کہ کلام الٰہی جو خدا کے صفات[1] قدیمہ مین ہے وہ قدیم ہے لیکن جو الفاظ آنحضرت صلعم پر نازل ہوتے تھے وہ مخلوق اور حادث تھے محدثین کہتے تھے کہ کلام الٰہی ہر حال مین قدیم ہے۔ زیادہ تدقیق سے دونون کا حاصل ایک ہی ٹھرتا ہے لیکن دونون فریق نے اس مسئلہ کو کفر و اسلام کی حد فاصل قرار دیا۔

امام بیہقی نے کتاب الاسماء والصفات مین اس بحث پر ایک مستقل عنوان قائم کیا ہے، ہم اسکی سند سے اس موقع پر چند بڑے بڑے محدثین کے اقوال نقل کرتے ہین۔

وکیع بن الجراح	من زعم ان القرآن محدث فقد کفر	جس شخص کا یہ خیال ہو کہ قرآن حادث ہے وہ کافر ہے۔	(۱۷)
یزید بن ہارون	من زعم ان کلام اللہ مخلوق فھو واللہ الذی لا الٰہ الا ھو عندی زندیق۔	جو شخص کہتا ہے کہ کلام الٰہی مخلوق ہے وہ خدا کی قسم زندیق ہے۔	
مزنی شاگرد شافعی	من قال ان القرآن مخلوق فھو کافر۔	جو شخص کہتا ہے کہ قرآن مخلوق ہے وہ کافر ہے۔	

[1] معتزلہ کے قول کی جو ترجمانی کیجارہی ہے وہ پورے طور سے صحیح ہونا بہت مشکل ہے۔ خود اسکے قبل ص۱۵ مین آپنے تحریر فرمایا ہے کہ "خدا کے صفات کو اگر قدیم مانین تو تعدد قدما لازم آتا ہے اور حادث کہین تو خدا کا محل حوادث ہونا خدا کے حدوث کا مستلزم ہے، پہلی مشکل سے بچنے کی معتزلہ نے یہ رائے اختیار کی کہ خدا کے علیحدہ صفات نہیں ہین بلکہ اسکی ذات سے وہ تمام نتائج حاصل ہوتے ہین جو ہمکو صفات سے ہوتے ہین"۔ پھر جب معتزلہ کے نزدیک خدا کے لئے ذات سے علاوہ صفات ہین ہی نہین تو انکی طرف یہ نسبت کہ "کلام الٰہی جو خدا کی صفات قدیمہ مین ہے وہ قدیم ہے" کہان صحیح ہو سکتی ہے؟

امام بخاری	نظرت فی کلام الیہود والنصاری والمجوس فما رأیت قوما اضل فی کفرھم من الجہمیۃ وانی لاستجہل من لا یکفرھم۔	مین نے یہودیون، عیسائیون، مجوسیون سب کے کلام دیکھے ہین۔ جہمیہ کے برابر کوئی ان مین سے کافر اجہل نہین ہین اس کو جاہل سمجھتا ہون جو جہمیہ کو کافر نہ سمجھے (جہمیہ کا اصلی جرم یہی ہے کہ وہ قرآن مجید کو حادث کہتے تھے)۔
عبدالرحمن بن مہدی	لو رأیت رجلا علی الجسر وبیدی سیف یقول القرآن مخلوق ضربت عنقہ۔	اگر میرے ہاتھ مین تلوار ہو اور کسی کو پل پر یہ کہتے سن لون کہ قرآن مخلوق ہے تو اسکی گردن ماردون۔

بعض محدثون نے جن مین امام بخاری بھی شامل ہین اس مسئلہ مین یہ تفریق کی تھی کہ قرآن مجید کا جو لفظ
کیا جاتا ہے یہ مخلوق ہے اور حادث ہے لیکن محدثین نے اسکی بھی سخت مخالفت کی۔ ذہلی امام بخاری کے استاد تھے اور
صحیح بخاری مین بہت سی حدیثین ان کی روایت سے مذکور ہین۔ انھون نے امام بخاری کا جب یہ قول سنا تو عام حکم (۱۸)
دیدیا کہ جو شخص یہ لفظ کہے کہ "لفظی بالقرآن مخلوق" وہ ہماری مجلس مین نہ آنے پائے۔ چنانچہ اس واقعہ کو
حافظ ابن حجر نے شرح بخاری مین نہایت تفصیل سے لکھا ہے۔ ابن شداد نے ایک تحریر مین لکھا تھا کہ "لفظی
بالقرآن مخلوق" یہ تحریر امام احمد بن حنبل کے سامنے پیش ہوئی تو انھون نے اس فقرہ کو کاٹ دیا اور کہا کہ قرآن
جس صورت مین ہو غیر مخلوق ہے۔

ابوطالب نے کہا تھا کہ امام احمد بن حنبل قرآن کے لفظ کو مخلوق کہتے ہین۔ امام احمد بن حنبل کو خبر ہوئی تو غصے سے کانپنے لگے اور ابوطالب کو بلا کر اس بات کی بازپرس کی۔ (علم الکلام حصہ اول مطبوعہ انوار المطابع صفحہ ۱۸)

غالباً اسی متشددانہ رویہ کا نتیجہ تھا کہ مامون الرشید بھی اس مسئلہ مین کد ہو گیا۔

ایک تو بادشاہون کا دماغی توازن ہر بات مین اعتدال کے حدود پر قائم نہین رہتا، وہ جس بات کی طرف متوجہ ہوتے ہین اس مین حد سے بڑھ جاتے ہین اور انتہا کہ ان کا افراط کے درجہ پر پہونچ جاتا ہے۔

دوسرے عموماً افراد انسانی کی ذہنیت کہ جس بات مین انکی زیادہ مخالفت ہو اس مین انکو زیادہ کاوش اور

ردعمل کی کوشش پیدا ہوتی ہے ۔

اس کا نتیجہ تھا کہ مامون الرشید نے عارضی طور سے چند سال کے لئے سکوت اختیار کر کے ایک مرتبہ اپنے عقیدۂ خلق قرآن کی حمایت میں جہاد کی ٹھان لی اور اسحٰق بن ابراہیم خزاعی کو جو بغداد میں گورنر کی حیثیت سے تھا ایک مبسوط خط کے ذریعہ سے حکم دیا کہ وہ تمام علمائے وقت کو جمع کر کے خلق قرآن کے مسئلہ میں انکے خیالات دریافت کرے اور جو لوگ اسکے منکر ہوں انھیں سخت سے سخت سزا کا حکم دیا جائے ۔

طبری نے ۲۱۸ھ کے واقعات میں اس تاریخی یادگار خط کو نقل کیا ہے جو حسب ذیل ہے سلہ

اما بعد فان حق اللہ علی ائمۃ المسلمین وخلفائہم الاجتہاد فی اقامۃ دین اللہ الذی استحفظہم ومواریث النبوۃ التی اورثہم واثر العلم الذی استودعہم والعمل بالحق فی رعیتہم والتشمیر لطاعۃ اللہ فیہم واللہ یسأل امیر المومنین ان یوفقہ لعزیمۃ الرشد وصریمتہ والاقساط فیما ولاہ اللہ من رعیتہ برحمتہ ومنتہ وقد عرف امیر المومنین ان الجمہور الاعظم والسواد الاکبر من حشو الرعیۃ وسفلۃ العامۃ ممن لا نظر لہ ولا رویۃ ولا استدلال لہ بدلالۃ اللہ وھدایتہ ولا استضاءۃ بنور العلم وبرھانہ فی جمیع الاقطار والآفاق اھل جہالۃ باللہ وعمی عنہ وضلالۃ عن حقیقۃ دینہ وتوحیدہ والایمان بہ ونکوب

پیشوایان اسلام اور خلفائے مسلمین پر خدا کی طرف سے یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ دین خدا کے لئے جس کی حفاظت کے وہ ذمہ دار بنائے گئے ہیں اور نبوت کے ترکات کیلئے جس کے وہ وارث قرار دئے گئے ہیں اور علم کے آثار کے لئے جو اُن کے پاس امانت رکھا گیا ہے اپنی تمام جدوجہد صرف (۱۹) کر دیں اور اپنی رعایا کے درمیان حق کے اوپر عمل کریں اور طاعت الٰہی کے لئے کمربستہ رہیں ۔

امیجانب خدا سے دعا کرتے ہیں کہ وہ اپنے رحم وکرم سے مجھ کو صحیح راستہ پر قائم رکھے اور اُس کو اپنے دل میں ٹھان لینے اور اپنی رعیت کے درمیان خدا کے عطا کردہ منصب یعنی فرمان روائی میں عدالت کرنے کی توفیق عطا فرمائے ۔

امیجانب کو معلوم ہوا ہے کہ سواد اعظم اور جمہور افراد عوام اور پست طبقہ کی رعیت میں سے جنکو قوت نظر اور طاقت استدلال نہیں ہے اور انوار علم سے بہرہ مند نہیں ہوئے ہیں تمام اطراف وحدود

سلہ طبری ج ۱۰ ص ۲۸۴ - ۲۸۵

في القرآن وترك اثبات شهادة من لم يقر
انه مخلوق محدث ولم يره والامتناع
من توقيعها عنده واكتب الى امير المؤمنين
بما يأتيك عن قضاة اهل عملك في
مسائلتهم والامر لهم بمثل ذلك ثم
اشرف عليهم وتفقد آثارهم حتى لا تنفذ
احكام الله الا بشهادة اهل البصائر في الدين
والاخلاص للتوحيد واكتب الى امير المؤمنين
بما يكون في ذلك انشاء الله وكتب في
شهر ربيع الاول سنة ۲۱۸ -

دار ایچاب کے خط کو پڑھ کر سنا دو اور انکے اقوال کی آزمائش
کرو اور خلق وحدوث قرآن کے متعلق اُن کے خیالات کو
دریافت کرو اور آن کے اوپر یہ واضح کر دو کہ خلیفہ مسلمین
اپنی حکومت میں کسی شخص سے امداد حاصل کرنا اور سلطنت
کے کسی منصب کو کسی ایسے شخص کے سپرد کرنا پسند نہیں
کرتا جس کے مذہب اور خالص توحید پر اُس کو بھروسہ نہ ہو
جب وہ اس کا اقرار کر لیں اور خلیفہ کی رائے سے متفق
اور ہدایت ونجات کے راستہ کے سالک ہوں تو انھیں
حکم دو کہ وہ اس مسئلہ کو ان تمام شواہد ودلائل کے ساتھ
عام لوگوں کے سامنے پیش کریں اور آن سے اُنکے علم کے

متعلق دریافت کریں جو شخص اسبات کا اقرار نہ کرے کہ قرآن مخلوق ہے اُسکی گواہی قبول نہ کیجائے، اسکے بعد اپنے جانب کے پاس اطلاع بھیجنی چاہیے کہ تمھارے طرف کے قاضیوں نے کیا طرز عمل اختیار کیا پھر تم خود انکے طرز عمل کے نگران رہو یہانتک کہ خداوندی احکام بغیر صاحبان بصیرت اور اہل توحید خالص کی گواہی کے قبول نہ ہوں اور برابر ان حالات کی تفصیلی اطلاع خلیفہ مسلمین کو دیتے رہو انشاء اللہ تعالیٰ۔

ماہ ربیع الاول ۲۱۸ھ

یہ مکتوب غیر معمولی درجہ تک طویل ہونے کے باوجود ہم نے قریب قریب پورا اسلئے نقل کر دیا کہ وہ بادشاہانہ تحکم کے ساتھ عالمانہ طرز استدلال اور قوت بیان کا بھی حامل ہے۔ اس میں خلق قرآن کے ناقابل استرداد دلائل ذکر کئے گئے ہیں جو کسی طرح غلط نہیں ہیں۔ بیشک اس علمی انداز استدلال کے ساتھ ملوکانہ ذہنیت نے تشدد آمیز احکام جاری کرائے ہیں جو وقتی جذبہ وجوش مخالفت کا نتیجہ ہیں اور آن کا سبب جیسا کہ ہم نے لکھا زیادہ تر فقہا واہل مذہب کا تشدد آمیز کافرساز رویہ تھا۔

کوئی جاہل بادشاہ ہوتا تو وہ ان فتوائے کفر کے حربہ ہی سے شاید سپر انداختہ ہوکر خاموش ہوجاتا مگر مامون الرشید

فقط بادشاہ نہیں، وہ تھا جس کے متعلق حافظ سیوطی لکھتے ہیں کان یعدّ من کبار العلماء وہ اس فتوائے کفر کے جواب میں خاموشی گوارا نہیں کر سکتا تھا لہٰذا یہ وہ قوت استدلال کے ساتھ اپنے حریفوں کو کافر ثابت کرنے کا درپے ہوا اور ملوکانہ اقتدار کے ساتھ اُن کو کافر کی پاداش دینے پر بھی تیار ہو گیا۔

یہ تاریخ کی بڑی دلچسپ حقیقت ہے کہ اسکے بعد سوائے امام احمد ابن حنبل اور محمد بن نوح عجلی کے جتنے فقہا ثین تھے سب نے خلق قرآن کے عقیدہ کا اعلان کیا اور اُسے تقیہ کے پردہ میں ظاہر کر کے اپنی جان بچائی جس تقیہ کو آج ہمارے برادران اسلامی شیعوں کے ناقابل معافی جرائم کی فہرست میں درج کرتے ہیں۔ حافظ سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں صؔ لکھا ہے "انھم توقفوا ولا ثم اجابوا تقیۃ" ان لوگوں نے پہلے تو توقف کیا پھر تقیہ سے کام لیکر موافقت کا اظہار کیا۔ ان تقیہ کرنے والوں میں یحیٰی بن معین ایسے حفاظ وائمہ فن حدیث تھے۔ یحیٰی بن معین فرماتے تھے کہ اجبنا خوفا من السیف "ہم نے تلوار کے ڈر سے موافقت کی" ان لوگوں کی ان باتوں کی خبر جب مامون کو پہونچ گئی تھی اور اس نے حکم دیا کہ ان سب کو پابزنجیر کر کے روانہ کیا جائے۔ لیکن اسکے بعد مامون کی مدت حیات ختم ہو گئی اور اس طرح (۲۳) یہ ہنگامہ بھی ختم ہوا۔

تیسرا تبصرہ

نزول قرآن کی تاریخ

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ قرآن رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوپر تدریجی حیثیت سے موقع و محل کے اقتضاء سے نازل ہوتا تھا اور اسی اعتبار سے اُس میں ماضی مستقبل حال کے واقعات کی تفریق ہوئی ہے یعنی پہلے ہو چکنے والے واقعات ماضی کے الفاظ سے اور بعد ہونے والے مستقبل کی حیثیت میں اور موجودہ حالت کا تذکرہ حال کی صورت میں کیا گیا ہے وہ روز وقوع واقعہ آنے والی آیت میں الیوم یعنی "آج" کی لفظ

اور آبندہ کے تذکرہ مین سین اور سوف کے ساتھ قریب اور بعید کے حدود قائم کرتا ہے ۔ اس اعتبار سے قرآن مجید کے نزول کی کوئی تاریخ مقرر کرنا صحیح نہین کیونکہ وہ بیس برس کے عرصہ مین جستہ جستہ اترا ہے۔

لیکن جب ہم قرآن مجید کا مطالعہ کرتے ہین تو ہمین اس مین نزول قرآن کی تاریخ کا تذکرہ ملتا ہے ایک طرف یہ ارشاد کہ شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن " رمضان کا مہینہ وہ ہے جس مین قرآن نازل کیا گیا "۔

اس مین قرآن کے آترنے جانے کو گیارہ مہینون کی میعاد سے ہٹا کر ایک مہینہ مین محدود کیا گیا ہے دوسری آیت مین ارشاد ہوا اِنَّا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ ہم نے اس کو ایک مبارک شب مین نازل کیا، اس سے مبہم طور سے پتہ چلا کہ اس کا نزول کسی خاص رات مین ہوا ہے اور وہ ماہ رمضان کی ہے اسلئے کہ پہلی آیت کیخلاف نہ ہو ۔ تیسری آیت اِنَّا انزلناہ فی لیلۃ القدر اس مین انضباط تاریخ مکمل طریقے سے کیا گیا "ہم نے اس کو شب قدر مین نازل کیا"۔

اس طرح تاریخ معینہ طریقے سے معلوم ہو گئی یعنی شب قدر ۔ (۲۴)

اب وہ کہ جو قرآن کو قدیم اور بطور کلام نفسی کے ازل سے ذات الٰہی مین ثابت سمجھتے ہین ان کیلئے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ موجودہ الفاظ جو کاشف اور حاکی ہین کلام حق کے وہ تو کسی ایک وقت پر نازل ہوے نہین ۔ بتدریج اترے پھر انکی یہ تاریخ ہے نہین ۔ قدیم چیز قدیم ہے اسکی کوئی ابتدا نہین ۔ پھر اسکے لئے تاریخ مقرر کرنے کے کیا معنی ؟

لیکن مین کہ جو قرآن کو حضرت احدیت کا مخلوق جانتا اور اسی حیثیت سے اس کو کلام الٰہی سمجھتا ہون ان آیات کی تاریخ کو اسی انشاء و خلق قرآن سے متعلق سمجھتا ہون جو عالم ملاء اعلیٰ مین صورت پذیر ہوا جس کی نوعیت کے علم مین مین سپر اندا ختگی کا اعتراف اس تبصرہ مین کر چکا ۔

یہ انشاء اول ہے کہ جو ماہ رمضان کی مبارک رات، شب قدر کی تاریخ سے تعلق رکھتا ہے اور جس کی مطابقت سے تدریجی طور پر قرآن مجید رسول پر نازل ہوا ہے ۔

مذہبیات

صوم

(رشحۂ قلم عالیجناب علامہ مرزا احمد علی صاحب قبلہ امرتسری دام ظلہٗ)

صوم کا ہم معنی لفظ قریبًا ہر زبان میں ملتا ہے خواہ قدیم ہو یا جدید۔ مردہ ہو یا زندہ۔ مثلًا انگریزی لفظ فاسٹ کا ماخذ انگریزی لغات میں ملاحظہ فرمائیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ لفظ بمعنی صوم کتنی قدیم السنہ میں موجود تھا جن زبانوں کا اب وجود بھی نہیں تمام زبانوں میں اس لفظ کا وجود یہ پتہ دیتا ہے کہ ان زبانوں کے بولنے والوں میں صوم پر عمل تھا۔ اگر عمل نہ ہوتا تو واضع اس لفظ کو وضع ہی کیوں کرتا۔ کیونکہ بغیر ضرورت کے کسی چیز کی ایجاد نہیں ہوتی۔ قرآن نے ایک ہی جملہ میں یہ تاریخی حقیقت ہمارے سامنے رکھدی اور جہاں ہمیں صوم کا حکم دیا وہاں یہ تاریخی حقیقت بھی منکشف کر دی کہ صوم تم سے پہلے لوگوں پر بھی فرض تھا۔ وہ بھی اسے فریضہ مذہبی سمجھکر رکھا کرتے تھے۔

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ۔ — تم پر روزے فرض کئے گئے جیسا کہ تم سے پہلوں پر فرض کئے گئے تھے۔

لغت انگریزی میں فاسٹ کے معنی یہ لکھے ہیں۔

Voluntary alstination — خوراک سے اختیاری۔
B rom food as a religions — اجتناب بطور مذہبی۔
Motiyuataon or humiliation — نفس کشی یا انکسار کے لیے

ہر لغت میں صوم کے معنی " اجتناب عن الغذا بموجب حکم مذہب " لکھے ہیں اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہر زبان والے مذہبی حکم کے رو سے صوم رکھا کرتے تھے۔ منجملہ قرآن کے بیشمار اعجازوں کے یہ آیت بھی ایک اعجازی صورت رکھتی ہے کیونکہ اس نے صوم کی تاریخ بتلا دی۔ اور یہ ظاہر کر دیا کہ صوم تم سے پہلوں پر بھی

فرض تھا۔ حالانکہ اسوقت دنیا مین کوئی ایسی جامع کتاب نہ تھی جسمین دنیا بھر کے پہلے لوگون کی تاریخ لکھی ہوئی اور جسمین ان کی مذہبی رسوم کا ذکر ہوتا۔ اور نہ دنیا بھر کے لوگون کا اتنا وسیع میل ملاپ تھا کہ وہ ایک دوسرے کے رسوم سے باخبر ہوتے اور نہ قرآن کے لانے والے نے دنیا بھر کا سفر کیا تھا یا پہلون کی تاریخین پڑھی تھین کہ اسے ظاہری طور پر یہ معلوم ہوتا کہ پہلی سب قومون پر روزہ فرض تھا۔ اسی آیت پر کیا منحصر ہے قرآن کا ہر جملہ آیت ہے اور اعجازی شان رکھتا ہے۔ اور اسی لئے اسے آیت کہتے ہین۔

اب اگرچہ مجھے یہ ضرورت دامنگیر نہین کہ مین تمام پہلون کے مذاہب سے یہ دکھاؤن کہ واقعی ان کے یہان روزہ رکھنے کا حکم تھا کیونکہ صوم کے ہم معنی لفظ کے وجود نے اس حقیقت کو آشکار کر دیا لیکن مزید اطمینان کیلئے مین بائبل سے اسکے متعلق کچھ احکام بصورت اختصار لکھتا ہون۔

بائبل سے دو قسم کا صوم ثابت ہوتا ہے۔ ایک عام۔ دوسرا خاص۔ عام صوم یہ تھا۔

۱۔ فطیری روٹی کی عید یاد رکھ۔ تو سات دن تک جیسا مین نے تجھے حکم کیا ہے فطیری روٹی کھا ابیب کے مہینے مین مقرری وقت پر کیونکہ تو اسی مین مصر سے باہر آیا۔ خروج ۲۳ / ۱۵

۲۔ اور جب تم روزہ رکھو تو ریاکارون کی طرح اپنی صورت اداس نہ بناؤ۔ کیونکہ وہ اپنا منہ بگاڑتے ہین تاکہ لوگ انھین روزہ دار جانین مین تم سے سچ کہتا ہون کہ وہ اپنا اجر پا چکے۔ بلکہ جب تو روزہ رکھے تو اپنے سر مین تیل ڈال اور منہ دھو۔ تاکہ آدمی نہین بلکہ تیرا باپ جو پوشیدگی مین ہے تجھے روزہ دار جانے اس صورت مین تیرا باپ جو پوشیدگی مین دیکھتا ہے تجھے بدلا دیگا۔ انجیل متی ۶ / ۱۶ تا ۱۸

صوم خاص :۔ اور خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ تو یہ باتین لکھ۔ کیونکہ ان باتون کے موافق مین تجھ سے اور اسرائیل سے عہد باندھتا ہون اور وہ وہان چالیس دن رات خداوند کے پاس تھا نہ وہ روٹی کھاتا نہ پانی پیتا۔ خروج ۳۴ / ۲۷-۲۸

پہلی قومون مین دو طرح کا روزہ ہوا کرتا تھا بعض روزون مین صرف بعض غذائین ترک کیجاتی تھین جیسا کہ بنی اسرائیل کے یہان ابیب کے مہینے مین سات دن خمیری روٹی نہ کھائی جاتی تھی اور ہندوون کے یہان اب تک بعض ایسے روزے رکھے جاتے ہین جن مین اناج نہین کھاتے۔ باقی سب کچھ کھا لیتے ہین بعض روزے کامل ہوا کرتے

تھے جن میں ہر قسم کی غذا کو مقررہ وقت کیلئے ترک کیا جاتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خدا پہلی امتوں کو روزہ کا عادی بنانا چاہتا تھا۔ اسلئے کبھی بعض غذاؤں کے ترک کرنے کا حکم دیا اور کسی دن پورا روزہ رکھاتا! اسلام دنیا میں اسلئے آیا کہ پہلی چیزوں کو اگر وہ اب قابل ترک ہیں تو چھڑادے اور اگر قابل اصلاح و ترقی ہیں اور ہیں بھی مفید تو انہیں اصلاح کر کے ترقی یافتہ انسانوں کے لئے انہیں مفید تر بنادے۔ اور دنیا بھر کے لوگوں میں یکساں طور پر عالمگیر مساوات پیدا کردے۔ اسلئے اس نے صوم کو عالمگیر حیثیت دینے کیلئے یہ کیا کہ صوم کے لئے ایک پورا مہینہ مقرر کردیا۔ اور مہینوں کا دور اس طرح رکھا کہ وہ سال بھر میں پھرتے رہیں کبھی کسی موسم میں آئیں اور کبھی کسی میں تاکہ روزہ دار ہر موسم میں روزہ رکھنے کے قابل ہوجائیں۔ روزہ کو عالمگیر بنا کر کتب علیکم الصیام پر ایک پر روزہ فرض کر کے عالمگیر مساوات پیدا کردی۔ تاکہ امیر و غریب کا تفرقہ جاتا رہے امیر بھی روزہ رکھے اور غریب مسکین بھی سرمایہ دار بھی روزہ رکھے اور مزدور بھی۔ بادشاہ بھی روزہ رکھے اور اس کا دربان بھی۔ چونکہ یہ مسلمہ بات ہے کہ دنیا میں افلاس و فاقہ کشی زیادہ ہے۔ اسلئے امرا کو فاقہ کشی میں ان کا شریک کردیا اور انہیں بھی دن بھر ماہ رمضان میں روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ تاکہ ان کا غرور ٹوٹے۔ انہیں فاقہ کش غربا کے حال پر رحم آئے یہ اپنی سرمایہ داری کو فاقہ کش مزدوروں کی بھلائی کے لئے استعمال کریں۔ اور فاقہ کش فاقہ کشی میں مضبوط ہوجائیں۔ ان میں صبر و قناعت کی عادت پیدا ہو۔ وہ ضبط خواہشات پر قادر ہوں۔ انجیل کی تعلیم صرف اخلاص کا پہلو لئے ہوئے تھی انہیں ریا سے بچنے کی ہدایت تھی۔ اور یہ روزہ پر ہی کیا منحصر ہے ہر ایک عمل میں ریا سے بچنا چاہیے اور ہر حکم خدا کو اسی کے حکم کی تعمیل کے لئے کرنا چاہیے اسلام نے اسی لئے ہر عمل کی نیت میں قربۃً الی اللہ کی شرط لگادی ہے توریت و انجیل۔ وید و ساتیر فلسفہ صوم بتلانے سے قاصر ہے۔ یہ اسلام ہی کا حصہ تھا کہ اسے بتلائے۔

چنانچہ کتب علیکم الصّیام سے روزہ کو واجب قرار دے کر اسکی علت بیان فرمادی لعلّکم تتقون تاکہ تم پرہیزگار بنو۔ پرہیزگاری اتقاء خداترسی کے لئے پہلی شرط یہ ہے کہ صحت درست ہو بغیر صحت جسمانی کے پرہیزگاری کہاں۔ پہلا فائدہ روزہ کا یہ ہے کہ اس سے صحت درست ہوتی ہے۔ اور اب تو یہ مسئلہ اطبا کے مسلمات سے ہوگیا ہے بلکہ مغربی اور نئی دنیا کے کئی ڈاکٹروں نے مختلف امراض کا علاج روزے سے کرنا شروع کردیا ہے۔ اسلئے اسلام نے کامل ایک ماہ کے روزے فرض کئے تاکہ صحت انسان برقرار رہے۔ دوسرا فائدہ

آفتاب تک معین کرکے کھانے پینے کے اوقات تمام شب میں صرف کر دیئے ایام جاہلیت میں روزہ کی پوری مدت عورتوں سے علیحدگی میں بسر ہوتی تھی۔ مگر اسلام نے اس غیر فطری حکم کو بھی توڑ دیا اور اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ کی اجازت نے رات کی روک ٹوک اُٹھا دی۔

کچھ لوگ ایسے تھے جو رہبانیت کا لباس پہنتے ہوئے تمام دنیا سے منہ پھیر کر عمر بھر روزہ کی کڑیاں جھیلتے رہنا (صوم دہر) باعث نجات سمجھتے تھے! اسلام نے روزہ کے وجوب کیلئے خاص زمانہ مقرر کر کے سال میں ایک دن ایسا قرار دیا جس میں روزہ رکھنا حرام ہے (عید الفطر) اور بعض ایام ایسے کہ جن میں روزہ مکروہ ہے اس طرح صوم الدہر کو ممنوع قرار دے کر حد افراط سے بچا لیا۔ بعض ایسے تھے جو شب و روز ملا کر روزہ رکھتے تھے اور درمیان میں فطار نہیں کرتے تھے (صوم وصال) اسلام نے اسے بھی حرام قرار دیا۔ کسی زمانہ میں روزہ دار کلام نہیں کر سکتے تھے (صوم صمت) اسلام نے اسے بھی اٹھا دیا۔ اور صوم الدہر حرام صوم الوصال حرام صوم الصمت حرام کہکر ان سب کی ممانعت کردی من لا یحضرہ کتاب الصوم ۳۷/۱ کنز العمال ۳۰۷/۴ م حیدر آباد ۱۳۱۳ھ

بوڑھوں۔ کمزوروں۔ بیماروں اور مسافروں کیلئے پہلے کوئی استثنا نہ تھا اسلام نے ان سب کی تکالیف و اعذار کی علیحدہ علیحدہ حدیں مقرر کیں۔ عورتیں مختلف اعذار میں مبتلا ہوتی ہیں کوئی ایام عادیہ میں کوئی ایام حمل میں کوئی ایام رضاعت میں شریعت نے ان سب کی زحمتوں کا لحاظ کر کے ان کیلئے بھی قانون بنائے۔ اسی طرح وہ امور جن پر اکثر انسان قدرت نہیں رکھتا جیسے "قے" احتلام" وغیرہ (دیکھو استبصار من لا یحضرہ وغیرہ) حدیث میں ہے جو سفر اور مرض میں روزہ رکھے اس پر قضا واجب ہے، تفسیر صافی بحوالہ کافی و تہذیب ص۵۵ سفر میں روزہ بیکار ہے (لیس من البر الصیام فی السفر) کنز العمال ۳۰۶/۴ در منثور ۱۹۱/۱ تفسیر کبیر ۱۶۵/۲ وعلی الذین یطیقونہ کی تفاسیر میں بوڑھے اور بڑھیا جن کو روزہ بار ہے وہ روزہ سے مستثنیٰ کئے گئے ہیں اور ان پر روزہ کے عوض میں ایک مد گیہوں واجب ہے، تفسیر کبیر ۱۶۶/۲

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے۔ اعتبار مرض خود مریض کے احساس پر موقوف ہے۔ اگر وہ روزہ سے اپنے تئیں عاجز پاتا ہو تو افطار کرلے۔ مجمع البیان ص۱۱۲ صافی ص۱۲ (والسلام)

اسلام کا عظیم الشان حکم روزہ
اور
اسکے اہم فوائد

(نوشتۂ قلم فاضل مشرقیات مولانا سید مجتبیٰ حسین صاحب موسوی کانپوری)

دنیا جس قانون کے ماتحت اپنے وجودی منازل طے کر رہی ہے اور موجودات عالم کی خلقت جس فطری قاعدہ کی بنا پر ہے سب سے پہلے اہل بصیرت کی توجہ اپنی جانب مبذول کرتی ہے وہ قانون "وجود اضداد" کا دوام و استمرار ہے جس کے وسیع دائرہ سے مخلوقات عالم کی کوئی ایک فرد بھی مستثنیٰ نہیں ہے۔

ہر شے باوجود اس عظیم مغائرت و اختلاف کے اپنے اضداد کیساتھ مل جلکر اس یکتا اور ابدی ذات کا یقین دلا رہی ہے۔ ہر ذی روح اور غیر ذی روح کے مقابلہ میں اسکی ضد موجود ہے۔ بلکہ خود ان افراد مختلفہ میں بھی کوئی ایسی فرد نہیں ہے جس کی وجودی عمارت مختلف ارکان و عناصر پر قائم نہو۔

انسان جس کا پایہ موجودات عالم سے بلندی پر رکھا گیا ہے اس کا وجود ہی مختلف عناصر اور تداخل روح کا ایک حیرت انگیز معجزہ ہے۔ اسی وجہ سے مادیت و روحانیت کے دو مخالف جذبے اسمیں موجود ہیں جو اپنے اپنے نتائج دکھا رہے ہیں۔

اگر انسان قوائے شہوانیہ اور قوائے غضبیہ پر غالب آ گیا تو روحانیت کا دور دورہ اپنا جلوہ دکھا گیا اور مادیت کالعدم ہو گئی اور اگر قوائے شہوانیہ و غضبانیہ کا عقل پر قبضہ ہو گیا تو انسان حیوان بلکہ جماد کے درجہ سے بھی گر گیا اور روحانیت رخصت ہو گئی، جبتک مادیت کی گھنگھور گھٹا چھائی رہے گی قوائے شہوانیہ و غضبانیہ کے بادل گرجتے رہیں گے خواہشوں کی تند و تیز آندھیاں طوفان برپا کرتی رہینگی، روحانیت کا آفتاب حسن زیر نقاب اور شمع زیر دامن کی طرح اپنا جلوہ نہ دکھا سکے گا۔ اور روحانی منزلیں اس تاریکی میں طے نہ ہو سکیں گی۔

جس طرح آگ، پانی سیاہی اور سفیدی کا ایک مقام پر اجتماع ناممکن ہے اسی طرح روحانیت و مادیت میں اتحاد نہیں ہو سکتا۔ ان دونوں میں ہمیشہ سے کچھ ایسی ان بن چلی آتی ہے کہ یہ دونوں ایک منزل پر نہیں اتر سکتے۔ مادیت کالعدم ہوئے تو روحانیت اپنی نورانیت میں شاہراہ قدس تک پہونچ جائے۔ انسان جسقدر اس جزو کو اپنی ذات سے زائل کریگا اتنی ہی روحانیت اسمیں زیادہ ہوتی جائیگی جسقدر بارگاہ ذوالجلال میں اسطرح قرب بڑھتے جائینگے۔ اور فاصلہ گھٹتا جائیگا۔ مگر یہ ایسی صورت میں ممکن ہے کہ انسان "اپنی ذات میں خدا کے اخلاق پیدا کرو" کے اصول پر عمل کرکے اپنی ذات کو اسکے صفات کمالیہ کا آئینہ بنائے اور صفات ناقصہ انسان میں اسکے کامل صفات کی جھلک پیدا کرلے۔

خدا جسم و جسمانیات سے منزہ ہے وہ اپنے کمال استغنا سے اپنی بقا میں مادی اسباب اور اغذیہ وغیرہ کی احتیاج نہیں رکھتا۔ اور انسان ان سب کا حاجتمند ہے۔ اسکی بقا بظاہر انھیں مادی اسباب سے وابستہ ہے۔ لیکن اگر وہ سال زندگی کے ایک مہینہ میں اپنی روزانہ زندگی کا نصف حصہ بھی ان لوازم و ضروریات سے الگ تھلگ ہو کر بسر کریگا اور بجائے مادی ماکولات و مشروبات کے یاد الٰہی کی غذا پر قانع رہیگا اور اپنے ظاہری اور حیات کو چھوڑ چھاڑ کر اپنی حیات و بقا میں صرف قدیر حکیم علیم وحی پر توکل کریگا تو باوجود اپنے امکانی نقص کے آثار قدرت کی جلوہ گاہ بن جائیگا۔ اور جب وہ ایک معین زمانہ تک آب و غذا کو ترک کرکے اپنے سامعہ باصرہ لامسہ ذائقہ غرض جملہ حواس پر قفل چڑھا کر اپنے قوائے شہوانیہ کو منکسر کرکے ان پر غلبہ حاصل کرلیگا۔ تو مادیت کی شکست اور روحانیت کی فتح و ظفر اسکو ایسے اوج کمال تک پہونچا دے گی جہاں سونا بمنزلہ عبادت اور انفاس (سانسین) قائم مقام تسبیح قرار پائینگے۔

اب اس کا ہر عمل قابل قبول اور ہر دعا لائق استجابت ہو جائیگی۔ اسکے آئینہ قلب کی صفائی۔ اصلاح اخلاق۔ انکسار مزاج۔ اعتدال قوائے شہوانی و غضبی صحت جسمانی۔ مواسات و ہمدردی۔ قرب خدا اور تمام جسمانی و روحانی خوبیاں پیدا کردے گی۔ بیداری احساس دوسروں کے نفسانی کیفیات و جذبات بھوک پیاس وغیرہ کو نظر انداز نہیں کرنے دیگی۔

روزہ میں جسمانی و روحانی کچھ ایسے ہی مفاد مضمر ہیں کہ اس کا شمار ان عالمگیر عبادتوں میں ہوگیا جو

فرزدق کا مشہور قصیدہ امام زین العابدینؑ کی مدح میں

(اور)

اُس کا فارسی و اُردو منظوم ترجمہ

(نوشتۂ عالیجناب سید مسعود حسن صاحب رضوی ادیب ایم اے صدر شعبۂ فارسی و اُردو لکھنؤ یونیورسٹی)

ملک عرب کے جس نامی شاعر کا ایک قصیدہ اس مضمون کا موضوع ہے اُس کا نام ہمام یا ہمیم اور کنیت ابوفراس تھی۔ مگر وہ اپنے لقب فرزدق سے مشہور ہے۔ وہ کوفہ کا باشندہ اور قبیلۂ بنی تمیم کے ایک نامور خاندان سے تھا۔ اس کا باپ غالب اپنے قبیلہ کا سردار اور بڑی خوبیوں کا آدمی تھا۔ فرزدق اپنے باپ کی قبر کی بڑی تعظیم کرتا تھا اور جو کوئی آتا اور اُس سے مدد کا طالب ہوتا تھا اس کی مدد کرنا اپنا فرض سمجھتا تھا۔ فرزدق کا دادا صعصعہ بھی بڑا معزز اور خوش اخلاق آدمی تھا۔ زمانۂ جاہلیت میں عرب اکثر اپنی لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیا کرتے تھے صعصعہ نے زرِ کثیر صرف کر کے بہت سی لڑکیوں کو اُن کے باپ سے خرید کر انھیں موت کے منہ سے چھڑایا تھا اس بنا پر وہ "محیی مُودات" یعنی زندہ درگور لڑکیوں کا جلانے والا کہلاتا تھا۔

فرزدق کو اپنی نسبی شرافت پر بڑا فخر تھا۔ ایک دن وہ خلیفہ سلیمان بن عبد الملک کے دربار میں حاضر تھا۔ خلیفہ نے اُس سے قصیدہ پڑھنے کی فرمائش کی اور اس فرمائش میں اپنی مدح کی خواہش مضمر تھی۔ مگر فرزدق نے کچھ شعر اپنے باپ کی تعریف میں پڑھے اُس کی یہ حرکت خلیفہ کو بہت ناگوار ہوئی۔ ایک دوسرا شاعر نصیب جو ایک آزاد کیا ہوا حبشی غلام تھا وہ بھی دربار میں موجود تھا اُس نے سلیمان سے اجازت لیکر اسی زمین میں چند شعر اس کی مدح میں پڑھے۔ ان شعروں کو سنکر سلیمان نے فرزدق سے پوچھا کہ تو نصیب کو کیا سمجھتا ہے فرزدق یہ کہکر اُٹھ کھڑا ہوا کہ وہ اپنے ہم قوموں (یعنی حبشی غلاموں) میں سب سے اچھا شاعر ہے۔

ایک دفعہ فرزدق نے سلیمان کی مدح میں ایک قصیدہ پڑھا جس کی تشبیب میں عورتوں کی صحبت اور اختلاط کا

ذکر تھا سلیمان نے اس کو شکر کہا کہ تو نے خلیفہ وقت کے سامنے اپنی بدکاریوں کا اعتراف کیا ہے اس لئے تو حد زنا کا مستوجب ہے جیسا کہ قرآن کی فلاں آیت حکم دیتی ہے۔ فرزدق نے جواب دیا کہ قرآن کی ایک دوسری آیت میری برأت کرتی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ شاعر وہ کہتے ہیں جو کرتے نہیں۔ میں بھی شاعر ہوں اور میں نے بھی اس قصیدہ میں وہ کہا ہے جو کیا نہیں ہے سلیمان اس جواب سے خوش ہو گیا اور فرزدق کو معاف کر دیا۔

فرزدق کا قول ہے کہ اچھے شعر وہ ہیں جن کے کہنے والے شریف ہوں اور برے شعر وہ ہیں جو کسی غلام نے کہے ہوں۔

ان چند باتوں سے فرزدق کی سیرت کا کسی قدر اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ فرزدق کی وفات تقریباً سو برس کی عمر میں ۱۱۰ھ اور ۱۱۲ھ کے درمیان واقع ہوئی۔

فرزدق اپنے زمانہ کا بہت بڑا شاعر تھا اس کے معصروں میں صرف جریر ایسا تھا جس کو بہت سے لوگ اس سے بہتر شاعر سمجھتے تھے۔ فرزدق کا دیوان موجود اور کلام مشہور ہے۔ اس کی سب سے مشہور نظم وہ قصیدہ میمیّہ ہے جو اس نے امام زین العابدینؑ کی مدح میں فی البدیہہ کہا تھا۔

اس قصیدہ کی شان نزول یہ ہے کہ ایک مرتبہ اموی خلیفہ ہشام بن عبد الملک (۱۰۶ء تا ۱۲۵ھ) اپنی شہزادگی کے زمانہ میں حج کی غرض سے مکہ گیا۔ خانہ کعبہ کا طواف کیا مگر حاجیوں کا وہ ہجوم تھا کہ حجر اسود تک پہنچنا دشوار ہو گیا ناچار ایک طرف کرسی پر بیٹھ گیا۔ اسی اثنا میں حضرت سید الساجدین امام زین العابدین علیہ السلام بھی طواف کیلئے آئے جب آپ حجر اسود کے سامنے پہنچے تو سب لوگوں نے ہٹکر آپکے لئے راستہ چھوڑ دیا اور آپنے اطمینان سے اس کو بوسہ دیا۔ جو شامی سردار ہشام کے ساتھ تھے ان میں سے ایک نے یہ منظر دیکھکر ہشام سے پوچھا کہ یہ باعظمت شخص کون ہے جس کی ہیبت و جلال کا سکّہ دلوں پر بیٹھا ہوا ہے۔ ہشام واقف تھا مگر تجاہل کی راہ سے جواب دیا کہ میں اس شخص کو نہیں پہچانتا۔ اتفاقاً فرزدق بھی وہاں موجود تھا اور یہ گفتگو سن رہا تھا۔ ہشام کے تجاہل نے اس کی دینی حمیت اور ایمانی غیرت کو ایسا برانگیختہ کر دیا کہ وہ اٹھ کھڑا ہوا اور امام زین العابدینؑ کی مدح میں فی البدیہہ اشعار پڑھنا شروع کر دیئے۔ وہ شعر بامحاورہ اردو ترجمہ کے ساتھ ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں۔ اہل نظر دیکھیں گے کہ بیساختگی روانی اور جوش لفظ لفظ سے ٹپک رہا ہے۔

شعر اس کو کہتے ہین اور شاعری اس کا نام ہے ۔

قصیدۂ فرزدق

۱- هٰذَا الَّذِیْ تَعْرِفُ الْبَطْحَاءُ وَطْأَتَهٗ وَالْبَیْتُ یَعْرِفُهٗ وَالْحِلُّ وَالْحَرَمُ

یہ وہ ہے کہ مکہ اسکی رفتار پہچانتا ہے خانۂ کعبہ اس کو پہچانتا ہے حِل و حرم اس کو پہچانتے ہین

۲- هٰذَا ابْنُ خَیْرِ عِبَادِ اللّٰهِ کُلِّهِمُ هٰذَا التَّقِیُّ النَّقِیُّ الطَّاهِرُ الْعَلَمُ

یہ خدا کے بہترین بندے کا فرزند ہے ۔ پرہیزگار، پاک دامن، طاہر، مشہور و معروف

۳- اِذَا رَأَتْهُ قُرَیْشٌ قَالَ قَائِلُهَا اِلٰی مَکَارِمِ هٰذَا یَنْتَهِی الْکَرَمُ

جب قریش اسکو دیکھتے ہین تو کہتے ہین کہ کرم کی انتہا اسی کی بزرگیون پر ہوتی ہے

۴- یُنْمٰی اِلٰی ذُرْوَةِ الْعِزِّ الَّذِیْ قَصُرَتْ عَنْ نَیْلِهَا عَرَبُ الْاِسْلَامِ وَالْعَجَمُ

یہ عزت کی اُس بلندی تک پہنچ گیا ہے جہان نہ عہد اسلام کے عرب پہنچ سکے نہ عجم

۵- یَکَادُ یُمْسِکُهٗ عِرْفَانَ رَاحَتِهٖ رُکْنُ الْحَطِیْمِ اِذَا مَا جَاءَ یَسْتَلِمُ

جب یہ حجر اسود کو بوسہ دینے آتا ہے تو نزدیک ہوتا ہے کہ رکن حطیم جو اسکے کف دست کو پہچانتا ہے اسکا ہاتھ پکڑ لے

۶- فِیْ کَفِّهٖ خَیْزُرَانٌ رِیْحُهٗ عَبِقٌ فِیْ کَفِّ اَرْوَعَ فِیْ عِرْنِیْنِهٖ شَمَمُ

اس کے ہاتھ مین (جو ایک خوبصورت اور ذی عزت شخص کا ہاتھ ہے) ایک چھڑی ہے جسکی خوشبو مہک رہی ہے ۔

۷- یُغْضِیْ حَیَاءً وَیُغْضٰی مِنْ مَهَابَتِهٖ فَمَا یُکَلَّمُ اِلَّا حِیْنَ یَبْتَسِمُ

اسکی نگاہین حیا سے اور دوسرون کی نظرین اسکے رعب سے نہین اٹھتین اور اُسوقت کے سوا جبکہ وہ مسکراتا ہو کوئی اس سے بات نہین کر سکتا ۔

۸- یَنْشَقُّ نُوْرُ الْهُدٰی مِنْ نُوْرِ غُرَّتِهٖ کَالشَّمْسِ یَنْجَابُ عَنْ اِشْرَاقِهَا الظُّلَمُ

اُسکی پیشانی کے نور سے ہدایت کی روشنی نکلتی ہے ۔ جیسے آفتاب کہ اُسکے نور سے تاریکیان دور ہو جاتی ہین

۹- مَنْ جَدُّهٗ دَانَ فَضْلُ الْاَنْبِیَاءِ لَهٗ وَفَضْلُ اُمَّتِهٖ دَانَتْ لَهُ الْاُمَمُ

یہ وہ ہے کہ تمام نبیون کی فضیلتین اُسکے جد کی تابع ہین اور تمام اُمتین اسکی اُمت کی فضیلت کی محکوم ہین ۔

۱۰- مُشْتَقَّةٌ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ نَبْعَتُهُ طَابَتْ عَنَاصِرُهُ وَالْخِيمُ وَالشِّيَمُ

یہ وہ درخت ہے جس کی جڑ خدا کا رسول ہے۔ اسکے عناصر، عادات، خصائل سب پاکیزہ ہیں

هٰذَا ابْنُ فَاطِمَةٍ اِنْ کُنْتَ جَاهِلَهُ بِجَدِّهٖ اَنْبِیَاءُ اللّٰهِ قَدْ خُتِمُوا

یہ فاطمہ کا فرزند ہے اگر تو ابھی تک ناواقف تھا تو اب سن لے کہ خدا کے رسولوں کا خاتمہ اسی کے جد پر ہوا ہے

۱۲- اَللّٰهُ شَرَّفَهُ قِدْمًا وَعَظَّمَهُ جَرٰی بِذَاكَ لَهُ فِی لَوْحِهِ الْقَلَمُ

اللہ نے اس کو ازل سے شرافت اور عظمت دی ہے۔ اور اسکے لئے شرف و بزرگی قدرت نے لوح محفوظ پر لکھ دی تھی

- اَللَّیْثُ اَهْوَنُ مِنْهُ حِیْنَ تُغْضِبُهُ وَالْمَوْتُ اَیْسَرُ مِنْهُ حِیْنَ یُهْتَضَمُ

جب کوئی اس کو غصہ دلائے تو شیر بھی اس سے کمتر ہے اور جب کوئی اس پر ظلم کرے تو موت بھی اس سے سہل تر ہے

۱۴- فَلَیْسَ قَوْلُكَ "مَنْ هٰذَا" بِضَائِرِهٖ اَلْعُرْبُ تَعْرِفُ مَنْ اَنْکَرْتَ وَالْعَجَمُ

پس تیرا یہ کہنا کہ "یہ کون ہے" اسکو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتا جسے تو انجان بنتا ہے اسکو عرب اور عجم سب پہچانتے ہیں

۱۵- کِلْتَا یَدَیْهِ غِیَاثٌ عَمَّ نَفْعُهُمَا تَسْتَوْکِفَانِ وَلَا یَعْرُوْهُمَا عَدَمُ

دونوں ہاتھ اسکے برستے ہوئے بادل ہیں جن کا نفع عام ہے وہ برابر برستے ہیں اور کبھی خالی نہیں ہوتے۔

سَهْلُ الْخَلِیْقَةِ لَا تُخْشٰی بَوَادِرُهُ یَزِیْنُهُ اثْنَانِ حُسْنُ الْخُلْقِ وَالشِّیَمُ

وہ ایسا نرم خو ہے کہ اس سے جلد بازیوں کا اندیشہ نہیں۔ اس کو حسن اخلاق اور حسن عادات دونوں آراستہ کر رہے ہیں

۱۷- حَمَّالُ اَثْقَالِ اَقْوَامٍ اِذَا فُدِحُوْا حُلْوُ الشَّمَائِلِ تَحْلُوْ عِنْدَهُ نَعَمُ

جب قبیلوں پر مصیبت پڑتی ہے تو وہی انکے بار اٹھانے والا ہے۔ وہ ایسا شیریں شمائل ہے کہ اسکے حاجات بھی شیریں ہو رہے ہیں

۱۸- مَا قَالَ لَا قَطُّ اِلَّا فِیْ تَشَهُّدِهٖ لَوْلَا التَّشَهُّدُ کَانَتْ لَاءَهُ نَعَمُ

اس نے تشہد کے سوا کبھی لا نہیں کہا۔ اگر تشہد نہ ہوتا تو اس کا لا نعم ہوتا۔

۱۹ لَا یُخْلِفُ الْوَعْدَ مَیْمُوْنٌ نَقِیْبَتُهُ رَحْبُ الْفِنَاءِ اَرِیْبٌ حِیْنَ یَعْتَزِمُ

وہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ مبارک ذات اور بڑا مہمان نواز ہے اور اس کا ہر ارادہ عاقلانہ ہوتا ہے

۲۰- عَمَّ الْبَرِیَّةَ بِالْاِحْسَانِ فَانْقَشَعَتْ عَنْهَا الْغَیَابَةُ وَالْاِمْلَاقُ وَالْعُدُمُ

اُس کا احسان تمام خلق کے لئے عام ہے۔ پس رنج فقر اور افلاس دنیا سے اُٹھ گیا

۲۱ مِنْ مَعْشَرٍ حُبُّهُمْ دِيْنٌ وَ بُغْضُهُمْ   كُفْرٌ وَ قُرْبُهُمْ مَنْجىً وَ مُعْتَصَمُ

وہ اُس گروہ سے ہے جس کی محبت دین اور عداوت کفر ہے اور جس کا قرب نجات اور پناہ ہے

۲۲- اِنْ عُدَّ اَهْلُ التُّقٰى كَانَتْ اَئِمَّتَهُمْ   اَوْ قِيْلَ مَنْ خَيْرُ اَهْلِ الْاَرْضِ قِيْلَ هُمُ

اگر ارباب تقوی شمار کئے جائیں تو یہ گروہ انکا پیشوا ہوگا اور اگر پوچھا جائے کہ اہل زمین میں سب سے بہتر کون ہے تو کہا جائے گا کہ یہی گروہ۔

۲۳- لَا يَسْتَطِيْعُ جَوَادٌ بُعْدَ غَايَتِهِمْ   وَلَا يُدَانِيْهِمْ قَوْمٌ وَّاِنْ كَرُمُوْا

ان کی سخاوت کی حد تک پہنچنا کسی سخی کے امکان میں نہیں ہے اور کوئی قوم وہ کتنی ہی سخی ہو انکی گرد کو نہیں پا سکتی

۲۴- هُمُ الْغُيُوْثُ اِذَا مَا اَزْمَةٌ اَزَمَتْ   وَالْاُسْدُ اُسْدُ الشَّرٰى وَالْبَاْسُ مُحْتَدِمُ

جب قحط کوگوں پر مصیبت ڈھا رہا ہو تو یہ لوگ برستے بادل ہیں اور جب جنگ کی آگ بھڑک رہی ہو تو یہ شیر ہیں بیشۂ شری کے شیر۔

۲۵- لَا يَنْقُصُ الْعُسْرُ بَسْطًا مِّنْ اَكُفِّهِمُ   سِيَّانِ ذٰلِكَ اِنْ اَثْرَوْا وَاِنْ عَدِمُوْا

افلاس ان کی فراخ دستی کو کم نہیں کر سکتا۔ تو انگری اور مفلسی ان کے لئے یکسان ہے۔

۲۶- يُسْتَدْفَعُ السُّوْءُ وَالْبَلْوٰى بِحُبِّهِمْ   وَيُسْتَزَادُ بِهِ الْاِحْسَانُ وَالنِّعَمُ

انکی محبت کے وسیلے سے برائی اور بلاؤں کا دفعیہ چاہا جاتا ہے اور اسی کے وسیلے سے نیکی اور نعمتیں طلب کی جاتی ہیں۔

۲۷- مُقَدَّمٌ بَعْدَ ذِكْرِ اللّٰهِ ذِكْرُهُمُ   فِيْ كُلِّ بَدْءٍ وَّمَخْتُوْمٌ بِهِ الْكَلِمُ

ہر کام کی ابتدا میں خدا کے ذکر کے بعد ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اور ہر بات کا خاتمہ اُنہی کے ذکر پر ہوتا ہے۔

۲۸- يَاْبٰى لَهُمْ اَنْ يَّحُلَّ الذَّمُّ سَاحَتَهُمْ   خِيْمٌ كَرِيْمٌ وَّاَيْدٍ بِالنَّدٰى هُضُمُ

مذمت ان کے صحن میں داخل ہونے سے انکار کرتی ہے یہ کریم الاخلاق ہیں اور سخاوت کرتے کرتے انکے ہاتھ تھکے جاتے ہیں۔

۲۹- اَيُّ الْخَلَائِقِ لَيْسَتْ فِيْ رِقَابِهِمِ   لِاَوَّلِيَّةِ هٰذَا اَوْ لَهُ نِعَمُ

کون بندۂ خدا ہے جس کے سر پر اُس کے یا اُس کے بزرگوں کے احسانات نہ ہوں۔

۲۸- مَن یَعرِفِ اللہَ یَعرِفُ اَوَّلِیَّۃَ ذا   وَالدِّینُ مِن بَیتِ ھٰذا نالَہُ الاُمَمُ

جو خدا کو پہچانتا ہے وہ اسکی فضیلت کو بھی پہچانتا ہے اسی کے گھر سے امتوں نے دین پایا ہے۔

یہ قصیدہ سنکر ہشام کو بہت غصہ آیا اور اس نے فرزدق کو قید کر دیا۔ جب یہ خبر امام زین العابدین علیہ السلام کو پہنچی تو آپنے بارہ ہزار درم فرزدق کو بھیجے مگر اس نے یہ کہکر واپس کرئے کہ مین نے یہ قصیدہ کسی صلہ کی طمع مین نہین کہا ہے حضرت نے اس سے کہلا بھیجا کہ ہم اہلبیت رسول جو کچھ کسی کو دیدیتے ہین پھر اسے واپس نہین لیتے خدا تیری نیت سے واقف ہے اور وہ تجھے اس قصیدہ کا اجر دیگا۔ فرزدق نے وہ درہم قبول کر لیے۔

فرزدق کی جو نظم اوپر نقل کی گئی ہے اس مین مطلع نہین ہے اور اس لیے وہ ہماری اصطلاح کے مطابق قصیدہ نہین بلکہ قطعہ ہے لیکن عربی مین قصیدہ کے لئے مطلع کا ہونا ضروری نہین ہے۔ اس لئے یہ نظم قصیدہ ہی کے نام سے مشہور ہے۔

ابو تمام نے اپنی مشہور عالم کتاب حماسہ مین اس قصیدہ کے ۲ شعر حزین لیثی کے نام سے درج کئے گئے ہین مگر یہ بھی لکھا ہے کہ لوگ ان کو فرزدق کا کلام کہتے ہین۔ لیکن اس امر مین مولف حماسہ کو بھی اختلاف نہین ہے کہ یہ شعر امام زین العابدین علیہ السلام کی مدح مین کہے گئے ہین۔

امام زین العابدینؑ کی وفات ۹۴ھ مین ہوئی اس سے اس قصیدہ کی تصنیف کے زمانہ کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

ایران کے فاضل شاعر ملا جامی (متوفی ۸۹۸ھ) نے اپنی مثنوی سلسلۃ الذہب (مصنفہ سنہ ۸۹۰ھ) مین اس قصیدہ کی شان نزول وہی بتائی ہے جو اوپر مذکور ہوئی۔ لکھتے ہین:-

پور عبد الملک بنام ہشام   در حرم بود با اہالی شام
میزد اندر طواف کعبہ قدم   لیکن از ازدحام اہل حرم
استلام حجر ندادش دست   بہر نظارہ گوشہ بنشست
ناگہان نخبۂ نبی و ولی   زین عباد بن حسین علی۔
در کسا و ہبا و حلہ نور   بر حریم حرم فگند عبور

هر طرف می گذشت او لطواف   در صف خلق می فتاد شگاف

زد قدم بهر استلام حجر   گشت خالی ز خلق راهگذر

شامی کرد از هشام سوال   کیست با این همه جمال و جلال

از جهالت در آن تعلل کرد   از شناسائیش تجاهل کرد

گفت نشناسمش ندانم کیست   مدنی یا یمانی یا مکی ست

بو فراس آن سخنور نادر   بود در جمع شامیان حاضر

گفت من می شناسمش نیکو   زو چه پرسی بسوی من کن رو

اس کے بعد اُس قصیدہ کا مفہوم اپنی زبان میں ادا کیا ہے۔ جامی کے دہ اشعار جن کو فرزدق کے قصیدہ کا آزاد ترجمہ کہنا چاہیئے ذیل میں نقل کیے جاتے ہیں۔

آن کس ست اینکه مکه و بطحا   زمزم و بوقبیس و خیف و منا

حرم و حل و بیت و رکن حطیم   ناودان و مقام ابراهیمؑ

مروه مسعی و صفا حجر عرفات   طیبه و کوفه کربلا و فرات

هر ایک آمد بقدر او عارف   بر علو مقام او واقف   ۱

قرة العین سید الشهداست   زهرهٔ شاخ دوحهٔ زهراست

میوهٔ باغ احمد مختار   لالهٔ راغ حیدر کرار   ۲

چون کند جای در میان قریش   رود از فخر بر زبان قریش

که بدین سرور ستوده شیم   بنهایت رسید فضل و کرم   ۳

ذروهٔ عزتست منزل او   حامل دولت ست محمل او

از چنین عز و دولت ظاهر   هم عرب هم عجم بود قاصر   ۴

جد او در ابد مسند تمکین   خاتم الانبیاست نقش نگین   ۱۱

لائح از روی او فروغ هدی   فائح از خوی او شمیم وفا   ۸

طلعتش آفتاب روز افروز — روشنائی فزائے و ظلمت سوز

جدا و مصدر هدایت حق — از جبان مصدرے شده مشتق ۹-۱۰۰

از حیا نایدش پسندیده — کہ کشاید بروے کس دیده

خلق زو نیز دیده نوا بانند — کز مهابت نگاه نتوانند ۷

نیست بے سبقت تبسم او — خلق را طاقت تکلم او

در عرب در عجم بود مشهور — گو نداند مغفلے مغرور

همه عالم گرفت پرتو خور — گر ضریرے ندید زان چہ ضرر ۱۴

شد بلند آفتاب بر افلاک — بوم اگر زو نیافت بهره چہ باک

بر نکوسیرتان دهد کاران — دست او ابر موهبت باران ۱۵

فیض آن ابر در همه عالم — گر بریزد نمے نگردد کم

هست زان معشر بلند آئین — کہ گذشتند زاوج علیین

حب ایشان دلیل صدق و وفاق — بغض ایشان نشانِ کفر و نفاق ۲۱

قربشان پایۂ علو و جلال — بعدِشان مایۂ عتو و ضلال

گر شمارند اهل تقوی را — طالبان رضائے مولیٰ را

اندر ان قوم مقتدا باشند — و اندر ان خیل پیشوا باشند ۲۲

گر بپرسد ز آسمان بالفرض — سائلے «مَنْ خِیارُ اَهلِ الْاَرض»

بر زبان کواکب در انجم — هیچ لفظے نیاید «اِلّا» «هُم»

هُم غیوثُ النّدیٰ اِذا وَهَبوا — هُم لیوثُ الشّریٰ اِذا ذَهَبوا ۲۴

ذکر شان سابق ست در افواه — بر همه خلق بعدِ ذکر اِلٰه

سر هر نامه را رواج افزائے — نام شان است بعد نام خدائے ۲۷

ختم هر نظم و نثر را الحق — باشد از یمن نام شان رونق

قصیدہ کے ترجمے کے بعد جامی نے فرزدق کے محبوس ہونے اور امام زین العابدینؑ کی بارگاہ سے انعام پانے کا واقعہ تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں:۔

از برائے خدائے بود و رسولؐ ہر چہ آمد زوے چہ رد چہ قبول
بود زان ہر دو قصد شں احق حق میکنم من ہم از فرزدق دق
رشحۂ زان سحاب لطف دلوال کہ رسیدش از آن خجستہ مآل
زان حریم اگر رسد حرفے بندم از دولت ابد طرفے
صادقے از مشائخ حرمین چون شنید آن نشید دور از شین
گفت نیل مراضی حق را بس بود این عمل فرزدق را
گر جزا لیش زد فتر حسنات بر نیاید نجات یافت نجات
مستعد شد رضائے رحمن را مستحق شد ریاض رضوان را
زانکہ نزدیک حاکم جائر
کرد حق را برائے حق ظاہر

شیخ مہدی علی ذکی نے ۱۲۶۲ھ میں فن عروض میں یادگیر کے نام سے ایک رسالہ تالیف کیا اور اس میں صرف دہ اوزان شعر درج کئے جو اردو اور فارسی میں مستعمل ہیں۔ اس رسالہ کا پہلا اڈیشن جو ۱۲۶۷ھ میں چھپا تھا اس کے آخر میں مصنف کی ایک مثنوی شامل ہے جس کا عنوان یہ ہے:۔

"ترجمۂ قصیدۂ فرزدق بمدح حضرت امام زین العابدین علیہ السلام"

اس نظم میں بھی جامی کے مندرجۂ بالا اشعار کی طرح پہلے فرزدق کے قصیدہ کا سبب تالیف بیان کیا گیا ہے پھر قصیدہ کا ترجمہ کیا گیا ہے اور آخر میں مترجم نے اپنے لیے دعا کی ہے۔ یہ پوری نظم ذیل میں درج کی جاتی ہے:۔ اس کے تینوں مذکورہ حصوں کو نمایاں کرنے کے لئے تین عنوان قائم کر دئے گئے ہیں جو اصل نظم میں موجود نہیں ہیں۔

قصیدۂ فرزدق کا سبب تالیف

بیٹا عبد الملک کا یعنی ہشام آل مروان سے تھا جو حاکم شام

گیا اک بار بہر طوف حرم — لے کے ہمراہ اپنے جاہ و حشم

استلام حجر جو تھا درکار — ہو کے عازم رواں ہوا کئی بار

ساتھ تھی دور باش جاہ و حشم — بڑھ سکا پھر نہ آگے اس کا قدم

تھا گذر جو ہجوم میں دشوار — نہ ملا راستہ اسے زنہار

جب کسی طرح واں پہنچ نہ سکا — تنگ ہو کر وہ اک طرف بیٹھا

تھا وہ مامور نفس امارہ — جانب خلق گرم نظارہ

آئے ناگہ امام ابن امام — سید الساجدین علیہ السلام

نور عینان سید الثقلین — شمع کاشانۂ امام حسینؑ

ساتھ حضرت کے تھی نہ شوکت جاہ — ہیبت حق و لیک تھی ہمراہ

کوچہ دینے لگا شگاف ہجوم — بے تکلف رواں ہوئے معصوم

کیا حضرت نے تا بکعبہ گذر — اور پھر کر کے استلام حجر

ایک شامی نے دیکھ کر یہ حال — کیا اس دم ہشام سے یہ سوال

کہ ہے یہ کون مرد عالی جاہ — جس کو ملتی ہے یوں ہجوم میں راہ

وہ بھی کہنے لگا تجاہل سے — کہ نہیں جانتا ہوں میں بھی اسے

بو فراس فرزدق شاعر — اس جماعت میں تھا وہاں حاضر

سن کے بولا مجھے ہے خوب خبر

اس سے کیا پوچھتا ہے دیکھ ادھر

قصیدہ کا ترجمہ

یہ وہ ہے جس کو کہ بطحا — زمزم و بو قبیس و خیف و منا

حرم و کعبہ اور رکن حطیم — ناوداں اور مقام ابراہیم

عرفات اور مروہ اور صفا — سب پہ ظاہر ہے مرتبہ اس کا

مہ و مہر اور نجوم چرخ بریں — ذرہ ہائے تمام روئے زمیں
سطح غبرا سے لے کے تا بفلک — انس و وحش و طیور و جن و ملک
مرتبہ سے ہیں اس کے سب آگاہ — خلق میں ہے یہ حجت اللہ
گل گلزار احمد مختار — ثمر باغ سید ابرار
عالم علم مصطفیٰ و علیؑ — واقف سر مختفی و جلی
نور عینین سید الشہدا — فخر سادات، زین آل عبا
فخر قوم قریش ہے بے جواب — فضل اس کا ہے مہر عالم تاب
ہے یہ مہر عرب تو ماہ عجم — اس کا پرتو ہے نیر اعظم
خلق کو ہے یہ رہنمائے ہدا — حجت حق دلیل راہ خدا
یہ عرب اور عجم میں ہے مشہور — گو نہ جانے مغفل مغرور
جلوہ روشن ہے مہر انور کا — کیا ہو اگر نہ دیکھے نابینا
روشنی مہر سے ہے عالم کو — بہرہ ور بوم شوم گرچہ نہ ہو
ان سے ہی دین حق نمایاں ہے — پیروی ان کی عین ایماں ہے
حب ہے ان کی دلیل صدق و صفا — بغض ان سے نشان منافق کا
کلمہ مہر، یہ شہرۂ افواہ — نام ان کا ہے بعد نام الٰہ
قرب خاص ان کو ہے ہمیشہ سے — فرض حب ان کی حکم داور سے
ان کے مداح ہیں خدا اور رسول — گو نہ جانے انہیں ظلوم جہول

ان کا اعلیٰ مقام ہے محمود
بھیجتے ہیں ملائک ان پہ درود

مترجم کی دعا

تھا یہاں تک سخن فرزدق کا — آگے ہے عرض بندہ یا مولا

یہ زکی ہے جو ذرۂ ناچیز — آپ کے لطف سے مگر ہو عزیز
عزت و آبرو جہان مین ہو — نامور خیل شیعیان مین ہو
حشر مین اس پہ فضل ہو حق کا — کفش بردار ہو فرزدق کا
جبکہ جانا حضور داور ہو — یہ قصیدہ مری زبان پر ہو
واں مجھ کو کہے ہر ایک یہی — ہے یہ مداح اہلبیت نبی
اس جہان سے اٹھون مین با ایمان — راہ زن ہو نہ ظلمت عصیان

پائے میرا کلام حسن قبول
بطفیل ولائے آل رسولؑ

ملا جامی کے ترجمہ کا فرزدق کے اصل قصیدہ سے مقابلہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جامی نے تیس شعرون مین سے صرف پندرہ شعرون کا ترجمہ ۳۳ تینتیس شعرون مین کیا ہے۔ ترجمہ مین اشعار کی تعداد زیادتی کا سبب عربی اور فارسی زبانون کی ساخت اور انداز بیان کا فرق ہے۔ کبھی پورا مطلب ادا کرنے کی ضرورت سے کبھی کلام مین اثر اور زور پیدا کرنے کی غرض سے، کبھی مطلب کو واضح کرنے کے خیال سے ایک شعر کا ترجمہ دو یا تین بلکہ چار شعرون تک مین کیا گیا ہے۔ مین نے فرزدق کے اشعار پر ترتیب سے نمبر لگا دیے ہین اور ہر شعر کے ترجمہ پر اصل شعر کا نمبر ڈال دیا ہے۔ اس طرح ناظرین اصل شعر اور ترجمہ کا بآسانی مقابلہ کر سکین گے۔

زکی کے اردو ترجمہ کا فرزدق کے اصل قصیدہ اور جامی کے فارسی ترجمہ سے مقابلہ کرنے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ زکی نے فرزدق کے قصیدہ کا صرف ایک ناقص خلاصہ نظم کر دیا ہے۔ اور یہ خلاصہ بھی اصل عربی قصیدہ سے نہین بلکہ جامی کے فارسی ترجمہ سے ماخوذ ہے۔ اس دعوے کی دلیلین یہ ہین:-

۱- زکی نے جامی کی طرح قصیدہ کے ترجمہ کے لئے مثنوی کی شکل منتخب کی ہے اور بحر بھی وہی اختیار کی ہے۔
۲- فرزدق کے ایک شعر کا بھی پورا ترجمہ زکی کی مثنوی مین نہین ملتا۔
۳- زکی کے متعدد اشعار جامی کے اشعار کا لفظی ترجمہ ہین اور یہ اشعار زیادہ تر ایسے ہین جن مین جامی کا

گرد ملال تا نہ لگے تیری راہ مین / دوش ہوا پہ رکھتا ہے تیرا غبار پا
کیون باغ سے نکالے ہے تو میرا ہاتھ کھینچ / مین تو اٹھائے بیٹھا ہون آ گلعذار پا
ہووے تلافی کف افسوس سحر ان سے / عاشق کے ہاتھ پاوے جو تیرا افشار پا
دن ڈھل گیا ہے کوچہ مین اس آفتاب کے / لینے گئے نہ ہم نے بس اک سایہ وار پا
ہون اور راہ ہو تو کرین دو قدم مین طے / ہے وادی مین صبر کے بے اقتدار پا
جیسے شفق مین نیچہ خورشید سرخ ہو / رنگ حنا مین دے ہے تیرا یون بہار پا
جو رکھے ہے قدم ترے آنکھون پہ غیر کے / چشم و مژہ ہین اوسکے برنگ ہزار پا
کہہ اس زمین مین ایک قصیدہ تو اے حسن / گو سنگلاخ ہے یہ زمین ہون فگار پا
مطلع
کیا سرو نے بھی اپنے نکالے ہین یار پا / مانگے ہے قمری چال سے جو مستعار پا
ہیہات اتنی بھی نہ ہوئی دسترس ہمین / ملتے جو اپنی آنکھون سے تیری نگار پا
نقش و نگار یار کو طاؤس کب لکھے / وہ اپنے دیکھ دیکھ کے ہے شرمسار پا
لازم ہے مجھکو قید کرین اس بہار مین / اہل جنون کو بیتے ہین زنجیردار پا
کی ہے بہار سبز ہے دل داغدار نے / رکھ اس چمن مین بھی تو کبھی گلعذار پا
یکدست دانے نرگس شہلا اگا کرے / جس جا رکھے تری نگہ پر خمار پا
نکلے اگر تو سوم کا منہہ مار کر نکل / گھر سے نہ باہر اپنے رکھا کر نہار پا
رکھتا ہے کتنے روزون سے آ ہمنشین مرا / کوچہ مین دلربا کے سدا کار و بار پا
دیکھے ہے زیر دست جسے جان بوجھ کر / چلتا ہے اُسپہ رکھ فلک بمیدار پا
شعر و سخن کا کس کو رہا ہے حسن دماغ / میدان فکر مین کوئی کیا رکھے یار پا
خم ٹھونک سامنے سے غم روزگار نے / میرا ہلا دیا ہے جو تھا استوار پا
بے حب ترے نہ دیکھ سکے سال مراد / مارے ہزار ہاتھ کوئی یا ہزار پا
مجھ ناتوان سے مدح کہان ہو سکے مگر / رکھے رکاب مین مدد شہسوار پا

یعنی وہ شہسوار حسنؑ ابن مرتضیٰؑ — ہستی کا جسکے حکم سے ہے برقرار پا
سبط نبی و جان علی جسم فاطمہ — منبر کا جسکے عرش سے ہے پایدار پا
معراج اسکے رتبہ سے دو درجہ ہیچ ہے — وہم فلک کا پاوے نہ واں تک گذار پا
سو بار اس نے کاندھے پہ اسکے رکھا قدم — دوش نبی پہ جس نے رکھا ایکبار پا
دست کرم گر اسکا نہو درمیان تو پھر — آسودگی سے کھینچ رکھے روزگار پا
ہوتے ہیں مومنین سب اوس سے دست بیع — ہے راہ حق میں اسکا زبس استوار پا
گرویدہ اسکے خلق پہ ہیں جمع مومنین — باندھے ہوئے نماز میں ہوں جوں قطار پا
گر حلم و بردباری کا سایہ نہ اوسکے ہو — ثابت زمین پہ رکھ نہ سکے کوہسار پا
چل اسکے بعد قلم تو ذرا اس جناب میں — پر دیکھیو لگیں نہ کہیں زینہار پا
لکھ مطلع بلند شجاعت میں اوسکے ایک — پھر رکھ فلک پہ تو سر افتخار پا
دشمن کے ہوں نہ آگے ترے استوار پا — مطلع لرزیں برنگ بید اگر ہوں ہزار پا
دریائے تیغ سے ترے جانبر نہو عدو — گر پار ایک ہو تو رہے ایک وار پا
شمشیر تیری ماہی دریائے قہر ہے — جانیکو اسکے پیٹ میں ہیں مثل مار پا
صابن کے اور تار کے مانند وہ کرے — گر کوہ پر رکھے ترے تیغ کی دھار پا
تشبیہ اسکی چال سے دوں کسکی چال کو — ہے بادبان وہم کا بے اعتبار پا
شاہا تری سخاوت و ہمت کے سامنے — حاتم خجل اس امر میں ہے اشتہار پا
آیا کیا ہو جو تری صحبت میں ایکبار — پھر وہ جہاں ہو اسکا رہے برقرار پا
انصاف و داد میں ہے تری ذات بیعدیل — ہے تیرے ہاتھ ظلم کا بے اقتدار پا
آلیس میں صید کو نہ ہے تیرے عہد میں — پھیلا کے اپنے سوتے ہیں لیل و نہار پا
نکلے کتان سے یہ ماہ جو کرنیکو دستبرد — پھنس جائیں اسکے جانے میں بے اختیار پا
ہر عہد سے ترے ہی کہ چلنے میں گرگ کے — کرتے ہیں سبکو وے کے صدا ہوشیار پا

انداز بیان فرزدق کے انداز بیان سے بالکل مختلف ہے۔ تمہید کے آخری دو شعر بھی جامی کے اسی محل کے دو شعروں کا ترجمہ ہیں۔ ذیل کی مثالیں اس بیان کو واضح کردیں گی:۔

جامی۔ بوفراس آن سخنور نادر — بود در جمع شامیان حاضر
گفت من می شناسمش نیکو — زو چہ پرسی بسوئے من کن رو

زکی۔ بوفراس فرزدق شاعر — اُس جماعت میں تھا وہاں حاضر
سن کے بولا مجھے ہے خوب خبر — اس سے کیا پوچھتا ہے دیکھ ادہر

جامی۔ در عرب در عجم بود مشہور — گو نداند مغفلے مغرور

زکی۔ یہ عرب اور عجم میں ہے مشہور — گو نہ جانے مغفل مغرور

جامی۔ ہمہ عالم گرفت پرتو خور — گر ضریرے ندید زانچہ ضرر

زکی جلوہ روشن ہے مہر انور کا — کیا ہو اگر نہ دیکھے نا بینا

جامی۔ شد بلند آفتاب بر افلاک — بوم اگر زو نیافت بہرہ چہ باک

زکی روشنی دہر ہے عالم کو — بہرہ ور بوم شوم گرچہ نہ ہو

جامی حب ایشان دلیل صدق و وفاق — بغض ایشان نشان کفر و نفاق

زکی۔ حب ہے ان کی دلیل صدق و صفا — بغض ان سے نشان منافق کا

جامی۔ ذکر شان سابق است در افواہ — بر ہمہ خلق بعد ذکر اللہ

زکی۔ کلمہ ہے یہ شہرہ افواہ — نام ان کا ہے بعد نام اللہ

فرزدق کے اس قصیدہ کو جو ادبی شہرت اور تاریخی اہمیت حاصل ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ کاش اُردو کا کوئی عربی دان شاعر اس کا ایسا منظوم ترجمہ کردے جس میں حسن زبان اور لطف بیان کے ساتھ اصل قصیدہ کی بے ساختگی، زور اور اثر بھی موجود ہو۔

ذکر حسنؑ

(یعنی)

قصیدہ در مدح و منقبت سبط اکبر حضرت امام حسن علیہ الصلوٰۃ والسلام

(نتیجۂ فکر جناب میر حسن مرحوم)

میر حسن مرحوم مصنف مثنوی بےنظیر بدر منیر صاحب تصنیفات کثیرہ تھے چنانچہ اُن کے مصنفات سے علاوہ مثنوی مشہور کئی چھوٹی چھوٹی مثنویاں۔ ایک دیوان غزلیات کئی قصائد جو مدح امرا اور منقبت ائمہ پر مشتمل ہیں کئی ردیف دار رباعیاں مثلث مسمط تضمینیں ترکیب بند اور ترجیع بند وغیرہ ہیں۔ فارسی نثر میں ایک تذکرہ شعرائے اُردو لکھا ہے جو حال میں چھپ کر شایع ہو گیا ہے مرثیے بھی تصنیف کئے مگر اب تقریب نایاب ہیں غالباً جناب سید مسعود حسن صاحب (صدر شعبۂ فارسی لکھنؤ یونیورسٹی) کے کتب خانہ میں دو تین مرثیہ ہیں۔ مگر میری نظر سے آجتک اُن کا کوئی مرثیہ نہیں گذرا۔ ذیل میں ہم اُن کے ایک قصیدہ کا انتخاب جو امام حسنؑ کی مدح میں ہے درج کرتے ہیں۔ خوف طوالت سے پورا قصیدہ لکھنا مناسب نہیں معلوم ہوتا لیکن یہ امر ملحوظ ناظرین رہنا چاہیئے کہ یہ قصیدہ تقریباً سوا سو برس قبل کی تصنیف ہے اسلئے اسکی زبان وہی پرانی اُردو ہے جس میں سے بہت کچھ اب متروک ہے۔ اس کو ایک تاریخی یادگار کے اعتبار سے ملاحظہ کرنا چاہیئے اور اپنے موجودہ محاورات کے مطابق ہونیکی خواہش نہ کرنا چاہیئے۔ (سید محمد عباس ایم اے)

قصیدہ

گلشن میں تو نے جب سے رکھا ہے نگار پا | بیٹھی ہے باندھ رنگ سے گل کے بہار پا
پھینکے ہے لالہ دیکھ تجھے داغ کی سپر | نرگس کے اُٹھے جاتے ہیں بے اختیار پا
اُٹھا ہے جو نک سبزۂ خوابیدہ باغ سے | رکھا ہے سر پہ تو نے مگر اُسکے یار پا

جو پھل سے شاخ ٹوٹے تو پھل سر کے بل گرے   یوں معدلت میں تیری رہا ہے قرار یا
جو مصلحت تری ہر وہ ہے حق کی مصلحت   سب کام حق نے سونپے تجھے رازدار یا
کیا دخل نام لے جو مہمات کا کوئی   رستم بھی ہوں تو کانپتے ہیں ایکبار یا
باہر رکھے قدم جو احاطے سے شرع کے   ہاتھوں سے اپنے کاٹے وہ ہو شرمسار یا
آئے ہزار ہاتھ کا بن کر اگر کوئی   بے حکم شرع رکھ نہ سکے زینہار یا
یاں تک ہے کار تنگ غنا پر کہ دہر میں   پھیلا سکے نہ سینے پہ سازدن کے تار یا
مطرب کے ساتھ بھولے سے گر دائرہ چھڑے   دیوے اُتار اسکے تئیں مار مار یا
جسکے تئیں کہے ہے ید اللہ کائنات   سینے پہ اُس نے تیرا رکھا کر کے پیار یا
شاہا کہاں ثنا تری اور میں کہاں غریب   ہیں عاجز اور خامہ کی میری قطار یا
تسبیح سنگلاخ زمیں اور ملح میں   ہو بستہ کب تلک یہ بھلا بار بار یا
لیتا ہوں اب کمیت قلم کی عنا کو میں   مجبور ہے یہ توسن رنگیں نگار یا
شاہا صلے میں اسکے تئیں اپنے لطف سے   مقصد دلا مرے مجھے اُمیدوار یا
جو دوست ہو دیں تیرے رہیں وہ کشادہ دست   نت دشمنوں کے تیرے رہیں تا بدار یا
از بس حسن ازل سے غلام حسنؑ ہے تو   سر سبز رہ جہاں میں مرادیں ہزار یا
اور بعد اپنی عمر طبیعی کے ہند سے   جا جنت البقیع میں کنج مزار یا

رباعیات

(از جناب مرزا مصطفی علی صاحب ہمدانی منشی فاضل سکریٹری بزم غالب لاہور)

مداح و ثنا خوانِ تو ام دستم گیر   چون زلف پریشانِ تو ام دستم گیر
اے دستِ خدا عقدہ کشائے دو جہان،   از سلکِ غلامانِ تو ام دستم گیر

(۲)

اے ہستی تو روح و روانِ اسلام   قائم ز تو در دہر نشانِ اسلام
منت کش تست دین اے جانِ رسولؐ   حقا کہ توئی حسینؑ جانِ اسلام

خطبہ صدارت سرپرست خصوصی

جلسہ سالانہ امامیہ مشن لکھنؤ

(گذشتہ سے پیوستہ)

حقیقت یہ ہے کہ کسی مذہبی سوال پر سختی و تشدد کسی طرح مناسب نہیں سمجھا جا سکتا۔ اس سختی و تشدد کے بعد معترض کا یہ کہہ دینا کہ اسکی تسکین ہو گئی اُسکے تسکین قلب کی دلیل نہیں ہے۔ بلکہ اس قسم کے طرز عمل سے عام افراد کو یہ خیال قائم کر لینے کا موقع مل سکتا ہے کہ سوال لاجواب تھا اور سوائے مظاہرہ جبر و تشدد کے اسکا کوئی حل موجود نہ تھا۔

اس دور میں تصنیف اور تالیف اور کتابت علوم و معارف کا کام بھی جو مفید ترین شعبہ ہے ایک مخصوص نظریہ کے ماتحت صرف نظر انداز نہیں بلکہ ممنوع قرار پا گیا تھا اور مسلمانوں کو علمی و مذہبی آثار کے قلمبند کرنے سے منع کیا جا رہا تھا۔

وہی مخصوص نظریہ جس کی بنا پر حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی کتابت قرطاس کو بلا ضرورت سمجھا تھا اسی کی بنا پر اعاظم ارباب علم کو کتابت احادیث سے منع کیا جاتا تھا اور فرمایا جاتا تھا کہ لا کتاب مع کتاب اللہ "خدا کی کتاب کی موجودگی میں اب کسی کتاب کی ضرورت نہیں ہے۔"

امام مسلم نے بھی اپنی کتاب صحیح کے شروع میں دبی زبان سے اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے اور لکھا ہے اختلفوا فی کتابۃ الحدیث فکرھھا طائفۃ منھم عمر بن الخطاب۔

"احادیث کے قلمبند کرنے کے بارے میں اختلاف ہوا ہے اور ایک جماعت نے اس کو ناپسند کیا ہے جن میں سے حضرت عمر ہیں۔"

عروہ کی روایت ہے کہ حضرت عمر نے احکام حلال و حرام کے قلمبند کرنے کا ارادہ کیا تھا مگر بعد میں آپ کی

رائے میں تبدیلی ہوئی ۔ آپ نے اعلان فرمایا کہ

انی کنت ارید ان اکتب السنن وانی ذکرت قوما کانوا قبلکم کتبوا کتبا فاکبوا علیھا وترکوا کتاب اللہ وانی واللہ لا اشوب کتاب اللہ بشیئ ابدا ۔

"میرا ارادہ ہوا تھا کہ احادیث کے قلمبند کرانے کا انتظام کروں لیکن مجھے خیال آیا کہ بہت سے لوگ سابقہ امم و اقوام میں انھوں نے کتابیں تصنیف کیں تو انہی کتابوں کے ہو رہے اور کتاب خدا کو ترک کر دیا ۔ میں خدا کی قسم کتاب خدا کے ساتھ کسی چیز کی آمیزش نہیں ہونے دوں گا ۔"

دوسرے لوگوں میں بھی بعض افراد نے اس خیال میں آپ کے ساتھ اتفاق کیا ۔ ابن سیرین کہتے تھے ۔

انما ضلت بنو اسرائیل بکتب ورثوھا عن آبائھم "بنی اسرائیل جو گمراہ ہوئے وہ انہی کتابوں سے جو باپ دادا سے انھیں پہونچی تھیں ۔"

زہری کا قول ہے کنا نکرہ کتاب العلم "ہم لوگ علمی مطالب کے قید تحریر میں لانے والوں کو ہمیشہ بری نظر سے دیکھتے رہے ۔"

یہ تو علمی تبلیغی شعبوں کی خانہ ویرانی تھی لیکن اسکے برخلاف فوج کشی وصف آرائی میں انہماک آس پاس کے ممالک پر جارحانہ حملوں کا جوش ۔ اسلامی مملکت کی توسیع کا خیال اور فتح و ظفر کا خروش جس کی بنا پر اس زمانہ کو نشر و اشاعت اسلام کا سب سے زائد زریں دور کہا جاتا ہے وہ اعلیٰ پیمانہ پر جاری تھا ۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ اسوقت کے ذمہ دار افراد نے نشر اسلام کے رمز کو علوم و معارف کی وسعت، حقائق مذہب کی تفسیر اخلاق جمیلہ کی تلقین اور سیرت نبی کی عملی حیثیت سے تبلیغ میں مضمر نہ سمجھا تھا بلکہ تلوار اور صرف تلوار میں ۔

لیکن وہ جماعت کہ جو اقلیت میں تھی اور شروع میں اتنی کم کہ شمار میں آنے کے قابل نہ تھی اس نے نشر و اشاعت حق کے اصلی رمز کو سمجھ لیا تھا اور اس جوہر کی حفاظت میں اس نے پوری کوشش صرف کی اور اس نقطۂ نظر کی تبلیغ میں جسے وہ سچائی کے ساتھ حقیقی اسلام کی حفاظت کا ذریعہ سمجھتی تھی پر امن تبلیغ و تلقین کے سلسلہ کو اختیار کیا اور ملک کی پر امن فضا کو مکدر کئے بغیر وہ اشاعت حق کے فرض کو انجام دیتی رہی ۔

یہ جماعت شیعہ ہے جس کی ابتداء، نشوونما، ترقی و وسعت سب تبلیغ و تعلیم کے ذریعہ سے ہوئی اور اس نے اس فرض کو پوری جانفشانی و تندہی کے ساتھ انجام دیا۔

مذہب شیعہ کی سب سے پہلی تبلیغ

یہ امر تاریخی حیثیت سے یاد رکھنے کے قابل ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کے بعد سب سے پہلی جماعت جس نے اکثریت اور بر سر حکومت کے خلاف تبلیغ حق کی آواز بلند کی ہے وہ صحابہ کرام میں سے بارہ آدمیوں کی جماعت تھی خالد بن سعید بن العاص، ابی بن کعب، ابوذر غفاری، مقداد بن اسود کندی، عبادہ بن صامت، سلمان فارسی، ابوالہیثم بن تیہان، عمار بن یاسر، خزیمہ بن ثابت ذوالشہادتین، سہل بن حنیف، ابو ایوب انصاری، جابر بن عبد اللہ۔

یہ لوگ تھے جنھوں نے ابتدائی دور میں مسجد نبوی کے اندر نماز جمعہ کے بعد ہی کھڑے ہو کر باری باری اعلان حق کے فرض کو انجام دیا اور انتہائی جرأت کر کے ایمانی قوت اور جوش و خروش کے ساتھ بسیط تقریروں میں اپنے نقطۂ نظر کو واضح کیا۔

علامہ فضل بن شاذان نے جو دوسری صدی ہجری کے محدث اور مورخ ہیں ان تقریروں کو اپنی کتاب رجال میں مکمل طور سے درج کیا ہے اور صدوق ابن بابویہ قمی کی کتاب امالی اور طبرسی کی کتاب الاحتجاج میں بھی ان کا تذکرہ ہے۔

یہ مذہب شیعہ کی سب سے پہلی تبلیغ تھی جو رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد اس اعلان کے ساتھ ادا کی گئی اور یہی حضرات وہ تھے جنھوں نے اس مقصد کو پیش نظر رکھ کر انتہائی پرامن طریقے سے مذہب تشیع کی تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا۔

سلسلۂ تبلیغ میں پہلا دورۂ سفر

حضرت ابوذر غفاری رضوان اللہ علیہ سب سے پہلے شخص ہیں جنھوں نے تبلیغ کے دائرہ کو وسیع کیا اور مذہب شیعہ کو حجاز کی حدود سے باہر دوسرے ملک میں شائع و منتشر کیا۔ اس وقت جب حضرت عثمان نے ان کو شام بھجوا دیا ہے اور ملک شام کے پایۂ تخت "دمشق" میں ان کا رہنا حکومت شام کے ملکی مصالح کے خلاف ثابت ہوا تو ان کو شام کے بڑی

دہات اور کوہستانی علاقہ کی طرف جس کا نام "جبل عامل" ہے روانہ کر دیا گیا۔ یہاں انھیں شیعیت کی تبلیغ کا کافی موقع مل گیا اور سب سے پہلے جس قریہ میں آن کا داخلہ ہوا وہ "میس" ہے اور اسی نے پورے طور سے آن کی دعوت پر لبیک کہی۔ دوسرا قریہ "صرخند" ہے جہاں کے رہنے والوں نے تشیع کو قبول کیا اور یہاں حضرت ابوذر رضی کے نام کی ایک مسجد اور زیارت گاہ بطور یادگار ابتک قائم ہے (العرفان ج ۸ ص ۶۴)

اسی سلسلۂ تبلیغ میں آن کو وہ سخت تکلیفیں برداشت کرنا پڑیں جن کا آخری دلسوز نتیجہ" ربذہ" کے بے آب و گیاہ چٹیل میدان غربت میں ایک حسرتناک موت کی صورت میں ظاہر ہوا۔

تبلیغ شیعیت کے مختلف دور

بنی امیہ و بنی عباس کی سلطنت میں تشیع کا نام بھی لینا جرم سمجھا جاتا تھا اور کیا مجال تھی کہ کوئی شخص عقیدۂ تشیع کا اظہار بھی کر سکے۔

مگر مبارک تھیں وہ ہستیاں جنھوں نے سلطنت وقت کے تمام جاہ و جلال، شوکت و جبروت کے باوجود اپنے فریضۂ تبلیغ حق میں کوتاہی نہیں کی۔ انھوں نے قید و بند کی سختیاں گوارا کیں، سولیوں پر جانا اور تلواروں سے گردنوں کا قلم ہونا منظور کر لیا مگر کھنچی ہوئی تلواروں کی چھاؤں میں بھی آن کی زبانیں اعلائے کلمۂ حق میں مصروف رہیں۔

اموی سلطنت کے دور میں حجر بن عدی، میثم تمار، رشید ہجری اور آخر میں سعید بن جبیر تابعی اور بنی عباس کے دور میں ابن سکیت نحوی وغیرہ وہ شہدائے راہ حق ہیں جنھوں نے حق گوئی کے جرم میں پاداش قتل کو برداشت کیا۔

بہت سے کارپردازان تبلیغ تھے جنھوں نے تقیہ کے پردوں میں مختلف لباسوں کے اندر تبلیغ مذہب کا فرض انجام دیا جیسے کمیت بن زید اسدی جن کی زلزلہ انگن شاعری سرتاسر تبلیغ مذہب کا پہلو لیے ہوئے تھی اور اسی طرح فرزدق۔ دعبل، سید حمیری وغیرہ۔

امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام کے زمانہ میں تقیہ کی پابندیاں بہت کم تھیں اسلئے شیعی علم کلام نے خوب ترقی کی اور مبلغین کو ایک حد تک آزادی سے دعوت و تبلیغ کا موقع ملا۔

ان میں ہشام بن حکم۔ ہشام بن سالم، قیس ماصر، مومن الطاق وغیرہ بڑے متکلمین ہیں جنھوں نے

مناظرات و مصنفات کے ذریعے سے مذہب شیعہ کے بڑے خدمات انجام دیئے۔

اصحاب ائمہ کا دور ختم ہونے کے بعد علمائے مذہب کا دور شروع ہوتا ہے جس میں تبلیغ مذہب کا دائرہ بہت وسیع ہو چکا تھا۔

انہیں سے ہر دور کے سرآمد مبلغین اور ان کے علمی و تبلیغی خدمات کا تذکرہ بہت زیادہ بسط و تفصیل کا محتاج ہے جس کیلئے اگر زمانہ مہلت دے اور توفیق الٰہی شامل حال ہو تو ایک مستقل تصنیف درکار ہے اسوقت نہ تو وقت ہے اور نہ موقع و محل کا اقتضا ان تمام مبلغین کے تذکرہ کی اجازت دیدیتا ہے۔

مملکت ایران میں صفوی سلاطین خدا ان کی روحوں کو اپنی رحمت کاملہ سے سیر و سیراب فرمائے انھوں نے ایران میں مذہب شیعہ کی نشر و اشاعت میں پورے انہماک کے ساتھ (مگر بزور شمشیر نہیں) کوشش کی اور اس میں اتنے کامیاب ہوئے کہ ایران پورا ایک شیعی ملک کی شکل بن گیا۔

ہندوستان میں مذہب شیعہ کی تبلیغ

ہندوستان میں شیعی مذہب کی تبلیغ کا سہرا تو جہاں تک میں سمجھتا ہوں ایرانیوں کے سر ہے اور ان میں بہت زیادہ سادات کو خصوصیت ہے۔

ہندوستان ہمیشہ سے زرخیز اور مال و دولت کا خزانہ مشہور رہا ہے اسلئے غیر ممالک کے لوگ جب پریشانی میں مبتلا ہوتے تو سب سے پہلے اپنے درد کا درمان یہی سمجھتے تھے کہ ہندوستان چلے آئیں۔

یہی سبب ہے کہ ہندوستان میں شریف مسلمانوں کے خاندان بہت کم ایسے ہوں گے جن کا رشتہ ایران و عراق سے جڑا ہوا نہ ہو۔

سلاطین مغلیہ کے دور حکومت میں بڑے بڑے ارکان دولت اور وزراء اجزائے مملکت زیادہ تر ایرانی نژاد اور شیعہ تھے اور انہی کے ذریعے سے علمائے شیعہ کا جو زیادہ تر ایرانی یا عراقی ہوا کرتے تھے سلسلہ آمد و رفت قائم تھا اور اکثر حضرات کو ان میں سے یہاں قیام کا موقع حاصل ہوتا تھا۔

صوفیت کے لباس نے بہت سے خیال میں تشیع کی پرورش میں بڑا کام کیا ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ اکثر صوفیائے کرام کے خیالات بعض امور میں شیعوں سے ملتے جلتے اور انکے قریب ہوتے ہیں اور کم از کم ان کو تعصب شیعوں سے اُتنا نہیں ہوتا جتنا دوسرے بہت سے افراد کو۔

لیکن یہ حقیقت ہے اور تاریخ کے رو سے ناقابل انکار امر کہ اس تمام طول طویل مدت میں شیعی افراد کتنے ہی برسر اقتدار رہے اور حکومت کے بڑے بڑے عہدون پر فائز رہے اور جاہ و منصب حاصل کیے مگر اُن کی ترقیان شخصی انفرادی تھین اجتماعی و مذہبی حیثیت سے کوئی تبلیغ و اشاعت مذہب کی اُس دور مین نظر نہین آتی ۔

اس عقبار سے اولیت کا شرف صرف ایک مجاہد ملّی کو حاصل ہے جو آج سے تقریباً ڈیڑھ سو برس پہلے پیدا ہوا اور جس نے اپنے ثبات و استقلال، ولولۂ عمل، اخلاص قلب اور جوش مذہبی سے زمین کو آسمان بنا دیا اور ہندوستان بالخصوص صوبہ اودھ کی مذہبی فضا مین وہ تشیع کی روح پھونکی جس کے روز افزون نتائج آج شیعون کی ڈھائی کروڑ کے قریب مردم شماری کی صورت مین نظر آرہے ہین ۔

یہ بزرگ ہستی مجدد ملت حقہ حضرت غفرانمآب مولانا سید دلدار علی طاب ثراہ کی تھی جنھون نے عراق و ایران سے تکمیل علوم کر کے ہندوستان مراجعت کی اور لکھنؤ کو اپنا مرکز بنا کر شیعیت کا علمی حیثیت سے سنگ بنیاد قائم کیا۔

یہ مسلّمہ حقیقت ہے کہ سب سے پہلی نماز جماعت جو اس ملک مین شیعون کی منعقد ہوئی ہے وہ ۲۷ رجب ۱۲۰۰ھ کو مسجد حسن رضا خان[۱] واقع گول دروازہ لکھنؤ مین ہوئی تھی جس مین جناب غفرانمآب مقتدا اور بادشاہ مع ارکان دولت و عام مومنین شہر مقتدی تھے ۔ اسکے قبل کوئی نماز جماعت شیعون کی اس ملک مین نہ ہوئی تھی ۔

اُنھون نے "عماد الاسلام" لکھکر ملت حقہ کی ناقابل تزلزل بنیاد قائم کی اور "ذو الفقار" "صوارم" "حسام" سے جہاد مذہب مین بیش قیمت کارنامے پیش کیے ۔

انکی اولاد اور تلامذہ نے اُنکے قائم کیے ہوئے شجر کو سر بلند و شاداب رکھنے مین پوری کوشش صرف کی اور ملت حقہ کے گرانبہا خدمات انجام دیے جن کے بہترین نمونے جناب سلطان العلماء رضوانمآب طاب ثراہ کی ضربت حیدریہ ۔ طعن الرماح وغیرہ۔ سید العلماء علیین مکان کی حدیقۂ سلطانیہ مولانا مفتی محمد قلی صاحب اعلی اللہ مقامہ کی تشئید المطاعن ۔ جناب مفتی میر عباس صاحب اعلی اللہ مقامہ کی روائح القرآن و جواہر عبقریہ ۔ مولانا سید حامد حسین صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ کی استقصاء الافہام اور عبقات الانوار کی صورت مین موجود ہین اور جن کے تبلیغی نقوش ملت بیضا کے صفحات پر روشن حروف مین ہمیشہ نمایان رہین گے ۔

زمانہ رنگ بدلتا ہے اور ضروریات زمانہ مین بھی اُسکے ساتھ انقلاب ہوتا ہے ۔ ایک وقت وہ تھا کہ ہندوستانی

[۱] افسوس ہے کہ اس مسجد کا نام و نشان بھی اب نہین ہے ۔ کو زوالی اور دوسری عمارتون کی بنیاد اس مسجد کی خرابشدہ بنیادون پر قائم اور تاریخ و حسیات مذہبی کے لئے ماتم کا سرمایہ ہے ۔۱۲

مسلمان شرفا اپنے ایرانی نژاد ہونے کا احساس رکھتے تھے اور اسلئے اپنی اصلی زبان فارسی رکھنے کو فخر سمجھتے تھے۔ اس زمانہ کے عوام تک فارسی میں خط و کتابت کرتے تھے اور فارسی کتابوں کا شوق سے مطالعہ کرتے تھے اس لئے اس زمانہ کے ارباب قلم اپنے مصنفات بھی فارسی میں زیادہ تر تحریر کرتے تھے لیکن زمانے نے درخ پلٹا۔ اردو نے فارسی کی جگہ حاصل کی اور رفتہ رفتہ فارسی ترک ہونا شروع ہوئی یہاں تک کہ اب فارسی مثل عربی کے ایک علمی زبان ہو گئی ہے جس کے جاننے والے خال خال نظر آتے ہیں اور زیادہ تر عام افراد فارسی کتابوں سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے اسلئے ضرورت ہوئی کہ تبلیغی مصنفات اہل ملک کے سامنے خود انہی کی مادری زبان اردو میں پیش کئے جائیں۔

گذشتہ دور کے علماء میں جناب تاج العلماء سید علی محمد صاحب قبلہ نے اس ضرورت کا خاص طور پر احساس فرمایا تھا۔ انھوں نے مبسوط و مختصر گرانقدر عربی تصانیف کے علاوہ جن کی فہرست طویل ہے ہزاروں حقائق کو اردو کے لباس میں پیش کرنے کی طرف بھی توجہ فرمائی۔ آن کا "ترجمۂ قرآن" اپنے رنگ کا نرالا اور واحد ترجمہ ہے جو بہت حد تک اس مقصد کا ترجمان ہے اور آن کی بعض دوسری کتابیں بھی اس قسم کا ایک مخصوص سرمایہ ہیں۔

مرحوم و مغفور علامہ حکیم غلام حسنین صاحب کنتوری اعلی اللہ مقامہ کا بھی ذکر نظر انداز کرنے کے قابل نہیں ہے جنھوں نے اپنی عمر کا بڑا حصہ تبلیغ مذہب میں صرف کیا اور مضامین و مولفات کے ذریعہ سے شکوک توہمات کا بڑے درجہ تک استیصال کیا۔

فخر الحکما مولانا سید علی اظہر صاحب نے رسالۂ اصلاح کا اجرا کیا اور اس طرح نیز مستقل تصانیف کے ذریعہ سے تبلیغ مذہب کے ہزاروں برس گذرنے پر بھی نہ بھولنے والے خدمات انجام دیے اور مولانا محمد ہارون زنگی پوری مرحوم نے اپنی عمر کا آخری حصہ تمام تر تصنیف و تالیف میں صرف کر کے سنجیدہ طبقہ کیلئے انتہائی مفید ذخیرہ معلومات پیش کیا۔

(باقی آئندہ)

بسلسلۂ سفرنامۂ عراق

۴ شعبان ۱۳۴۵ھ دوشنبہ

خدا برا کرے رات کی بیداری اور تکلیف کا کہ صبح ہوتے آنکھ جو لگی تو نماز بھی کھوئی۔ آنکھ کھلی تو آفتاب کی شعاعیں پھیل چکی تھیں ریل کوہستانی مقامات کو طے کر رہی تھی بمبئی قریب آ گیا اور ریل کوہی سرنگ میں سے گذری، دن کو رات کا لطف آ گیا، معلوم ہوا تھا صبح کا وقت صبح کاذب تھا جس میں آج اسناد پیدا ہو گیا تھا۔ ظلمات میں گذرے بھی، آب حیات نہ ملا مگر نہیں، انشاء اللہ آب حیات ہمارا ہی حصہ ہے (ا من مات علی حب آل محمد مات شہیدا)

۹ بجے بمبئی پہونچے۔ اسباب نیچے اتارا اور شمار کر لیا - ۶ عدد تھے - بالکل ٹھیک -
جناب مفتی احمد علی صاحب قبلہ بھی اسی ریل پر سوار تھے۔ چاروں طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسٹیشن پر دیکھا گر کہیں زیارت نہ ہوئی۔ میں نے اور جناب محشر صاحب نے دو گاڑیاں کیں ایک پر میں اور محشر صاحب اور دوسری پر محشر صاحب کے خسر اور حسین بخش بیٹھے تھوڑی دیر میں حاجی دیوجی جمال کے مسافر خانہ واقعہ عمر کھاڑی میں پہونچ گئے۔
دروازہ پر مسافر خانہ کے داروغہ بیٹھے ہوئے ملے اور انھوں نے خیر مقدم کیا۔ میں نے جناب محشر صاحب کا اور انھوں نے میرا تعارف کرایا۔
اتنی دیر میں جناب مفتی صاحب قبلہ بھی مع متعلقین گاڑیوں پر پہونچے ہم سے ڈھونڈھنے پر بھی نہ ملنے کی شکایت کی اور ہم نے ان سے بھی شکوہ -

بہرحال رجسٹر پر نام لکھے گئے، ہم نے دستخط کیے۔ اسباب کوٹھے پر پہونچایا دو کمروں میں مفتی صاحب قبلہ مع متعلقین اور تیسرے کمرہ میں ہم چاروں آدمی مقیم ہوئے،
مسافر خانہ اچھا ہے۔ حوض بھی ہے جس پر نل کے نیچے ایک برآمدہ سا ہے اور اس پر لوہے کی سلاخوں کا ایک تختہ رکھا ہوا ہے۔ بیچوں والے مکانات میں حوض اسی صورت کا ہونا چاہیے۔ حمام بھی ہے جس کا حوض بند علی کے حمام کا اتنا گہرا ہوگا۔ بمبے بھی کئی ہیں۔ پاخانے بہت اچھے ہیں جن میں چھینٹ پڑنے کا اندیشہ نہیں ہے۔
باطمینان قیام ہو جانے کے بعد محشر صاحب کے ساتھ دھوبی مونگ کی کھچڑی تھی وہ چڑھا دی گئی۔ میرے ساتھ

پیاز کا اچار تھا وہ بھی کام آیا۔

اسباب کے وزن کرنے میں ڈھیر ھا کرنے اور اٹھانے بٹھانے سے بہت سا سرکہ مٹی میں گر گیا جس سے چادر اور

کر ئوں میں سرکہ کا دھبا آیا اور ترشی طبع کا باعث ہوا۔

تھوڑی دیر میں ملا محمد باقر صاحب جو اس مسافر خانہ کے اصل منتظم ہیں تشریف لائے۔ مجھ سے ان سے لکھنؤ

میں ملاقات ہو چکی تھی انھوں نے ٹکٹ وغیرہ کے متعلق دریافت کیا مختشر صاحب نے آمد و رفت کے ٹکٹ لینے کو اور میں نے

صرف جانے کا ٹکٹ لینے کو کہا اسلئے کہ مجھے انشاء اللہ ابھی پلٹ کر آنا نہیں ہے۔

انھوں نے حساب کر کے بتایا کہ ا ع ۵ مختشر صاحب کو اور ۸۶ ع ۵ دو ٹکٹوں کے ہم کو دینے چاہئیں

یہ بتا کر تشریف لیگئے۔

ہم حمام گئے۔ نہا دھو کر نماز سے فارغ ہو کر کچھ ضروری سامان سفر کی خریداری کو بازار چلے۔ ابھی تک شہر کے

مناظر نہیں دیکھے تھے۔ بازار میں جا کر معلوم ہوا کہ شہر کیا ہے، رستخیز عام ہے ہنگامہ ہے۔ پھر ہر شخص کی بولی الگ

چال ڈھال الگ۔ وضع لباس سب خصوصیات الگ غرضکہ زندگی کے آثار پائے جاتے ہیں۔ جینے کے نشان ہیں یا

ہر ایک کو اپنے کام سے کام ہے۔ اور تجارت صنعت کاروبار میں مشغول ہے۔

عمارتیں زیادہ تر بمبئی دن کی کا بمبئی سے مشابہ ہیں۔ درجہ بدرجہ پانچ درجے تک کی عمارتیں ہم نے عموماً دیکھیں

سنا ہے ستائیس تک کی عمارتیں موجود ہیں سڑک پر ٹرامویے اور موٹروں کی کثرت سے راستہ چلنا دشوار ہے ہر طرف

دبنے کچلنے کا خوف ہے، ہمارے ہمنام سید علی نقی ایرانی ایک شخص راہنما مل گئے تھے مفتی صاحب قبلہ سے ان سے

رسم قدیمانہ تھے وہ راہبر بنے اور ہم لوگ "چور بازار" پہونچے راستہ میں ایک عجیب و غریب عمارت بالکل

جہاز سے مشابہ دکھلائی دی معلوم ہوا اس کا نام "آبا بلڈنگ" ہے۔

چور بازار کے اندر طرفہ تماشا دیکھا۔ مختلف دکانیں جابجا قائم جن میں طرح طرح کی چیزیں موجود ہیں

مگر کسی دکان پر آوازدی جاری ہے۔ ایک آنہ ایک آنہ۔ اسکے معنی یہ ہیں کہ جتنی چیزیں اسکے یہاں ہیں جس

نوعیت کی بھی ہوں وہ ایک ہی ایک آنہ کی قیمت کی ہیں کہیں ۲ آنہ کہیں ۳ غرض اسی طرح روپیوں تک کی چیزوں

کی دکانیں ہیں۔ کسی چیز کی قیمت پوچھنے کی ضرورت نہیں اور چکانے کی حاجت۔ چیزیں بھی سب سامنے

---

۵ یہ خاص بمبئی کا محاورہ ہے ۱۲

چنی ہوئی ہین ایک چیز اٹھالے اور وہ معین قیمت ادا کر دے۔ کافی ہے۔ گونگا ہو تو پتہ نہ چلے۔ کیونکہ اس بازار مین خریدارون کو بات کرنے کی ضرورت ہی نہین ہے۔ بہر حال ہم نے لالٹین خریدی۔ جلدی تھی اسلئے کہ سُن چکے تھے مسافر خانہ کی بجلی اا بجے شبگل ہو جاتی ہے۔ ایک راحت جا تو لیا مفتی صاحب قبلہ اور محشر صاحب نے بھی کچھ خریداری کی اور اُسکے بعد جلدی قیام پر واپس ہوئے۔ شیخ صادق مسیح صاحب بی اے لکھنوی سے ملاقات ہوئی وہ محشر صاحب سے مشاعرہ کا وعدہ لینے آئے تھے۔ اُنکے جانے کے بعد نماز وغیرہ سے فراغت کر کے دو راتون کے جاگے تھے۔ پڑے اور فوراً سو گئے ــ

۵ شعبان شنبہ

نماز صبح کے بعد ایک پارہ قرآن مجید کا پڑھا۔ کھانے وغیرہ سے فراغت کر کے محشر صاحب کے ساتھ مولوی .. صاحب کی ملاقات کو گئے دیر تک نشست ہوئی شعر وسخن کے بھی تذکرے رہے۔

انھون نے بیان کیا کہ مولانا سبط حسن صاحب نے ایک تاریخ فصاحت صاحب کے دیوان کی کہی ہے جو سمجھ مین نہین آئی مین نے کہا "کیا"؟ اُنھون نے یہ مصرع پڑھا۔

جنّتہ قد ابنعت اثمارھا

مین نے کہا اس مین کیا خرابی معلوم ہوتی ہے؟ اُنھون نے کہا "مولانا نے ہائے ہوز کے ۴۰۰ عدد لئے ہین"۔ یہ سُنکر مین نے عدد نکالے۔ ہائے ہوز کے ساتھ مصرع کے عدد (۱۸۴۱) ہوے۔ مین نے کہا آپ کا ارشاد تو صحیح ہو ہی نہین سکتا اسلئے کہ اتنے عدد تو ہائے ہوز کے ساتھ ہوتے ہین اب اگر ہ کے بجائے ن کے عدد لئے جائین اور چار سو بڑھ جائین تب تو (۲۲۳۶) ہو جائینگے جو کسی سنہ کے مطابق نہین ہین۔

اُنھون نے کہا کہ منقوط کا شمار کیجئے۔ مین نے پھر عدد نکالے (۱۳۱۵) ہوے۔

فرمایا کہ قد کی لفظ نکال ڈالیے۔ مین نے کہا "اب تو مصرع ناموزون ہے" فرمایا یہی شبہہ مجھ کو بھی تھا۔ مین نے کہا اگر اب بھی عدد تو ٹھیک نہین اترتے کیونکہ قد کی لفظ نکالکر ایک صورت مین (۱۴۱۳) اور ایک شکل مین (۱۷۳۷) ہوتے ہین مختصر یہ ہے کہ نہ انھون نے پورا مصرع پڑھا اور نہ اعتراض سمجھ مین آیا۔

حقیقت یہ ہے کہ بعض لوگ اپنے اظہار قابلیت کیلئے بڑے شخص پر اعتراض کرنے کا شوق رکھتے ہین۔ چاہے سمجھا ہو اسے یا نہین۔

موصوف کے کمرہ مین موصوف کی تصویر بھی لگی ہوئی تھی۔ مین نے پوچھا آپ کے مقلد تصویر کھچوانے کی اجازت دیتے ہین؟ آپنے ایک شرم آمیز سکوت کر کے فرمایا کہ مین تقلیداً ان مسائل مین کرتا ہون جن مین احتیاط ممکن ہو۔ مین نے کہا پھر یہان احتیاط تو ترک مین ہے فرمایا ان مسائل مین مجھے استفراغ وسع (پوری سعی صرف کر لینے) کا اطمینان ہو جاتا ہے ان پر عمل بھی کر لیتا ہون۔ مین نے کہا "مسئلہ تجزی فی الاجتہاد خود قابل اشکال اور محتاج تقلید یا اجتہاد ہے" فرمایا "جی نہین۔ مسئلہ تجزی بے اشکال ہے"۔ مینے کہا "درست"۔

افسوس اجتہاد کی ارزانی پر (مین نے دل مین کہا) پھر کہا ہے؟ ایک مرتبہ گھر مین بیٹھے استفراغ کیا اور مجتہد ہو گئے۔

یہان سے رخصت ہونے کے بعد محترم صاحب خواجہ مسجد مین نماز کے لئے چلے گئے۔ مین حسین بخش کو لیکر آقا شیخ محمد حسن نجفی دام ظلہ کی تلاش مین چلا۔

موصوف ایران کے رہنے والے۔ عراق مین والد ماجد دام ظلہ کے ہم سبق تھے۔ اور اب بمبئی مین بحیثیت عالم دین کے قیام پذیر ہین۔

مجھ کو ممدوح سے ملاقات کرنا ضروری تھی۔ موصوف کا پتہ "بائیکلہ کے اسپتال کے قریب" تھا اس اسپتال کو دریافت کرتے ہوئے پہونچ گئے مگر اس کے قریب جس سے پوچھتے ہین لاعلمی کا اظہار کرتا ہے، عجیب ہنگامہ اور نفسی نفسی کا عالم ہے۔ ایک محلہ کے رہنے والون مین ایک کو دوسرے کی خبر نہین۔ کوئی اور نہین مولانا موصوف جو کافی شہرت بھی رکھتے ہین مگر پتہ چلنا محال ہو گیا۔ اسپتال کے چارون طرف طواف کر ڈالا تیلی محلہ اور کہان کہان گذرے۔ مگر کسی کے تلون مین تیل نظر نہ آیا کہ وہ مہربانی کر کے موصوف کا پتہ لگا دے۔ بڑی مشکل سے ایک شخص نے راستہ بتایا۔ ایک درزی کی دوکان کے پہلو مین اسپتال کے سامنے ان کا محل قیام ہے۔ زینون پر چڑھتے ہوئے اوپر چلے گئے مگر شہر خموشان تھا دروازہ مسدود پایا اور کسی ذی روح کی آواز سنائی نہ دی۔ مجبوراً نیچے اترے ایک ایرانی لڑکے نے بتایا کہ موصوف ۹ سے گیارہ بجے دن تک یہان رہتے ہین۔

اسلام کی مقبولیت اور ہمہ گیری

غیر مسلم دنیا اسلام کے دروازہ پر

(گذشتہ سے پیوستہ)

(۴) ہندو مذہب نے عورت کے مرتبہ کو جتنا گھٹایا ہے اوس کا نمونہ شاید دنیا کی کسی قوم مین بھی نہ مل سکے۔ پتھرون کی درختون کی۔ جانورون کی حرمت تو اس مذہب نے اسقدر روا رکھی ہے کہ انکی پرستش ہی کا حکم دیدیا اور عورت کے مرتبہ کو جو ہر طرح حیوانات۔ نباتات اور جمادات سے افضل و اشرف ہے اور صفت عقل کی مالک ہے جو انسان اور مذکورہ بالا تینون نوعون کے درمیان مابہ الامتیاز شئے ہے دنیا کی ہر ذلیل سے ذلیل چیز سے گھٹا دیا ہے۔

منو نے کہا ہے (ا) عورت کی سرشت مین بدکاری رچی ہوئی ہے۔ (منو کا دھرم شاستر)

(ب) اگر عورت زنا کرے تو اسے حیض کا خون یا شوہر کا نطفہ خود بخود پاک کردیگا۔

(ج) اولاد نرینہ کے ہوتے ہوے لڑکی وارث نہین ہوسکتی۔

(د) اگر عورت بدزبان ہو تو نہ اسکی اصلاح کرے نہ معافی دے بلکہ فوراً کسی دوسری عورت سے تعلقات پیدا کرے اوس کے حقوق کا کوئی لحاظ نہ کرے۔

(ھ) اگر کوئی عورت لڑکیان ہی لڑکیان جنتی رہے تو گیارھوین سال شوہر کو چاہیے کہ وہ کسی دوسری عورت سے نیوگ کرکے اولاد پیدا کرلے۔

ان مثالون سے واضح ہوتا ہے کہ عورتون کی کوئی قدر و قیمت ہی اس مذہب مین نہین ہے نہ انکی عصمت و عفت کا کچھ خیال ہے نہ انکے حقوق کی رعایت ہے۔ ان کے ساتھ تو وہ مراعات بھی

روا نہین رکھی گئی ہین جنہ مذہب سے قطع نظر کر کے عقل و فطرت تجویز کرتی ہے چہ جائے کہ ان کو
مردون کے مساوی حقوق دئے جاتے اور سوسائٹی ہین انکی جگہ مردون کے پہلو بہ پہلو ہوتی ۔
رسم ستی بھی یہ بتا رہی ہے کہ ہندو دھرم مین اصول مساوات کا ملحوظ رکھا جاتا تو کیا عورت کا کوئی
مرتبہ ہی نہین رکھا گیا ہے ورنہ شوہر کے انتقال پر بیوی کو مرد کی چتا پر زندہ جل مرجانے کا حکم ہونا اور
مرد کو اس حکم سے مستثنیٰ قرار دینا نظریہ مساوات کی تذلیل کرتا ہے ۔
آریون کے اعتقاد کی بنا پر چند ایسے پاپ بھی ہین جن کا ارتکاب مرد کو اگلے جنم مین عورت کی
جون مین پہونچاتا ہے یا اسے یون سمجھئے کہ دنیا کی تمام عورتین جنا پچھلے جنم ہین مرد تھین جواب گذشتہ زندگی کے
گناہون کی سزا بھگت رہی ہین اور اس طرح بلند مقام سے پست مقام پر اتار دی گئی ہین ۔ اس اعتقاد
سے اسکا پتہ چلتا ہے کہ آریہ دھرم مین عورت و مرد مین مساوات نہین ہے ۔
اگر عورت لڑکیان ہی لڑکیان پیدا کرتی رہے تو گیارہوین سال مرد کو نیوگ کرنے کا حکم دیدیا
گیا ہے جس کے یہ معنی ہوے کہ اگر لڑکیون کو لڑکون کے برابر اور مساوی خیال کیا جاتا تو کبھی لڑکے
پیدا کرنے کی خاطر نیوگ کا حکم نہ دیا جاتا ۔ یا ساتھ ہی ساتھ یہ حکم بھی دیدیا جاتا کہ اگر کوئی عورت لڑکے ہی
لڑکے پیدا کرتی رہے تو گیارھوین سال شوہر کو چاہیے کہ وہ کسی دوسری عورت سے نیوگ کر کے لڑکیان
پیدا کرے ۔
اب بخوبی واضح ہو گیا کہ عورت کو اس مذہب نے شودر اور چنڈال سے بھی بدتر مرتبہ دیا ہے ۔
اسکو گنہگار بتایا ۔ ذلیل سمجھا ۔ بیوی سے شوہر کو ماں سے بیٹے کو اور بہن سے بھائی کو بدگمان کرا دیا ۔
ان کے ساتھ رواداری کا وہ معمولی سلوک بھی روا نہ رکھا گیا جو انسانیت کا مقتضی ہے ۔ ان ۔۔۔
باتون کے باوجود اور مذہب کی کھلی ہوئی ہدایتون کے ہوتے ہوے آجکل آریا حضرات عورتون کے
اسٹیٹس کو بلند کرنے کی کوشش کر رہے ہین بلکہ اون کو مردون کے مساوی حقوق دینا چاہتے ہین ۔ یا
یون سمجھئے کہ اسلام کی ساڑھے تیرہ سو برس کی بتائی ہوئی تعلیم پر عمل کرنیکی طرف اب متوجہ ہوئے ہین ۔
(۵) جبکہ طبقہ نسوان کی حالت کو مردون کے خود ساختہ ظالمانہ قانون نے انتہا سے زیادہ

ردی اور ابتر بنا رکھا تھا اور اُن کو انسان اور جانورون کے درمیان ایک تیسری مخلوق سمجھا جاتا تھا اوسوقت اس صنف نازک کی حمایت کیلئے اسلام کھڑا ہوا اور "مسلمین مسلمات" اور "مومنین و مومنات" کی ایک لڑی مین ان دو بیش بہا موتیون کو پرو دیا۔ عورتون کے حقوق کو محفوظ کرنے کے لئے اوس نے جہان اور بہت سے منصفانہ قوانین وضع فرمائے وہان بیوہ کو عقد ثانی کی بھی اجازت دی۔

یہ حکم اپنے پہلو مین ہزارون خوبیان اور اچھائیان لئے ہوے ہے جس تک شروع مین آریون کی نگاہ مین نظر نہ پہونچ سکی تھی لیکن ہندو اب اس زمانہ مین اسکی صداقت و صحت کی تہ تک پہونچے اور اپنے مذہب مین بھی اس مفید اصول کو داخل کر لیا۔ چنانچہ اب ہندو اپنی بیواؤن کا عقد ثانی کرنے لگے انجمنین قائم ہو گئین جن کا کام ہی یہ ہے کہ وہ عقد ثانی کو رواج دینے کے لئے ممکن وسائل اختیار کرین۔ لیجئے اس مسئلہ مین بھی ہندو مسلمان ہو گئے اور ہم سے ایک درجہ اور قریب آ گئے۔

ہندو دھرم مین بیوہ کو عقد ثانی کرنے کی اجازت نہین دی گئی ہے۔ اسکے دو سبب ہین۔ اول رسم ستی۔ دوم رسم نیوگ جو عورتین کسی نہ کسی طرح ستی ہونے سے بچ جائین ان کے لئے مذہب نے نیوگ کا دروازہ کھول دیا ہے۔ دھرم بدھوا کو ممانعت کرتا ہے کہ وہ دوسرا بیاہ نہ کرے اور کسی ایک ہی مرد کی پابند ہو کر نہ بیٹھ جائے بلکہ وہ اپنی افادیت کو عام کرے۔ چنانچہ بیوہ عورت کو اس سلسلہ مین اسقدر آزادی دیدی گئی ہے کہ اوسے اجازت ہے کہ اگر اوس نے صبح کے وقت کسی مرد سے نیوگ کیا اور عورت کو یہ محسوس ہوا کہ مرد اپنا مخصوص وظیفہ کماحقہ انجام دینے پر قادر نہین ہے تو دوپہر کو بیوہ کسی دوسرے مرد سے رجوع کر سکتی ہے اور اگر یہ مرد بھی محک آزمائش پر پوری طرح پورا نہ اترا تو سہ پہر کو تیسرے مرد سے نیوگ کیا جا سکتا ہے۔ اگر وہ بھی ناکامیاب ثابت ہو تو رات کو چوتھے مرد کے ساتھ۔ مذہب کی عطا کی ہوئی اس آزادی کی موجودگی مین بیوہ کو عقد ثانی کرکے خود کو پابند بنا لینے کی کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی۔ وید مقدس نے۔ ستیارتھ پرکاش نے۔ دیانند مہاراج نے۔ آریہ دھرم کے علمبردارون نے ہندو سوسائٹی اور رواج نے اسکو اجازت دے رکھی ہے کہ وہ دن بھر مین چار مردون تک سے نیوگ کر سکتی ہے۔ اس "روحانی" حکم کے بجالانے کے صلہ مین اگرچہ وہ چوبیس گھنٹے کے اندر چار مردون سے لذت اندوز ہو چکی ہے مذہب کی مقدس نگاہ مین وہ پھر بھی پاکدامن و عفیفہ ہی رہتی ہے۔ (باقی آئندہ)

نظامِ شمسی بدل گیا

ہجری چودھویں صدی میں حضرت پیغمبرِ اسلام کے زندہ معجزات
قرآن حکیم سے علم ہیئت و نجوم و جغرافیہ میں تازہ ترین انکشافات
ماہرین و محققین فن کو مقابلہ اور تردید کا کھلا چیلنج

علم و فن سے دلچسپی رکھنے والے اصحاب نے کتابیں بھی بہت سی دیکھی ہونگی اور بالخصوص نظام سیارگان کے متعلق محققین عالم کے حیرت انگیز نظریات بھی اکثر و بیشتر نظر سے گذرے ہونگے تاہم بلا مبالغہ یہ بات ظاہر کیجا رہی ہے کہ "تصویر نظام" جیسی تصنیف ہرگز دنیا کے سامنے نہ آئی ہوگی اسلئے کہ یہ کتاب قرآن مجید کی ان چھوتی معلومات کا خزانہ ہے جو محققین عالم کے وہم و خیال کی رسائی سے آجتک اسی طرح محفوظ رہی ہیں جیسے کہ حضرت مریم کا جسم مطہر مس بشر سے "تصویر نظام" قرآن حکیم کے ان مخفی معجزات کا انکشاف ہے جو کہ علم ہیئت و جغرافیہ اور دیگر فنون سائنس کی مخصوص معلومات ہونے کی جہت سے خالق عالم کی مشیت کے ماتحت لوگوں کی نظر سے آجتک فقط اسی لئے اوجھل رہے ہیں کہ ہر ایک فن کا معجزہ اسی وقت ظاہر ہوا کرتا ہے جسوقت کہ اس فن میں اہل عالم کی ترقی حدِ کمال کو پہنچ چکی ہے چنانچہ اسی لئے یہ تصنیف اپنی معجز نما معلومات لیکر علم و فن کی انتہائی ترقی کے دور میں پیش کی جارہی ہے کہ سائنس کی تعجب خیز معلومات اور حیرت انگیز ایجادات نے دنیا کو اپنے کمال کا معترف بنا لیا ہے۔ اور یہی سبب ہے کہ تمام ماہرین اور محققین فن کو تردید اور مقابلہ کی دعوت دیتے ہوئے یہ بات بھی علی الاعلان جتائی جارہی ہے کہ دنیا کے بڑے سے بڑے ماہرین اپنی متفقہ کوشش کے بعد بھی اس کتاب کی کسی تحقیق کو غلط نہیں ثابت کر سکتے اور یہ تصنیف درحقیقت اس مبارک سلسلہ کی پہلی کڑی ہے جو کہ آجتک کی ایجادات کے مقابلہ میں قرآن حکیم کی سجھائی تدابیر کے ماتحت وجود میں آنیوالی معجز نما ایجادات کا پیش خیمہ ہے۔ چونکہ ایک غیر مجلد نسخہ کی اصلی قیمت ساڑھے تین روپیہ ہے۔ لہٰذا بارہ آنہ قیمت جلد اور بارہ آنہ صرفہ ڈاک شامل کرنے کے بعد ایک مجلد نسخہ پورے پانچ روپیہ میں روانہ کیا جائیگا ہر ایک تعلیم گاہ کے مدرسین سے اصل قیمت سے سوا روپیہ کم اور بالخصوص طالبانِ علم اور لائبریریوں سے دو روپیہ کم قیمت لیجائیگی غیر مستطیع شائقین کے ساتھ بھی رعایت کی جاسکے گی۔

منیجر علمی پریس امروہہ (یو پی)

امامیہ مشن کے تبلیغی رسالے

		قیمت	خرچ ڈاک
۱	قاتلان حسینؑ کا مذہب (تیسرا ایڈیشن)	۴/	لے/
۲	تحریف قرآن کی حقیقت (دوسرا ایڈیشن)	۶/	لہ/
۳	مولود کعبہ "	۱/	ٹ/
۴	وجود حجت "	۴/	لے/
۵	اصول دین اور قرآن "	۴/	لے/
۶	اتحاد الفریقین حصہ اول "	۴/	لے/
۷	حسینؑ اور اسلام اردو "	لے/	ٹ/
۸	" ہندی	۰۱/	ٹ/
۹	" انگریزی	۲/	ٹ/
۱۰	متعہ اور اسلام	۸/	لہ/
۱۱	امامت ائمہ اثنا عشر اور قرآن (دوسرا ایڈیشن)	۰/	ٹ/
۱۲	تجارت اور اسلام	۳/	ٹ/
۱۳	اتحاد الفریقین حصہ دوم	۴/	لے/
۱۴	علیؑ اور کعبہ	۱/	ٹ/
۱۵	رجال بخاری حصہ اول	۲/	لہ/
۱۶	مذہب اہل بیت حصہ اول	۵/	لے/
۱۷	نور دزد غدیر۔ (دوسرا ایڈیشن)	۱/	ٹ/
۱۸	مجاہدہ کربلا	۲/	ٹ/
۱۹	کربلا کا آتم بلیدان۔ (ہندی)	۲/	ٹ/
۲۰	دی مارٹیڈم آف حسینؑ (انگریزی)	۲/	ٹ/
۲۱	اسوۂ حسینی۔	۷/	لہ/
۲۲	جنگ صفین	۳/	ٹ/
۲۳	تذکرہ حفاظ شیعہ حصہ اول	۶/	لہ/
۲۴	ایضاً حصہ دوم	زیر	طبع
۲۵	مقصود کعبہ	۱/	ٹ/

ملنے کا پتہ:- آنریری سکریٹری امامیہ مشن حسین آباد لکھنؤ

انا مدینة العلم و علی بابها

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

حقائق

لکھنؤ

مدیر ابن حسین نقوی

چندہ سالانہ للعہ/

چندہ ششماہی عہ/

چندہ ممالک غیر سالانہ صہ/ ششماہی سے/

مقاصد

(۱) لامذہبیت کے مقابلہ مین مذہب کی حمایت۔

(۲) اسلامی اصول کی تبلیغ اور مخالفین اسلام کے جارحانہ حملون کا دفعیہ۔

(۳) مذہب حق کے تعلیمات کی نشر واشاعت اور قوم کے اخلاقی وتمدنی اوصاف کی اصلاح۔

(۴) علم ادب کی صحیح خدمت

(۵)

سلف صالحین اور مفید ماضی واقعات کے تاریخی حالات۔

(۶)

اکتشافات جدیدہ و اخبار علمیہ وغیرہ وغیرہ۔

قواعد

یہ رسالہ ہر عربی ماہ کے دوسرے ہفتہ مین شائع ہوا کریگا۔

ہر خریدار کو کم از کم چھ ماہ کیلئے خریدار ہونا پڑے گا۔

نمونہ کا پرچہ چھ آنے کے ٹکٹ وصول ہونے پر روانہ ہوگا۔

جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیے۔

اشتہارات کی اجرت کا نقشہ کسی دوسری جگہ درج ہے۔

علمی معاملات کے متعلق خط وکتابت بنام مدیر اور دیگر امور کے متعلق بنام مینجر ہونا چاہیے۔

شرح قیمت

رؤسا، ووالیان ملک سے جو رقم بھی مرحمت فرمادین۔

عام خریدارون سے چار روپیہ سالانہ اور دو روپیہ آٹھ آنے ششماہی۔

ہدایات

مضمون نگار حضرات مقا
کا لحاظ رکھکر مضمون تحر
ورنہ درج حقائق نہ ہوگا
مضامین عموماً مختصر ہون
اڈیٹر کو تغیر وتبدل ور
اختیار رہیگا۔

عبارت حتی الامکان سلیس
عام فہم ہونا چاہیے۔

مضامین خوشخط تحریر
اور عربی عبارت
ہونا چاہیے۔

کتب منقول عنہا کا
صفحہ وسطر ضرور ہونا چاہ

ناقابل اشاعت مضمون
اگر ضرورت ہو تو صاحب
ٹکٹ بھیجنا چاہیے۔

پتہ دفتر حقائق، حسین آباد۔ لکھنؤ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حقائق

جلد ۱ — ۱۵ر شوال المکرم سنہ ۱۳۵۳ھ — نمبر ۳

فہرست مضامین

جنت البقیع کی یاد

(ایک مسلم دل شکستہ کے قلم سے)

کیا جنۃ البقیع کو بھولیں گے اہل دل
جس کے ہر ایک ذرّہ سے فریاد ہے بلند

سن لو ذرا جو گوش حقیقت نیوش ہو
خاموش لب سے شکوہ بیداد ہے بلند

جس جا کبھی تھا مجمع زوّار ہاں
گرد و غبار خانۂ برباد ہے بلند

ارض حجاز، قبّۂ اسلام و مسلمین
واں رایت ضلالت و الحاد ہے بلند

ہے بدعتوں کے نقش مٹانے کا ادعا
خود ایک شور بدعت و ایجاد ہے بلند

مشرک ہیں اہل قبلہ اگر دست التجا
اغیار کی طرف پئے امداد ہے بلند

قبروں میں سونے والوں کا کیا تھا بھلا قصور
جن کی لحد پہ تیشۂ بیداد ہے بلند

وہ چار امام خلق، وہ اولاد فاطمہ
جن کا محل عزّ خداداد ہے بلند

کس طرح چین آئے دل اہل درد کو
فریاد قبر سیّد سجاد ہے بلند

غم کی ہے آگ جس کا ہر اک شعلہ قلب میں
یکسر بسان کوہ حدّاد ہے بلند

اسلام والو اک تلک آخر یہ بے حسی
ابتو رسول پاک کی فریاد ہے بلند

کیا ہو گیا وہ جوش عمل جس سے اب تلک
آوازۂ شجاعت اجداد ہے بلند

کب تک رہو گے خواب تغافل میں بے خبر
دیکھو تو اسر پہ خنجر جلّاد ہے بلند

شذرات

اضافہ حجم | مضامین کی کثرت اور تنگی داماں کا احساس کرتے ہوئے ہم نے اگلی صفحہ کا اضافہ کر دیا ہے۔ اسے بھی ہم پورے طور سے کافی نہیں سمجھتے ہیں جتنا توسیع اشاعت اور تعداد خریداران میں اضافہ ہوگا اتنی اسکے دامن میں وسعت بھی ممکن ہوگی "جتنی چادر اتنے پاؤں پھیلانا" ابھی اس سے زیادہ گنجائش نہیں ہے۔

شکوہ و شکریہ | جن حضرات کے پاس نمونہ کا پرچہ پہونچا ہے وہ اگر ایک کارڈ لکھکر ادارہ کو مطلع فرماویں کہ ہمیں خریدار ہونا منظور ہے یا نہیں تو ادارہ کا اتنا نقصان کاہے کو ہو کہ اسے وی پی کے بارگراں کا متحمل ہونا پڑے۔ ڈاکخانہ کا بے کار کا نفع اور اپنا نقصان خدا کرے ہمارے افراد میں صحیح احساس فرائض پیدا ہو۔ اسکے ساتھ ہم اُن حضرات کا شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں جو بلا طلب از خود منی آرڈر روانہ کر کے ادارہ کو وی پی کی زحمت سے سبکدوش کرتے ہیں۔

سند اعتبار | علامہ مجلسی کی تصویر جو اس نمبر میں شایع ہو رہی ہے ہندوستان میں ایک نئی چیز ہے یہ تصویر جناب سید العلماء دام ظلہ سرپرست امامیہ مشن نے خود ایران سے حاصل فرمائی تھی۔ علامہ مجلسی کے وطن و محل قیام وہاں دفن "اصفہان" میں آپکے مزار مقبرہ "تخت فولاد" کی قلمی تصویر کا عکس ہے اور دو اور تصویریں وہی ہیں جو ایک ایران کی پبلک لائبریری میں اور دوسری خزانہ سرکاری میں محفوظ ہے مطابقت رکھتی ہے اسلئے اسکے صحت و اعتبار میں کسی قسم کا شبہ نہیں ہے

اظہار غم | اس مہینہ میں قوم شیعہ کے لئے دو افسوسناک حادثے ایسے ہوئے ہیں جن پر کتنا ہی رنج و ملال کا اظہار کیا جائے وہ کم ہے۔

ایک سرکار مولانا حشمت علی صاحب خیر اللہ پوری کا ارتحال پر ملال جس نے پنجاب کے شیعوں کو خصوصاً اور تمام دردمندان ملت کو عموماً سوگوار بنا دیا ہے۔ مرحوم پنجاب کے علاقہ سیالکوٹ میں قیام پذیر تھے۔ آپ نے ہندوستان کے مراحل تعلیم علامہ مولانا ابوالقاسم لاہوری مصنف تفسیر لوامع التنزیل کے حلقہ درس میں طے کئے تھے، پھر عراق و ایران کا سفر کیا اور وہاں عرصہ تک تحصیل علم کر کے سندیں حاصل کیں مختلف کتابیں بھی آپ نے تحریر و تصنیف فرمائیں اور ۲۵ ماہ صیام کو ۸۰ سال کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

دوسرے عالیجناب شاہزادہ مرزا محمد منعم بخت صاحب مرحوم جو خاندان شاہان مغلیہ سے لکھنؤ کے بڑے رکن اور رئیس تھے۔ وہ انگریزی تعلیم یافتہ تھے اور لندن بھی ہو آئے تھے عرصہ تک سرکاری خدمات پر متعین رہے لیکن مذہبی جوش و خروش اور احساس ملی پابندی شریعت اور بزرگداشت بزرگان دین میں اپنی آپ مثال تھے عنبر باغ کی مشہور مجالس عشرہ موصوف کی مذہبی فیاضی کا نتیجہ تھے جنہیں انکے ورثہ کو انکی وصیت کے مطابق قائم رکھنا چاہیئے۔ کتاب "حج دینیات" کی بھی اشاعت آپنے فرمائی جس کے سرمایہ کو بھی آپنے مذہبی خدمات کے لئے مخصوص کر دیا ہے اور اس طرح یہ مستقل دینی خدمت ہے جو خیر جاری کے طور پر موصوف کی جانب سے قائم و برقرار رہیگی۔

آپ حج بیت اللہ سے بھی مشرف ہو چکے تھے اور دو برس ہوئے کہ زیارت عتبات عالیات سے شرف اندوز ہو کر محرم ۱۳۵۲ھ کے قریب مجالس عشرہ محرم کو انجام دینے کیلئے لکھنؤ واپس ہوئے۔ ورود کے تیسرے ہی دن فالج میں مبتلا ہوئے اور طویل عرصہ تک شدائد مرض کو برداشت کر کے ۳ ماہ شوال ۱۳۵۳ھ کو عالم البقا کی طرف رہ سپار ہوئے۔

عید کی خوشی یا رنج | ان افسوسناک حادثوں نے جو بالکل تازہ ہیں اور پھر جنۃ البقیع کی یاد نے جو آٹھویں شوال کو ہمیشہ تازہ ہو جاتا! کرتی ہے عید کی خوشی کو خوشی نہیں رہنے دیا ہے۔ ع ۔ ف

تبصرہ بے سحر

امامیہ مشن کی کتابون کے متعلق ایک روشن خیال منہ و تعلیم یافتہ کا تبصرہ

تجارت اور اسلام، مذہب باب بہا، نوروز و غدیر، قاتلان حسینؑ کا مذہب، حسین اور اسلام، در سہ زبان۔ مین پڑھ گیا ہون۔

کتابون کی تعریف فضول ہے جو بات بھی لکھی ہے بس دل مین اتر جانے والی براہین و ادلہ منطقی اصولون کے پابند۔ کہین سے ایچ پیچ توڑ مروڑ وغیرہ جو اکثر مذہبی رسالون کا شعار ہو رہا ہے مجھے نہین دکھائی پڑا نہایت تحقیق تدقیق اور دیانت داری سے کام لیا ہے۔

"تجارت اور اسلام" پر جو کچھ لکھا ہے اسپر اگر قوم عمل کرے تو یقینًا بڑی ترقی ہو اور اگر ہماری کاسیتھ قوم جو کہ آپ لوگون کی تقلید مین ابھی تک تجارت سے متنفر رہی ہے۔ اس شاہراہ پر گامزن ہو تو یقینًا اسکی بھی مشکلین آسان ہو جائین۔ مذہب باب و بہا کے بطلان کو آپنے بالکل آئینہ کر دیا ہے "حسین اور اسلام" مین بہت سیدھے سادھے لیکن موثر لفظون مین تمام واقعہ کربلا بیان کیا ہے۔ یہ رسالہ غیر اسلام کے لئے نہایت مفید ہے۔ انکے ترجمے بھی ہندی انگریزی دونون مین نہایت خوبی کے ساتھ کئے گئے ہین یہ بڑا کام اور یقینًا کمال کیا ہے کہ نوروز و غدیر کو ایک ہی تصویر کے دو رخ ثابت کر دیا جسمین شک شبہہ کی گنجائش نہین۔ مین اور لکا یہ بہت سے میرے شیعی دوست بھی نوروز کو تقلید مجوسیان فارس سمجھتے تھے۔

بقیہ کتب بھی پڑھ رہا ہون۔ اور بڑے شوق کے ساتھ۔

آپ کا ارادت کیش

نانک چند عشرت۔ معلم انگریزی اسکول

بلرام پور۔ ضلع گونڈہ

حقائق پر بمبئی سماچار کا تبصرہ

بمبئی سماچار علاقہ بمبئی بلکہ ہندوستان کا سب سے قدیم روزنامہ ہے یعنی یہ موقر جریدہ ۱۸۲۲ء سے شائع ہوتا ہے اس کے معنی یہ ہوئے کہ اس وقت اسکی عمر ۱۱۲ سال کی ہے۔ اسکی اشاعت میں ہزاروں ہے اور یہی اسکی مقبولیت کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اسمیں ہر قوم اور ہر گروہ کے سیاسی۔ تمدنی اور مذہبی مسائل پر نہایت ہی آزادی کیساتھ بحث ہوتی ہے۔ مالکان سماچار ہی کے اہتمام میں بمبئی کرانیکل روزنامہ اور بمبئی سنٹینل بھی شائع ہوتے ہیں۔ یہ تینوں کانگریسی پرچے ہیں۔ سماچار تاجروں کا اخبار کہلاتا ہے اور گجراتی داں میمنوں خوجوں۔ بوہروں اور ہندوؤں میں بیحد ہر دلعزیز اور مقبول ہے۔ اس جریدے کی اشاعت ۱۵ دسمبر میں حقائق کے پہلے نمبر پر جو تبصرہ کیا گیا ہے اُس کا ترجمہ ناظرین "حقائق" کی اطلاع کیلئے درج ذیل ہے:—

ایک بے نظیر شیعہ رسالہ

یہ زمانہ آزادی کا ہے اور ہر قوم نیز ہر گروہ کو اپنے مذہبی عقائد کی تبلیغ کا پورا پورا حق ہے لیکن وہ تبلیغ ایسی نہ ہونا چاہیئے جس کی رو سے دوسرے فرقہ والوں پر ناروا حملے کئے جائیں اور ان کے عقائد کا نامعقول تمسخر کیا جائے۔ یا انکے متعلق اپنے گروہ کے جاہل طبقے میں خوفناک غلط فہمیاں پھیلائی جائیں۔ اور دلہائے ناآگاہ میں کسی فرقہ کے خلاف نفرت کے جذبات پیدا کئے جائیں۔ تبلیغ مذہب کے معنی یہ ہیں کہ آپکے مذہب میں جو خوبیاں ہیں انھیں ظاہر کر کے دوسروں سے انھیں قبول کرنے کی درخواست کیجئے اور دوسرے مذہب میں جو خامیاں آپکو نظر آئیں اُن پر اگر آپ نکتہ چینی کریں تو وہ حدود تہذیب میں ہوں۔ اسی طریقہ سے کام لینے سے آپکی نکتہ چینی کا غیر مذہب والے اثر لینگے اور اسی حالت میں وہ اپنی خامیوں سے واقف ہو کر آپکی خوبیوں کی قدر کرینگے۔ برخلاف اس کے اگر تلخی سے کام لیا گیا۔ غلط فہمیاں پیدا کی گئیں جہلا میں کسی گروہ کے خلاف اشتعال پھیلایا گیا تو اس کا نتیجہ کسی گروہ اور قوم کے لئے نہ اچھا ہوا ہے اور نہ اچھا ہوگا یہ بات ان افسوسناک متعدد واقعات کی مثالیں پیش کر کے ثابت ہو سکتی ہے جو اب سے پہلے پیش آچکے ہیں۔

ہندوستان میں تبلیغ مذہب کیلئے شیعوں کے کئی ادارے ہیں جن میں لکھنؤ مدرسۃ الواعظین تمام دنیا کا ایک عدیم المثال

تبلیغی ادارہ ہے۔ اس مین واعظ تیار کیے جاتے ہین چنانچہ ہندوستان کے گوشے گوشے اور افریقہ تک اس کے مبلغ پھیلے ہوے ہین۔ اسی طرح لکھنؤ کا ایک اور ادارہ "امامیہ مشن" ہے کہ شیعہ لٹریچر کی اشاعت سے تبلیغ دین کر رہا ہے۔ اور مدت قلیل مین اس نے جو تبلیغی خدمت انجام دی ہے وہ فی الحقیقت حیرت انگیز ہے۔ دو ہی سال کی مدت مین اس ادارے کی طرف سے ڈھائی ہزار صفحے کے تبلیغی رسائل شائع ہو چکے ہین۔ اور آئندہ صحبتون مین "شیعہ لٹریچر" کے عنوان سے ان پر تبصرہ کیا جائے گا۔

امامیہ مشن کے صاحب بنیاد سکریٹری کی طرف سے حقائق نامی ایک ماہانہ رسالہ شائع ہونا شروع ہوا ہے۔ جو حقیقت مین ایک بے نظیر شیعہ ماہانہ رسالہ ہے۔ اس رسالہ کا پہلا ہی نمبر مستقبل شاندار کی امید دلانے والا ہے۔ اس رسالے مین تمدنی۔ مذہبی اور تاریخی نیز ادبی مضامین شائع ہوتے ہین خوش قسمتی سے اسے قلمی معاون بھی ایسے ملے ہین جو پہلے ہی نہ صرف شیعون مین بلکہ عام اہل اسلام مین کافی شہرت اور ہر دلعزیزی حاصل کر چکے ہین۔

اس رسالہ مین عالی جناب مجتہد العصر سید العلماء کے دو مضمون جو مسلسل شائع ہون گے، شیعون کیلیے بے حد مفید ثابت ہونے کی امید دلاتے ہین۔ خاص کر جناب ممدوح کلام مجید کی جو تفسیر تحریر فرما رہے ہین وہ یقینی پڑھنے اور غور کرنے کے قابل ہوگی۔ سفرنامہ عراق امید ہے کہ شیعہ ہی نہین بلکہ عام مسلمان بھی شوق سے پڑھین گے۔ بسکہ حقائق کا ابھی یہ پہلا ہی نمبر ہے لہذا اس کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے نہ کافی ہے ہمین امید ہے کہ اردو دان شیعہ بھائی اس رسالے کی ضرور قدر کرین گے اسکی سالانہ قیمت چار روپیہ ہے۔

"معجزہ شق القمر"

(از قلم حکیم الامۃ علامہ منہاری مولانا سید احمد صاحب قبلہ دام ظلہٗ)

اس معجزہ کے متعلق ایک قسط بحث کی درج ہو چکی جس مین علم المناظر کے رو سے ایک صورت اسکی پیش کیگئی تھی اور اصل حقیقت معجزہ کے متعلق تفصیلی بحث آئندہ کبھی لکھنے کا ارادہ ہے لیکن اسوقت ہم علوم جدیدہ کے دلدادہ افراد کے مذاق پر ایک اور صورت اس معجزہ کے امکان کی پیش کرتے ہین تفصیل اس قسم کے تمام مباحث کی ہماری کتاب فلسفۃ الاسلام مین موجود ہے۔

چاند سورج مین گرہن ہمیشہ ہر ایک آنکھ دیکھتی ہے اور ہیئت جدیدہ نے دیگر سیارات کے گرہنون کا بھی ذکر کیا ہے ہر ایک گرہن کے اسباب و علل جدا ہین جن کے بیان کو ہمارے موضوع سے تعلق نہین ہے ہمکو تو چاند کے گرہن سے بحث ہے معمولی ہیئت کا مسئلہ ہے کہ شب چہاردہم کو آفتاب اور ماہتاب کے درمیان زمین حائل ہوتی ہے اور یہ سب کے سب ایک سیدہ مین آجاتے ہین لہذا زمین کے درمیان مین حائل ہوجانے سے چاند پر زمین کا سایہ پڑتا ہے جسکی وجہ سے وہ حجاب مین پڑجاتا ہے اور اسکو گرہن کہتے ہین۔

ہیئت جدیدہ کا یہ بھی مسلمہ مسئلہ ہے کہ "کومٹ" (دمدار ستارہ) وہ سیارہ ہے کہ جو غیر منظم حرکت کرتا رہتا ہے دو ہزار سال کے زمانے مین ایسے چھ سو "کومٹ" آجتک دکھائی دیے اور پھر اس نظام سے باہر چلے گئے اور دو سو ایسے سیارون کا ابتک دائرہ حرکت دریافت ہوا ہے اور ان مین سے چالیس سیارون کا مدار جو اس نظام شمسی مین شامل ہوگئے ہین اور زمانہ معینہ مین آفتاب کے گرد دورہ کرتے ہین انتہا درجہ کا بیضاوی ہے اور بقیہ ۱۶۰ سیارون کا مرکز ہمیشہ بدلتا رہتا ہے یعنی وہ کسی خاص مرکز پر دورہ نہین کرتے۔

وہ بے روک ٹوک اس نظام شمسی مین گھس پڑتے ہین جن کی وجہ سے اکثر ہیئت دانون کو خوف لگا رہتا ہے کہ وہ مدار ارضی مین داخل ہوکر کہین ٹکرا نہ جاوین اور کرہ زمین جس کی وجہ سے

تباہ ہو جاوے چنانچہ ۱۸۳۲ء مین ایک کومٹ نے ساکنان ارض کو اپنی قیامت خیز چال سے گھبرا دیا تھا اسلئے کہ حساب سے معلوم ہوا تھا کہ اوس کا دائرہ حرکت زمین کے مدار کو ضرور قطع کریگا۔

غرضکہ علمائے ہیئت اپنے آلات رصدیہ سے معلوم کر کے ہمیشہ بتاتے رہتے ہین کہ فلان کومٹ فلان وقت پر اس رفتار سے ظاہر ہو گا۔

اس مختصر بیان کے بعد ہم پوچھتے ہین کہ ایک عالم علوم الٰہی بغیر مدد آلات رصدیہ اگر کسی کومٹ کے مدار ارض و مدار قمر کے درمیان سے گذرنے سے خبردار ہو جائے اور ٹھیک اوسی وقت جبکہ کفار ماہتاب مین معجزہ رسول خدا سے دیکھنے کھڑے ہون وہ کومٹ اس طرح سے گذرے کہ وسط ماہتاب اوس کی وجہ سے بے نور معلوم ہو اور دو حصون مین منقسم نظر آوے اور یہ خاص طور کا گرہن ماہتاب مین کومٹ کے حائل ہونے سے نظر آوے تو بتاؤ کونسی محال بات ہے اور فن ہیئت کب اسکو جھٹلا سکتا ہے۔

معجزہ وہ اسلئے ہے کہ علم الٰہی سے رسول اوس کا عالم ہوا اور جن علوم مین تم آلات و اسباب کے محتاج ہو وہ ذات مقدس اون اسباب آلات سے بے نیاز ہے اور ممکنات و خواص طبعیہ سے عالم العلم الٰہی اوسی طرح سے کیبلتا ہے جس طرح فلاسفہ و حکما ربعد جانکنی آلات و اسباب سے اون خواص طبعیہ پر قادر ہوتے ہین۔

(اللّٰھم صل علی محمد و آل محمد)

رسالہ حقائق

کی خریداری اور توسیع اشاعت آپکا قومی و مذہبی فرض ہے

(سلسلۂ تفسیر قرآن)

چوتھا تبصرہ

اعجاز قرآن

معجزہ کے معنی | معجزہ وہ غیر معمولی چیز ہے جو کسی نبی کو دعوائے نبوت کے ثبوت میں خداوند عالم کی جانب سے عطا ہوتی ہے جسکے مقابل لانے سے اُسکی مخاطب دنیا کی تمام طاقتیں عاجز ہوتی ہیں ۔

معجزہ کی ضرورت | انسانی افراد اپنی افتاد طبع کی بنا پر اقتدار پسندی و جاہ طلبی کے پُتلے ہوا و ہوس کے مجسمے اور ذاتی و نفسانی اغراض کے بندے ہیں، اُن کو ذرا سی کسی ایسی بات کا دعوے جس میں اپنی سیادت نمایاں ہوتی، اپنی بات بالا ہوتی اور دوسرے بہت سے سادہ لوح افراد کے دلوں پر اپنی حکومت کا سکہ قائم (۲۵)
ہوتا ہو بہت آسان، سہل و خوشگوار معلوم ہوتا ہے۔ اُن کو اس میں کسی سچائی، حقیقت، واقعیت کا خیال پس و پیش کرنے پر آمادہ نہیں کرتا بلکہ ایک ذرا سی وقتی شان و شوکت اُنکو بڑے سے بڑے غلط دعوے پر آمادہ کر سکتی ہے جس کی آخری حد خدائی کے دعوائے باطل تک پہونچتی ہے اُس کے آگے کوئی زینہ ہی نہیں کہ نقطۂ ادعا وہاں تک پہونچے ۔

نبوّت و رسالت جو ایک خداوندی منصب اور روحانی عہدہ ہے اپنی واقعی حقیقت کے اعتبار سے ایک روحانی اقتدار، فرمان روائی، سیادت کے ساتھ لازم و ملزوم کا رشتہ ضرور رکھتی ہے اسلئے عام انسانی افراد کے اقتدار پسند طبائع اس جامہ کو زیب تن کرنے اور اس منصب کے غلط دعوے کرنے پر بڑی جرأت کے ساتھ آمادہ ہو جاتے ہیں ۔

بات یہ ہے کہ دنیاوی منصب ظاہری اسباب و ذرائع اور مادی ساز و سامان پر موقوف ہوتے ہیں، وہ ذرائع اور سامان جس کے لئے مہیا نہ ہوں اُسکے لئے اُن مناصب کے نام لینے سے کوئی حاصل ہی نہیں ہے۔ ایک

بے تاج و تخت، بے مال و دولت زاویہ نشین فقیر یہ ادعا کرے کہ مین بادشاہ ہون، وزیر ہون، رکن سلطنت ہون تو کوئی کاہے کو ماننے لگا اور کیون تسلیم کرنے لگا لیکن نبوت و رسالت وغیرہ یہ مناصب کسی ظاہری ذریعہ و سبب پر مبنی نہین ہوتے بلکہ روحانی پیغام اور باطنی وحی و الہام کے ساتھ تعلق رکھتے ہین تو کسی شخص کو ان کے ادعا مین کوئی دشواری محسوس نہین ہوتی، ظاہری لوازم زندگی کے اعتبار سے انبیاء و مرسلین بھی عام افراد بشری کی طرح انسان ہی ہوتے ہین جن کو قدرت کی طرف سے رسالت کے عہدہ کیلیے منتخب کیا جاتا ہی۔ لوگ سمجھتے ہین خدا سامنے آئیگا نہین دنیا نہ آنکھ پہونچےگی نہین پھر یہ کہنا کیا مشکل ہی کہ مجھکو خدا نے عہدۂ رسالت پر مبعوث کیا اور مجھکو تمام خلق کی رہنمائی کیلیے مقرر کیا ہی۔

اسکی نظیرین بھی برابر دنیا کے سامنے پیش ہوتی رہتی ہین یعنی ہر قوم کے نزدیک متفقہ طور سے بعض ایسے لوگ ضرور موجود ہین جنھون نے غلط طریقہ پر نبوت کا دعوی کیا اور ایک باطل شریعت کی بنیاد قائم کی۔

ایک قانون کا مرتب کر لینا اور دنیا کی رفتار پر نظر کر کے کچھ اصول قرار دے لینا جن کو شریعت الٰہیہ کے نام سے پیش کیا جائے کوئی مشکل کام نہین ہی۔

(۲۶) یہ فیصلہ کہ اسکے تمام احکام صحیح اصول پر مبنی ہین یا نہین؟ عام افراد کا کام نہین اسلیے کہ انسانی فلاح و بہبود کے سلسلہ مین عقلائے زمانہ کے خیالات ایک نقطہ پر مجتمع نہین چہ جائیکہ عام افراد۔

اس صورت حال کے بعد اگر اس مدعی نبوت کے پاس جو حقیقۃً خدا کا فرستادہ، اس کا پیغامبر، سفیر اور اسکی شریعت کا مبلغ ہی صرف دعوی ہی دعوی ہو کہ مین خدا کا رسول، اس کا فرستادہ ہون اور اسکے سوا کچھ نہو تو اس مین اور ان لوگون مین جو غلط طور پر یہی دعوے کر رہے ہین فرق ہی کیا رہا اور عام افراد کے اوپر کیونکر یہ فرض عائد کیا جائے کہ وہ اس سچے نبی کے قول کو تسلیم کرین، اسکے دعوے کو سر آنکھون پر رکھین اور اطاعت کرین۔ اور دوسرون کے دعوے سے انکار کرین، انکی شریعت کو تسلیم نہ کرین۔

اسکے لیے عقل ضروری سمجھتی ہی کہ یقیناً وہ شخص جو خدائے حکیم و خبیر کا حقیقی نمایندہ ہی اسکے لیے خدا کی جانب سے خصوصی طور پر ایسی بات ہونا چاہیے جس کو وہ بحیثیت دلیل دعوائے نبوت پیش کرسے اور جس کے مقابلہ سے دنیا کی طاقتین عاجز ہون۔

معجزہ اور اثبات حقانیت یہ امر ایک مدت تک محل بحث رہا ہی کہ معجزہ سے کسی نبی کی سچائی پر کیونکر روشنی پڑتی ہے

بہت سے لوگ معجزہ کی حقیقت کو صرف ایک غیر معمولی عجیب و غریب کرتب میں منحصر سمجھ کر یہ کہدیتے ہیں کہ ایسی باتیں تو اکثر جادوگر، شعبدہ باز بھی پیش کر دیتے ہیں یا بعض غیر معمولی طاقت کے انسان اکثر ایسے کام کرتے ہیں جن سے عام افراد قاصر نظر آتے ہیں تو کیا ان میں سے ہر ایک معجزہ سمجھا جائیگا اور اگر نہیں تو اس میں اور معجزات انبیاء میں کیا فرق ہے ؟

یہ سوال حقیقۃً دلیل اعجاز کے متعلق نا سمجھی پر مبنی ہے۔

اعجاز کی بنیاد ایک باریک خصوصیت پر ہے جس کی وجہ سے ایک قسم کا عجیب و غریب مظاہرہ ایک مدعی نبوت کے لئے دلیل اعجاز اور سبب ثبوت نبوت ہوتا ہے اور اسی قسم کا مظاہرہ ایک ساحر اور جادوگر سے یا کسی غیر معمولی انسان کا کوئی مخصوص کمال اس کا معجزہ نہیں ہوتا اور دلیل نبوت قرار نہیں پاتا۔

غور سے ملاحظہ ہو حضرت حق عز اسمہ حکیم علی الاطلاق نقص و عیب سے بری، ظلم، دروغ اور باطل کی حمایت سے بلند و برتر ہے، اسکے دامن قدرت تک کسی باطل پروری اور ناحق کوشی کی حمایت کا الزام عائد ہونا اس کے شانِ کمال و حکمت کے خلاف ہے۔ (۲۷)

ہمارے ایسے عام افراد میں کوئی ہماری جانب سے ایک غلط بات کی اشاعت کرے، ہمارا نام لیکر کسی غلط امر کا ادعا کرے، اور ہماری طرف سے کوئی علامت شناخت ثبوت میں پیش بھی کرے جس سے عام اشخاص کا دھوکا کھا جانا اصول فطرت کے لحاظ سے حق بجانب ہو تو ہمارا فرض ہے کہ ہم حقیقت کا اظہار، واقعیت کا اعلان کریں، اور اپنی ذمہ داری کو اس سلسلہ میں پورا کر دیں۔

ایک گندم نما جو فروش، ریاکار و ظاہر دار، زہد و تقدس کا بیوپاری اور بناوٹی ورع و تقویٰ کا دوکاندار میری طرف سے اجازۂ اجتہاد یا پیشنمازی میرے جعلی دستخط اور مہر سے بنا کر اطراف و جوانب، شہر و دیہات میں جا جا کر خلق خدا کی گمراہی کا سامان مہیا کرتا ہے۔ بیشک لوگوں کا یہ فرض ہے کہ جب وہ میری طرف نسبت دیکر اپنی اشتہاری پیشنمازی یا اجتہاد کی دعوت دے تو وہ اس سے دلیل، سند کا مطالبہ کریں لیکن جب اس نے اس مطالبہ کے جواب میں دستخطی و مہری سند پیش کر دی تو عام افراد کا فرض ختم ہو چکا، انکی فطرت کا تقاضا اسکے سر تسلیم کو خم کرا دے گا اور وہ یقیناً اسکے غلط گمراہ کن دعوے کے فریب میں مبتلا ہونے میں حق بجانب ہیں۔ لیکن اس موقع پر

مجھے اطلاع ہو جائے اور معلوم ہو تو میرا لازمی فریضہ یہ ہے کہ جب میرے جعلی دستخط اور مہر سے خلق کی گمراہی کا سامان ہو رہا ہے تو مین اعلان کر دون کہ یہ میری دستخط اور مہر نہین ہے میری طرف اسکی نسبت غلط ہے اور میری اصلی دستخط اور مہر اسکے علاوہ ہے۔

اسکے برخلاف اگر کسی ایسے شخص کے اظہار و اقرار کے بعد مین نے سکوت کیا تو اسکے معنی یہ ہونگے کہ مین اسکے دعوے کا امضا کرتا، اسکے اعلان کو برقرار رکھتا اور عملی حیثیت سے اسکی تائید کرتا ہون۔

بیشک اسی صورت سے جب خدا کی طرف سے ایک شخص نے کسی منصب، عہدہ، مرتبہ کا دعویٰ کیا جو بالکل روحانی بنیادون پر مبنی ہے جسکے آثار و خصوصیات مادی دنیا سے الگ اور عام افراد کے ظاہری معیار امتیاز سے جداگانہ ہین۔

اُس نے اظہار کیا کہ مجھے خدا نے نبوت و رسالت کے شرف سے مخصوص کیا، اور سفارت کے عہدۂ جلیلہ سے ممتاز کیا ہے۔ اُس نے مجھ کو ہدایت خلق کیلئے بھیجا ہے اور عام خلق کا رہنما قرار دیا ہے۔ بیشک اسوقت عام افراد کا فرض ہے کہ وہ اُس سے دلیل کا مطالبہ کرین اور ثبوت نبوت کیلئے برہان حقیقت کے پیش کرنیکی خواہش کرین۔ (۲۸)

یہ مطالبہ ہوا اور اُس نے ایک غیر معمولی، عام انسانون کے طاقت و اقتدار سے بالاتر بشری قوت سے بالکل باہر ایسا امر پیش کیا جس سے انسانی کمال کا ہاتھ کوتاہ نظر آیا اور بشری طاقتین عاجز ہوئین۔ اُس نے کہا کہ یہ طاقت مجھے خدا کی طرف سے عطا ہوئی ہے اور یہ میری سچائی کی شناخت اور پہچان ہے۔

اس موقع پر اگر خدا ہمارا ایسا ایک شخص ہوتا جس پر بیخبری یا سہو و نسیان وغیرہ کا امکان ہوتا تو بہت ممکن ہے عرصہ تک اسکی خاموشی بیخبری کے سبب سے حق بجانب قرار پا سکتی لیکن عالم و حکیم خدا، حاضر و ناظر خدا، نظام کائنات کا مدبر خدا اگر اس کے بعد خاموش رہا، یعنی اُسکے دعوے کو برقرار رہنے دیا، اُسکی طاقت کے مقابل کوئی طاقت پیدا نہ کی، اُسکے ادعائے بے مثالی کو توڑنے کی تدبیر نہ کی اور اُسکی قوت کو عاجز نہ کیا نہ اسکے مقابلہ مین کسی دوسرے کو قوت عطا کی تو سمجھنا چاہیئے کہ اُس نے نمایندگی کا امضا، سفارت کا اقرار اور عہدہ کی تائید کی اور اُسکے دعوائے نبوت و رسالت کی عملی طور پر تصدیق کی ہے۔

اسکے معنی یہ ہین کہ وہ سچا نبی، حقیقی رسول ہے۔

اگر ایسا نہیں تو خدا پر حمایت باطل، گمراہی خلق اور پامالی حق کا الزام آتا ہے جو کسی طرح خداوند عالم کی شان جلال و کمال کیلئے جائز نہیں ہے۔

اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ معجزہ میں جو روح اعجاز دوڑتی ہے وہ اُس دعوائے نبوت و رسالت کی بنا پر جو اس قدرت نمائی کا انتساب خدا کی طرف کر دیتا ہے اور جس کے بعد خدا پر ذمہ داری عائد ہو جاتی ہے۔

لیکن اگر دعوائے نبوت و رسالت نہیں ہے تو لاکھ کوئی عجائبات پیش کرے، حیرت انگیز کرتب کھلائے محیر العقول کام انجام دے ہر موقع پر خدا کا یہ فرض تھوڑی ہے کہ وہ ہر بات کے مقابلہ میں ایک بات اور ہر چیز کے جواب میں ایک چیز پیش کرتا ہے، آخر اس صورت میں یہ سلسلہ کہیں پر ختم بھی تو ہوگا تو وہ آخری چیز لاجواب ہی ہوگی اور اسکی کوئی مثال موجود نہ ہوگی۔

ان عجیب مظاہروں، حیرت انگیز کرتبوں اور تعجب خیز کارگذاریوں سے خدا پر ذمہ داری ہی کونسی عائد ہوتی ہے تاکہ ان عجیب کارناموں کا برقرار رہنا کسی خاص حقیقت کی دلیل قرار پائے۔

(۲۹) مذکورہ بالا بیان کی بنا پر معجزہ کی بنیاد حسب ذیل ارکان پر ہے جنکے بغیر کوئی چیز معجزہ نہیں سمجھی جا سکتی۔

(۱) منصب روحانی یعنی نبوت و رسالت وغیرہ کا ادعا۔

(۲) غیر معمولی امر ہونا جو اُس حلقہ میں کہ جو دعوائے نبوت و رسالت کا مخاطب ہے تمام افراد کی طاقت و اقتدار سے باہر ہو اسلئے اگر ایسا امر ہو جس پر دوسرے اشخاص بھی قدرت رکھتے ہیں تو وہ دلیل خصوصی کسی مرتبہ و عہدہ کی ہونیکے لائق نہیں ہے۔

(۳) اُس دعوے کے بعد کسی ایسے شخص کا پیدا نہ ہونا جو اُس دعوے کو توڑ سکے اور اُسے باطل کر سکے۔

(۴) حالات اور خصوصیات کی بنا پر کسی ایسے امر کا موجود نہ ہونا جو اُس مدعی نبوت کے دعوے کا قطعی بطلان کرنے کیلئے کافی ہو اسلئے کہ اگر ایسا ہوا یعنی کوئی ایسا امر پایا گیا جو اُسکے دعوے کو باطل ثابت کرنے کیلئے کافی ہے جیسے مستند تسلیم شدہ نبی سابق کا اعلان کہ میرے بعد آنیوالا مدعی نبوت غلط گو ہے یا یہ اعلان کہ میرے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے یا خود اس شخص کا جو مدعی نبوت ہے فاسق و فاجر اور اپنی سابقہ زندگی کے اعتبار سے بالکل ناکارہ ہونا جس کے ساتھ اُس کا بعہدہ نبوت و رسالت منتخب ہونا قطعی دلائل عقلیہ اور خدا کے مواعید یقینیہ کے

خلاف ہے تو ایسے شخص کا مدعی نبوت ہونیکے بعد کسی غیر معمولی امر کا اظہار بھی اسکی نبوت کے ثبوت کے لئے کافی نہین ہوسکتا اسلئے کہ ثبوت نبوت تو خداوند عالم کے اوپر ذمہ داری عائد ہونے کی بنیاد پر تھا اور یہان خدا کی ذمہ داری نبی سابق کے اعلان یا ان قطعی بیانات سے جو ایسے شخص کی نبوت کے منافی ہین پوری ہوچکی ہے۔ جو خدا کی حجت تمام ہونے اور خلق کو گمراہی سے محفوظ رکھنے کے لئے کافی ہے جس کے بعد خداوند عالم کو اس مدعی نبوت کے مقابل مین خصوصی حیثیت سے کسی طریقہ کے ابطال کی ضرورت نہین ہے۔

پہلا اور تیسرا رکن وہ ہے جو معجزہ سحر اور جادو سے الگ کردیتا ہے۔ یقیناً جادو بھی ایک حیرت انگیز صورت کا مظاہرہ ہوتا ہے لیکن یا تو اُسکے ساتھ دعوائے نبوت و رسالت وغیرہ ہوتا نہین اسلئے خداوند عالم پر کوئی ذمہ داری عائد نہین ہوتی یا اگر دعوائے نبوت و رسالت کے ساتھ یا کسی سچے نبی کے دعوائے نبوت اور معجزہ کے مقابلہ مین ہوتا ہے تو خدا اُسکے ابطال کا سامان کردیتا ہے جیسا کہ ساحران فرعون کے قصہ مین واقع اور صورت پذیر ہوا۔

بہت سے وہ اشخاص جنھون نے حقیقت معجزہ اور دلیل اعجاز پر غور نہین کیا ہے اعجاز نبوت کے مقابلہ مین
(۳۰) بہت سے اشخاص کے ذاتی کمالات کو پیش کردیتے ہین۔

مثلاً یہ کہتے ہین کہ قرآن بحیثیت فصاحت و بلاغت اگر اسلئے معجزہ ہے کہ اُس کا مثل کوئی نہین لاسکا تو بہت سے علمی و ادبی آثار مختلف ادبا کے مختلف زبانون مین ایسے ہین جن کا مثل و نظیر اب تک باوجود کوشش و کاوش کے ممکن نہین ہوسکا ہے جیسے فارسی زبان مین شاہنامہ فردوسی۔ گلستان سعدی۔ اُردو مین مثنوی میر حسن مراثی میر انیس۔ انگریزی مین شکسپیر وغیرہ کے آثار قلمی اور ادبی کارنامے،

انکے جواب مین ہمارے مذکورہ بالا بیانات کی روشنی مین اتنا کہدینا کافی ہے کہ بیشک اگر فردوسی، سعدی، میر حسن، میر انیس، شکسپیر وغیرہ نے نبوت، رسالت، مظہریت، وغیرہ وغیرہ کا ادعا کیا ہوتا اور پھر بھی انکے شاہنامہ، گلستان، مثنوی، مراثی وغیرہ کا جواب نہو سکتا اور نہ ممکن ہوتا تو ہم یقیناً[۵] اُن کو معجزہ اور اُن کو تسلیم کرلیتے اور اُسے دلیل اعجاز سمجھتے لیکن مشکل تو یہ ہے کہ اُنکے قلمی آثار اُس روح اعجاز سے عاری ہین جو کسی

۵ یہ اس امر سے قطع نظر کرتے ہوئے ہے کہ مذکورہ بالا مظاہرات کا موقع ظہور اسوقت ہے جب ختم نبوت کے اعلان نے کسی نبی و رسول کی بعثت کا دروازہ بند کردیا اسلئے چوتھے رکن کی بنا پر بھی دلیل اعجاز مکمل نہین ہے اور ان مظاہرات سے حقیقت اعجاز کے اوپر کوئی اثر نہین پڑتا۔

حیرت انگیز امر کے معجزہ ربانی و دلیل حقانی ہونیکی ضامن ہو اسلئے انھیں معجزہ سمجھنا کسی صورت سے صحیح نہین ہو۔
قرآن معجزہ ہو اسلئے کہ وہ ثبوت نبوت مین پیش ہوا، دلیل رسالت مین لایا گیا اور دنیا کو دعوت دی گئی کہ اگر وہ نبوت مین شک رکھتی ہو تو اسکی مثال پیش کرے اور پھر بھی دنیا قاصر رہی اس سے معلوم ہوا کہ وہ حقیقۃً انسانی طاقت سے خارج اور خدا کی خاص قوت و قدرت کا کرشمہ اور مخصوص امتیاز اور روحانی اختصاص ہے جو ثبوت نبوت کیلئے قدرت کی طرف سے عطا ہوا ہے۔

قرآن مین معجزات انبیاء کا تذکرہ | بہت سے افراد جنھون نے اپنے دل خواستہ اور ساختہ و پرداختہ انبیاء کا حلقہ اطاعت زیب گردن کیا ہو اور زمانہ کے موجودہ دور سے قریب ہونے کی وجہ سے اُنکے لئے وہ کچھ معجزات و خوارق عادات کے ظہور کے ادعا کی جرأت نہین رکھتے وہ اس اپنی کمزوری اور سرمایۂ اعجاز سے بے مائگی د امیدی کو معجزات انبیاء کے انکار سے چھپانے کی کوشش کرتے ہین اور یہ خیال ظاہر کرتے ہین کہ انبیاء عجیب و غریب ظاہرات ظاہر کر کے اپنی نبوت تسلیم نہین کراتے تھے بلکہ صرف اُنکی روحانیت تھی جو اُنکے لئے قلوب کو جذب کرتی (۱۳۱)
ر لوگون کو اُن کا گرویدہ بناتی تھی۔

وہ اس سلسلہ مین قرآن کے اندر معجزات انبیاء کے تذکرہ کیے جانے کا بھی انکار کرتے ہین اور یہ کہتے ہین کہ قرآن مین ین معجزہ کو دلیل نبوت نہین بتایا گیا ہو اور نہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لئے قرآن نے معجزات کا ادعا کیا ہو۔
اس کے متعلق سال گذشتہ ہمارے پاس ایک طویل الذیل سوال آیا تھا جس کا جواب بھی بہت تفصیل سے دیا گیا تھا۔
اس سوال کے قبل ہی ایک سوال معیار شناخت نبی کے متعلق تھا جو اسکے جواب کے ساتھ ساتھ "حقائق" کے پہلے نمبر مین ذیل "استفسارات و تحقیقات" شائع ہوا ہو۔ اس دوسرے سوال و جواب کے متعلق جو "معجزہ اور حقیقت اعجاز" سے متعلق ہو خیال تھا کہ کسی مناسب موقع پر "استفسارات و تحقیقات" ہی کے باب مین شائع کیا جائے لیکن البتہ موجودہ جبکہ ہماری تفسیر کا زیر تحریر تبصرہ اسی موضوع سے متعلق ہو اور وہ بغیر ان مطالب کے تذکرہ کے تشنہ ل رہتا ہو تو مناسب یہی معلوم ہوتا ہو کہ اُس استفسار و جواب کے ضروری مطالب مختصر سے حذف و تخفیف تھوڑے سے اختلاف ترتیب کے ساتھ اس موقع پر درج کر دئے جائین جن سے اس تبصرہ کے مخصوص مقصد پر بہت تیز روشنی پڑنے کی اُمید ہو۔

(سوال) معجزہ کیا چیز ہے؟ قرآن مجید نے معجزہ کی کوئی تعریف بیان کی ہے یا نہیں؟ کیا ہر پیغمبر اپنے منجانب اللہ ہونے کے ثبوت میں معجزہ پیش کرتا رہا ہے؟ کیا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی معجزہ دکھانے کا دعویٰ کیا یا ثبوت نبوت میں معجزہ پیش کیا ہے؟ کیا قرآن مجید معجزہ کو دلیل نبوت قرار دیتا ہے؟ کیا محمد صلعم روحی فداہ نے کبھی معجزہ دکھانے سے باوجود طلب انکار بھی کیا ہے؟ اگر ایسا ہے تو کیوں؟

(الجواب) معجزہ ایسی چیز ہے جو بحیثیت دلیل دعوائے نبوت کیساتھ پیش ہو جس کے مقابلہ سے دوسروں کی طاقتیں عاجز ہوں اور بے شک انبیا ایسے ہی دلائل کے ساتھ مبعوث ہوتے رہے ہیں (سل بنی اسرائیل کم اتیناھم من آیۃ بینۃ) (قد جاءتھم رسلنا بالبینات) (وما اختلف فیہ الا الذین اوتوہ من بعد ما جاءتھم البینات) اور حضرت محمد مصطفیٰؐ نے بھی یقیناً معجزہ پیش کیا (قل لئن اجتمعت الانس والجن علیٰ ان یاتوا بمثل ھذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا) اور خود قرآن مجید نے اس معجزہ کو دلیل نبوت بھی قرار دیا ہے (ام یقولون افتراہ قل فاتوا بعشر سور من مثلہ وادعوا من استطعتم

(۳۲) من دون اللہ ان کنتم صادقین) بعض اوقات مزید معجزہ دکھانے سے انکار اس بنا پر ہوا ہے کہ جب کچھ دلائل و بینات پیش ہو چکے وہی اثبات حقیقت کیلئے کافی تھے (وقال الذین لا یعلمون لولا یکلمنا اللہ او تاتینا آیۃ کذلک قال الذین من قبلھم مثل قولھم تشابھت قلوبھم قد بینا الآیات لقوم یوقنون) مگر جو آیات و معجزات کا نتیجہ ہے کہ اب آن کو ان کے حال پر چھوڑ کر ان کے مطالبہ اظہار معجزہ کو ٹھکرا دیا جائے (ساصرف عن آیاتی الذین یتکبرون فی الارض بغیر الحق) (وان یروا کل آیۃ لا یومنوا بھا) (ذلک بانھم کذبوا بآیاتنا) تعصب اور کفر و جحود کے ظاہر ہو چکنے کے بعد جو کچھ بھی معجزات پیش کیے جائیں بے کار ہیں۔

(ولو فتحنا علیھم بابا من السماء فظلوا فیہ یعرجون لقالوا انما سکرت ابصارنا بل نحن قوم مسحورون) لیکن اگر عناد و تعصب کو ہٹا کر دیکھا جائے تو روشن دلیل سامنے نظر آتی ہے (یا ایھا الناس قد جاءکم برھان من ربکم وارسلنا الیکم نورا مبینا)

۲۲ محرم ۱۳۵۲ھ

مستفسر کے مزید سوالات

مولانائے محترم میرے سوال کے تمام ٹکڑے ایک مربوط سلسلہ میں ہیں اگر ایک کا بھی جواب ملا تو یہی کہ

نتیجہ پر نہین پہونچ سکتا ۔

مجھے معجزہ کی اُس تعریف کی تلاش ہے جو قرآن مجید مین بیان کی گئی ہو یا کسی ایسی متواتر حدیث مین ہو جسکی تائید کیلئے آیۂ قرآنی بھی موجود ہو متکلمین کی تعریف سے میری تشفی نہین ہوسکتی لہذا جب تک ازروئے نص قرآن تعریف معجزہ معین نہ ہوجائے تمام جوابات میرے لئے مفید مطلب نہین کیونکہ متکلمین کی عقلیں ہر وقت جائز الخطا ہین ۔

موجودہ جواب سے چند شبہات اور پیدا ہوگئے ہین ۔

موجودہ تعریف یہ ہے کہ معجزہ دعوائے نبوت کے ساتھ ہی پیش ہونا ضروری ہے ۔ اب سوال یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے جب اولاً دعوائے نبوت کیا تو وہ کونسا معجزہ تھا جو پیش کیا یا محمد صلعم روحی فداہ نے جب حسب فحوائے (وانذر عشیرتک الاقربین) پہلا دعوی کیا تو وہ کیا معجزہ تھا جس کو پیش کیا ۔ اگر تاریخ یا قرآن ان دعاوی کے ساتھ معجزہ کے متعلق کچھ بھی شہادت دیں تو واقعہ صحیح ورنہ معجزہ کی تعریف بہت کچھ محل قدح ہے ۔

نیز یہ کہ آیۂ مبارکہ (قل لئن اجتمعت الانس والجن الخ) مین مثل قرآن سے کس قسم کی مماثلت

(۴۳) مراد ہے ؟

اگر مقصد یہ ہے کہ قرآن بحیثیت انشاپردازی بے مثل عبارات پر مشتمل ہے اور اسکے مثل عبارات بغیر ابتک کوئی مرتب نہ کرسکا تو یہ کوئی معجزہ نہین ۔ اکثر بلند پایہ انشاپردازون کے اسالیب بیان و اختراعات ادبی اسی قسم کے ہین کہ وہ ان مین منفرد ہین اور اُنکی تقلید ناممکن ٹھہری ہے ۔ مثال کے لئے عربی زبان مین قیس عامری و اصمعی فارسی مین سعدی شیرازی و طاہرہ قرۃ العین ۔ انگریزی مین ہنری لانگ فیلو سر والٹر اسکاٹ ۔ ڈاکٹر رابندر ناتھ ٹیگور اور شیکسپیر ۔ روسی زبان مین ٹالسٹائے ۔ اردو زبان مین پروفیسر محمد حسین آزاد مرحوم وغیرہ وغیرہ ایسے لوگ ملتے ہین کہ ناقدین ادبیات کے نزدیک اُنکے اسالیب کی تقلید ناممکن ٹھہری ہے ۔ اسی لئے طرز ممتنع و سہل ممتنع کی اصطلاحات علمائے ادب مین کمیاب نہین ۔

دوسری بات یہ ہے کہ پیغمبر اسلام صلعم روحی فداہ نے مصلح خلق ہونے کا ادعا فرمایا ہے اور قرآن مجید کو بحیثیت نسخۂ اصلاح خلق پیش کیا ہے ، آپنے کبھی شاعر یا انشاپرداز ہونے کا ادعا نہین فرمایا پھر اپنی کتاب کے ادبی ذ شاعری یا افسانہ نویسی کے کمالات کیساتھ پیش کرنا اور انہی کمالات کو معجزہ قرار دینا کیا معنی رکھتا ہے اسلئے اگر

قرآن مجید اپنی انشاپردازی ہی کی وجہ سے معجزہ ہے تو اس کا ثبوت بھی قرآن مجید ہی سے ملنا چاہیئے تاکہ قابل قبول ہو سکے ۔

(الجواب) سب سے پہلے مین معجزہ کی دلیل عقلی لکھتا ہون جس سے اُسکے مفہوم پر مکمل روشنی پڑے گی پھر مین اُس کا وجود قرآن مجید مین ثابت کرون گا ۔

(اسکے ذیل مین ہم نے معجزہ کی ضرورت اور معجزہ سے ثبوت حقانیت کی دلیل اُسی بیان کے مطابق جو گزشتہ صفحات مین بہت تفصیل سے درج کیا گیا ہے تحریر کرتے ہوئے معجزہ کے شرائط و خصوصیات کا تذکرہ کیا اور اُنکی بنا پر یہ ثابت کیا کہ معجزہ کے مقابلہ مین عربی، فارسی، اُردو انگریزی زبان کے مختلف اشخاص کے انفرادی کمالات کو پیش کرنا صحیح نہین ہے اور حقیقت کے اعتبار سے دلائل نبوت کی صداقت کا جو راز ہے اُس سے ان تمام کمالات مظاہرات کو کوئی تعلق نہین" اسکے بعد ہم نے لکھا ہے)

ان خصوصیات و شرائط کے ساتھ جو چیز پیش ہو وہ یقیناً دلیل ثبوت نبوت اور معیار صداقت ہے۔ اسی کو (۴۳) قرآن مین آیت اور بیّنہ کہا گیا ہے اور اسی کو متکلمین اپنی اصطلاح مین معجزہ کہتے ہین ۔

برادرم الفاظ کے گورکھ دہندے مین پھنسکر معانی سے کنارہ کشی نہ کیجئے ۔ آپ کو لفظ معجزہ پر ایمان لانا ضروری نہین ہے کہ آپ اس لفظ کو قرآن مین تلاش کیجئے اور اُس کی تعریف ڈھونڈھیئے قرآن کوئی فرہنگ اور لغت مصطلحات نہین ہے کہ اُس مین لفظ معجزہ اور اُسکی تعریف کی جستجو ضروری سمجھین ۔ بیشک آپکو اس قسم کی دلیل نبوت جس کو متکلمین اپنی اصطلاح مین معجزہ کہتے ہین اور جس کے وجود کو ثبوت نبوت مین ضروری سمجھتے ہین اُس کا پتہ قرآن مین لگانا چاہیئے اگر اُس کا پتہ لگجائے تو الفاظ مین آپ کو اختیار ہے اور نام رکھنا آپکے ہاتھ مین ہے آپ اسکو معجزہ کہین جیسا کہ اس لفظ کے معنی لغوی (عاجز کردینے والی چیز) کی مناسبت سے متکلمین کی اصطلاح ہے یا جس لفظ سے قرآن مجید نے اُن دلائل کی تعبیر کی ہو اس لفظ سے تعبیر کیجئے یا کوئی نام اپنے دل سے تجویز کر لیجئے مجھکو یا کسی شخص کو اسپر کوئی اعتراض نہوگا ۔

اب مین آپ کو دکھلاؤنگا کہ قرآن مجید مین اس قسم کی دلیل نبوت کا پتہ ہے یا نہین اور اسی ذیل مین آپ کو معلوم ہوگا کہ قرآن نے کس طرح صداقت نبی کی دلیل عقلی کی طرف اشارہ کیا ہے جو آپکے پہلے سوال (شائع شدہ

حقائق نمبر ۱) کا ایک جزو تھا اور جس کو میں نے سلسلۂ بیان کے نظم و نسق پر نظر کرتے ہوئے اس دوسرے جواب کے حوالہ کیا تھا۔ قرآن مجید نے ان حیرت انگیز مظاہرات قدرت اور دلائل نبوت کو جنھیں انبیاء پیش کیا کرتے تھے آیات اور بینات کے نام سے پیش کیا ہے ملاحظہ ہو۔

والی ثمود اخاهم صالحا قال یا قوم اعبدوا اللّٰہ ما لکم من الٰہ غیرہ قد جاءتکم بیّنۃ من ربکم ھٰذہ ناقۃ اللّٰہ لکم آیۃ فذروھا تاکل فی ارض اللّٰہ ولا تمسّوھا بسوء فیاخذکم عذاب الیم۔

قبیلۂ ثمود کی طرف (ہم نے بھیجا) انکے بھائی صالح کو انھوں نے کہا اے میرے قوم والو عبادت کرو خدائے برحق کی اسکے سوا تمھارا کوئی خدا نہیں ہے تمھارے پاس تمھارے رب کی جانب سے "بیّنہ" آگیا ہے۔ یہ خدا کا خاص پیدا کردہ ناقہ جو تمھارے لئے "آیت" (نشانی) ہے اسکو چھوڑے رکھنا کہ یہ خدا کی زمین میں اپنی غذا حاصل کرے اور تم اسے کوئی برائی نہ پہونچانا جس سے تم عذاب دردناک میں مبتلا ہو۔

(۳۵) اس میں ناقۂ صالح کو "بیّنہ" اور اسی کو "آیت" کہا گیا ہے۔

ثم بعثنا من بعدھم موسیٰ بآیاتنا الی فرعون وملائہ فظلموا بھا فانظر کیف کان عاقبۃ المفسدین وقال موسیٰ یا فرعون انی رسول من رب العالمین حقیق علیٰ ان لا اقول علی اللّٰہ الا الحق قد جئتکم ببیّنۃ من ربکم فارسل معی بنی اسرائیل قال ان کنت جئت بآیۃ فات بھا ان کنت من الصّادقین فالقیٰ عصاہ فاذا ھی ثعبان مبین ونزع یدہ

پھر ہم نے ان انبیاء کے بعد مبعوث کیا موسیٰ کو اپنی "آیتوں" کے ساتھ فرعون اور اسکے گروہ کی طرف مگر ان لوگوں نے ان آیتوں کیساتھ ناانصافی کی۔ اب ذرا دیکھو کہ فساد کرنے والوں کا کیا انجام ہے اور موسیٰ نے کہا تھا کہ اے فرعون یقیناً میں خداوند عالم کی طرف سے فرستادہ ہوں اور میرے اوپر لازم ہے کہ میں سوائے سچی بات کے خدا کی طرف کسی بات کی نسبت نہ دوں میں تمھاری طرف "بیّنہ" لیکر تمھارے رب کی طرف سے آیا ہوں تو بنی اسرائیل کو میرے ساتھ روانہ کردے فرعون نے کہا کہ اگر تم کوئی "آیت" لائے ہو تو اسے پیش کردو اگر سچے ہو بنابریں موسیٰ نے اپنا عصا پھینک دیا جو ایک مرتبہ صاف اژدھے کی شکل

فاذا هي بيضاء للناظرين ۔

مین نمودار ہو گیا۔ اور انھون نے اپنا ہاتھ نکالا تو وہ تمام دیکھنے والون کی نظر مین چمکدار اور روشن نظر آیا ۔

یہان عصائے حضرت موسی اور ید بیضا کو " بینہ" اور " آیت" قرار دیا گیا ہے ۔ اسکے بعد ساحران فرعون کی آواز نقل کی گئی ہے کہ انھون نے معجزات کے سامنے اپنی شکست کا اعتراف کرتے ہوئے فرعون سے کہا ۔

وما تنقم منا الا ان امنا بايات
ربنا لما جاءتنا ربنا افرغ علينا
صبرا وتوفنا مسلمين ۔

تو ہم سے کس بات پر ناراض ہوتا ہے سوائے اس کے کہ ہم اپنے پروردگار کی "آیتون" کے ساتھ ایمان لائے جبکہ وہ ہمارے سامنے آئین ۔ پروردگارا ہمارے اوپر صبر کی افزائش کرے اور ہمین ایمان کی حالت مین دنیا سے اٹھا ۔

(اسکے بعد)

وقالوا مهما تأتنا به من اية لتسحرنا
(۳۶) بها فما نحن لك بمؤمنين فارسلنا
عليهم الطوفان والجراد والقمل
والضفادع والدم ايات مفصلات
فاستكبروا وكانوا قوما مجرمين

اُن لوگون نے کہا کہ جو بھی چاہو تم "آیت" ہمارے سامنے پیش کرو کہ ہم پر اسکے ذریعہ سے جادو کرو ہم تم پر ایمان لانے والے نہین ہین تو اسوقت ہم نے اُن پر بھیجا طوفان اور ٹڈیون کا لشکر اور جوئین اور مینڈک اور خون کھلی ہوئی "آیتین" مگر انھون نے ہٹ دھرمی سے کام لیا اور وہ گنہگار لوگ تھے ۔

اس مین پہلے جزو سے صاف ظاہر ہے کہ "آیت" اُس نوعیت کی چیز کو کہا گیا ہے جس مین کفار سحر و جادو کی صورت پاتے تھے اور آخر آیت مین طوفان جراد قمل ضفادع ۔ دم ان مصائب کو جو غیر معمولی حیثیت سے ظہور پذیر ہوئے تھے "آیات مفصلات" سے تعبیر کیا گیا ہے ۔

ثم بعثنا من بعده رسلا الى قومهم
فجاءوهم بالبينات فما كانوا ليؤمنوا
بما كذبوا به من قبل ۔

پھر ہم نے بھیجے انکے بعد کچھ رسول انکی قوم کی طرف اور وہ رسول انکے سامنے لائے "بینات" کو مگر وہ کب ایمان لانیوالے تھے اس چیز پر جسکی پہلے تکذیب کر چکے تھے ۔

اس مین نوح کے بعد مبعوث ہونے والے رسولون کے ساتھ ظاہر ہونے والے امور کو اجمالی طور پر "بینات" سے تعبیر کرتے ہوئے پھر ارشاد ہوا ہے ۔

ثمّ بعثنا من بعدھم موسیٰ	پھر ہم نے بھیجا اُنکے بعد موسیٰ اور ہرون کو فرعون اور
وھرون الی فرعون وملائہ بآیاتنا	اُسکے گروہ کی طرف اپنی "آیتون" کے ساتھ، انھون نے
فاستکبروا وکانوا قوما مجرمین	ہٹ دھرمی کی اور وہ بڑے گنہگار لوگ تھے، جب اُنکے پاس
فلمّا جاءھم الحق من عندنا قالوا	اُنکے پروردگار کی طرف سے سچی حقیقت مینی ہوئی تو انھون
ان ھٰذا لسحر مبین ۔	نے کہا کہ یہ کھلا ہوا جادو ہے ۔
قال موسیٰ اتقولون للحق لما جاءکم	موسیٰ نے کہا تم سچی بات کو جو تمھارے پاس آئی ایسا کہتے ہو؟
اسحر ھٰذا ولا یفلح الساحرون ۔	کیا یہ جادو ہو سکتا ہے حالانکہ جادوگر کامیاب نہین ہوتے ۔
قال فرعون ائتونی بکل ساحر علیم	فرعون نے کہا کہ میرے پاس ہر کامل جادوگر کو بلا کر لاؤ
فلمّا جاء السحرۃ قال لھم	جب سب جادوگر جمع ہوئے تو موسیٰ نے کہا کہ دکھاؤ جو کرتب تم (۳۷)
موسیٰ القوا ما انتم ملقون فلمّا	دکھا سکتے ہو۔ جب انھون نے پھینکا اپنی رسیون کو تو موسیٰ نے کہا
القوا قال موسیٰ ما جئتم بہ السحر ان	کہ جو تم نے پیش کیا ہے وہ سحر ہے خدا یقیناً اس کو ابھی باطل کر دیگا
اللہ سیبطلہ ان اللہ لا یصلح عمل	خدا مفسدہ پردازون کے کام کو سرسبز نہین کرتا
المفسدین ویحق اللہ الحق بکلماتہ ولو	اور جو حق بات ہے اُس کو وہ اپنے حکم سے پورا کر تا ہے اگرچہ
کرہ المجرمون ۔	گنہگار لوگ اُس کو برا سمجھین ۔

ان آیات مین پورے طور سے اُس دلیل عقلی کا خلاصہ موجود ہے جو معجزہ و سحر کے تفرقہ مین عرض کی جا چکی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ظاہری صورت سے جو امر بطور دلیل نبوت نبی کو عطا ہوا تھا وہ ویسی ہی نوعیت کا تھا جو سحر کی ہوتی ہے یعنی غیر معمولی اور خارق عادت اور خلاف نظام عام، اسی بنا پر اُن لوگون نے کہا کہ ان ھذا لسحر مبین اور یہی خیال کر کے فرعون نے مقابلہ کیلئے ساحرون کو دعوت دی لیکن پیغمبر نے اس مختصر جملہ سے کہ اسحر ھذا ولا یفلح الساحرون فلسفۂ اعجاز اور آیت الٰہی و کرشمۂ ساحری کے تفرقہ پر مکمل روشنی ڈالدی ۔ اس مین اعجاز اور سحر کے تفرقہ کا

وما تفرق الذین اوتوا الکتاب الا من بعد ما جاءتھم البینۃ۔ — نہیں اختلاف کیا اُن لوگوں نے کہ جنھیں کتاب عطا ہوئی ہے مگر بعد اسکے کہ "بینہ" اُنکی طرف آگیا۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اُسی طرح "آیات" اور "بینات" کے ساتھ مبعوث ہوئے تھے جس طرح سابق انبیاء اور قرآن مجید میں بار بار اس تذکرہ سے کہ وہ لوگ سحر کہتے تھے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اُن کو غیر معمولی اور تمام انسانی طاقتوں سے بالاتر مظاہرات نظر آرہے تھے جن کا جواب اُن کے پاس سوائے الزام جادوگری کے اور کچھ نہ تھا۔

اس کے ساتھ افسوس ہوتا ہے یہ دیکھکر کہ بہت سے اشخاص جو اپنے اغراض و مقاصد کیلئے ہر جائز و ناجائز استدلال کرنا مسلک تحقیق کیلئے عار و ننگ نہیں سمجھتے وہ قرآن سے اس امر کا ثبوت پیش کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معجزہ دکھانے کا دعویٰ نہیں کیا اور نہ انھیں خداوند عالم کی طرف سے معجزات عطا کئے گئے۔

(۴۰) پادری فنڈر صاحب عیسائی نے اس پر بڑا زور دیا ہے اور اپنی کتاب میزان الحق میں اس پر کافی خامہ فرسائی فرمائی ہے۔ اُنکے تمام استدلال کی سب سے بڑی کائنات صرف ایک آیت ہے کہ ما منعنا ان نرسل بالآیات الا ان کذب بھا الاولون "نہیں روکا ہم کو اس بات سے کہ ہم "آیات" روانہ کریں مگر اس بات نے کہ پہلے لوگ اُنکی تکذیب کرچکے تھے"۔

لیکن جبکہ مذکورہ بالا متعدد آیتوں سے رسالتمآبؐ کا "آیات" اور "بینات" کے ساتھ مبعوث ہونا ثابت ہے تو اس آیت میں بقرینۂ ذیل کہ "کذب بھا الاولون" "اُنکی تکذیب کی پہلے لوگوں نے" آیات سے مراد خاص وہ نشانیاں ہونگی جو سابق کے انبیاء کو دی گئی تھیں اور اُنکی تکذیب ہو چکی تھی جیسے موسیٰ کا ید بیضا، اور عصا، عیسیٰ کا معجزۂ طائر اور ابراء اکمہ و ابرص۔

رسالتمآبؐ کیلئے ان معجزات کو بطور آیت و علامت عطا نہیں کیا گیا بلکہ اس سے زیادہ موثر، کامیاب اور روشن آیتیں عطا ہوئیں جنمیں تکذیب کی گنجائش کم تھی۔

ذہبیات — فلسفۂ مغرب اور اثباتِ وجودِ باری تعالیٰ

خدا کے منکر خدا کے قائل

(از عالیجناب سید ذریات حسن صاحب زیدی الواسطی بی اے منشی فاضل)

اسلام عقل کے عین مطابق ہے اور بظاہر فلسفہ بھی بحیثیت علم اور بلحاظ موضوع اسی کا دعویدار نظر آتا ہے لہذا اگر مغربی فلاسفہ کے آئینہ سے شخصی رجحانات، ذاتی اغراض، جماعتی عصبیت اور جنبہ داری زمان و مکان کے تقیدات، ملکی تاثرات، سیاسی ماحول اور مادی فضا کے بہیمی اثرات، نفس پرستی اور عیش پسندی کے جذبات، بلاہت و سفاہت ضلالت عقل و کج بحثی کے زنگار کو دھو دیا جائے اور سلامت فکر اور صواب نظر کا تفحص کیا جائے تو اگرچہ جوہر کا محض عشر عشیر رہ جائیگا تاہم جو کچھ ہوگا وہ انکار باطل و اقرار حق کا آئینہ دار ہوگا کیونکہ جب کسی صاحب عقل کی فکر و نظر ضلالت کے کانٹوں سے دامن بچا کر سلامت و استقامت کے راستہ پر آگے بڑھتی ہے۔ تو حق زبان پر جاری ہو جاتا ہے۔ یہی وہ منزل ہے جہاں دنیا کے بڑے بڑے فلاسفہ و مفکرین نے مذہب اسلام کے آگے سر تسلیم خم کیا ہے اور یہ اسلام کی حقانیت کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔

چنانچہ یورپ کے اُن فلاسفہ و مفکرین کی تحریروں میں جو مشرک یا وجود خدا کے منکر ہیں اکثر ایسے بیانات ملتے ہیں جو خود انکے دعاوی باطلہ کا ابطال کرتے ہیں اور اون کے نظریات کیخلاف صریحاً یا بالاشارہ ذات وحدہ لاشریک کے وجود کا ثبوت پیش کرتے ہیں اور یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جس وقت یہ عبارت انکے قلم سے نکلی ہے حق و صداقت کی مخفی قوت نے انکے دست قیاس سے تعصب کا دامن چھوڑا دیا تھا اور عقل سلیم اون کے تخیل و تفکر کی رہنمائی کر رہی تھی۔

ان اقراری مجرموں کی فہرست میں دہریت کے علمبردار چارلس ڈارون کا نام سب سے اول ہے۔ یہ انیسویں صدی عیسوی کا ایک زبردست ماہر سائنس گذرا ہے اور اگرچہ اسکو فلسفی نہیں کہہ سکتے لیکن جن نظریات کو اس نے قائم کیا وہ یورپ کے جدید

فلسفۂ دہریت یا مادیت کے طلسمی عمارت کے سنگ بنیاد ہیں اسکے نظریہ نے فلسفۂ تخلیق عالم میں ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیا اور دنیا کے تفلسف کے انداز خیال کو بدل ڈالا غیر مسلم دنیا کی ذہنیت عموماً اسکے فلسفہ کے مضر اثرات کا نتیجہ نظر آتی ہے۔

ڈارون خلاق عالم کے وجود کا منکر ہے اور مادہ کو موجد کائنات سمجھتا ہے۔ اُس کا نظریہ یہ ہے کہ مادہ سے نوع اول مخلوقات اور اس نوع اول سے تنازع للبقا، بقائے اصلح، تاثر و انفعال احوال اختیار فطرت اور تخلیق جنسی و نوعی کی بنا پر اختلاف صورت پیدا کر کے تمام موجودات انواع و اقسام کے حیوان مختلف و متعدد مراتب حیات میں ارتقائی تسلسل سے گذرتے ہوئے ظہور میں آتے ہیں اور اس ارتقائی تسلسل کے موجودہ آخری درجہ میں انسان ہے۔

لیکن اپنے نظریہ کی تشریح میں تفصیل و توضیح کرنیکے بعد اور یہ بیان کرنیکے بعد کہ تمام مختلف النوع مخلوق از خود ظہور میں آئی ڈارون کے قلم سے یہ جملہ نکلا ہے۔ "لیکن دل نہیں مانتا کہ اس عظیم سلسلۂ موجودات کا ظہور میں آنا غیر اختیاری اور محض ایک اندھا دھند اتفاقی امر تھا۔ عقل اس نتیجہ کو قبول کرنے سے قطعاً انکار کرتی ہے"۔

اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ دہریت کی دنیا کے قیام کیلئے محض ایک اندھا دھند اتفاقی وقوع لازم آتا ہے اور اگر ڈارون کے اس آخری جملہ کے مطابق "محض ایک اندھا دھند اتفاقی وقوع" کو عقل قبول نہیں کر سکتی تو پھر اس کا بدل ایک حکمت بالغہ اور قدرت کاملہ کے سوا اور ذہن میں نہیں آتا۔ اور جب ایک عالم و حکیم قوت کا خالق کائنات ہونا مسلم ہوا تو پھر اُس قادر مطلق اور خالق حقیقی کے وجود سے جسکو ہم خدا کہتے ہیں انکار کیسا؟

سینٹ ٹامس ایکیناس جو رومتہ الکبریٰ یورپ کا ایک عالم متبحر اور زبردست مفکر گذرا ہے ایک مقام پر لکھتا ہے کہ وہ موجودات جو شعور نہیں رکھتے کسی مقصد کی جانب متحرک نظر آتے ہیں بالارادہ نہیں بلکہ بالتقدیر۔ اور ایک غیر ذی شعور موجود کسی مقصد کی طرف متحرک نہیں ہو سکتا جب تک وہ ایک ایسی ذات کے ارادہ و فعل سے نہ ہو جو حکمت و شعور رکھتی ہو اسی ذات کو ہم خدا کہتے ہیں۔

اسی طرح ڈارون کے "محض ایک اتفاقی وقوع" کا بدل جو قوت بھی ذہن میں آسکے گی وہ بیواسطہ یا بوسائط ظاہری اسی ذات واجب الوجود کی صفات کی طرف راجع ہو گی جسکو ہم خدا کہتے ہیں۔

(باقی دارد)

اسلامی مصلح اعظم

کے

زرّین کارناموں کا ایک ورق

نوشتۂ جناب فاطمہ جعفری صاحبہ منشی فاضل (لکھیم پور کھیری)

طلوع اسلام کے قبل مطلع عالم پر کفر کی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ ظلم وجور کی ہلاکت آفرینیاں انتہا پر تھیں وحشت اور بربریت اپنے تمام حدود طے کر چکی تھی انسانیت سوز افعال کی ترویج تھی روحانیت کا نام ونشان گم، "شاہکار ہائے صمدی" اپنے خالق اور معبود کو فراموش کرکے کہیں آگ کی پرستش کرتے کسی جگہ کواکب کی... کوئی تثلیث کا شیدا تھا تو کوئی خود ساختہ بتوں کی پرستش کا جنگجوئی سبعیت درندگی کا یہ عالم کہ

کہیں تھا مویشی چرانے پہ جھگڑا   کہیں پہلے گھوڑا بڑھانے پہ جھگڑا
لب جو کہیں آنے جانے پہ جھگڑا   کہیں پانی پینے پلانے پہ جھگڑا

یوں ہی ہوتی رہتی تھی تکرار ان میں
یوں ہی چلتی رہتی تھی تلوار ان میں

وہ اکثر کبھی نہ ختم ہونیوالی خانہ جنگیاں حسد بغض کینہ فساد شرارت۔ لوٹ مار قتل وغارت زلزلہ خیز مظالم وحشت آمیز سامان تعیش۔ شراب نوشی جہالت بربریت کی یہ حالت کہ نجاست خور۔ مردہ خواری پسند کرنیوالے جس کو بقول "علامہ معتزلی" جناب سیدۃ نساء العالمین نے اپنے "بہترین خطبہ" میں اسطرح بیان فرمایا کہ۔ "تملوگ وہی نہ ہو جو بدبودار پانی جسمیں اونٹ کی مینگنیاں اور پیشاب مخلوط ہوتا پیا کرتے بکریوں کی گھانس درختوں کی پتیاں اور چھالیں کھایا کرتے نہایت ذلت وحقارت سے زندگی بسر کرنے اور ہمیشہ ڈرا کرتے کہ بیرونی دشمن تمکو غارت نہ کردے"۔

زمانہ کے انقلاب گردش چرخ سے امید کیجا سکتی تھی کہ شروع آفرینش سے انسان ہر دور مین ترقی و ارتقا کی منازل طے کرتا جائیگا لیکن مسٹر ڈارون کے مزعومہ "نظریہ ارتقا" کے جسکی رو سے انھون نے شبیہ انسانی اختیار کرلی یا دو ایک معمولی ترقیون کے فرزندان آدم کے لئے دور بعثت تک روز اول ہی رہا بلکہ بجائے ارتقا کے انھون نے تنزل کی طرف قدم بڑھایا خورشید رسالت کی نور پاشیون سے دو سو سال قبل ہی وحشت اور جہالت کی تاریکی اسقدر گھیرے ہوئی تھی کہ روحانیت یا اخلاق کی شعاعین اس مین گم ہو کر رہجاتین اور ان کا ایک ہلکا سا عکس بھی پیدا نہ ہوتا۔ ۴۵۱ء مین جبکہ ہنس قوم کے بہادر جنرل [illegible] Attila نے گال قوم پر حملہ کیا اور سارا ملک تاخت و تاراج کرکے خون کی ندیان بہادین اس خونخوار جنرل کے سامنے پوپ، لیو، اپنے اہل ملت کی سفارش لیکر گیا اور اپنی روحانیت کے دل رس اثرات کے سبب کامیاب ہوا فرینک جو کہ گال کے قدیمی دشمن تھے وحشت و بربریت انتہائی ظلم و جور رہے۔ اس خون آشام فاتح قوم کو رحم کا واسطہ دلانے اور اپنے اہل وطن کی جان بخشی کی درخواست لیکر فرانس کی "مربیہ اعظم" [illegible] گئی جو کہ اسکی روحانی طاقت غیبی تقدس کی بنا پر منظور کر لی گئی۔

یہ تھا روحانیت و تقدس کا وہ دلنشین اثر جو کہ پانچوین صدی کی مشہور وحشی درندہ صفت قوم کو بھی متاثر کئے بغیر نہ رہا اسکے مقابلہ مین چاہیئے تو یہ تھا کہ زمانہ کا اسقدر فصل انکے عادات خصائل اطوار مین ترقی پیدا کر دیتا کفر پرستی وحشت کم ہو جاتی اور قوم عرب اپنے مصلح کو جن کو انکی درخشان عادات خصائل کے سبب "امین"۔ صادق. کا خطاب دیچکی تھی انکی روحانیت تقدس کی قدر کرکے ان کو خوش آمدید کہتی انکی بہترین زرین تعلیمات کو مشعل ہدایت بناتی لیکن ایسا نہین ہوا۔ مہر رسالت جسوقت تابان ہوا اہل عرب کی جو حالت تھی وہ بجائے ترقی کے جس افسوسناک قعر تنزل و پستی مین پڑے تھے دنیا جس ہلاکت آفرین دور سے گذر رہی تھی وہ کسی سے پوشیدہ نہین لیکن ؎

یکایک ہوئی غیرت حق کو حرکت — بڑھا جانب بو قبیس ابر رحمت
ادا خاک بطحا نے کی وہ ودیعت — چلے آتے تھے جسکی دیتے شہادت
ہوئی پہلوئے آمنہ رض سے ہویدا
دعائے خلیل اور نوید مسیحا

نبیوں میں "رحمت" لقب پانے والا   مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا   وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا

فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا ماوے
یتیموں کا والی غلاموں کا مولے

خطا کار سے درگذر کرنے والا   بد اندیش کے دل میں گھر کرنے والا
مفاسد کا زیر و زبر کرنے والا   قبائل کو شیر و شکر کرنے والا

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

اس گمراہ اور وحشی قوم کو راہ راست پر لانا اور اُن کی عادات و خصائل بدل دینا آسان کام نہ تھا جو اپنے عقیدے کی پکی بات کی ضدی جنگجو خود سر ہو ایسی حالت میں اور اسوقت آپکی اصلاحات اور آپکی تعلیمات کی نشر و اشاعت جسقدر مشکل تھی اس لحاظ سے بھی یقینی آپکے مساعی جمیلہ لائق صد ہزار تحسین و امتنان ہیں ہزاروں صبر آزما جانگسل مصائب کے بعد رسول سلام کی کوششوں نے اس قوم کو اعلیٰ درجے کی متمدن مہذب خدا پرست شائستہ قوم بنا دیا بحیثیت ایک مصلح کے اگر آپنے انکی اخلاقی معاشرتی اصلاح فرمائی تو ایک کامیاب جنرل کے نقطۂ نظر سے عرب جیسے کمزور خطے کو سردار دنیا بنا دیا۔ ان میں ہمت جرأت استقامت بہادری کی ایسی روح پھونکی کہ ان کے جوش بہادری سے بھرے ہوئے دل تسخیر عالم کی خواہش کرنے لگے انکی صف شکن شمشیر شرربار کی دھاک سارے عالم پر بیٹھ گئی وہ تمام خانہ جنگیاں ختم کر کے جنھوں نے اہل عرب کو متفرق منتشر انکی قوتوں کو پریشان کر دیا تھا ان میں اخوت برادری ہمدردی کا ایک ایسا سلسلہ قائم کیا کہ سارا عرب ایک سلک میں منسلک ہو گیا تمام مخالف قبیلوں کی ایسی مضبوط شیرازہ بندی کی ان میں ایسی قوت دفاع پیدا کی کہ دنیا کی ممتاز ترین قومیں بھی ان کے نام سے کانپنے لگیں۔ تمام ادیان باطلہ کو مٹا کر ایسی قومیت پیدا کی سرزمین عرب نعرۂ تکبیر سے گونجنے لگی تہذیب تمدن اخلاق معاشرت علم و ہنر کے سبب ان کو سرتاج اقوام کر دیا کہ تمام دول عالم کی نظریں اس ترقی یافتہ چھوٹے سے خطے کی طرف اٹھنے لگیں یہ سب اصلاحات

نوائے اسلام

(نتیجۂ فکر عالیجناب مولانا سید وجیہ الحسن صاحب فاضل باردی)

شوکت اسلام کی تاریخ کا زرین ورق — اے مسلمانو تمھیں دیتا ہے عبرت کا سبق
تم نے اپنی غفلتوں سے کر دیا زیر و زبر — جو کیا تھا اُس نے قائم قوم کا نظم و نسق
کیا ہوا وہ جذبۂ حق آشنا تم میں جو تھا — کیا ہوا وہ دل کہ جسمیں جلوہ گر تھا نور حق
جسکے بل پر جان لڑا دینا تمھیں اک کھیل تھا — اک نگاہ گرم میں دشمن کا دل ہوتا تھا شق
نعرۂ تکبیر میں اللہ اکبر وہ مہیب — سرزمین کفر کا ہلتا تھا جس سے ہر طبق
جب زمانہ میں تھا ہر جانب بہیمیت کا دور — دے رہے تھے ہم ہی تہذیب و تمدن کا سبق
سب ہمارا تھا جو اب غیروں نے اپنا کر لیا — دیکھ لو حالات تاریخی دور ماسبق
اُف ری دنیا یوں بھلائیں نیکیاں اسلام کی — رنگ ڈالی خون اسلامی سے گیتی کے طبق
ہاں مٹا ڈالا بہت کچھ اور مٹائینگے ابھی — داستان سطوت اسلام کا ایک اک ورق
ہیں افق پر سلطنت کے خون کے دھبے جابجا — یہ ہمارا ہی لہو ہے غازۂ روئے شفق
بزم استبداد میں ہیں جشن کی تیاریاں — لوٹتے ہیں صاحبان ظلم کمزوروں کا حق
المدد اے جذبۂ عشق ہاں اٹھو اٹھیں سر بکف — اور الٹ دیں ایک دھاوے میں زمینوں کے طبق

اسلام کی مقبولیت اور ہمہ گیری

غیر مسلم دنیا اسلام کے دروازہ پر

(گزشتہ سے پیوستہ)

اس زمانہ کے آریہ بھی یوں تو اس مذموم اور خانہ برانداز ننگ ناموس اصول کو صحیح مانتے ہوئے ہیں اور اسکو جائز قرار دینے کیلئے تحریری اور تقریری دلائل پیش کرتے رہتے ہیں۔ لیکن اگر ان کے دلوں کا جائزہ لیا جائے اور اس سلسلہ میں پوشیدہ جذبات و خیالات کا کھوج لگانے کی کوشش کیجائے تو معلوم ہوگا کہ وہ خود بھی اس مذہبی حکم کو برا سمجھتے ہیں۔ اسکی تائید میں انکی تمامتر چیخ پکار صرف اسٹیج اور مناظرہ کی کتابوں تک محدود ہے انھیں محض ستیارتھ پرکاش میں دیانند مہاراج کے لکھے کی ترجیح ہے ورنہ دل میں وہ بھی اسے قبیح خیال کرتے ہیں جسکے کئی ثبوت ہیں۔

(ا) آریہ مرد و عورت کے باہمی نیوگ کا اعلان و اشاعت اس طرح کیوں نہیں کرتے جس طرح وہ اپنے بیاہ شادیوں کے موقعہ پر اعلان عام کیا کرتے ہیں۔ وہ اسکو پوشیدہ اور خفیہ کیوں رکھتے ہیں اور ایک بری بات کی طرح کیوں چھپاتے ہیں۔

(ب) اگر کسی آریہ بھائی سے دریافت کیا جائے کہ کیوں جناب آپکی بہن یا بیٹی کی شادی کس کے ساتھ ہوئی ہے تو وہ بے دھڑک بتا دیگا اور شرم و حجاب کی کوئی کیفیت اسکے چہرہ پر پیدا نہ ہوگی لیکن اگر اوس سے پوچھا جائے کہ آپ کی فلاں بیوہ یا بہن یا بیٹی کا نیوگ کس کے ساتھ ہوا ہے تو یقیناً مسئول سائل سے دست و گریبان نظر آئے گا۔

(ج) اگر آج کل آریوں میں یہ رسم عملاً جاری ہے تو اسکو کیوں چھپایا جاتا ہے اور اگر جاری نہیں ہے تو اس سے دستکشی کیوں کر لی گئی جبکہ رسم ستی بند ہو چکی اور ملک میں لاکھوں بیوائیں موجود ہیں ایسی حالت میں کیا معترض کو یہ کہنے کا موقع نہیں ہے کہ چونکہ آریہ دل سے اس رسم کو مذموم و شرمناک سمجھتے ہیں اسلئے اسکو ترک کر دیا ہے۔

(د) آریہ مذہب میں عقد ثانی ممنوع ہے لیکن اسکے باوجود وہ اسکے کوشاں ہیں کہ ان کی قوم میں بیوہ کے عقد ثانی کا رواج عام ہو جائے مبادا نیوگ کی موجودگی میں عقد ثانی کے ترجیح کی کوششیں بتا رہی ہیں کہ آریہ نیوگ کو برا خیال کرتے ہیں۔ اگر اغوا اور بدکاری کے واقعات کا سدباب کرنا ہی مدنظر ہوتا

تو کبھی عقد بیوگان اور ... کی طرف متوجہ نہ ہوتے بلکہ رسم نیوگ کو زیادہ سے زیادہ عام اور مقبول بنانے کی سعی فرماتے۔

ان باتوں سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ نیوگ کو برا خیال کرنے لگے ہیں جسے اسلام پہلے ہی سے برا خیال کرتا تھا اور عقد بیوگان کو مستحسن سمجھنے لگے جسے وہ شروع ہی سے اچھا سمجھتا تھا۔

(۶) اسلام نے اخوت کی تعلیم دی مساوات کا سبق پڑھایا۔ باہمی رواداری کی اہمیت کو ظاہر کیا۔ واقعی یہ ایک ایسا دروازہ ہے جس سے برہمن۔ شودر۔ آرین۔ منگولین۔ ریڈ انڈین سب کی عالیشان عمارت کے اندر داخل ہو سکتے ہیں صرف یہی ایسا مذہب ہے جس نے چھوٹے بڑے غریب امیر۔ بادشاہ فقیر سب کو برابر کر دیا ہے۔ نہ قومیت کوئی چیز ہے۔ نہ رنگ پر مدار فضیلت ہے۔ نہ پیشہ پر انحصار امتیاز ہے۔ ہر ملک۔ ہر حیثیت۔ ہر قومیت اور ہر آب ہوا کا مسلمان ایک لڑی میں منسلک ہے۔ اسلام میں قومیت اس سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی کہ اس کے ذریعے سے ایک دوسرے کو پہچان سکے۔

ہندوستان میں آریوں نے اپنی ضرورت کے موافق بنی نوع انسان کو پانچ ذاتوں میں تقسیم کر دیا۔ نجات۔ رضائے الٰہی اور نعمات خداوندی کبھی تمام تر اسی ذات کے حصہ میں اپنے اختیار محض سے رکھ دیئے گئے جس طبقہ کو اپنے خود ساختہ اصول کے ماتحت افضل و برتر قرار دیا گیا تھا یا اقرار رہا۔ اقتدار لوگوں نے ان قواعد کی خشت اول رکھی اور جس کی لاٹھی اس کی بھینس کے اصول کے مطابق دنیا و مافیہا کی تمام خوبیوں کو اپنے حصہ میں لیکر خود کو برہمن کہا اور بقیہ تمام ذاتوں سے افضل و اشرف گردانا۔ دنیا کی جتنی اچھی باتیں ہو سکتی تھیں وہ اونچی ذات والوں کے لئے مخصوص ہو گئیں برخلاف اس کے شودر اور چنڈال کو کسی دین کا نہ رکھا گیا اور ہزاروں برس گذر جانے کے بعد آج بھی انہی منافی انصاف اصولوں کے باعث وہ پست ترین حالت میں نظر آتے ہیں۔ یوں تو ہر اچھی سے اچھی اور بری سے بری بات میں اچھے برے دونوں پہلو ہوتے ہیں لیکن ذاتوں کے وجود سے ہندو قوم کو من حیث القوم جو نقصانات پہنچے ہیں وہ ہر شخص کے سامنے موجود ہیں۔

ذاتوں کے اس گورکھ دھندے میں آج تک یہ لوگ پھنسے رہے۔ اب بہبودی

جو خود کو آریا کے لقب سے ملقب کرتے ہین ان قیود اور پابندیون سے آزاد ہو گیا اور اچھوتون بلکہ غیر ہندو لوگون تک کو برہمنون کی صف مین لا کھڑا کرنے کا ارادہ کئے ہوئے چھوت چھات کی رسم مٹائی جا رہی ہے چمارون اور بھنگیون کے ساتھ برادرانہ تعلقات قائم کئے جاتے ہین اور شدھی کے ذریعہ سے مسلمان، عیسائی، اور دوسرے فرقہ کے لوگون کو ہندو بنایا جا رہا ہے۔

اسلام پہلے ہی سے ذات پات کی تفریق کو برا خیال کرتا تھا۔ آریہ اصلیون اور قرآن کے اب اس نتیجہ پر پہونچے اور ذاتون کے جھگڑے کو قومیت و مذہب کے لئے نقصان رسان سمجھنے لگے اور اب آگر اس بارہ میں یعنی عدل مسئلہ مین بھی مسلمانون کے ہمنوا بن گئے۔

(۷) ایک زمانہ تھا کہ ہندوون کا مذہب ان کو سمندر پار جانے کی اجازت نہ دیتا تھا اور ہندوستان کی حدود سے باہر قدم رکھنا دائرہ مذہب سے خارج ہو جانے کے مرادف تھا۔ مذہب نے یہ ایک ایسی بے محل پابندی ہندوون پر عاید کردی تھی جس نے ویدک دھرم کے پرستارون کی معاشرتی تمدنی اور اقتصادی حالت کو کبھی نہ بڑھنے دیا۔ وہ غیر ممالک کے حالات سے قطعاً نابلد رہے اور دوسرے ممالک کے باشندون کی اچھی باتون سے کبھی فائدہ اٹھانے کا موقع نہ ملا۔ اوس زمانہ مین ان کو دنیا کا بالکل علم نہ تھا۔ اون کی دنیا کی انتہائی وسعت صرف ہندوستان کے قدرتی حدود اربعہ تک تھی۔ انھین اس کا کبھی موقع نہ ملا کہ وہ غیر ممالک مین جا کر اپنے کارنامون اور شجاعتون کی نمایش کر سکین ہمیشہ ان کی بہادری اور جرأت جنوب مین ایک بحر ذخار سے اور باقی تین طرف نہین ناقابل گذار اور بلند پہاڑون کے سلسلون سے مقید رہی۔ اور ان کی فوجی مہمون کا میدان اور ان کے سوارون کے جولانگاہ کی وسعت ان کے گھر کی چار دیواری تک محدود تھی۔

صدیون کی نیند سے اب اس زمانہ مین آریا حضرات بیدار ہوئے تو دنیا کی گوناگون دلچسپیان اور عجائبات پر نظر پڑی۔ مقتضائے وقت نے مجبور کر دیا کہ اس مذہبی پابندی کو اٹھا دیا جائے۔ چنانچہ گھر مین بیٹھے رہنے کی پالیسی کو ترک کیا گیا اور انگلینڈ فرانس اور امریکہ کے سفر جائز قرار پا گئے پہلے اگر کوئی ہندو کسی غیر ہندو کے یہان کی کوئی چیز اراد تاً نہین بلکہ بے خبری مین بھی کھا لیتا تھا

وہ مذہب سے خارج ہو جاتا تھا اور خدا کی خدائی میں اس کے لئے کہیں ٹھکانا نہ رہتا تھا۔ آجکل آریا
حضرات ہوٹلوں میں بے تکلف جاتے ہیں اور دوسرے مذہب والوں کے ہاتھ کی پکی ہوئی چیزیں
استعمال فرماتے ہیں اور مزہ یہ کہ مذہب کے نزدیک پھر بھی ہندو کے ہندو رہتے ہیں۔

غرض آریا جو اس ملک سے نکلنا پاپ سمجھتے تھے اب بلا تکلف غیر ممالک کا سفر کرتے ہیں انہوں نے اس بارہ میں بھی اپنے مذہبی حکم کو پس پشت ڈال دیا اور ہمارے اصول سیروا فی الارض اور اطلبوا العلم ولو بالصین پر کاربند ہونے لگے۔

(۸) ہندو زمانہ قدیم میں تہذیب و شائستگی کے اعلیٰ مدارج پر فائز نہ تھے۔ وحشی اور صحرائی خانہ بدوش قوموں سے تہذیب و تمدن میں صرف ایک زینہ بلند تھے۔ ان کے رسم و رواج میں شائستگی و تہذیب کی بہ نسبت وحشیانہ خصوصیات کی شان زیادہ نظر آتی تھی ان میں ایسے بہت سے مکروہات پھیلے ہوئے تھے جن کو مفہوم انسانیت سے کوئی ربط نہیں تھا۔ قمار بازی عوام سے گذر کر خواص تک پہونچی ہوئی تھی۔ پانڈوں اور کوروں کی باہمی قمار بازی کا واقعہ جس میں معزز و محترم رانی دروپدی کی ہتک تک کی نوبت آئی آجتک تاریخی واقعہ کے طور پر یادگار ہے۔ ان کی سوسائٹی اور ان کے مذہب نے عورت کو مجبور کر دیا تھا کہ وہ مردہ شوہر کے ساتھ اسکی چتا پر زندہ جل کر خاک سیاہ ہو جائے۔ ان کے دیوتاؤں کی خون آشامی بھی اس درجہ ترقی کئے ہوئے تھی کہ بغیر انسانی خون پئے وہ اپنے پرستاروں سے خوشنود نہ ہوتے تھے۔ ایک گروہ کی دیوثی اور بے حیائی اس حد پر پہونچی ہوئی تھی کہ وہ عورت کا سماگم گھوڑے کے ساتھ معیوب نہ سمجھتا تھا۔ آریوں میں پالینڈری (Polyandry) کی رسم کا وجود بھی پایا جاتا تھا یعنی ایک عورت متعدد شوہروں کی بیوی بن سکتی تھی جس طرح کہ پنچال دیش (پنجاب) کے راجہ کی لڑکی دروپدی کو پانچ پانڈوں کی رانی ہونے کا شرف تھا۔ ایک شوہر کے ہوتے ہوئے بیوی کا دوسرے مرد سے اولاد کی خواہش کے عذر کی بنا پر تعلق پیدا کرنا اور اس پر شوہر کا رضامند ہونا غیر مستحسن امر نہ تھا۔ بیاس جی نے جب چترانگد اور بچتر بیرج کے مر جانے پر اپنی بھاوجوں کے ساتھ اولاد کے بہانے سے نیوگ کیا۔ رانی کنتی اور مادری کی اجازت سے راجہ پانڈو نے نیوگ کر کے اس فعل کے جواز و استحسان پر

ہر تصدیق ثبت فرمائی۔ یہ نکتہ بھی قابل توجہ ہے کہ باپ کو ایک سے زیادہ عورتوں کی ضرورت لاحق ہوئی برخلاف اسکے پانچ بیٹوں نے صرف ایک بیوی پر قناعت و کفایت فرمائی۔ اوس زمانہ کے اخلاق و تہذیب کا کسی دریا یا تالاب کے گھاٹ پر جاکر اندازہ لگایا جا سکتا تھا عورتوں نے کپڑے اتار کر کنارے پر رکھے اور برہنہ ہوکر اشنان کرنے دریا میں داخل ہوئیں۔ فارغ ہوکر دیکھتی ہیں تو "خدائی ہاتھوں" نے کپڑوں کو کنارہ سے کسی درخت پر پہونچا دیا ہے۔ آریوں میں ایک سوامی بلبھ اچارج پیدا ہوئے ہیں جن کی تعلیم مخلوق کو منہیات کے ارتکاب میں آزاد بنا دیا تھا ان کے نزدیک عیش و عشرت کرنا۔ لذیذ غذائیں کھانا نفیس لباس پہننا شراب کے خم کے خم لنڈھانا زندگی کا مقصد اولین تھا۔ انکی نگاہ میں صرف وہ چیلا راسخ العقیدہ ہوتا جو اپنی استری کو اپنے گرو کی زینت خوابگاہ بنانے میں پس و پیش نہ کرتا ایک دوسرا تھا جینیہ تھے جن کے چیلے سراؤگی کہلاتے "تمام سیر" جن میں مرد عورت دونوں شامل ہوتے بہ حیثیت زن و شو کے رہتے سہتے۔ اس طرح جینیہ نے فسق و فجور اور اباحت عامہ کی تعلیم دے کر بداخلاقیوں اور منہیات کا جھنڈا بلند کیا یہ تو اخلاقی حالت مشتے نمونہ از خروارے ملاحظہ کی اب گر تمدنی اور معاشرتی حالت پر نظر کی جاے تو وہ بھی بدرجہ صفر نظر آئیگی۔ ابتدا میں ہندو ایک وحشی قوم تھی۔ زمانہ گذرنے پر کچھ شائستگی پیدا ہوئی۔ برہنگی کو چھوڑ کر ایک کپڑے کے ٹکڑے سے ستر پوشی کرنے لگے۔ پہلے ہر قسم کی گھاس پات کھاکر پیٹ بھرتے تھے بعد میں نباتات میں سے خاص خاص ترکاریاں پکاکر کھانے لگے۔ عرصہ دراز اسی حالت پر گذرا بعدہ ہندوستان میں مسلمان آئے جنھوں نے دنیا کی تمام قوموں سے زیادہ غذا اور پوشش میں ایجادیں اور اختراعیں کی تھیں۔ ان کے میل جول اور صحبت سے آریوں کے لباس اور خوراک میں ایک گونہ ترقی ہوئی لیکن جیسی ترقی ہونا چاہیئے تھی ویسی آجتک بھی نہیں آج بھی وہی ایک بے سلے کپڑے سے مرد عورت اپنے جسم کو ڈھانکتے ہیں اور "غلہ را از غلہ می خورند" کی مثل کے آج بھی پوری طرح مظہر ہیں۔

ایک پرانی رسم اپنے پورے جاہ و جلال کے ساتھ آجتک دیکھی جا سکتی ہے۔ اس مہذب دور میں بھی ہندوستان میں یہ رواج ہے کہ نوجوان لڑکیوں کو مندر کی نذر کر دیا جاتا ہے جن کا کام معابد کی

خدمت ہوتا ہے وہ اپنی عمر بالتخانوں میں بسر کرتی ہیں اور دیو داسی کہلاتی ہیں ان کے نزدیک دیوتا اور دیویوں کے نام پر زنا کرنا جائز و مباح ہے۔ ایسی عصمت فروش عورتوں کی تعداد اس وقت بھی ہزاروں تک پہونچی ہوئی ہے اور احاطہ مدراس جنوبی۔ احاطہ بمبئی اور صوبجات متوسط کے مندروں میں ایسی عورتیں کافی تعداد میں پائی جاتی ہیں باغیرت اور احساس رکھنے والے ہنود کوشش کر رہے ہیں کہ صوبوں کے مجالس قانون ساز سے ایسے قوانین منظور کرادیں جن سے اس ناپاک رواج کا استیصال ہو سکے جو ہندو سوسائٹی کے دامن پر ایک شرمناک دھبے کی حیثیت رکھتا ہے چنانچہ حال ہی میں غالباً بمبئی کونسل سے کوئی ایسا بل منظور بھی ہو چکا ہے۔

مندرجہ بالا باتیں اوس زمانہ میں عام تھیں جن کی گہری جھلک آج بھی نظر آتی ہے مسلمانوں کی فیضان صحبت سے بہت سے مخرب اخلاق رسم و رواج اور بیہودہ عادتوں کو ترک کر دیا اور یقین ہے کہ رہی سہی بھی کچھ عرصہ میں ترک ہو جائینگی۔

انہی چند مثالوں کو دیکھکر سمجھ لیجئے کہ ہندو اپنے پرانے اور موروثی رسم و رواج اور اعتقادات کو چھوڑتے چلے جا رہے ہیں۔ آج ایک اصول ترک کیا۔ کل دوسرا۔ پرسوں تیسرا۔ بہ نسبت سابق کے توحید کو بہت کچھ نکھار لیا۔ اور محض تین خداؤں پر آکر ٹھہر گئے۔ بیواؤں کی شادیاں کرنے لگے۔ عورتوں کے حقوق سمجھنے لگے نیوگ کو ترک کیا۔ ذات پات کی جکڑ بندیوں سے آزاد ہوئے تبلیغ شروع ہو گئی۔ جو مذہباً ممنوع تھی اور کوئی ایسا شخص جو پیدائشی ہندو نہ ہوتا تھا تبدیل مذہب کے ذریعہ کسی طرح ہندوؤں میں شامل نہ ہو سکتا تھا اب شدھی کے ذریعہ سے ہندو بنایا جانے لگا چھوت چھات بری سمجھی جانے لگی۔ اور پھر یہ کہ مذہب میں ترمیم و تنسیخ کا یہ عمل بند نہیں ہوا ہے بلکہ سرعت کے ساتھ جاری ہے۔ اتنی باتیں تو مسلمانوں کی اختیار کرلیں اب رفتہ رفتہ خدا کی وحدانیت کے قائل ہونگے نبوت کی ضرورت کو سمجھیں گے۔ اواگون کے مسئلہ کی بیہودگی کو جانینگے معاد کے قایل ہونگے کثرت ازدواج اور طلاق کی خلاصی و ہن نشین ہوگی نیوگ کے مذموم و معیوب اور شرمناک ہونیکا عملاً تو اعلان کرہی دیا ہے زبان سے بھی اعلان شروع کردینگے۔ دنیا ایک دن میں نہیں بنی ہے۔ یہ لوگ بھی مسئلہ ارتقا کے ماتحت زینہ بزینہ ترقی کر رہے ہیں آہستہ آہستہ اپنے اصولوں کو چھوڑتے اور مسلمانوں کے اصولوں کو اختیار کرتے رہیں گے اور کسی زمانہ میں خود بخود دائرہ اسلام میں شامل ہو کر مسلمان نہیں مدغم ہو کر رہجائینگے۔

(تمام شد)

اس مقدمہ سے جس مطلب کی طرف ہم آنا چاہتے ہین وہ یہ ہے کہ ہم مسلمانون کے اندر اسوقت داخلی اصلاح کی شدید ضرورت ہے اور ہمارا فریضہ ہے کہ ہم دیگر تمام مذہبی کد وکاوش اور جد وجہد سے علیحدہ رہ کر نہایت خاموشی تنہائی اور یکجہتی سے اس طرف ملتفت ہون اور فی الحال اس امر کی انتہائی کوشش کرین کہ جو نقصانات اسلام کو اس خطرہ کے ضمن مین برداشت کرنا پڑے ہین انکی تا حد وسع تلافی ہو جاوے۔ اس کے بعد جب ہم کو اس بات کا اطمینان ہو جاوے کہ ہم مین سے ہر فرد ایسا ہے جو اگر اسلام کے حسن کو دوبالا نہین کرتا تو کم از کم اسمین داغ بھی نہین لگاتا اور ہم مین سے ہر ایک ہر صورت مین خدا کی وحدانیت اور مرسلین کی حقیقت کا قائل ہے اور اپنے فرائض کی انجام دہی کو ہر وقت مستعد۔ عام اس سے کہ وہ خدا۔ انبیاء اسلام۔ خود اپنی ذات۔ اپنے آباؤ اجداد۔ اپنی اولاد اور دیگر اعزا و متعلقین، ہمسایون۔ اپنے ملک اور اہل ملک۔ اپنے ہم مذہبون۔ اپنی قوم کے یتیم بچون اور بیوہ عورتون یا نسل آدم مین کسی ایک متنفس سے بھی متعلق ہون۔

اسوقت اور صرف اسوقت ہم کو اس بات کا حق حاصل ہوگا کہ اگر اس صورت مین کوئی متنفس باقی رہ جاوے جو اسلام کی تعلیم اور مسلمانون کے اخلاق حمیدہ سے متاثر ہونے پر بھی خود اپنی خوشی سے اسلام اختیار نہ کرے تو ہم اسکو دعوت دین کرین کہ وہ آئے اور ہمارے ساتھ اسلام کی برکتون سے بہرہ اندوز ہو جو دنیا مین ہر شخص کیلئے انفرادی آزادی عمل کے قابل مساوات، امن وامان اور یکجہتی پر مشتمل اور آخرت مین تمام افکار و آلام سے نجات ابدی اور خدا کے مرسلین اور دیگر برگزیدہ بندون کی قربت اور تمسک پر مبنی ہین۔

حق آگاہ کی راگنی

(نوشتہ شیخ فرخی صاحب متعلم ایف سی کالج لاہور)

(حق آگاہ بیابان میں پکارنے والے کا نام ہے۔ جو جنگل کی سب بوٹیوں سے واقف ہو)

مبارک ہیں وہ جو کڑوا شربت پینے کو تیار ہیں اور میٹھے زہر کو منھ نہیں لگاتے۔ دیکھنا یہ ضرور پھل پائینگے۔ اور خدا اُن پہ رحم کرے جو ظاہر داری کے بھوکے اور پیاسے ہیں۔

مین تم سے سچ کہتا ہون کہ وہ دنیا مین ہرگز ہرگز کامیاب نہین ہوسکتے جو سانپ کی جلد کی ملائمیت دیکھ کر اُسے پکڑ لیتے ہین۔ دیکھنا وہ ضرور کاٹے گا اور یہ ضرور پچھتائینگا۔

اے دنیا کی بھیڑو۔ بعض تم مین سے بھیڑین نہین ہین۔ مگر تم انھین بھیڑین ہی تصور کرتی ہو درحقیقت وہ پھاڑنے والے بھیڑیے ہین۔ جو تم مین تمھارا لباس پہن آشامل ہوے ہین۔ دیکھنا ان سے بچکر رہنا۔ یہ موقع پاکر کام کرتے ہین۔ ان نرم نرم بالون مین تمھاری موت پنہان ہے۔

یہی حال ان سفید سفید قبرون کا ہے بعضون پر سنگ مرمر کے خوبصورت تعویذ چڑھے ہین بعضون پر خوشنما پھول پڑے ہین جن کی پنکھڑیان نزاکت مین مشہور ہین۔ ان قبرون کو اکھیڑو تو سوائے گلی سڑی ہڈیون کے کچھ نہ پاؤگے۔

یاد رکھ اے پھول توڑنے والے۔ اسکو حاصل کرنے مین کانٹے ضرور چبھین گے۔ مگر تو کانٹون سے کیون بھاگتا ہے تکلیف برداشت کرنیکے بعد ہی راحت حاصل ہوتی ہے۔

بیابان مین پکارنے والے کی آواز آتی ہے:۔

"سب بوٹیان جدا جدا اثر رکھتی ہین۔ کڑوی بوٹی سب سے اچھی ہے"

یہاں تک کہ اسی سال ان کے ہاتھ سے قندھار لے لیا گیا اور برابر تباہیاں آتی رہیں آخر نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے ہاتھ سے ملک چھن گیا (لؤلؤۃ البحرین صفحہ ۳۳ مطبوعہ ایران)

آپ کے مجاہدات قلمی کی ایک طویل فہرست کتب سیر میں درج ہے جنمیں بہت سی کتابیں مقبول خاص و عام ہو کر آج دنیا میں موجود ہیں۔

اگر ان قلمی مجاہدات کو اس طرح شمار کیا جائے کہ کتاب بحار الانوار کو جسکی ۲۵ جلدیں لکھی گئی ہیں ایک کتاب سمجھا جائے، اور حیات القلوب جسکی تین جلدیں ہیں اوسکو بھی ایک ہی سمجھا جائے اور اسی طرح دوسری کتابیں جن کی دو دو جلدیں ہیں ایک شمار کی جائیں تو کل تعداد ۶۰ کتابوں پر جا کے ختم ہو جاتی ہے اگرچہ یہ بھی وہ تعداد ہے جو ایک مؤلف کیلئے سرمایۂ افتخار ہے لیکن درحقیقت بحار الانوار کی جلدیں وہ ہیں جن میں مختلف علوم و فنون کے دریا لہریں لے رہے ہیں سلسلہ بحار میں کتاب العقل والجہل کتاب التوحید، کتاب العدل والمعاد، کتاب الاحتجاجات والمناظرات، کتاب قصص انبیا، حالات حضرت خاتم الانبیا، کتاب الامامۃ، کتاب الفتن، تاریخہائے معصومین، کتاب الغیبۃ، کتاب السماء والعالم جس میں حالات عرش و کرسی افلاک و عناصر و موالید و ملائکہ جن و انس وحوش طیور صید و ذباحہ وغیرہ تمام چیزیں بیان کی گئی ہیں اسکے علاوہ کتاب الایمان والکفر و مکارم الاخلاق آداب وسنن، اوامر و نواہی، کبائر و معاصی، ابواب حدود، روضہ و موعظہ حکم و خطب کتاب الطہارۃ والصلوٰۃ کتاب القرآن والدعا، کتاب الزکوٰۃ والصوم، کتاب الحج، کتاب المزار، کتاب العقود والایقاعات، کتاب الاحکام کتاب الاجازات، یہ آخری کتاب ہے۔ خود جناب مجلسی علیہ الرحمہ کے ہاتھ کے لکھے ہوئے ۱۶ مسودات ان کے بعد ملے اور باقی ۹ جلدیں ان کے بعد تیار ہوئی ہیں لیکن علامہ بحرانی نے لکھا ہے کہ میں نے کتاب العقود والایقاعات بھی انھیں کے زمانہ کی مرتب مدون دیکھی ہے۔ علامہ بحرانی نے ان حصوں کی فہرست بھی لکھی ہے جو ان کی زندگی میں مکمل نہیں ہو سکے۔

کتاب الایمان والکفر مکارم الاخلاق، آداب وسنن، کتاب الروضہ کتاب القرآن والدعا کتاب الزکوٰۃ کتاب الصوم، کتاب الحج کتاب الاحکام، کتاب الاجازات یہی کتابیں ہیں جن کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ انھوں نے اپنے ہاتھوں سے مکمل نہیں کیں۔

آپکی تالیفات میں اصول کافی کی شرح مرأت العقول بھی وہ معرکہ آرا کتاب ہے جس کی نظیر مشکل سے دستیاب ہو سکے گی اس کتاب میں علامہ مجلسی نے احادیث کافی کو عقلی و نقلی طریقہ پر حل کیا ہے اور ہر مسئلہ میں محققانہ انداز سے قلم اٹھایا ہے اسکے علاوہ آپنے چالیس احادیث کو جمع کر کے شرح فرمائی ہے صحیفہ کاملہ کی شرح بھی لکھنا شروع کی تھی صرف آپکی چار دعاؤں کی شرح کرنیکی نوبت آئی تکمیل نہیں فرما سکے ایک رسالہ اختیارات میں تحریر فرمایا ہے جس کو ایک شب میں لکھا تھا اذان کے متعلق بھی ایک رسالہ تحریر کیا ہے ایک رسالہ اوزان و مقادیر شرعیہ کے متعلق ہے آپکا فارسی ذخیرہ تصانیف بھی اتنا ہے کہ دوسرے مولفین کو اس تعداد تک پہنچنا کم نصیب ہوتا ہے عین الحیاۃ فارسی مواعظ میں ہے اور اسی کا اختصار ہے مشکوۃ الانوار حلیۃ المتقین آداب و سنن میں ہے حیات القلوب جسکو علامہ موصوف مکمل نہیں کر سکے صرف تین جلدیں آپکے مسودات میں پائی گئیں اور وہی آج لوگوں کے پاس موجود ہیں۔

تحفۃ الزائر، جلاء العیون، مقباس المصابیح، تعقیبات صلوۃ میں، ربیع الاسابیع، زاد المعاد رسالہ حدود، رسالہ الشک فی الصلوۃ، رسالہ در اوقات نوافل یومیہ، رسالہ رجعت، رسالہ در حالات مالک اشتر رسالہ اختیارات الایام رسالہ الجنۃ والنار، رسالۃ الجنائز، رسالہ حج، رسالہ استخارہ (مفاتیح الغیب) رسالہ آل النواصب العواصب۔ رسالہ کفارات، رسالہ سہام، رسالہ زکوۃ، رسالہ صلوۃ اللیل، رسالہ آداب الصلوۃ رسالہ در تحقیق السابقون السابقون، رسالہ در فرق بین صفات الذات و صفات الفعل، رسالہ تحقیق بدا، رسالہ جبر و تفویض، رسالہ نکاح، رسالہ فرحۃ الغری، رسالہ ترجمہ توحید مفضل، رسالہ ترجمہ توحید الرضا، ترجمہ زیارۃ جامعہ ترجمہ دعا کمیل، ترجمہ دعا مباہلہ، ترجمہ دعا سمات، ترجمہ دعا جوشن صغیر، ترجمہ حدیث عبد اللہ ابن جندب ترجمہ حدیث رجاء ابن الضحاک، ترجمہ قصیدہ دعبل، ترجمہ حدیث ستۃ اشیاء لیس للعباد، رسالۃ الاثنا عشریہ فی تذکرۃ نجف و کربلا، رسالہ صواعق الیہود، کتاب حق الیقین فی اصول الدین کتاب تذکرۃ الائمہ یہ وہ کتاب ہے جس کے متعلق علامہ شیخ یوسف بحرانی نے لکھا ہے کہ "مجکو جسقدر پتہ چل سکا ہے وہ یہی ہیں"۔ ان چھوٹے اور بڑے رسائل و کتب میں حق الیقین کو بھی ایک خاص اہمیت حاصل ہے یہ وہ کتاب ہے جو اصول دین میں لکھی گئی ہے اور مجلسی کے ادبی اوفکار قلم کا نتیجہ ہے جس نے احادیث اور اخبار معصومین علیہم السلام کے سمندر میں سیکڑوں بار غواصی کرنے کے بعد

اخلاقیات

مسلمانوں کی داخلی اصلاح

(نوشتۂ جناب سید خورشید حسین صاحب نقوی کانپور)

جن امور کے اظہار پر فرض شناسی مجھ کو مجبور کر رہی ہے اُن کا اظہار میرے لئے تکلیف دہ ضرور ہے مگر اخفا اس سے زیادہ نقصان کا موجب ہے۔

مجھ کو ہر طرف یہ نظر آتا ہے کہ اکثر مسلمان زیادہ تو مسلمین کی تعداد بڑھانے کی جدو جہد میں منہمک ہیں یہ انہماک میرے نزدیک بیجا بے فائدہ اور ہماری کم مائگی پر نظر کرتے ہوئے اسراف میں داخل ہے۔ میں اسکو ایک قومی مرض سے تعبیر کرتا ہوں۔

کسقدر افسوسناک ہے یہ امر کہ اسلامی تاریخ کے صفحات ان سلسلہ دار سرزلیوں کے تذکرہ سے پر ہیں جن کا ارتکاب ایسی نیم وحشی جذبہ کے ماتحت ہوا کہ پھر بھی ہم اسکو قابل تحسین سمجھتے ہیں اور دیگر ضروری فرائض کو پامال کرتے ہوئے آج اپنا تمام وقت اور قوت صرف کرتے ہیں۔

کیا ہم اس حقیقت سے انکار کر سکتے ہیں کہ ہمارے رسول کریم جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد اسی نامبارک خیالی سراب نے آنجناب کے اصحاب کو باوجود اس علم و فضل کے جو انکو حاصل ہونا چاہیے تھا اپنا گرویدہ بنالیا اور اسبات پر مجبور کیا کہ وہ ملکی فتوحات پر کمر ہمت کسیں اور تلوار کی دھار اور خوش عقیدہ مسلمانوں کے جوش کو اپنا معین بناکر اسلام کی خاطر خواہ توسیع کریں یہی تھا وہ ناواجب خطرہ جس نے خود اسلام سے مساوات اور یکجہتی کی تعلیم دینے والے مذہب میں بغض و عناد اور فرقہ وارانہ جذبہ داریوں اور خانہ جنگیوں کے بیج بو کر دنیا کی نظر میں اسکی وقعت ایک عالم بے عمل سے زیادہ باقی نہ رہنے دی۔

کاش رسول کے واجب التعظیم صحابہ نے صورت حال پر رات کے سناٹے میں غور فرمایا ہوتا تو یقینی انکو خود اسبات کا احساس ہو جاتا کہ آخر ہمارے اور اُن کے غلطی نہ کرنے والے رسول نے اسبات کا ہمیشہ کیوں اہتمام کیا کہ وہ لوگوں کو دین اسلام اختیار کرنیکی دعوت دینے میں جبر کو کام میں نہ لائیں اور ملک کے ملک فتح کر کے وہاں کے باشندوں کا گلا گھونٹ

گھونٹ کر اسلام قبول نہ کرائین اور کیون اسبات کا لحاظ رکھا کہ جب کسی کو اپنی تعلیم سے دلچسپی لیتے دیکھین اور اُنہین یہ معلوم کرلین کہ اسکو دین حق کی تلاش ہے تو اسکو اپنی تعلیمات سے مستفید ہونے کا پورا پورا موقعہ دین اور اسبات کی سعی فرمائین کہ سچے معنی مین وہ صفا ایمان اور مسلمان بن جائے ۔

یہ سمجھ مین نہین آتا کہ آخر یہ سامنے کی بات ایسے فاضل صحابہ کی متجسس نگاہون سے کیونکر پوشیدہ رہ سکی کہ قول و فعل مین جتنا فرق نظر آتا ہے اتنا ہی ان دو طریقون پر مسلمان ہونے والون مین بھی یقینی نظر آئیگا ۔

ہم پھر یہی کہین گے کہ کسی بڑی سے بڑی شخصیت کا بھی ہمارے مذہب کو اختیار کر لینا کوئی بڑی بات نہین کیونکہ ہمارا ناقابل تفضیلانہ مذہب حق ہے اور شریعت سہارا پر مبنی البتہ ضرورت اسکی ہے کہ دائرہ اسلام مین آنے کے بعد اسکی شریعت پر جو خود ہمارے ہی مفاد اور فلاح دارین کو آغوش مین لیے ہوئے ہے حاضر و غائب ہم ایک ہی طرح کار بند رہین اور ہمارے افعال ایسے نہ ہون جو ہمارے قول کے خلاف ظاہر ہو کر ہم کو تو ذلیل قرار دین ہی اسلام کی ذلت و خواری کا سبب بھی قرار پائین ۔

ہمارا دعویٰ ہے کہ اگر ان جلیل القدر صحابہ نے جو ہمارے رسول کی وفات کے بعد بھی اسلام کے سرپرست اور دین حق کے ولی قرار دیے گئے ان ہی دشوار گذار لیکن خطرہ سے خالی راہون کو اختیار کیا ہوتا جن پر خود رسول کے نقش قدم اُن کے یقینی طور پر بے خطر ہونیکا اعلان کر رہے تھے اور طول منازل سے گھبرا کر نئے اور چھوٹے راستے اسلام کو جلد از جلد ہر ملک و ملت سے دوچار کرانے کیلئے نہ ڈھونڈھ نکالے ہوتے تو آج سے بہت پہلے دنیا کے مذاہب مین اسلام ہی اسلام باقی رہ گیا ہوتا اور لطف یہ کہ مسلمانون کو کسی قسم کی جد و جہد کی ضرورت پیش نہ آئی ہوتی ۔

اس زبانی دعوے کے ذیل مین ہم یہ حقیقت پیش کرنا چاہتے ہین کہ اگرچہ اسلام فرقہ وارانہ تعصب اور بیخ کنی کے سم قاتل سے اثر پذیر اور انفرادی عقیدہ مندی کے ماتحت شریعت مین دست درازیون کا نشانہ ہو چکا ہے لیکن پھر بھی دنیا کے مذاہب مین ایک جلیل القدر درجہ پر فائز ہے خرابی صرف اتنی ہے کہ ہم جو اسکے پیرو ہین اپنے والہانہ جوش کی بنا پر اسکے راستہ مین روڑے اٹکائے جاتے ہین اور اسکے لئے دنیا کو اپنا گرویدہ بنا لینے مین حارج ہوتے ہین اس لئے کہ دنیا پھول کو کانٹون سے گھرا ہوا دیکھ کر ٹھٹھکتی ہے اور اسکو اپنا طرہ دستار بنانے سے باز رہتی ہے ۔ اور لطف یہ کہ ہم اپنے زعم باطل مین یہی سمجھے جاتے ہین کہ ہماری تعداد کی کثرت ہی اسکے حسن کا ثبوت اور اسکی مقبولیت کا اعلان ہے

تاریخی یادداشت

نصف ماہ صیام سے نصف شوال تک کے اہم واقعات

(نوشتۂ قلم فاضل اجل مولانا سید آغا مہدی صاحب لکھنوی)

۱۷ ماہ رمضان - اس تاریخ جمعہ کے دن ہجرت کے دوسرے سال جنگ بدر واقع ہوئی یہ اسلام کی سب سے پہلی بڑی لڑائی ہے - اس میں مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی لیکن خداوند عالم نے فتح و غلبہ عطا کیا بیشک حضرت رسولؐ کے چچا زاد بھائی عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب شہید ہوئے لیکن امیر المومنین علی بن ابیطالبؑ نے بڑے کارنمایاں انجام دیے - آپنے عتبہ ابن ربیعہ، ولید بن عتبہ اور حنظلہ بن ابی سفیان نیز دوسرے بہت سے سرداران کو قتل کیا اور اس ثبات قدم اور استقلال کا نتیجہ تھا کہ ملائکہ حضرت رسولؐ کی نصرت کے لئے نازل ہوئے اور آخر دشمنوں کو بہت بری طرح شکست ہوئی -

۱۸ ماہ رمضان - حضرت داؤدؑ پر زبور نازل ہوئی -

۱۹ ماہ رمضان - جناب امیرؑ کے سر اقدس پر ضربت لگی عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی فرقۂ خوارج کا شخص تھا جو قطام خارجی عورت پر عاشق ہوا اور اسکے کہنے سے امیر المومنین کے قتل کرنے پر آمادہ ہوا اور اس عظیم جرم کا مرتکب ہوا -

۲۰ ماہ رمضان - ہجرت کے آٹھویں سال مکہ معظمہ فتح ہوا اور جناب امیرؑ نے دوش رسولؐ پر قدم رکھکر بتوں کو توڑا -

۲۱ ماہ رمضان - وفات امیر المومنین علی بن ابیطالب علیہ السلام -

۲۳ ماہ رمضان - شب قدر ہے اور قرآن مجید نازل ہوا ہے - [1]

---

[1] اس نزول قرآن کے کیا معنی ہیں؟ ملاحظہ ہو حقائق نمبر ۲ سلسلہ تفسیر قرآن

[2] یہ مضمون اور اسکے بعد کا تمام سلسلہ جو حقائق میں شایع ہوتا رہیگا ہماری ایک مبسوط کتاب مفتاح التواریخ سے ماخوذ ہے جس میں ایام سال کے متعلقہ معلومات کو نہایت تفصیل سے ہمنے درج کیا ہے - ۱۲ آغا مہدی الرضوی -

۲۷ / ماہ رمضان ۱۱۱۱ھ فرقہ شیعہ کے مشہور عالم علامہ ملا محمد باقر مجلسی طاب ثراہ کا انتقال ہوا۔
آپ کی مصنفات بحار الانوار وغیرہ مشہور کتابیں ہیں ۔ ؎۱

یکم شوال ۔ روز عید الفطر ہے۔ سب سے پہلے ۲ھ ہجری میں رسالتمآب نے صحرا میں جا کر نماز عید الفطر پڑھی۔
اسی دن ۴۳ھ میں عمرو بن عاص نے داعی قضا کو لبیک کہا ۔

۴ / شوال ۲۴۷ھ میں متوکل مشہور عباسی خلیفہ کی ہلاکت ہوئی ۔

۵ / شوال ۶۰ھ جناب مسلم بن عقیل بحیثیت نمایندہ امام حسینؑ کوفہ میں پہونچے ۔

۱۴ / شوال ۔ بروز جمعہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنگ احد کیلئے مشرکین کے مقابلہ میں مقام احد میں جا کر فروکش ہوئے ۔

۱۵ / شوال ۔ اس تاریخ جنگ احد واقع ہوئی جس میں مسلمانوں کو فتح کے بعد شکست سے دوچار ہونا پڑا اور رسالتمآبؐ کو تنہا چھوڑ دیا ۔ صرف امیر المومنین کی ذات تھی جس نے کفار کا آخر وقت تک مقابلہ کیا اور آخر اپنی پامردی، ثبات واستقلال سے اُن کو شکست دی ۔

اسی جنگ میں حضرت حمزہ بن عبد المطلب شہید ہوئے اور ہند بنت عتبہ زوجۂ ابوسفیان نے اُن کے اعضا قطع کرا کے بطور گردن بند پہنے ۔

اسی تاریخ ۱۴۸ھ میں امام جعفر صادقؑ کی وفات ہوئی ۔

؎۱ علامہ مجلسی کے تفصیلی حالات اسی نمبر میں ناظرین کے سامنے آئینگے ۱۲ مدیر

گیارھوین صدی کا مشہور مجدد مذہب

(نوشتۂ قلم عالیجناب مولانا سید وجیہ الحسن صاحب فاضل باردی)

وہ بے نظیر ہستی جسکے سوانح زندگی لکھنے کی جرأت کیجا رہی ہے دنیائے تشیع مین "علامہ ملا محمد باقر مجلسی" کے مبارک نام سے موسوم ہے۔ علامہ مجلسی علیہ الرحمہ کی ذات گرامی اپنے زندہ جاوید تصانیف کی بدولت محتاج تعارف نہین۔ مذہب شیعہ کے علمی افق کا یہ درخشان ستارہ ایسی پائیدار روشنی چھوڑ گیا ہے جسکو تا قیامت فنا نہین ہے علم دنیا مین جبتک کے چرچے جبتک دنیا مین باقی ہین اسوقت تک اس بیش بہا آئینہ پر جلا ہوتی رہیگی۔

مجلسی کے قلم کی گردشون نے شیعیت کا ایسا مستحکم قلعہ تیار کر دیا جس کی بلندی تک مخالف کا طائر فکر بھی پہونچنے سے عاجز ہے علم و ادب کے وہ بیش بہا خزانے انکے افکار نے چھوڑے جن کی نظیر بازار عالم مین نایاب ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ علوم اہلبیت علیہم السلام کا نشر کرنے کیلئے مجلسی نے جو کوششین کین اور اپنا خون پسینہ ایک کر کے انھون نے جیسا جہاد کیا اسکی نظیر تاریخ شیعیت مین کمیاب ہے آپکے کارہائے نمایان آج ہر بچہ کی زبان پر جاری ہین۔ علامہ شیخ عبدالعزیز محدث دہلوی کا یہ فقرہ جس معنی سے بھی کہا گیا ہو اور اس حیثیت سے وہ صحیح نہو لیکن بہرحال مجلسی کے کارہائے نمایان کا آئینہ بردار ہے کہ "لو سمی دین الشیعۃ بدین المجلسی لکان فی محلہ" اگر مذہب شیعہ کا نام مذہب مجلسی رکھدیا جاتا تو یہ بات برمحل ہوتی"۔

اسی عام شہرت اور تعارف سے بے نیاز شخصیت کا نتیجہ تھا کہ سوانح نگارون نے آپکے حالات لکھتے وقت اسقدر اختصار سے کام لیا ہے کہ مولد و مسکن اور تصانیف کو ذکر کرتے ہوئے گذر گئے ہین۔

۱۰۳۷ھ کی مبارک ساعت تھی جسمین یہ آفتاب علم طالع ہوا آپکے دادا کا نام مقصود علی اور تخلص مجلسی تھا جو اتنا مقبول ہوا کہ آپکی اولاد مین بطور لقب مستعمل ہونے لگا۔ آپکے علامہ مجلسی کے والد ملا محمد تقی تھے جو علمائے فقہ و رجال کی اصطلاح مین مجلسی کبیر کے نام سے یاد کیے جاتے ہین اور مستند عالم و محدث اور صاحب تصانیف تھے ظاہر ہے کہ ایسے پاکیزہ آغوش مین جو فرزند پرورش پائے اسمین وہ تمام صفات ہونا چاہئین جو مربی

مین موجود ہون اور اگر انسان استعداد و فطرت بھی خداوند عالم کی جانب سے ایسی رکھتا ہو جو اپنے صفات مین اضافہ کرنیکی صلاحیت رکھتی ہو تو پھر اوسکی بلندی فلک چہارم سے بھی متجاوز ہونا چاہیئے۔

آپنے اپنے والد ماجد ہی سے تحصیل علوم فرمائی اور اپنے وطن دارالسلطنۃ اصفہان ہی مین قیام فرمایا اور نشر علوم مین مصروف رہے جناب علامہ شیخ یوسف بحرانی نے لؤلؤۃ البحرین مین آپکے حالات ان الفاظ مین تحریر فرمائے ہین۔ کان اماماً فی وقتہ فی علم الحدیث وسائر العلوم وشیخ الاسلام بدارالسلطنۃ اصفہان رئیساً فیہا بالریاسۃ الدینیۃ والدنیویۃ اماماً فی الجمعۃ والجماعۃ وھو الذی روج الحدیث ونشرہ لاسیما فی الدیار العجمیۃ وترجم لھم الاحادیث العربیۃ باللغۃ الفارسیۃ مضافاً الی تصلبہ فی الامر بالمعروف والنھی عن المنکر وبسط ید الجود والکرم لکل من قصدہ ام۔

"اپنے زمانہ مین علم حدیث اور تمام علوم کے امام تھے پایہ تخت اصفہان مین شیخ الاسلام سمجھے جاتے تھے آپکو دینی اور دنیوی دونون طرح کی ریاست حاصل تھی۔ امامت جمعہ وجماعت آپ ہی سے متعلق تھی، آپ ہی نے علم حدیث کی نشر و اشاعت کی خصوصاً مملکت ایران مین۔ آپنے اون لوگون کے لئے عربی زبان سے احادیث کو فارسی مین ترجمہ کیا۔ یہ باتین علاوہ اسکے ہین کہ آپ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے معاملہ مین بہت سخت تھے اور یہ کہ آپکے جود و کرم کا دروازہ ہر اوس شخص کے لئے کھلا ہوا تھا جو آپ تک آنا چاہے اور آپسے فیض حاصل کرنا چاہے"

ظاہر بین نگاہون مین یہ بات حیرت خیز معلوم ہوگی کہ جس شخص کے مشاغل نے بحار جیسی کتاب تیار کی ہو اور مطالعہ کتب و تصنیف و تالیف اوس کا شعار ہو اوسکی فکری قوتین سیاسیات مین بھی کام کرتی ہون اور وہ کسی سلطنت اور ملکی انتظامات کی جانب بھی اپنی توجہ صرف کر سکے لیکن یہ یقینی ہے اور میرا مستقل خیال ہے کہ علما اور افاضل سے بہتر فرائض سلطنت کو کوئی دوسرا انجام نہین دے سکتا۔ چنانچہ مین اسکے ثبوت مین جناب مجلسی کا ایک واقعہ نقل کرتا ہون اوس سے آپکی تدبیر و سیاست پر بھی کافی روشنی پڑتی ہے۔ اوسی زمانہ مین جب یہ آفتاب علم اپنے انتہائی عروج پر تھا سلطنت ایران کا فرمانروا شاہ سلطان حسین تھا۔ ملا یوسف بحرانی نے لکھا ہے کہ اوسکی سلطنت حضرت مجلسی علیہ الرحمہ کے سبب سے محفوظ تھی اور کوئی اندرونی یا بیرونی حملہ و انتشار نہین ہونے پاتا تھا مگر جس وقت مجلسی نے وفات پائی اوسی وقت سے اون کی سلطنت مین انتشار شروع ہوا اور ہر طرف سے حملے ہونے لگے



گیارھویں صدی کے مشہور مجدد مذہب شیعہ
ملا محمد باقر مجلسی رح
متوفی ۲۷ ماہ رمضان سنہ ۱۱۱۱ھ

صفحات قرطاس پر گوہر افشانی کی ہے۔ راقم الحروف کی مطالعہ کی ہوئی ہے حقیقت یہ ہے کہ تعلیمات معصومین علیہم السلام سے ایک نقطہ بھی زیادہ نہیں ہونے پایا قدم قدم پر احادیث واقوال ائمہ اہلبیت علیہم السلام سے استشہاد کیا ہے توحید اور معاد کے ابواب جو فلاسفہ قدیم کے جولانگاہ بن گئے ہیں اور اُن کی موشگافیوں نے انہیں ایک چیستان بنادیا ہے مجلسی علیہ الرحمہ اس مقام پر بھی نہایت سادہ اور عقلی دلائل معصومین علیہم السلام کی زبان سے پیش کرتے ہوئے گذرے ہیں۔ کیا کہنا اس وسعت نظر کا کہ جس مبحث پر قلم اٹھایا اس میں معلومات کے خزانے انڈیل دئے زاد المعاد اور اوراد و وظائف و اعمال میں لکھی ہے لیکن یہ کمال جستجو ہے کہ سال بھر کے اعمال کو سلسلہ وار درج کیا ہے اور ہر موقع پر احادیث کا دریا موجیں لیتا ہوا دکھائی دیتا ہے اگر میں کہنا چاہوں زبان اس وقت کہہ سکتا ہوں کہ اس عالم ربانی کے ذریعہ سے معصومین علیہم السلام نے اپنے ارشادات کو ہم تک پہونچایا ہے۔

ان علمی مجاہدات کے علاوہ مجالس درس و تدریس کا سلسلہ بھی آپ نے برابر قائم رکھا مشہور ہے کہ آپ کے گرد پانچسو شاگردوں کا مجمع رہتا تھا۔

عالم شیعیت کیلئے وہ دن بڑا دردناک تھا جب مجلسی جیسی نعمت اوس سے سلب کرلی گئی آپ کے سنہ وفات کے متعلق سیرت نگاروں میں اختلاف ہے۔ جناب ملا مہر بحرانی نے آپ کی وفات ۱۱۱۰ھ ہجری میں لکھی ہے "غم و حزن" ان لفظوں سے آپکی تاریخ وفات لکھی گئی ہے اور اسی کی متابعت صاحب مستدرک اور صاحب روضۃ بہیہ نے بھی کی ہے لیکن احمد ابن محمد حسینی لاہیجانی نجو آپکے تلامذہ میں سے تھے نظم اللآلی فی فتاوی المجلسیؒ میں ۱۱۱۱ھ لکھا ہے جیساکہ آپکے تاریخ کے اس شعر سے بھی تائید ہوتی ہے۔

ماہ رمضان جو بست در نقش کم شد   تاریخ وفات عالم عالم شد

اس تاریخ میں " ماہ رمضان " کے اعداد ۱۱۳۷ ہوتے ہیں جب اس میں سے ۲۶ کم کئے گئے تو وہی ۱۱۱۱ھ نکلتے ہیں۔

مولی ازہری نے اون کی تاریخ وفات ذیل کے اشعار میں کہی ہے۔

مرقد او بحار انوار بست   کز عین الحیاۃ داده نشان

روضہ اش میدہد حیات قلوب   زجلاء العیون ببین تو عیان

اعتقادات اوست زاد معاد | تو بحق الیقین یقین میدان
آیت رحمت الٰہی بود | رفت و مردم شدند سرگردان
گوئیا ہاتفے ز عالم غیب | دادہ بودش بشارت یزدان
کہ درین ماہ میرسی بہ بہشت | زود بنہاد داغ بر پیر و جوان
زان سبب گشتہ ختم تفسیرش | آیہ کل من علیہا فان
چون شب قدر آن عظیم القدر | شد نہان عشر آخر رمضان

از ہری گفت سال تاریخش
باقر علم شد روان بجنان

آپ کی تاریخ وفات مصرعہائے ذیل سے بھی نکالی گئی ہے۔

مقتدائے جہان ز پا افتاد

۱۰ ۱۱ ھ

عالم علم رفت از عالم

۱۰ ۱۱ ھ

مذکورہ بالا تاریخین روضات الجنات مین حدائق المقربین سے نقل کی گئی ہین جو مجلسیؒ کے داماد امیر محمد صالح ابن عبد الواسع الحسینی کی تالیف ہے اور انھون نے تصریحاً یہ لکھا ہے کہ توفی قدس سرہ سنۃ عشر ومائۃ والف فی لیلۃ السابع والعشرین من شہر رمضان وکان عمرہ اذ ذاک ثلثا وسبعین سنۃ " انھون نے ۲۷ ماہ رمضان ۱۱۱۰ھ مین انتقال فرمایا اس حساب سے اون کی عمر ۷۳ سال ہوتی ہے" اسی کی تائید مولانا حیدر علی مجلسی نے بھی اپنے اجازہ مین فرمائی ہے۔

حقیقۃً یہ قول دو وجہون سے زیادہ راجح ہے اول تو یہ کہ یہ قول ایسے اشخاص کا ہے جو مجلسیؒ کے حالات سے دوسرون کی بہ نسبت زیادہ واقف تھے جیسے میر محمد صالح جو مجلسیؒ کے داماد تھے اور احمد بن محمد حسینی لاہیجانی جو اون کے شاگرد تھے اور ملا حیدر علی مجلسی جو علامہ مجلسی کے عزیز قریب تھے۔ دوسرے اون کی جو تاریخین کہی گئی

ہیں اور ان میں سنہ ۱۱۱۱ کا عدد کثرت کے ساتھ پایا جاتا ہے جس میں تاویل و شک کی گنجائش ہی باقی نہیں ہے
اب مادہ خیال جو صاحب لؤلؤۃ البحرین و صاحب مستدرک کا ہے تو وہ صرف "غم و حزن" کے مادہ تاریخ پر مبنی ہے۔
لیکن افسوس ہے کہ وہ شعر جس کا یہ جزو ہے ہمارے سامنے نہیں ہے جس پر کوئی رائے قائم کی جا سکے ممکن ہے کہ اُس میں تخرجہ کر کے اس لفظ کے عدد پورے کیے گئے ہوں۔

علامہ مجلسی کی قبر اصفہان کے مشہور مقبرہ "تخت فولاد" میں ہے جہاں بہت سے دیگر علماء و مجتہدین بھی دفن ہیں اور اُس پر ایک عالیشان گنبد بنا ہے اور مشہور و معروف زیارت گاہ ہے۔ مجلسی زندہ ہیں اور ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

قصیدۂ فرزدق

کا

اُردو منظوم ترجمہ

نوشتہ عالیجناب سید محمد باقر صاحب شمس لکھنوی (دبیر کامل)

"حقائق" کے گذشتہ نمبر میں ایک گرانقدر مضمون جناب سید مسعود حسن صاحب رضوی ادیب ایم اے صدر شعبۂ فارسی و اُردو، لکھنؤ یونیورسٹی کے قلم سے شائع ہوا تھا جس میں موصوف نے فرزدق کا مشہور قصیدہ امام زین العابدینؑ کی مدح میں اور اوسکا فارسی اور اُردو قدیم ترجمہ پیش کرتے ہوئے یہ خیال ظاہر فرمایا ہے کہ "کاش اُردو کا کوئی عربی دان شاعر اس کا ایسا منظوم ترجمہ کر دے جس میں حسن زبان اور لطف بیان کے ساتھ اصل قصیدہ کی بے ساختگی زور اور اثر موجود ہو"۔

اس سلسلہ میں میرا ذہن لسان الہند مولانا مرزا محمد ہادی صاحب عزیز لکھنوی کے اس قصیدہ کی طرف منتقل ہو گیا جو موصوف کے دیوان میں موجود ہے اور جس میں آپ نے فرزدق کے قصیدہ کا مکمل ترجمہ کیا ہے اس لئے میں اس ترجمہ کو ناظرین "حقائق" کے مطالعہ کیلئے پیش کرتا ہوں میرے خیال میں جناب عزیز مرحوم کا یہ قصیدہ ترجمہ کی حیثیت سے ملا جامی اور شیخ محمد علی ذکی مرحوم دونوں حضرات کے قصیدہ سے زیادہ مکمل حیثیت رکھتا ہے اور جس کے خصوصیات کو میں پورا ترجمہ درج کرنے کے بعد نذر ناظرین کیا کروں گا۔

قصیدۂ فرزدق کا سبب تالیف

ہشام زادۂ عبد الملک بن مروان — چلا ہے حج کو جلو میں ہیں بندگان عباد
کھڑا ہوا ہے بقصد طواف بیت اللہ — ہجوم حاجیوں کا مانع حصول مراد
کبھی عنبر سے بہر نظارۂ حجاج — فراز عرشۂ منبر ہے جائے لیت نہاد
کہ سامنے سے پئے استلام رکن حطیم — ہوا ظہور شہنشاہ عالم ایجاد
فروغ دودۂ ختمی مآب زین عباد — ابو الائمۃ الاطہار سید سجاد
ہے جیسے پوشش کعبہ سے زینت کعبہ — عبا ہے یوں ہی سر دوش مفخر زہاد
خجل نہ کیوں حجر الاسود حرم ہو جائے — نشان سجدہ ہے تابان کہ آفتاب معاد

نظر گئی سوئے محراب کعبۂ ابرو
جھکے ادب سے وہ سب حاجیان نیک نہاد

شگفتہ ہوئی ہر صف جب چلے مرے مولا
معاندین پہ گردون نے کی نئی بیداد

کہا ہشام سے اُسوقت ایک شامی نے
یہ کون مرد مقدس ہے مفتخر اجداد

خیال اُسکو ہوا دل نہ اس کا مائل ہو
کرون بیان اگر اُسکے فضل کی روداد

کہا کہ مین نہین واقف ہون اس سے ہوگا کوئی
کھٹک رہا تھا مگر دل مین خار بغض و عناد

یہ اتفاق کہ تھا اُس گروہ مین حاضر
ابو فراس فرزدق بھی نظم کا اُستاد

رگون مین دوڑا جو خون حمیّتِ اسلام
تو فی البدیہہ قصیدہ یہ اک کیا انشاد

کہا کہ پوچھ لے مجھ سے جو پوچھنا ہے تجھے
وہ جانے کیا کہ نہین جسکے دین کی بنیاد

آغاز ترجمہ قصیدۂ فرزدق

یہ وہ ہے جسکے نشان قدم سے ہے آگاہ
زمین حل و حرم اور یہ بیت رب عباد

یہی تقی و نقی طاہر اور امیر القوم
یہی جہان مین ہے فرزند بہترین عباد

بوقت دید یہ کہتے ہین سب قریش اسے
کہ منتہی ہین اسی پر مکارم و امجاد

رسا ہے کون بھلا اسکے اوج عزت تک
عرب ہو یا کہ عجم کس مین ہے یہ استعداد

جب آتے ہین یہ پئے استلام رکن حطیم
تو ہاتھ چومنے آجاتا ہے قریب جماد

لئے ہے ہاتھ مین ایک چوب خیزران جوان
بلند بینی و خوش صورت و بزرگ نہاد

نگہ حیا سے نہ وان اٹھتی ہے نہ رعب سے ان
کرے تبسم اگر کچھ تو آئے دل کی مراد

زوال کفر ہوا یون رخ منور سے
کہ جیسے مہر کی اشراق سے فنا ہو سواد

یہ وہ ہے جسکے جد افضل ہین سب نبیون سے
اور امت اسکی شرف مین ہے سب امتون سے زیاد

اسی کی ذات سے ہے اک فرع دوحۂ نبوی
زہے عناصر و اخلاط طبع نیک نہاد

یہ ابن فاطمہ زہرا ہے جان لے اسکو
اسی کے جد ہین نبیون مین آخر الافراد

کیا خدا نے بزرگ اُسکو باد فطرت سے
قلم سے لوح پہ لکھے جسنے پئے اسناد

خفیف تھا اسد اور مرگ کی سختی
جب اُسکو غیظ دلائے کوئی دم بیداد

ضرر نہیں ہے اگر تو نہ اسکو پہچانے
عرب سے لیکے عجم تک سب اسکے ہیں منقاد

فنا و فور سخاوت سے ہو گیا افلاس
ہے اُس کا دست کرم دادرس دم فریاد

یہ حسن خلق و شیم سے ہوا مزین وہ
متاع خوف بھی غصے سے ہو گئے برباد

نہ بار قرض سے کیونکر وہ دے سبکدوشی
شمائل اُسکے ہیں شیریں زیادہ ہے کریم نہاد

زبان پہ لا کبھی نہ آیا مگر تشہد میں
نعم نہ تھا وہ کبھی نہوتا جو حکم رب عباد

براہِ جادۂ اقبال رہبر دانا
خلاف وعدہ کرے کیوں کہ وہ ہے پاک نہاد

رہی نہ خلق میں اب نام کو بھی ناداری
ترے کرم نے دیا سبکو اتنا نقد مراد

پئے نجات ہے تیرا بس کا ایک دست آویز
ولایت اُسکی ہے اسلام کفر اُسکا عناد

محیط دہر میں جز ذات اقدس اعلی
ہے کون امام تقی اور کون خیر عباد

نہ پہنچا اُسکے کرم تک کوئی کریم القوم
نہ پہنچا اُسکی سخا تک کوئی سخی و جواد

دم جدل ہے اسد راہ کوہ سلمی کا
زمان قحط میں باران ہے وہ سخی فراد

نہیں ہے عسر ترا مانع فراخی دست
کہ ایک حال پہ دونوں ہیں یا نہ کم نہ زیاد

ہر اک سخن میں ہوا ذکر تیرا حسن ختام
تقدم اُسکو ہوا بعد ذکر رب عباد

قدم پھسلتے ہیں آنے میں نکوہش کے
یہ ہو رہی ہے ترے در پہ بارش کف راد

جہاں میں جتنے ہیں مخلوق اسکے بندے ہیں
زبسکہ سب سے مقدم ہے ذات نیک نہاد

خدا شناس ہے جو آپ کا شناسا ہے
بدی ہے آپ ہی کے گھر سے دیں کی بنیاد

عزیز تا بکجا طول نظم بس خاموش
کیا ہے روح فرزدق کو خوب تو نے شاد

صلے میں اُس نے تو بارہ ہزار پائے درم
ملے مجھے بھی تمہا تیرے در سے نقد مراد

جس وقت اس قصیدہ کو ملا جامی اور مہدی علی ذکی مرحوم کے ترجمون کے سامنے لاکر اصل قصیدہ کی مطابقت کے لحاظ سے دیکھا جاتا ہی تو معلوم ہوتا ہی کہ ملا جامی نے فرزدق کے تینتیس شعرون مین سے صرف پندرہ شعرون کا ترجمہ تینتیس ۳۳ شعرون مین کیا ہی اور ذکی مرحوم نے تو اصل فرزدق کا قصیدہ اٹھا ہی کر نہین دیکھا ہے بلکہ (جیسا کہ جناب سید مسعود حسن صاحب نے تفصیل سے ثابت کر دیا ہی) انھون نے ملا جامی کے فارسی ترجمہ سے اخذ کر کے فرزدق کے قصیدہ کا صرف ایک ناقص خلاصہ نظم کر دیا ہی لیکن جناب عزیز مدظلہ نے فرزدق کے اصل قصیدہ کو سامنے رکھکر اسکے ہر شعر کا ایک شعر مین ترجمہ کیا ہی اور اس طرح اسکے انتیس ۲۹ شعرون کا انتیس ۲۹ شعرون مین ترجمہ ہو گیا ہی بعض اشعار کا ترجمہ بہت لطف کے ساتھ ہوا ہی اور قریب قریب لفظی ہونے کے ساتھ بامحاورہ ہی۔ جیسے یہ شعر۔

یغضی حیاءً و یغضیٰ من مہابتہ — فما یکلم الا حین یبتسم
نگہ حیا سے نہ وان اٹھتی ہے نہ رعب سے یان — کرے تبسم اگر کچھ تو آئے دل کی مراد

ہذا ابن فاطمۃ ان کنت جاہلہ — بجدہ انبیاء اللہ قد ختموا
یہ ابن فاطمہ زہرا ہے جان لے اس کو — اسی کے جد ہین نبیون مین آخرالافراد

ما قال لا قط الا فی تشہدہ — لولا التشہد کانت لاءہ نعم
زبان پہ لا کبھی نہ آیا مگر تشہد مین — نعم تھا وہ بھی نہوتا جو حکم رب عباد

ایک شعر فرزدق کے قصیدہ کا بیشک رہ گیا ہی جس کا ترجمہ نہین ہوا ہے اور وہ بظاہر اس نسخہ مین قصیدہ کے جو مترجم مدظلہ کے پیش نظر تھا موجود نہین تھا وہ اس قصیدہ کا چھبیسوان شعر ہی۔

یستدفع السوء والبلوی بحبہم — و یستزاد بہ الاحسان والنعم

بعض اشعار مین قافیہ کی پابندی سے پہلے مصرع کا ترجمہ دوسرے مصرع مین اور دوسرے کا پہلے مین ہو گیا ہے جیسے یہ شعر

ہذا ابن خیر عباد اللہ کلہم — ہذا التقی النقی الطاہر العلم
یہی نقی و تقی طاہر اور امیر القوم — یہی جہان مین ہے فرزند بہترین عباد

مقدم بعد ذکر اللہ ذکرھم — فی کل بدء ومختوم بہ الکلم

ہر اک سخن میں ہوا ذکر تیرا حسن ختام — تقدم اُس کو ہوا بعد ذکر رب عباد

بیشک بعض اشعار کے ترجمہ میں عربیت کا عنصر کافی نمایاں ہوگیا ہے اور بعض اشعار کے ترجمہ میں پورا مفہوم نہیں ادا ہوا ہے۔ جیسے یہ شعر۔

ای الخلائق لیست فی رقابہم — لاوّلیة ھذا او لہ نعم

اس کا نثر ترجمہ یہ ہے کہ :- کون بندگان خدا میں ایسا ہے جس کے سر پر اسکے بزرگوں کے یا اسکے احسانات نہوں ۔ نظم ترجمہ اُس کا حسب ذیل کیا گیا ہے ۔

جہاں میں جتنے ہیں مخلوق اسکے بچارے ہیں — زبسکہ سب سے مقدم ہے ذات نیک نہاد

لا یخلف الوعد میمون نقیبتہ — رحب الفناء اریب حین یعتزم

(یعنی) وہ وعدہ خلافی نہیں کرتا ۔ مبارک ذات اور بڑا مہمان نواز ہے اور اُس کا ہر ارادہ عاقلانہ ہوتا ہے۔ نظم ترجمہ حسب ذیل ہے۔

براہ جادۂ اقبال رہبر دانا — خلاف وعدہ کرے کیوں کہ وہ ہے پاک نہاد

اس سب کے باوجود موجودہ حالت میں جہاں تک میری نظر گئی ہے اس سے بہتر ترجمہ ابتک اس قصیدہ کا نہیں ہوا ہے۔ ممکن ہے کہ آئندہ کوئی شخص اس قصیدہ کا ایسا ترجمہ کردے جس میں خصوصیت لفظی کے ساتھ پورا مفہوم ادا ہو اور حتی الامکان ہر مصرع کا مصرع میں ترجمہ ہو اور بقول جناب سید مسعود حسن صاحب "جس میں حسن زبان اور لطف بیان کے ساتھ اصل قصیدہ کی بے ساختگی اور اثر بھی موجود ہو"۔

چاہے قصیدہ کی شکل یعنی ایک قافیہ کی پابندی نہو اسلئے کہ اس صورت میں قوافی کے تلاش ترجمہ کی بے ساختگی کا رخصت ہوجانا ضروری ہے جو اصل غرض کے منافی اور مقصد کے خلاف دیکھا جائے کہ مستقبل اس خواب کی تعبیر کب پیش کرتا ہے ۔

سلطنت کی بنیادیں اپنے روپے سے کیوں مضبوط کی جائیں؟ سب کو معلوم ہے کہ حکومت حجاز کا بڑا ذریعہ تقویت حجاج کی آمدنی ہے۔

اگر مسلمانان دنیا اپنے مذہبی احساسات کے مجروح ہونے کی بنا پر حج کرنے سے چند سال کی مدت تک باز رہیں تو یقیناً حجاز کی حکومت سخت مشکلات سے دوچار ہو کر مسلمانوں کے مطالبات پر سر تسلیم خم کرنے پر مجبور ہو جائے گی۔

بہت دیر تک گفتگو کے بعد ممدوح نے فرمایا کہ جو کل علمائے اسلام کریں گے میں بھی ان کا تابع ہوں۔

سب سے زیادہ اہم مرکز شیعی دنیا کا عراق عرب ہے وہاں آپ جا ہی رہے ہیں وہاں کے علماء سے استصواب رائے کیجیے گا۔ پھر کوئی رائے قائم کی جا سکتی ہے۔

یہاں سے قریب ۱۱ بجے کے واپس ہوئے۔ کھانا کھایا اور نماز کے بعد مسرور علی صاحب کے ساتھ گھڑی لینے کے لئے گئے۔ اچھی گھڑی سے نکلے تھے کہ اچھی گھڑی سستے داموں مل گئی۔

محشر صاحب نے ایک چاندی کا چین ڈھونڈھنا شروع کیا جس کے بغیر وہ بے چین تھے مگر ساعت کی بات نہ ملنا تھا نہ ملا۔

گھڑی وغیرہ لینے کے بعد گھر آئے۔ بعض اہل وطن حکیم مرزا محمد ذکی صاحب۔ حکیم علی ابراہیم صاحب مومانی وغیرہ ملاقات کے لئے آئے اور بہت دلچسپ باتیں رہیں، شام کو روز نین صاحب خواہرزادہ جناب حکیم منیر آغا صاحب فاضل ضرور آتے ہیں وہ یہاں ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

۷۔ شعبان پنجشنبہ

"لکھنو" ہوٹل کے مالک قیصر صاحب نے وعدہ لیا تھا۔ آج دعوت تھی۔ صبح کو معمولی ضروریات اور اشغال سے فراغت کے بعد وہاں پہونچے۔

ناظم انصاری صاحب تشریف فرما تھے۔ آپ ایک پرجوش قومی کارکن ہیں بمبئی کی قومی تحریکوں میں آپ کا حصہ بہت ہوتا ہے۔ مجھے دیکھکر بڑی محبت سے ملاقات کی۔

کوئی جوہر صاحب کلکتوی آپکے پاس بیٹھے تھے اور مسئلہ عشق پر عجیب و غریب کالمہ ہو رہا تھا جس کا سلسلہ دیر تک رہا۔

مین نے پوچھا بتائیے شیعہ کانفرنس اور پریس کے لئے آپکے یہان کیا ہو رہا ہے معلوم ہوا ناظم التجار آقا محمد ہاشم اصفہانی پر مقدمہ چل گیا ہے اور انکے لئے کچھ کام نہین ہو رہا ہے نہ رسید بیان بھی چھپکر نہین آئی مین قومی کام مین اس تعویق کا افسوس ہوا۔

کھانے سے فراغت کے بعد جناب محشر صاحب نے ایک شناسا کی ملاقات کو گئے اور ہم واپس ہوئے۔ راستہ مین ابار محمد بن غلام رسول سورتی کا تجارتی کتبخانہ نظر آیا جہان وہابی فرقہ کی کتاب "ہدیہ سنیہ" کیلئے ہم رک گئے یہ کتاب تو نہ ملی مگر ابن عبدالوہاب کی کتاب التوحید اور محمود شکری آلوسی کی تاریخ نجد دستیاب ہوئی جنھین ہم نے مجموعۂ چار کی قیمت کو خرید لیا۔ اسکے بعد گھر آئے نماز پڑھی بمبئی مین "وال کیشر" کی بڑی تعریف سنی تھی یہ بجے قیصر حسین صاحب وہان لے چلنے کے لئے آئے محشر صاحب اور ہم انکے ساتھ روانہ ہوئے راستہ مین نبن صاحب بھی لگ گئے۔

عمر کھاڑی سے ٹرمیوے پر چلے اور ایک جگہ جاکر اتر پڑے آگے بڑھکر موٹر پر سوار ہوئے اور بڑی تیز رفتار کے ساتھ دور سے چوپاٹی کا منظر دیکھتے ہوئے وال کیشر پہونچے۔

یہ ایک اونچا پہاڑ ہے جس مین قدرت کی حیرت انگیز صناعیون کے علاوہ انسان نے اپنے مقدور بھر دستکاریان صرف کی ہین۔ اس کا راستہ ایک ڈھالو زمین کی صورت بنا دیا گیا ہے جسکی وجہ سے اسکی بلندی پورے طور پر محسوس نہین رہتی ہے ورنہ حقیقۃً بلندی بہت ہے۔

پہاڑ کی بالائی سطح پر پہونچکر بمبئی کا نظارہ کیا تو بچون کا گھروندا دیوالی کی کلھیان جس مین طرح طرح کے رنگ بھرے گئے ہین نظر آئین تین طرف سے پانی محیط ہے اور ایک طرف سے خشک زمین کا سلسلہ اس کے بعد باغ بین گئے۔ کیا کہنا جنت شداد ہے۔ دل باغ باغ ہوتا ہے خوشنما درخت ہوا مین جھومتے اور تازہ کپھول شاخون کے گہوارہ مین جھولا جھولتے ہین اور دوسری طرف گورے چٹے کمسن بچے جھولے ڈالے ہوئے جھول رہے ہین۔

بلسلہ سفرنامہ عراق

ناامیدی ومایوسی سخت مشقت اُٹھاکر مکان واپس ہوے۔ نماز سے فارغ ہوکر قریب ۸ بجے کے مفتی صاحب قبلہ اور محشر صاحب کے ساتھ بازار گئے اور کچھ ضروری اشیا خرید کئے۔

راہ مین مولوی علی ابراہیم صاحب موہانی صدر الافاضل سے ملاقات ہوئی وہ یہان طبابت کرتے ہین۔ رضہ کے بعد ملاقات ہوئی تھی۔ موصوف ہمارے ساتھ ہولئے منظر صاحب لکھنوی کے بھائی نے "لکھنو ہوٹل" قائم کیا ہے۔ اُس مین جاکر بیٹھے اور اُن سے ملاقات ہوئی۔

کچھ دیر بات چیت کے بعد ہم اور محشر صاحب گھر چلے۔ راستہ بھول گئے۔ ہر ایک سے مسافرخانہ حاجی یوجی جمال پوچھتے ہین۔ جبل روڈ پوچھتے ہین مگر کوئی نہین بتاتا۔

بڑی سرگشتگی وحیرانی کے بعد خدا خدا کر کے گھر پہونچے اور قسم کھائی کہ اب دن ہی دن پلٹ آیا کرینگے رات کبھی نہ کرینگے۔

انکشاف حقیقت

گذشتہ نمبر مین ایک صاحب کی ملاقات کا ذکر ہوا ہے کہ انھون نے مولانا سبط حسن صاحب قبلہ کی طرف نسبت دیکر یہ مصرع پڑھا۔

جنّتہ قد اینعت اثمارہا

اور کہا کہ مولانا نے اس مین ہائے ہوز کے ۴۰۰ عدد لئے ہین۔ ہم نے حساب کیا تو یہ صحیح نہ نکلا۔ انھون نے لا مسقوط کا شمار کیجئے۔ قد حذف کر دیجئے۔ غرض جتنے الٹے پلٹے وہ کہتے گئے اتنے ہوتے رہے مگر نہ اصلی مصرع وہ پڑھ سکے اور نہ اعتراض سمجھ مین آیا۔

اب معلوم ہوا ہے کہ مولانا موصوف کا اصلی مصراع یہ ہے کہ

جنّتہ اینعت اثمارہا

اسکے عدد پورے ہین (۱۳۳۷) اور ۃ کے عدد پانچ ہی لئے گئے ہین۔ ۴۰۰ نہین۔
حقیقت یہ ہے جیسا ہم نے لکھا ہے کہ بعض اشخاص کو بڑے لوگون پر اعتراض کر دینے کا شوق ہوتا ہے۔ چاہے اُسے سمجھا ہو یا نہین۔

۷ر شعبان چہار شنبہ

ضرورتیات اور روزانہ کے معمولی اشغال تلاوت قرآن وغیرہ سے فارغ ہو کر بیٹھے تھے کہ ایک شخص سفید اچکن پہ ایرانی ٹوپی پہنے بتیس سال کی عمر کے جوان، خوش منظر و خوب شمائل سامنے سے آتے دکھائی دئے بہت خلوص سے سلام کیا معلوم ہوا وحید صغر صاحب بدایونی کے بڑے بھائی، سرور علی صاحب ہین، یہان کسی اسکول مین تقریباً اسی روپیہ ماہوار کے ملازم ہین اور اپنے بھائی کے خط سے ہمارے ورود بمبئی سے مطلع ہوے اور اُنہی کے تحریر کے بنا پر خاص ہمارے ضروریات سفر کے مہیا کرنے کے لئے ہمارے پاس آئے ہین۔

دل نے وحید صغر صاحب کے لئے دعائے خیر کی مگر ضرورتیات پورے ہو چکے تھے ہم نے ان سے کہا کہ بس اب گھڑی لینا ہے۔ تمام ضروریات مہیا ہو چکے ہین۔ اُنھون نے کہا مین اپنے اسکول سے رخصت لے آؤن۔ یہ کہہ کر گئے۔

ہمین آج آقا شیخ محمد حسن نجفی دام ظلہ سے ملاقات کرنا ضروری تھی سن چکے تھے کہ وہ ۱۱ بجے کے بعد نہین ملتے اسلئے جناب مفتی صاحب قبلہ کی معیت مین ممدوح سے ملاقات کرنے کو گئے۔ والد ماجد دام ظلہ کا خط موصوف کو پہلے پہونچ چکا تھا بہت اخلاق سے پیش آئے اور دیر تک گفتگو رہی۔

اثنائے کلام مین مظالم حجاز اور مسالہ التوائے حج کا تذکرہ چھڑ گیا۔ انھین التوائے حج کا مخالف پایا۔

وہ فرماتے ہین کہ دشمنان اسلام نے دعویٰ کیا ہے کہ تو یہی جو ہم مکہ معظمہ مین فٹ بال کھیلوا دین۔ یہ تمام چالاکیان اسی کے لئے ہین اور اصلی مقصود کعبۃ اللہ کا ڈھانا ہے۔ اگر حجاج کی آمد و رفت رک گئی اور خانہ کعبہ خالی چھوڑ دیا گیا تو اُن کا مقصود حاصل ہو جائیگا اور اُن کو خانہ کعبہ کے گرانے مین کوئی باک نہ ہوگا۔

عرض کیا گیا کہ دنیا جانتی ہے ابن سعود خود کچھ نہین چشم و ابرو کا تابع اور اشارون کا پابند ہے۔ جب ایسا ہے تو جو ہوگا وہ ابن سعود کے ہاتھ سے ہوگا اور حجاج کی آمد و رفت اُس کو روک نہ سکے گی۔ کیا حجاج کی آمد و رفت مدینہ منورہ ہین مکہ معظمہ سے کم تھی پھر وہان کے آثار متبرکہ تباہ کرنے کی جرأت کس طرح ہوئی؟۔

دیکھنے کی یہ بات ہے کہ اس طریق اور حفظ جان و مال وغرض نہونے کے باوجود حج کرکے ایک ظالم

کہنا چاہیئے کہ گلہائے نوشگفتہ اور ان غنچہ ہائے نارسیدہ میں محبت کے پینگ بڑھ رہے ہیں۔
تھوڑی دیر تک ہاں رہے اور انسانی کارگزاریوں سے بالاتر قدرتی صناعیوں کے مطالعہ سے
فتبارک اللہ احسن الخالقین کا ورد کرتے رہے۔

ابھی پلٹنے کو دل نہیں چاہتا تھا۔ ہوا کے سرد جھونکے اپنی طرف دل لگا رہے تھے اور باغ کا خوشنما تختہ اپنی طرف نظر کھینچ رہا تھا مگر العالم متغیر کا کلیہ کسی فرحت و انبساط کو ایک حال پر رہنے نہیں دیتا۔ آفتاب "مسافت روز کو قطع کر کے" افق مغربی کی طرف مائل ہوا اور دھوپ کے رنگ میں منفعلانہ زردی پیدا ہوئی باغ کا منظر عنقریب شب کے پردہ میں چھپا جا چاہتا تھا اسلئے وہاں ٹھہرنا بے سود تھا۔ مجبوراً واپس ہوئے۔ پہاڑ سے اترنے کے لیے اسی کے پتھروں سے جو پیچ در پیچ زینے بنائے گئے ہیں ان سے اترنے لگے۔ پہاڑ کے کنارے اور دامن کوہ میں جو درخت لگے ہوئے ہیں وہ نیچے جھکے ہوئے والنجم والشجر یسجدان کی تصدیق کر رہے تھے۔

اس مقام کا نام "ہینگنگ گارڈن" ہے جو صورت مقام سے بہت مناسب ہے، یہیں مقتول عشق مسٹر عبدالقادر باولا کی جائے قتل دیکھی جہاں خم گشتہ کمر درختوں کی جھاڑیاں پردہ داری اسرار کر رہی ہیں۔

نیچے اتر کر چوپاٹی میں پہونچے سمندر کے کنارے کا صاف و شفاف پانی دور تک ایک آئینہ حسن و جمال بنا ہوا تھا جس پر آفتاب کی آخری زرد شعاعیں طلائی ورق کا دھوکا دے رہی تھیں۔ ساحل پر بچھی ہوئی کرسیوں اور بنچوں پر سیکڑوں بے فکرے اور زندہ دل بیٹھے ہوئے سیر و تفریح میں مشغول اور دریا کا تماشا دیکھ رہے تھے۔

ہم لوگ آگے بڑھے۔ ٹرموے پر بیٹھے اور جائے قیام پر آئے۔ نماز پڑھی۔

جناب مفتی صاحب قبلہ اور مولوی علی ابراہیم صاحب موہانی اور حکیم ذکی صاحب دس بجے شب تک بیٹھے باتیں کرتے رہے انکے جانے کے بعد اسباب سیٹیا پیٹیوں میں بند کیا۔ اور پیٹیوں کے اوپر اودے رنگ سے اپنا اور جناب محشر صاحب کا نام لکھا کیونکہ کل صبح کو انشاء اللہ جہاز پر بیٹھ جائینگے۔

۸ر شعبان جمعہ

سویرے آنکھ کھل گئی۔ نماز صبح۔ تلاوت قرآن سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ ابو حبیب صاحب داروغہ مسافر خانہ

آئے اور تقاضہ کیا کہ اسباب نیچے ...... اپنے جلدی جلدی اسباب درست کیا بستر باندھے ! در اسباب نیچے اتارا ایک گاڑی پر مفتی صاحب قبلہ، ہم اور جناب محسن صاحب اور ایک بیل گاڑی پر ہم سب کا اسباب بار کیا گیا۔

گودی نمبر ۵ اپر پہونچے۔ جہاز کو کھڑا ہوا پایا جس کا نام "چیکلا" ہے مگر کچھ ایسا چوڑا نہ پایا۔ ٹکٹ زینہ پر دکھا کے جہاز کے اوپر پہونچے۔ اسباب رکھا گیا۔ جگہیں پہلے سے رک چکی تھین مگر پھر بھی ایک مقام معین کر کے وہان بستر لگوائے۔ مفتی صاحب قبلہ نے کھنڈ مین قیام کیا۔ اور ہم جناب محسن صاحب وغیرہ کے ساتھ سطح پر مقیم ہو ... بجے پہونچے تھے۔ ۱۱ بجے لنگر اٹھا۔ جہاز روانہ ہوا در و دیوار بمبئی نظر سے پنہان ہونے لگے محسن صاحب نے کہا "رخصت طلب مین اے در و دیوار بمبئی" تھوڑی ہی دیر مین جہاز کی رفتار تیز ہوئی۔ کچھ دیر تو دور پہاڑون کی قطار تاریک دھوین کی صورت مین دکھائی دیتی رہی پھر وہ بھی غائب ہو گئی۔ اب جہاز ہے پانی ہے اور آسمان۔ اسکے سوا کچھ نہین ہے۔

کھانے سے فراغت ہو جانے کے بعد جناب مفتی صاحب قبلہ نے مجلس کی جس مین میر انیس مغفور کا مرثیہ پڑھا گیا اور رنگ مجلس خوب رہا۔

نطب نماز سے نماز پڑھی۔ اسکے بعد ہم جہاز کے کنارے پر آئے اور سمندر کا نظارہ کرنے لگے تھوڑی دیر مین آفتاب جانب مغرب مائل ہوا۔ اسوقت یاد وطن اور مفارقت اعزا اور اشتیاق آستان بوسی ائمہ اطہار سے ہمارے دل مین عجب ہیجان تھا۔

سمندر کے عظیم تلاطم، موجون کے عجیب اضطراب۔ پانی سے اٹھتے ہوئے سفید پھین اور آفتاب کی زرد ڈوبتی ہوئی کرنون کو دیکھکر بے ساختہ یہ چند شعر زبان پر جاری ہو گئے ؎

موجزن بحر محیط ہند! تو ہی یہ بتا — میرے دل یا تیری موجون مین تلاطم ہے سوا؟
چلتے چلتے جادۂ آب روان بتلا مجھے — تیرا ساحل دور ہے یا نقطۂ مقصد مرا؟
اے کف دریا تو ہی کر دے یہ مجھ پر آشکار — میری صبح آرزو کب ہو گی آخر رونما؟
سرخی رنگ شفق! میرا ہے تجھ سے یہ سوال — خون رلوائیگا کبتک ہمکو چرخ فتنہ زا؟
ڈوبتے مہر منور! تو بتا تا جا مجھے — میرا خورشید تمنا ہوگا کب رونق فزا؟

الحمدللہ کہ جہاز کی رفتار سے ہم پر کوئی اثر نہین ہی۔ گھر سے احتیاطاً کیتھہ کی ٹکیان اور اچار ایسی چیزین بھی لیتے آئے تھے (جو ہر مسافر کو ایسے سفر مین اپنے ساتھہ رکھنا ضروری ہین) لیکن اگر خدا نے چاہا تو اسکی ضرورت نہوگی۔ دن کو گرمی تھی مگر رات کو سردی۔

۹ شعبان ۔ شنبہ

نماز صبح پڑھی۔ جہاز اطمینان و سکون کی چال چل رہا ہی مگر ابر کے آجانے سے کبھی کچھ اضطراب بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ رقبہ بہت بڑا ہی۔ طائر تک کسی طرف نہین دکھائی دیتا۔ ہر طرف پانی ہی۔ بیچ مین جہاز سر پر آسمان اور ساتھہ ساتھہ خدا اور عالم کی حفاظت ائمہ معصومین کی تائید۔ اس موقع پر ہم نے چند شعرون مین بحری منظر کو نظم کیا ہے جو درج ذیل ہین۔

سمندر کا ہولناک منظر

قلزم ہند ! اف۔ خدا کی پناہ — حد نہین جس کی غیر حسد نگاہ
آب ہی آب ہے چہار طرف — بیچ مین ہے جہاز سر بکف
نیلگون آب ہے رواں دیکھو — آسمان زیر آسمان دیکھو
دل سہمتا ہے جوش ایسا ہے — صور سمجھو۔ خروش ایسا ہی
پانی ہر سو ہے تا حد نظر — جس مین مخفی ہے ہست و بود نظر
فکر ساحل مین کچھ اگر اُلجھے — اپنے تارون مین خود نظر اُلجھے
کف سیہ آب سے جو اُٹھتا ہے — شب کے اندر سحر کا تڑکا ہے
نہین آتا کوئی پرند نظر — طائر وہم کے بھی ٹوٹے ہین پر
سامنے سایۂ درخت نہین — نخل اُمید بھی ہے دور کہین
کھارا ہے عجیب پیچ و تاب — ہے اثر غیظ کا کہ یہ کف آب

یہ دونوں صورتیں بجائے خود انتہائی مفید اور نتیجہ خیز ہیں اور ہر ایک کے لئے کچھ خصوصیات ہیں جو دوسرے کے لئے حاصل نہیں ہیں۔

ایک طرف وقتی حیثیت سے تقریر میں جو ولولہ خیزی و جذبات انگیزی کی طاقت ہوتی ہے وہ تحریر کو نصیب نہیں۔

وہی دھواں دھار تقریر جو ایک شیوا زبان مقرر کے دھن سے نکلکر طبائع میں انقلاب اور حسیات باطنی میں تلاطم پیدا کرتی ہے وہی اگر قید تحریر میں آجائے اور لکھکر اُس کو سنا دیا جائے تو اُس کی تمام طاقت فنا اور اثر رخصت ہو جائے گا۔

اس کا رمز یہ ہے کہ علم النفس کی بنا پر انسان کے نفس میں ایک قوت مقناطیسی اور خاص تاثیر موجود ہے کہ جو غیر کے نفس کے مقابل آکر اُس کو متاثر اور منفعل بنا سکتی ہے۔

کسی کو ہنستے دیکھکر خواہ مخواہ ہنسی کا آجانا اور کسی کو روتے دیکھکر دل پر ایک غیر اختیاری چوٹ کا پڑ جانا اسی کا نتیجہ ہے۔

"افسردہ دل افسردہ کند انجمنے را" یہ اسی نفوس کے تعلق باطنی کا نتیجہ ہے اور یہ نفسانی اثر زیادہ تر قوت باصرہ کی شعاع اور لب و لہجہ و آواز اور جسم کے حرکات و سکنات کے توسط سے ایک دل سے دوسرے دل تک پہونچتا اور دوسرے طبائع و قلوب کو متاثر بناتا ہے۔

ایک مقرر کو تقریر کے موقع پر ان تمام ذرائع سے کام لینے کا موقع ہوتا ہے۔ وہ گوش بر آواز اور متوجہ مجمع کے طبائع پر اپنے نفسانی تاثیرات کو پورے طور پر ڈال سکتا ہے اسلئے وہ براہ راست دلوں سے باتیں کرتا اور طبائع و نفوس سے نامہ و پیام کا سلسلہ قائم کرتا ہے اور بہت زیادہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکتا ہے۔

یہی سبب ہے کہ جس قدر واعظ و ناصح اپنے ہدایات پر خود کاربند ہوگا اسی قدر اُس کا کلام موثر زیادہ ہوگا اسلئے کہ اس کو وعظ و نصیحت میں اُسکے نفس کی ترجمانی بہت زیادہ ہوتی ہے اور الفاظ کے پر زور سلسلہ کے ساتھ نفس بھی اپنی برقی طاقت سے باطنی کیفیات کا اثر ڈالتا ہے جس کا نتیجہ مخاطب کے اثر پذیر ہونے کی صورت میں نمودار ہوتا ہے۔ برخلاف اُس صورت کے جب واعظ خود اپنے وعظ سے متاثر اور اُس پر عمل پیرا نہو اسوقت اُسکی زبان کے ساتھ دل کی شرکت

نہین ہوتی اور الفاظ کے ساتھ نفس کی کوئی طاقت شریک نہین ہوتی جو مخاطب کے نفس و روح پر اثر انداز ہو اسلئے وہ زبان سے نکلتا اور پردہ گوش پر جاکر ختم ہو جاتا ہے۔ دل سے اگر نکلتا تو دل تک پہونچتا بھی ضرور الکلام اذا خرج من القلب دخل فی القلب ۔

یہ خصوصیت تقریر کی وہ ہے جو تحریر کو حاصل نہین ہے۔ ایک انشا پرداز اور مضمون نگار اپنے دل کے تمام جذبات کو کاغذ پر لانے سے قاصر ہے۔ اُسکے قلم کے صرف نقوش ہوتے ہین جو صفحہ کاغذ پر آکر عام افراد کی نظر سے گذرتے رہتے ہین۔ اُسکے لئے وہ ذرائع مفقود ہین جو ایک نفس اور دوسرے نفس کے اندر پیوند مواصلت لگاتے اور نامۂ و پیغام کے فرض کو انجام دیتے ہین۔

یہان نفس کی حقیقی تاثیر الفاظ کے ساختہ و پرداختہ نظام مین گم ہو جاتی ہے اور اُس کا پتہ نہین رہتا اسکے علاوہ ایک مقرر کو مجمع کی افتاد طبع، توجہ خاطر یا پریشانی افکار اور دیگر حالات وقتی کے اقتضا کی جانچ کا موقع حاصل ہوتا ہے اور اسلئے وہ اپنی تقریر وقت و موقع اور دیگر خصوصیات کے لحاظ سے سامعین کے گوش گذار کرکے اُن کے قلوب پر قبضہ کر سکتا ہے لیکن تحریر مین یہ بات حاصل نہین ہوسکتی۔

اسلئے اکثر وقتی نتائج اور انقلابات جس طرح تقریر کے اثر سے حاصل ہوتے ہین تحریر سے حاصل نہین ہوتے لیکن اسکے خلاف تحریر مین جو خصوصیات ہین وہ تقریر مین ناپید ہین۔ ایک مقرر کے دہن سے نکلی ہوئی تقریر وہ کتنی ہی موثر و کامیاب پرجوش و پرزور سہی لیکن محصور و مقید اور محدود ہے۔

ایک تو عام ذرائع کے لحاظ آواز کی رسائی ایک خاص مسافت سے مخصوص ہے۔ ہوا کا تموج جو آواز کے ساتھ سفارت کا فرض انجام دیتا ہے اسکی طاقت محدود ہے اسلئے کہ جتنی متکلم کے دہن سے دوری ہوتی جاتی ہے ہوا کی لہرین کہ جنہین آواز سمائی ہوئی ہے کمزور ہوتی جاتی ہین ۔ اور اسلئے کسی متکلم کی تقریر ایک محدود چار دیواری کے اندر محدود و مقید ہوتی ہے جس کے باہر نہ وہ پہونچتی ہے نہ اُس کا اثر پڑتا ہے۔

پھر اسکے علاوہ خود الفاظ جو دہن سے نکلتے ہین وہ حرکت کے مثل سیالانہ کیفیت رکھتے ہین یعنی اتنے بے ثبات ہین کہ کوئی دوسرا جزو آن ہین کا اسوقت تک آتا نہین جبتک پہلا جزو فنا نہ ہو جائے اور اسلئے ایک مقرر کے الفاظ دہن سے نکلنے اور مخاطب کے کان تک پہونچنے کے ساتھ ہی ہوا کے اندر ملتے اور فنا ہو جاتے ہین جسکے بعد پھر نہین ملتے ہین

اسلئے وہ خود وقتی اور ان کا اثر بھی وقتی ہے اور اس وقت کے گزر جانے کے بعد وہ دو چار باقی رہتے ہیں یا نہ ان کا اثر اور کچھ دن گذر جانے کے بعد ان کی یاد بھی باقی نہیں رہتی۔ چہ جائیکہ اسکے بعد کے دور میں اور دوسری نسلوں میں اسکے لئے اگر ہے تو تحریر ہی۔ وہ غیر محدود ہے یعنی مکان و زبان دونوں طرح کی قید سے آزاد ہے یقیناً ایک مصنف کی لکھی ہوئی تحریر کسی مکان خاص کی پابند نہیں ہوتی۔ شرق و غرب عالم ہیں جس جگہ بھی وہ پہونچ سکے وہاں فائدہ پہونچانے کے لئے کافی ہونگی اور پھر زمانہ کے اعتبار سے باقی رہنے والی اس طرح کہ لکھنے والا فنا ہو جائے اور وہ باقی رہے۔

یلوح الخط فی القرطاس دھرا وکاتبہ رمیم فی التراب

وہ جس طرح موجودہ نسل کو فائدہ پہونچاتی اسی طرح آئندہ نسلوں کے لئے بھی معلومات کا ذخیرہ ہے۔

اور انسانی آثار علمی و تاریخ فکری کے لئے حیات جاودانی کا حکم رکھتی ہے۔ مذہبی مسائل کیلئے جو حقیقۃً دلائل پر مبنی ہوں اسلئے بھی تحریر زیادہ مناسب ہے۔ کہ تقریر وقتی حیثیت رکھنے کی بناء پر مخاطبین کو صبر و سکون کے لمحوں میں سنجیدگی و متانت سے غور کرنے کا موقع نہیں دیتی، اکثر حق باتیں کسی ذاتی خیال یا جذبہ کی تحریک سے سنکر نظر انداز کر دیجاتی اور بلا غور و فکر کے مسترد ہو جاتی اور اکثر کمزور دلائل صرف وقتی جذبات کی فریبی سے جو ایک مقرر کی تقریر کا جوہر خاص ہی نظر میں خوش آیند معلوم ہو کر دل کو قبضہ میں کر لیتے ہیں لیکن تحریر میں یہ خاص جوہر ہے کہ وہ ایک طویل وقت تک کیلئے انسان کی نظر کے سامنے رہکر اسکو غور و فکر کی مہلت اور صبر و سکون سے حقیقت امر پر غور کرنے کی دعوت دیتی ہے اور اس سے جو نتیجہ برآمد ہوتا ہے وہ اکثر جذبات کے رو سے نہیں بلکہ عقلی غور و تامل کے ماتحت ہوتا ہے اسلئے اسکو دیرپا اور غیر متزلزل ہونے کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔

اس بناء پر یہ کہنا ناگزیر ہے کہ تبلیغ کے لئے دونوں ہی شعبے انتہائی اہم اور ضروری ہیں اور ان دونوں میں سے کسی سے بھی گریز اور گریز نہیں ہے۔

تقسیم عمل حضرات! یہ ناممکن ہے کہ کوئی فرد یا جماعت اپنی پوری امکانی قوت دو شعبوں میں برابر سے صرف کر سکے۔ اس طرح قوت منقسم ہو جانا ضروری ہے جس کی بناء پر دونوں ہی شعبوں میں کمزوری پیدا ہو جائیگی۔ اسلئے اگر ایک کام کو پوری کامیابی کیساتھ انجام دینا ہے تو اسکی صورت یہی ہے کہ اس کو حقیقی مقصد اور نصب العین قرار دیا جائے

اور اس مین پورے انہماک اور کوشش سے جد و جہد کیجائے اور دوسرے شعبہ مین اگر ضرورت ہو تو کام کیا جائے لیکن ضمنی حیثیت سے ہو اور پوری طور سے توجہ کا مرکز نہ قرار پائے۔

دوسرے شعبہ کے لئے کوئی اور فرد یا جماعت ہو جو اسکو اپنا اصلی مقصد قرار دیکر اسکو اپنا مرکز توجہ بنائے اور پورے انہماک کو صرف کرے جس کو پہلے مقصد سے اگر تعلق ہو تو وہ ضمنی حیثیت رکھتا ہو۔ اس طرح تمام کام ایک مکمل نظام کے ساتھ انجام پاسکتے ہین۔

تقریر کے شعبہ مین مدرسۃ الواعظین کے بعد کسی ادارہ کی ضرورت نہین ہے۔ قوم کو اسی ادارہ کی طرف زیادہ سے زیادہ پیمانہ پر متوجہ ہونا چاہیئے۔ اور اسکے دائرہ عمل کو صحیح طریقے سے اتنا وسیع کر دینا چاہیئے کہ ملک کے طول و عرض اور دور دراز ممالک اور بیرونی دنیا مین وہ تشنگان ہدایت کی پیاس کو بجھا سکے۔

بیشک تحریری خدمات کیلئے ایک ایسے ادارہ کی سخت ضرورت تھی جو اس مقصد کو اپنا اصلی نصب العین قرار دے کر اور اس مین پورے طور سے متوجہ ہو۔

امامیہ مشن کا قیام

اس ضرورت کو اس امامیہ مشن نے پورا کیا ہے جسکے جلسہ سالانہ مین اسوقت آپ تشریف فرما ہین اور جس کی بنیاد کا سہرا قدرت نے کچھ مخلص اہل ایمان کے سر باندھا ہے جن کے اسماء آپ کو بانیان امامیہ مشن کی فہرست مین نظر آتے ہین اور ان مین بھی پہلی تحریک کا شرف ایک فرد خاص یعنی اس ادارہ کے پرجوش سکریٹری سید ابن حسین صاحب کی ذات کو حاصل ہے جنکے اخلاص اور ولولۂ عمل، جوش مذہبی نے اس ادارہ کو قائم کر کے اور اس درجہ تک پہونچا کر یہ ثابت کر دیا کہ کسی ادارہ کی مقبولیت قوم مین اسکے عہدہ داران یا بانیان کی شخصیت و عظمت پر موقوف نہین ہے بلکہ اخلاص عمل اور حقیقی خدمت کی ضرورت ہے جسکے بعد قوم خود متوجہ ہوتی اور دست تعاون بڑھاتی ہے۔

اکثر اصحاب خیال فرماتے ہین کہ امامیہ مشن میرا قائم کردہ ادارہ ہے اور مین اسکے بانی کی حیثیت رکھتا ہون۔ بلاشک یہ امر میرے لئے بہت مسرت کا باعث تھا اگر واقعہ کے مطابق ہوتا مگر افسوس کہ ایسا نہین ہے۔ امامیہ مشن کے قیام کی روئداد آپ کو سکریٹری صاحب کی رپورٹ سے معلوم ہوگی آپ اس مین دیکھین گے کہ امامیہ مشن کے قیام کا مجھ سے کوئی تعلق نہین ہے۔

مین نے "قاتلانِ حسین کا مذہب" بھی رسالہ کے طور پر نہین بلکہ اخبار مین مضمون کی حیثیت سے لکھا تھا جو سرفراز مین شایع ہوا تھا۔ اُسے دیکھکر اکثر اصحاب کے ذہن مین یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ کتاب کی صورت مین شایع ہو جائے تو بہتر ہے۔

لیکن ابن حسین صاحب زادہ تھے جنھون نے اپنے خیال کو عملی صورت مین لے آنے کا حتمی ارادہ بھی کر لیا اور مجھ سے اُس کا مسودہ شایع ہونے کے لئے طلب کر لیا۔

مین اُسوقت تک یہی سمجھتا تھا کہ یہ رسالہ شخصی حیثیت سے شایع ہو رہا ہے مگر اُسوقت میرے حیرت کی انتہا نہ رہی جب مین نے اخبار مین رسالہ کا اشتہار دیکھا اور نیچے مشتہر کے نام کیجا تو "سکرٹری امامیہ مشن" مین نے دریافت کیا کہ یہ کونسی انجمن ہے تب معلوم ہوا کہ اسی رسالہ کی اشاعت کے سلسلہ مین اس انجمن کی تشکیل ہو گئی ہے اسکے بعد بھی اگر مجھے بانی امامیہ مشن سمجھنا صحیح ہو تو مجھے کوئی عذر نہین ہے۔

(باقی آئندہ)

اِمامیہ مشن بلڈنگ فنڈ

مین سردست ایک ہال کی تعمیر کیلئے صرف دو ہزار روپیہ کی ضرورت ہے۔

اگر ابتک جناب نے اس دینی مقصد مین کوئی حصہ نہین لیا ہے تو جلد از جلد توجہ فرمائیے۔

تمام رقوم کا اعلان علاوہ دیگر اخبارات کے "خفائق" مین بھی شایع ہوتا رہیگا۔

سید ابن حسین، سکرٹری امامیہ مشن لکھنؤ

نقد و تبصرہ

(رکن ادارت کے قلم سے)

ابن تیمیہ اور یزید — مصنفہ مولانا سید محمد رضا حسن ابن جناب علامہ ہندی مولانا سید احمد صاحب قبلہ دام ظلہ۔ قیمت ۳ ؍ ملنے کا پتہ :- دفتر دار التبلیغ ڈیوڑھی آغا میر لکھنؤ۔

کلکتہ کے مشہور اخبار ہند جدید کے ذمہ دار رئیس التحریر مولانا عبد الرزاق ملیح آبادی نے گذشتہ سال ایک کتاب "شہید کربلا" کے نام سے لکھکر شائع کی ہے جس میں کربلا کے واقعہ کو طبری وغیرہ سے اخذ کر کے تحریر کیا گیا ہے اور دلآویز پیرایہ میں بیان کیا ہے اس میں جہاں تک بیان واقعات سے تعلق ہے اگرچہ تاریخی ہجکولے موجود ہیں لیکن پھر بھی ایسے واقعات درج ہو گئے ہیں جن سے واقعہ کربلا کی اہمیت اور شہادت حسینی کے خصوصیات پر کافی روشنی پڑتی ہے اور اسلئے موصوف کی سعی بہت مشکور کہی جاسکتی ہے لیکن افسوس ہے کہ ابن عبد الوہاب نجدی کے مشہور مقتدا ابن تیمیہ حرانی کے تصانیف سے موصوف کی غیر معمولی شغف نے اُن کو کتاب "حسین و یزید" کی اشاعت پر آمادہ کر دیا جو ابن تیمیہ کی تحریر کا ترجمہ ہے اور جس میں دل کھول کے غلط بیانیوں سے کام لیا ہے اور حسین مظلوم کی شہادت کو ایک بالکل معمولی واقعہ ثابت کرنے کی کوشش اور یزید کو اس جرم سے بری قرار دینے کی سعی کی گئی ہے۔

زیر تبصرہ رسالہ اسی کتاب "حسین و یزید" کی رد ہے جس میں نہایت لطیف پیرایہ اور شگفتہ انداز سے خود مولانا عبد الرزاق ملیح آبادی کی کتاب "شہید کربلا" کے مندرجہ واقعات کی بنا پر "حسین و یزید" کے بیانات کی کمزوری و غلطی طشت از بام کی گئی اور اُسکے نام نہاد دلائل کا تار و پود بکھیر دیا گیا ہے۔

نیز "حسین و یزید" کے مندرجہ مباحث پر دوسرے مستند کتب تاریخی و احادیث سے بھی کافی تبصرہ کیا گیا ہے کتاب ہر حیثیت سے مفید اور دلچسپ ہے۔

جناب علامہ ہندی کے قدیم ادارہ دار التبلیغ کے جدید دور کا پہلا رسالہ ہے جسکی بنا پر اس رسالہ کی خریداری ایک مستقل مذہبی خدمت میں شرکت کی باعث ہے۔

مین نے "تاترات حسین کا مذہب" بھی رسالہ کے طور پر نہین بلکہ اخبار مین مضمون کی حیثیت سے لکھا تھا جو سرفراز مین شایع ہوا تھا۔ اُسے دیکھکر اکثر اصحاب کے ذہن مین یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ کتاب کی صورت مین شایع ہو جائے تو بہتر ہے۔

لیکن ابن حسین صاحب صادر تھے جنھون نے اپنے خیال کو عملی صورت مین لے آنے کا حتمی ارادہ بھی کرلیا اور مجھ سے اُس کا مسودہ شایع ہونے کے لئے طلب کرلیا۔

مین اُسوقت تک یہی سمجھتا تھا کہ یہ رسالہ شخصی حیثیت سے شایع ہو رہا ہے مگر اُسوقت میرے حیرت کی انتہا نہ رہی جب مین نے اخبار مین رسالہ کا اشتہار دیکھا اور نیچے مشتہر کے نام کیسا تھ "سکریٹری امامیہ مشن" مین نے دریافت کیا کہ یہ کونسی انجمن ہے تب معلوم ہوا کہ اسی رسالہ کی اشاعت کے سلسلہ مین اس انجمن کی تشکیل ہوگئی ہے اسکے بعد بھی اگر مجھے بانی امامیہ مشن سمجھنا صحیح ہو تو مجھے کوئی عذر نہین ہے۔

(باقی آئندہ)

امامیہ مشن بلڈنگ فنڈ

مین سردست ایک ہال کی تعمیر کیلئے صرف دو ہزار روپیہ کی ضرورت ہے۔

اگر اب تک جناب نے اس دینی مقصد مین کوئی حصہ نہین لیا ہے تو جلد از جلد توجہ فرمائیے۔

تمام رقوم کا اعلان علاوہ دیگر اخبارات کے "حقائق" مین بھی شایع ہوتا رہیگا۔

سید ابن حسین، سکریٹری امامیہ مشن لکھنؤ

نقد و تبصرہ

(رکن ادارت کے قلم سے)

ابن تیمیہ اور یزید | مصنفہ مولانا سید محمد حسن صاحب ابن جناب علامہ ہندی مولانا سید احمد صاحب قبلہ دام ظلہ۔ قیمت ۳ر ملنے کا پتہ:۔ دفتر دار التبلیغ ڈیوڑھی آغا میر لکھنؤ۔

کلکتہ کے مشہور اخبار ہند جدید کے ذمہ دار رئیس التحریر مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی نے گذشتہ سال ایک کتاب "شہید کربلا" کے نام سے شائع کی ہے جس میں کربلا کے واقعہ کو طبری وغیرہ سے اخذ کر کے تحریر کیا گیا ہے اور دلآویز پیرایہ میں بیان کیا ہے اس میں جہاں تک ان واقعات سے تعلق ہے اگرچہ تاریخی ہچکولے موجود ہیں لیکن پھر بھی ایسے واقعات درج ہو گئے ہیں جن سے واقعۂ کربلا کی اہمیت اور شہادت حسینی کے خصوصیات پر کافی روشنی پڑتی ہے اور اسلئے موصوف کی سعی بہت مشکور کہی جا سکتی ہے لیکن افسوس ہے کہ ابن عبدالوہاب نجدی کے مشہور مقتدا ابن تیمیہ حرانی کے تصانیف سے موصوف کی غیر معمولی شغف نے اُن کو کتاب "حسین و یزید" کی اشاعت پر آمادہ کر دیا جو ابن تیمیہ کی تحریر کا ترجمہ ہے جس میں دل کھول کے غلط بیانوں سے کام لیا ہے اور حسین مظلوم کی شہادت کو ایک بالکل معمولی واقعہ ثابت کرنے کی کوشش اور یزید کو اس جرم سے بری قرار دینے کی سعی کی گئی ہے۔

زیر تبصرہ رسالہ اسی کتاب "حسین و یزید" کی رد ہے جس میں نہایت لطیف پیرایہ اور شگفتہ انداز سے مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی کی کتاب "شہید کربلا" کے مندرجہ واقعات کی بنا پر "حسین و یزید" کے بیانات کی کمزوری و غلطی طشت از بام کی گئی اور اسکے نام نہاد دلائل کا تار و پود بکھیر دیا گیا ہے۔

نیز "حسین و یزید" کے مندرجہ مباحث پر دوسرے مستند کتب تاریخی و احادیث سے بھی کافی تبصرہ کیا ہے کتاب ہر حیثیت سے مفید اور دلچسپ ہے۔

جناب علامہ ہندی کے قدیم ادارہ دار التبلیغ کے جدید دور کا پہلا رسالہ ہے جسکی بنا پر اس رسالہ کی خریداری مستقل مذہبی خدمت میں شرکت کی باعث ہے۔

صلائے عمل

نوشتۂ مسٹر رایت علی صاحب حیدرآباد دکن مطبوعہ مطبع مکتبہ ابراہیمیہ اسٹیشن روڈ حیدرآباد قیمت ۲ر

دو جز کا رسالہ ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانون کو صرف اعتقاد کافی نہین بلکہ عمل کی ضرورت ہے۔ اس کے ذیل مین اسلام اور ایمان کا فرق توحید اور شرک کا مسئلہ اور مختلف مباحث آگئے ہین جنمین قدم قدم پر لغزشین ہین لیکن بحیثیت مجموعی جو مقصد رسالہ کا ہے وہ درست ہے ایمان بغیر عمل صالح کسی کام کا نہین اور بے شک عمل صالح کی ضرورت ہے۔

البرہان

جناب مولانا سید محمد سبطین صاحب قبلہ سرسوی دام ظلہ کا نام دنیائے تشیع مین محتاج تعارف نہین ہے اور نہ "البرہان" ہی کے لئے پہچنوانے کی ضرورت ہے۔ یہ رسالہ ایک طویل مدت تک حجۃ الاسلام علامہ شیخ عبد العلی ہروی کی زیر سرپرستی جاری رہا اور مذہب کی بڑی خدمت انجام دیچکا ہے اقتصادی مشکلات کی بنا پر ایک عرصہ تک بند رہنے کے بعد دوبارہ عالم وجود مین آیا ہے اور دور جدید کا پہلا نمبر زیر سرپرستی مولانا سید محمد سبطین صاحب قبلہ شائع ہوگیا ہے جو مفید اور گران مایہ مضامین پر مشتمل ہے۔ اور بہت خوبیون کا حامل ہے۔ قیمت سالانہ عہ ر دفتر البرہان محلہ سیدان لودھیانہ سے طلب کیجئے۔

رپورٹ سالانہ گروہ قمر بنی ہاشم

حیدرآباد دکن مین ۱۲ محرم ۱۳۴۹ھ کو ایک انجمن قائم ہوئی ہے جس کا نام گروہ قمر بنی ہاشم ہے جس کے اغراض و مقاصد سے معلوم ہے کہ وہ درحقیقت تنظیم افراد شیعہ اور مظاہرۂ شعائر دینیہ کے لئے قائم ہوئی ہے اسکے محترم معتمد جناب نواب میر سعادت علیخان صاحب بہادر اور خازن جناب نواب سید علی صاحب جعفری ہین۔

ان دونون بزرگون کا احساس مذہبی ہمکو معلوم ہے اور ان حضرات کی ذمہ دارانہ خدمات سے انجمن جتنا بھی ترقی کرے برمحل ہے۔ انجمن کی سالانہ رپورٹ مع تنقیح حسابات جس مین عالیجناب نواب فخر الملک بہادر کی تقریر صدارت جلسہ سالانہ بھی شامل ہے۔ ہمارے پیش نظر ہے جو بڑے سائز پر دیدہ زیب اچھے کاغذ اور طباعت کے ساتھ چھپی ہے خدا کرے یہ انجمن استقلال کے ساتھ قائم رہے اور روز بروز ترقی کرکے برادران حیدرآباد کی مذہبی و قومی تنظیم و ترقی کی باعث ہو۔

معجزات و بینات

...ی نوعیت کی پہلی کتاب جو عالم اسلامی میں ظاہر ہوئی ہے سنہ ۱۳۵۰ھ میں مشاہیر شرفا ائمہ معصومین علیہم السلام سے
...بکثیر مظاہر قدرت یعنی معجزات ظاہر ہوئے انکے مستند تفصیلی واقعات اس میں شایع کئے گئے ہیں جو ارباب ایمانی کیلئے
...زاد اور تمام مذاہب و اقوام کے مقابل صدق و حقانیت کی دلیل ہیں یہ کتاب حضرت سید العلماء دام ظلہ کا
...ان ہی کی ذاتی تحقیقات اور کاوش کا نتیجہ ہے تقطیع ۲۰×۲۶ کاغذ سفید چکنا قیمت صرف ایک روپیہ خرچہ ڈاک ۲/

...الاحکام | عرصہ سے اس ضرورت کا احساس کیا جا رہا تھا کہ حضرت سید العلماء دام ظلہ کے فتاوی اور
...سائل فقہ کا مجموعہ شایع کیا جاوے چنانچہ سر دست یہ مختصر اور اہم مسائل کا مجموعہ شایع کیا گیا ہے انشاء اللہ آئندہ
...ان مسائل فقہ میں جو تمام ابواب فقہ کی جامع ہوگی شایع کیجاوے گی۔ قیمت فی جلد چار آنے اور خرچہ ڈاک ۱/

...الادب شرح لامیۃ العرب | یہ کتاب شائقین علم ادب اور بالخصوص طلاب یونیورسٹی کیلئے
...مفید ثابت ہوئی ہے۔ قیمت چھ آنے علاوہ محصول۔

...المعمور فی عمارت القبور | اس رسالہ میں قبہ و قبور کے متعلق عام اسلامی نقطہ نظر سے فیصلہ کن
...ثابت کی ہے اور وہابی خیالات کا تار و پود بکھیر دیا گیا ہے قیمت چار آنے علاوہ محصول ڈاک

نرخ نامہ اشتہار برائے رسالہ "حقائق"

مدت اشاعت	ایک صفحہ	نصف صفحہ	ربع صفحہ
ایک سال کیلئے	صہ/	سہ/	عہ مر
چھ ماہ کیلئے	سہ/	عہ مر	عہ/
تین ماہ کیلئے	عہ مر	عہ/	۱معہ/
ایک ماہ کیلئے	۱معہ/	للعہ/	۶ ۸/

المشتہر منیجر حقائق بک ایجنسی حسین آباد۔ لکھنؤ

...ایران میں طبع شدہ تصنیف
...النقاب عن عقائد ابن عبدالوہاب
...قدر کتاب ہے جس پر علمائے عراق و
...و شام نے بہترین الفاظ میں تبصرہ
...نجف اشرف میں شایع ہوئی۔
...قیمت علاوہ محصول آٹھ آنے
...المآثر فی اقامۃ الشعائر
...شعائر کے متعلق بعض فقہی مباحث۔
...علاوہ محصول ڈاک پانچ آنے۔

...ابو محمد رضی پرنٹر و مرزا احمد حسین ... پبلشر ... لکھنؤ ... طبع ہو کر دفتر "حقائق" لکھنؤ سے شایع ہوا

امامیہ مشن کے تبلیغی رسالے

نمبر	نام رسالہ		قیمت	خرچ ڈاک
۱	قاتلان حسینؑ کا مذہب	(تیسرا اڈیشن)	۴/	[illegible]
۲	تحریف قرآن کی حقیقت	(دوسرا اڈیشن)	۶/	[illegible]
۳	مولود کعبہ	"	۱/	[illegible]
۴	وجود حجت	"	۴/	[illegible]
۵	اصول دین اور قرآن	"	۴/	[illegible]
۶	اتحاد الفریقین حصہ اول	"	۴/	[illegible]
۷	حسینؑ اور اسلام اردو	"	[illegible]	[illegible]
۸	" ہندی	"	۱۰/	[illegible]
۹	" انگریزی	"	۲/	[illegible]
۱۰	متعہ اور اسلام		۸/	[illegible]
۱۱	امامت ائمہ اثنا عشر اور قرآن	(دوسرا اڈیشن)	۰/	[illegible]
۱۲	تجارت اور اسلام		۳/	[illegible]
۱۳	اتحاد الفریقین حصہ دوم		۴/	[illegible]
۱۴	علیؑ اور کعبہ		۱/	[illegible]
۱۵	رجال بخاری حصہ اول		۶/	[illegible]
۱۶	مذہب باب و بہا حصہ اول		۵/	[illegible]
۱۷	نوروز و غدیر	(دوسرا اڈیشن)	۱/	[illegible]
۱۸	مجاہدہ کربلا		۲/	[illegible]
۱۹	کربلا کا آتم بلیدان	(ہندی)	۲/	[illegible]
۲۰	دی مارٹیرڈم آف حسینؑ	(انگریزی)	[illegible]	[illegible]
۲۱	اسوۂ حسینی		۴/	[illegible]
۲۲	جنگ صفین		۳/	[illegible]
۲۳	تذکرہ حفاظ شیعہ حصہ اول		۶/	[illegible]
۲۴	" " دوم		۵/	[illegible]
۲۵	مقصود کعبہ		۱/	[illegible]

ملنے کا پتہ: آنریری سکریٹری "امامیہ مشن" حسین آباد لکھنؤ

انا مدینۃ العلم و علی بابھا

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حقائق

لکھنؤ

مدیر ابن حسین نقوی

ہ سالانہ للعہ/

چندہ ششماہی عہ/

چندہ ممالک غیر سالانہ صہ/ ششماہی سے/

مقاصد

(۱) لامذہبیت کے مقابلہ میں مذہب کی حمایت۔

(۲) اسلامی اصول کی تبلیغ اور مخالفین اسلام کے جارحانہ حملوں کا دفعیہ۔

(۳) مذہب حق کے تعلیمات کی نشر و اشاعت اور قوم کے اخلاقی و تمدنی اوصاف کی اصلاح۔

(۴) علم ادب کی صحیح خدمت

(۵)
سلف صالحین اور مفید ماضی واقعات کے تاریخی حالات۔

(۶)
اکتشافات جدیدہ و اخبار علمیہ وغیرہ وغیرہ۔

قواعد

یہ رسالہ ہر عربی ماہ کے دوسرے ہفتہ میں شائع ہوا کریگا۔

ہر خریدار کو کم از کم چھ ماہ کیلئے خریدار ہونا پڑے گا۔

نمونہ کا پرچہ چھ آنے کے ٹکٹ وصول ہونے پر روانہ ہوگا۔

جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیے۔

اشتہارات کی اجرت کا نقشہ کسی دوسری جگہ درج ہے۔

علمی معاملات کے متعلق خط و کتابت بنام مدیر اور دیگر امور کے متعلق بنام منیجر ہونا چاہیے۔

شرح قیمت

رؤسا و والیان ملک سے جو رقم بھی مرحمت فرمادیں۔

عام خریداروں سے چار روپیہ سالانہ اور دو روپیہ آٹھ آنے ششماہی۔

ہدایات

مضمون نگار حضرات مقاصد رسالہ کا لحاظ رکھکر مضمون تحریر فرمادیں ورنہ درج حقائق نہ ہوسکیں گے۔

مضامین عموماً مختصر ہونا چاہئیں

اڈیٹر کو تغیر و تبدل و اصلاح کا اختیار ہوگا۔

عبارت حتی الامکان سلیس اور عام فہم ہونا چاہیے۔

مضامین خوشخط تحریر کیے جاویں اور عربی عبارت کا ترجمہ ہونا چاہیے۔

کتب منقول عنہا کا حوالہ مع نمبر صفحہ و سطر ضرور ہونا چاہیے۔

ناقابل اشاعت مضمون واپس ہوگا اگر ضرورت ہو تو صاحب مضمون کو ٹکٹ بھیجنا چاہیے۔

پتہ: دفتر حقائق حسین آباد لکھنؤ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حقائق

جلد ۱ — ۱۵ ذیقعدہ ۱۳۵۳ھ — نمبر ۴

فہرست مضامین

شذرات

رسالہ چار جزو سے ساڑھے چار جزو کا اور اب کی پانچ جزو کا نکل رہا ہے اور کافی وسعت پیدا کر دی گئی ہے۔ مضامین کے سلسلہ میں بھی یہ کوشش جاری ہے کہ اُن کا معیار بلند سے بلند تر حیثیت پر قائم رہے۔

مگر افراد قوم ابھی پورے طور سے رسالہ کی توسیع اشاعت کی طرف متوجہ نہیں ہوئے ہیں اگر ہمارے موجودہ خریداران ہی میں سے ہر ایک صاحب اپنے ذمہ یہ فرض عائد کر لیں کہ اپنے حلقہ احباب میں سے بھی پانچ خریدار بنانے کی کوشش فرمائینگے تو ہماری کشتی بہت آسانی سے ساحل مراد تک پہونچ سکتی ہے۔ کیا ہم اپنی اس تمنا کے پورا ہونے کی اُمید کریں؟

رسالہ پانچ جزو پر نکالنے کے باوجود اکثر مضمون نگار صاحبان سے ہمکو شرمندہ ہی رہنا پڑا کہ انکے مضامین اس پرچہ میں شایع نہ ہو سکے۔ انکی کاپی تک لکھی جا چکی تھی اور وہ آیندہ پرچہ کیلئے ملتوی کرنا پڑی۔ ان میں ہمارے دوست عالیجناب سید محمد عباس صاحب ایم اے کا "پردہ" کے متعلق ایک مبسوط مضمون ہے جو "مسلم ریویو" کے ایک بسیط مقالہ کا دلچسپ ترجمہ ہے اُسے بھی ہم انشاء اللہ آیندہ پرچہ میں شایع کرینگے۔

جناب سید العلما کا مضمون "تدوین حدیث" کے متعلق چونکہ ابھی چند روز ہوئے پڑھا گیا تھا اور بالکل "تازہ" حیثیت رکھتا تھا اسلئے ہم نے اُسے جلد از جلد ناظرین "حقائق" تک پہونچانیکی کوشش کی جسمیں ہم کامیاب ہوئے۔

ادیب الملک خیال مرحوم کا مضمون بھی جو انکے قلم کی آخری شاہکار ہے ہمیں شایع کرنا بہت ضروری معلوم ہوا۔ امید ہے کہ ہمارے ناظرین بھی اُسکو قدر کی نظر سے دیکھیں گے۔

"ہمارے بھی ہیں قدرداں کیسے کیسے" عالیجناب خان بہادر ڈپٹی سید احمد علی خاں صاحب دام ظلہٗ ڈپٹی کلکٹر نے اپنی انتہائی محبت کیساتھ "حقائق" کے لئے قطعۂ تاریخ نظم فرما کر بھیجا ہے جو موصوف کے شکریہ کیساتھ درج کیا جاتا ہے۔

مرحبا صد مرحبا اے پاک دل ابن حسین — گشتہ تعریف و تحسین را ز مہر حق احق
کردہ شایع مجلہ از پئے احیاء دین — حل دراں فرمودہ صدہا مضامین ادق
لفظ لفظ آن بدہر چشم حق بین را فروغ — حرف حرف آں بود ہر سیر و بزار اسبق
بے گماں آئینۂ ایقان بود ہر صفحہ اش — دفتر عرفان حق لاریب باشد ہر ورق
بہر تاریخ اشاعت احمد ناچیز گفت — "از حقائق زود گشتہ شیدا را احقاق حق"

۱۳ ھ ۵۲

میں اور میرا کریم

(حضرت استاذ سخن جناب سید انور حسین صاحب آرزو دام ظلہ کے قلم سے)

آرزو اک بے بضاعت آدمی / جسکا کل سرمایہ اک لائے نفی
دوسروں کے حق میں بے روغن چراغ / اور اپنے واسطے خالی ایاغ
اپنا ہی حامی نہ اوروں کا کفیل / قید میں جیسے زرِ مشتِ بخیل
شاق نظروں کو دلوں پر بھی گراں / صورتِ کفارہائے عاصیاں
خلق میں ننگ آفریں جس کی نمود / ایک اندھا آئینہ جس کا وجود
نفس جس کا موجبِ تخریبِ کار / ہوش جس کا بیخودی کی یادگار
پست ہمت دانش و حکمت سے دور / اپنی محرومی میں خود اپنا قصور
ہر تمنا جس کی ناجائز ہوس / خواہشِ نعمات اور بے پر مگس
ننگِ ہستی غاصبِ نامِ بشر / قطرۂ آبِ ندامت سر بسر
کم سے کم بھی نام جس کو عینِ جاہ / کفش کو جیسے کوئی کہدے کلاہ
وہ ترا بارانِ رحمت بے شمار / وہ مرا کفرانِ نعمت بار بار
یوں بگاڑے آپ اپنے بنتے کام / کوئی پیاسا جیسے خود ڈھلکا دے جام
کر سکا حاصل نہ دنیا اور نہ دین / ہوں کہیں کیوں جب کہیں کا بھی نہیں
ہیں مری فردِ عمل شام و پگاہ / اک ورق سادہ سراسر اک سیاہ

درد مند و دل حزین و دل فگار — زندگانی مثلِ نبضِ بے قرار
کسلئے ہون کون ہون اور کیا ہو نہین — کہہ نہین سکتا تو کیون گویا ہو نہین

ہستیِ ناکارہ کا ہے سود کیا — رمز اپنے تو ہی جانے اے خدا
جس سے سب اعلیٰ ہین وہ ادنیٰ ہو نہین — ہون جو کچھ پھر بھی ترا بندا ہو نہین

کیون بہ مین پوچھون کہ کیون پیدا کیا — تیری مرضی جو کیا اچھا کیا
مین ذلیلون سے ذلیل اور تو جلیل — مین کفالت خواہِ بے حق تو کفیل

اب رہی اک دہشتِ انجام کار — وہ بھی کیون ہو جب ہے تو آمرزگار
مین نہین ہون کوئی بے صاحب غلام — صاحب ایسا جس کا ہے غفّار نام

مستحقِ عفو کیون عصیان نہین — عبدِ بے ہمت ہون نافرمان نہین
کیون نہ سمجھون کون تو اور کیا ہو نہین — ہر طرح تو میرا اور تیرا ہون مین

اپنی افراطِ کرم پر کر نگاہ — ایسے کتنے ہین مرے جرم و گناہ
لائقِ الزام کب ہے درگزر — مجکو ڈر تیرا ہے تجکو کس کا ڈر

اس جگہ ہے ظلم نام انصاف کا — ہے خدا بندہ نہ بندہ ہے خدا
آج اگر کھولا ہے بازارِ نشور — کر کے قائم قیمتِ جور و قصور

کچھ نہ ہو پھر بھی غنی ہون لاکلام — سب خزانون سے بڑا ہے تیرا نام
ناز ہے زیبا مجھے اے بے نیاز — آجتک محمود تو ہے مین ایاز

وکرم اب تک ہے پھر ہوگا نہ کیوں — بے خرد پر تہمتِ فرزانہ کیوں

ں عمل بھی نیک جب ہوتا نہ تھا — جو دیا اب تک سے تھا کس کا صلا

ڑی عادت اب کوئی کیونکر بنائے — ناز تو ہین نے کیے تو نے اٹھائے

ہو بدل کر جائزہ لینا یہ کیا — ناز پروردہ کو دکھ دینا یہ کیا

یسی پرسش کیا عمل کس کا صلا — آج یہ کیا ہے ابھی کل تک نہ تھا کیا

تیرا ہو کر غم سہے ایذا اٹھائے — جب ہے جنت بھی تو کیوں دوزخ میں جائے

بت مجھ سا گر نہ ہوگا سرفراز — کس کی بخشش پر کرے گا رحم ناز

یرے حق میں تیرا ایماں کیا نہیں — پاک داماں شفیعُ المذنبین

آتش دوزخ سے کیا نسبت رہی — جبکہ عصیاں سوز ہے حُبِ علیؑ

ڈر سے جب کانپے گا میرا تن بدن — آسرا دے گا نہ کیا خلقِ حسنؑ

جیسا ہی مظلوم پر ہے سب کا دَین — میرا ضامن کیا نہیں خونِ حسینؑ

اشک غم میں کے ملک جب لائینگے — شعلے دوزخ کے بھی تھرا جائینگے

الغرض حامی سبھی ہیں بالیقین — احمدِ مرسل سے تا مہدیؑ دین

اور یہ سب پیارے تجھے واللہ ہیں — میں ہوں اک جویدہ شفاعت خواہ ہیں

یہ وسیلے اور تیرا جوشِ کرم
نہر کے تا کوثر ہو پہنچ جائینگے ہم

بزمِ معاصرین

(رکنِ ادارت کے قلم سے)

"معارف" کا تبصرہ "حقائق" کے اوپر

معزز ہمعصر رسالہ "معارف" اعظمگڈھ نے اپنی موجودہ جلد کے پہلے عدد میں "حقائق" پر حسب ذیل تبصرہ کیا ہے۔

"یہ شیعی علمی رسالہ ہے، جو شیعی پریس میں علمی رسالہ کی کمی کو پورا کرنے کیلئے نکلا ہے۔ رسالہ محنت اور سلیقہ سے مرتب کیا جاتا ہے، مضامین سے شوقِ تحقیق و کاوش کا اظہار ہوتا ہے، اس کے پہلے پرچہ میں علم کی حمایت میں "علمی دنیا" کی جانب سے حضرت عمر فاروق رضؓ کے اس طرز عمل پر احتجاج کیا گیا ہے کہ انھوں نے صبیغ کو کوڑے مار کر آیاتِ قرآنی کے متعلق بے تحقیقات کرنے سے باز رکھا، بجز خلفائے ثلثہ کے عہد کے فتوحات کو اُن کے معائب میں شمار کیا ہے، کیا اچھا ہو اگر دوسرے فرقوں سے تصادم کے بغیر شیعی علم کلام، اور شیعیت کے علمی فضائل و محاسن مناسب طرز تحریر میں شایع کئے جائیں!"

مذکورہ بالا تبصرہ کی نسبت ہمکو صرف اتنا کہنا ہے کہ فرقہ وارانہ مناقشات اور باہمی منازعات کو ہم بھی اتنا ہی ناپسند کرتے ہیں جتنا دنیا میں کوئی اتحاد بین المسلمین بلکہ اتفاق بین الناس کا انتہائی حامی انسان ناپسند کر سکتا ہے لیکن اسکے یہ معنی نہیں کہ موجودہ دور "حریتِ افکار و آرا" میں زبان و قلم پر پہرے بٹھائے جائیں اور کسی شخص کے نقطۂ نظر کے مطابق جو "حقائق" ہوں انھیں مخفی رکھنے پر مجبور کیا جائے۔

بیشک اظہار خیال میں سنجیدگی، متانت اور شائستگی کی ضرورت ہے اور افراد میں اتنی رواداری کی حاجت کہ اپنے خلاف رائے بات اگر شائستگی کے ساتھ کہی جائے تو انسان سن سکے اور اُس سے کبیدہ خاطر نہ ہو اگر افراد میں اسقدر وسعت خیال پیدا ہو جائے تو یکجہتی و مسالمت کا خواب ممنون تعبیر ہونا آسان ہے ورنہ نتیجہ معلوم۔

"نگار" کے نقش و نگار

ہمعصر "نگار" لکھنؤ کا فروری ۱۹۳۵ء کا پرچہ ہمارے زیر نظر ہے۔ اس میں ایک مضمون ادیب الملک نواب نصیر حسین خان صاحب خیال مرحوم کا ہے جو ہم نے اس پرچہ میں نقل کر دیا ہے "زردشت" کے متعلق اقوال و آرا

مین اختلاف ہے بعض لوگ زردشت کو صرف "ایک حکیم" کا درجہ دیتے ہین اور بعض نبی خیال کرتے ہین۔
ہمارا ذاتی خیال اسکے متعلق یہ ہے کہ سالقہ زمانہ کے تمام انبیاء اپنے زمانہ مین ایسے دلائل کے ساتھ مبعوث ہوے تھے جنکو بقا و دوام کی صفت حاصل نہین تھی اسلئے آئندہ زمانہ مین ان کی نبوتون کے تسلیم کرنے کا کوئی ذریعہ نہین رہا ہے۔

قرآن مجید نے جو ایک زندہ نبوت کے دلائل کا سرچشمہ ہے بعض انبیاء کا نام لیکر انکی نبوت و رسالت کی تصدیق کردی ہے۔ اور بقیہ کے متعلق اجمالی حیثیت سے نبوت کی خبر دی ہے اور خود کہدیا ہے کہ "منهم من قصصنا عليك ومنهم من لم نقصص عليك" "انبیاء مین سے بعض ایسے ہین جن کا ہم نے تم سے ذکر کیا ہے اور بعض ایسے ہین جن کا ذکر نہین کیا ہے"۔

اس لئے جن اشخاص کی نبوت کی تصدیق ہوگئی ہے انکی نبوت تو خصوصی حیثیت سے یقین کر لینے کے قابل ہے۔ اور جنکی نبوت کی تصدیق نہین ہوئی انکی نبوت کو یقینی طور پر تسلیم کرنے کا کوئی مستند ذریعہ ہمارے پاس نہین ہے۔ وہ محتمل، مشکوک یا زیادہ سے زیادہ مظنون نبوت کی حد سے آگے نہین بڑھ سکتی لیکن اگر کوئی شخص تاریخی قرائن یا منقولات کی بنا پر اس درجہ حسن ظن رکھتا ہو کہ وہ انکی نبوت کا قائل ہوجائے تو اسلام کو اسپر کوئی اعتراض نہین ہے۔

"نگار" مین مکتوبات "نیاز" کا باب اکثر مذہب کے معاملہ مین "بے نیازی" کا "جلوہ زار" ہوا کرتا ہے جس کے متعلق ہمین کسی اعتراض کا حق نہین ہے اسلئے کہ بقول مدیر "نگار" یہ چیزین "ذوق" سے تعلق رکھتی ہین اور ہم اس "ذوق" سے محروم ہین۔

"استفسارات" کے سلسلہ مین مہدوی فرقہ کے متعلق ایک سوال ہے جس کے جواب کے سلسلہ مین تحریر کیا ہے کہ "امام مہدی" کے ظہور کو "مذہب اہلسنت" مین کوئی درجہ حاصل نہین ہے۔ اسلئے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم مین کوئی حدیث اسکے متعلق نہین ملتی۔ بیشک دجال اور عیسی کے ظہور کا تذکرہ پایا جاتا ہے۔

اس مقام پر ہمکو مدیر "نگار" سے اس شکایت کا تو محل نہین ہے کہ وہ "امام مہدی" کے ظہور کو تسلیم نہین کرتے اسلئے کہ وہ "دجال" اور "عیسی" ہی کے ظہور کے کب قائل ہونگے جو ان سے "امام مہدی" کے ظہور کے متعلق اعتقاد رکھنے کی توقع کی جائے ہمین انکی "آزادی خیال کی دنیا" کو اپنے "مذہبی عقائد" کے شکنجہ مین کسنے کا حق نہین ہے،

لیکن اتنی شکایت ہے کہ انھوں نے "عقیدۂ ظہور امام مہدی" کو عقائد اہلسنت کے احاطہ سے خارج کر دیا۔

انکی وسعت خیال سے یہ امر بعید معلوم ہوتا ہے کہ وہ صرف صحیح بخاری و مسلم میں نہ ہونے کو اس عقیدہ کے نفی کی دلیل سمجھ لیں حالانکہ یہ یقینی ہے کہ جتنے صحیح احادیث ہیں وہ صحیحین کے دامن میں محدود نہیں ہیں بلکہ انکے علاوہ بھی دنیا میں صحیح احادیث کا وجود ہو سکتا ہے۔

چنانچہ امام مہدی کے ظہور کے متعلق تقریباً چالیس حدیثیں دیگر مستند کتب میں جن میں صحاح ستہ کی بھی بعض کتب داخل ہیں مذکور ہیں۔ اور حافظ محمد بن یوسف گنجی، علامہ ابن حجر مکی، حافظ سیوطی وغیرہ نے ان میں سے بعض احادیث کے صحت اسناد اور مجموعی حیثیت سے ان حدیثوں کے تواتر کی گواہی دی ہے بلکہ ظہور امام مہدی کے بعض احادیث کہ جن میں حضرت عیسیٰ کا حضرت کے پیچھے نماز پڑھنا مذکور ہے وہ تو صحیح مسلم میں بھی موجود ہیں جس کے بعد "نگار" کا یہ لکھنا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں میں ان حدیثوں کا پتہ نہیں واقعہ کے اعتبار سے بھی صحیح نہیں ہے۔

بہر حال اس صورت میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ "اہلسنت کے یہاں عقیدۂ ظہور امام مہدیؑ کو کوئی درجہ حاصل نہیں ہے"۔

"الرضوان"

ہندوستان کی شیعی دنیا میں سب سے پہلا اور بے نظیر عربی "رسالہ" ہے جو بہترین اہل قلم اور اکابر علماء کی سرپرستی میں جاری ہوا ہے۔ اور ہر عربی مہینہ کی پہلی تاریخ نکلتا ہے۔ چندہ سالانہ چار روپیہ للعہ

ملنے کا پتہ: حکیم سید محمد عسکری۔ وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

بار امانت

(نتیجۂ فکر فاضل مشرقیات مولانا سید مجتبیٰ حسن صاحب موسوی کامونپوری)

عالم تھا دربار زور جلوہ بے اندازہ تھا ردکش زلف پریشان خلق کا شیرازہ تھا
اک تلاطم تھا پراگندہ تھے عالم کے حواس کچھ عجب عنوان سے دلکش حسن کا خمیازہ تھا
جامۂ ہستی اپنہائے جا رہے تھے خلق کو رخت نو بٹتے تھے رحمت کا کھلا دروازہ تھا
چہرۂ ہستی مین تھے تابان وہ رخسار حسین پرتو نور افگن لاہوت حسن کا غازہ تھا
اوج پر تھی نامیہ پر فلک کا تھا شباب سبزۂ نوخیز عالم پر بہار و تازہ تھا
ذرہ ذرہ کی نمائش کا تھا اک بازار گرم پشت مین آدم کی اس بازار کا دروازہ تھا
جانچ قدرت کر رہی تھی ایک اک مخلوق کی جب تھے سب ساکن فلک پیماؤن کا جمّازہ تھا
مسئلہ بار امانت کا غرض درپیش تھا سنکے جسکو سر جھکائے چرخ بے اندازہ تھا
تھا ابا سکو ترقی پر یقین نا منظور یان دہر مین انکار کی آوازون کا آوازہ تھا
دیکھکر اس رنگ کو روح گل زہرا اٹھی یعنی جس سے باغ عالم تازہ ہے اور تازہ تھا

کر لیا وہ عزم بالجزم اسنے آخر موسوی
حد نہ تھی جسکی کسی عالم مین، نہ انداز تھا

اسلام کی معجز بیانی

(رشحۂ قلم حکیم الامۃ علامۂ ہندی مولانا سید احمد صاحب ابہ دام ظلہٗ)

قدیم سے فلاسفہ کا خیال تھا کہ عالم جسمانی بس یہی ہے جسمین ہم سانس لیتے اور چلتے پھرتے ہین اور تیرہ کرون سے وہ مرکب ہے، نو افلاک، چار عنصری کرے۔ ہماری زمین کو یہ شرف ہے کہ وہ مرکز حرکات ہے جو بارہ کرون سے گھری ہوئی ہے۔ ثوابت ستارے ہین جو آٹھوین فلک مین ٹھکے ہوے ہین۔ عالم جسمانی منحصر ہے فلک اطلس مین اسکے علاوہ کسی عالم کا وجود ممکن نہین ہے۔

ہمارے متکلمین نے نہایت جوانمردی کیا نفو فلاسفہ کی بھری محفل مین اون کو جھٹلایا اور کہا اگر دیگر عوالم کا وجود ممتنع ہے تو اس عالم کا وجود بھی ممتنع ہوگا۔ اسلیے کہ وجود عوالم کا اسلیے ممتنع ہے کہ اسکی ذات اور طبیعت وجود کی مقتضی نہین ہے؟ یا امتناع اون کا کسی عارض و مانع کی وجہ سے ہے؟

اگر دیگر عوالم بالذات ممتنع الوجود ہین تو لازم آویگا کہ یہ عالم بھی بالذات ممتنع الوجود ہو اسلیے کہ یہ مثل ہے اون دیگر عوالم کا جسکو ممتنع قرار دیتے ہو اور ظاہر ہے کہ حکم دو مثلون کا صحت و امتناع مین یکسان ہوتا ہے۔

اور اگر امتناع بالعرض ہے اور کسیو جہ سے وجود اون عوالم کا ممتنع ہوا ہے تو جسوقت سبب دور ہوگا اور مانع و عارض دفع ہوگا اوسوقت امتناع بھی باقی نہ رہے گا اور وجود دیگر عوالم کا ممکن ہو جاویگا۔

متکلمین نے اپنی اس پر زور دلیل سے تمام فلاسفۂ قدیم کو شکست دی لیکن صرف اتنی ہی کامیابی اون کو حاصل ہوئی کہ امتناع باطل کر کے امکان ثابت کر دیا ہر چند کہ یہ بھی بڑی فتح تھی لیکن امکان کے ساتھ موجود ہونا ثابت نہین ہو سکتا۔

فلاسفۂ حال اور محققین یورپ نے قوی دوربینون اور بہترین رصد خانون کی مدد سے دیگر عوالم کا امکان ہی

نہین وجود ثابت کر دیا ہی اور اب بدیہیات مین ہے اور فلاسفہ قدیم کی تجویز ایک پارینہ اور فرسودہ بات ہوگئی ہے ۔

دور جدید موجودہ ہیئت والون نے اپنی قوی دوربینون سے ثابت کیا ہی کہ جتنے ثوابت ہین سب آفتاب ہین اور ہر ایک کا نظام شمسی مثل ہمارے نظام شمسی کے جدا ہی ۔

اُنکی دلیل یہ ہی کہ تمام سیارے اور اقمار ہمارے سورج سے کسب نور کرتے ہین اور وسعت ہمارے نظام شمسی کی جو محدود ہی " فلک نپچون " سے وہ ایک ہزار پانچسو ملین - فرسخ ہی اور سورج " فلک نپچون " سے ایک چھوٹا تارہ مثل اخروٹ کے معلوم ہوتا ہی ۔ اس سے معلوم ہوتا ہی کہ " نپچون " کے بعد بالکل کچھ نہ معلوم ہوتا ہوگا لہذا نپچون سے بہت فصل رکھنے والے ثوابت کسطرح ہمارے سورج سے روشن رہ سکتے ہین ۔

" ڈاکٹر فانڈیک " کہتے ہین کہ جو ثوابت ہم سے قریب ہین اور نظر آتے ہین اُنکی دوری ہم سے اتنی ہی جتنا بعد ہمکو سورج سے ہی اسکو ایک درجہ فرض کر لیا ہے پانچ لاکھ درجہ زاید ثوابت کو ہم سے دوری ہے سائنس والون کا خیال ہی کہ نئی دنیا اس دنیا سے جسکی وہ شاخ ہی ایک کھرب پندرہ لاکھ میل دور ہے اور اسکا قطرہ کھرب میل ہی ۔ ان اعداد پر غور کرنے سے انسانی دماغ چکر مین آجاتا ہی ۔ سماوی راز دنمین جو منجمون کو حیرت مین ڈالتے ہین وہ " ناگد مین " ستارون کے گچھے بھی ہین جو ہر جگہ حیرت انگیز اور بیشمار تعداد مین موجود ہین اون کی جسامت بہت بڑی ہی اون کے اشکال عجیب وغریب اور ہیبت ناک ہین اور جس طاقت کو وہ ظہور مین لاتے ہین وہ غیر محدود ہی اُنکی نسبت خیال کیا جاتا ہی کہ وہ زمانہ مستقبل کے نظام شمسی کی ابتدائی شاخین ہین یا یون کہنا چاہیئے کہ وہ اس عالم کے مادہ " پروٹو پلازم " کے اڑتے ہوے حصہ ہین جسمین سے نئے سورج ، نئی دنیا ، مین اس طرح پیدا ہو رہے ہین جیسے ایک گھومتے ہوے چکر سے آگ کے شرارے اڑ رہے ہین یا کمہار کے چاک سے مٹی کے برتن ۔

بعض محققین کا قول ہی کہ دلفانامی ثابت تارہ ہم سے اسقدر دور ہی جسکا اندازہ (۲۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰) میل ہی جسکا نور ہمتک تین سال مین پہونچتا ہے باوجودیکہ رفتار نور کی فی سکنڈ ۱۹۰۰۰۰ میل ہی تو اب بتاؤ اوس ثابت کو جسکی روشنی اس حساب سے ہمتک ایکسو سال

یا ہزار سال مین اگر پہونچی تو وہ ثابت تارہ ہم سے اور ہمارے آفتاب سے کسقدر دور ہوگا اس دوری پر کیونکر خیال ہو سکتا ہو کہ یہ ثابت ہمارے سورج سے کسب نور کرتے ہین یا ہمارے سورج کی کشش سے قائم ہین بجز اسکے کہ ہم قایل ہون کہ یہ ستارے بالذات نور رکھتے ہین اور خود مستقل مرکز حرکات ہین مثل ہمارے سورج کے اور وہ خود سورج ہین جنمین سب سے چھوٹا سورج ہمارے سورج سے ہزارون درجہ بڑا ہی۔

اسبات کی دلیل کہ ان مین سے چھوٹا بھی ہمارے سورج سے ہزارون درجہ بڑا ہی یہ ہو کہ ہمارا سورج "پنچون" کے اوپر ایک چھوٹا تارہ "سہا" کے مانند دکھائی دیتا ہے اور اوس سے بلندی پر وجود بھی سورج کا نہین ہے، باوجودیکہ یہ دوری دو ارب ستر کرور میل سے زائد نہین ہو تو اب اندازہ کر سکتے ہو کہ "دلفا" ستارہ ہمارے پنچون سے دس گنا زاید دور ہو باوجود اسکے ہمکو زمین پر سے بڑا معلوم ہوتا ہو اس سے "دلفا کی" بزرگی کا اندازہ کر سکتے ہو۔

علاوہ اسکے "دلفا" جسکا نور تین سال مین ہمتک پہونچتا ہو اور "شعری یمانی" کا نور بیس سال سے زائد مین ہمتک پہونچتا ہو وہ "دلفا" سے بھی لاکھون کرورون میل کی دوری پر ہو پھر اوس ستارے سے سورج کو کیا نسبت ہوگی جیسے ایک پہاڑ کو رائی کے دانے سے نسبت ہوتی ہو۔ اور قطب شمالی کی روشنی زمین تک پہونچنے مین دس ہزار سال لگتے ہین اگر حساب لگا دین تو وہ ستارہ جسکو قطب شمالی کہتے ہین تقریباً زمین سے (۹۲۷۰۰۰۰×۶۵۹۵۰۰۰۰۰۰) میل ہوگا اور اوسکے بعد معلوم نہین ہو کہ قطب شمالی سے اوسطرف کتنے دور تک فضا ہے اس سے معلوم ہوا کہ تمام ثوابت شموس ہین مثل ہمارے آفتاب کے اور وہ اپنے نور ذاتی کی وجہ سے دکھائی دیتے ہین اون کے سیارے چھوٹے ہونے کی وجہ سے نہین دکھائی دیتے اور ہر ثابت تارہ مثل اس نظام شمسی کے اپنا علیحدہ نظام رکھتا ہو اور ہر ایک مین مثل ہمارے نظام شمسی کے عوالم اور مخلوقات ہین فتبارک اللہ احسن الخالقین۔

وہ ثوابت جو آنکھ سے معلوم ہوتے ہین (۳۰۰۰) ہین اول قوی دوربینون سے معلوم ہونے والے ثوابت جو آجتک تحقیق ہوئے ہین (۲۰۰۰۰۰۰) ہین جب مطلع صاف ہو تو کہکشان مین اربون تارے گتھے معلوم ہوتے ہین حساب کرنے سے معلوم ہوا ہے کہ وہ منجملہ (۲۰۰۰۰۰۰۱۱) جرم رصود ہوئے ہین

ن کہکشان مین (۱۸۰۰۰۰۰) تارے ہین اس اعداد و شمار سے اس فضائے غیر متناہی کا بھی
زہ کر سکتے ہو جسکے تصور سے عقل گھبراتی ہے -

وہ دور قدیم فلاسفہ یونان کا جس وقت کسی کے خواب خیال مین بھی یہ باتین نہ آئی تھین جس وقت
مذاہب بھی ان حیرت خیز باتون کے دہرانے سے عاجز تھے جس وقت دنیا تاریکی مین پڑی تھی جس وقت
مین جہالت کی گھنگھور گھٹا مین چھپائی ہوئی تھین -

اُس وقت اسلام کا بانی خدائی علوم کا حامل بغیر وحی و الہام کے زبان نہ ہلانے والا قیامت تک کی
والی نسلون کو الٰہی تعلیم کا درس دے رہا تھا علوم کے دریا فاران کی چوٹی اور سعیر کے ریگستان سے اپنی تلاطم
لہرون کے ساتھ دنیا کے تمام علوم کو خس و خاشاک کی طرح سمیٹ بہائے لئے جاتے تھے -

کبھی کہا جاتا ہے کہ عرش کی ایک قندیل اتنی وسیع ہے کہ تمام آسمان و زمین اوسمین سما جاوین - کبھی
نت کے ایک طبقہ کو بتایا جاتا ہے کہ اوسکی وسعت اتنی ہے جسمین تمام زمین و آسمان سما جاوین کبھی جہنمون
کا وسعت مین بیان ہو رہا ہے کہ سورج باوجود اس بزرگی کے قیامت کے روز جہنم مین جاکر بھسم ہو جاویگا دنیا
سنتی تھی اور گھبرا گھبرا کر پوچھتی تھی کہ یہ وسیع میدان اور ایسی گنجائش والے جہنمی طبقے کہان دہرے ہوے ہین
سین اور خوب ہنسین ہنسنے والون کی جہالت پر خود حقیقت و واقعیت مضحکہ اڑاتی تھی اور آج کی اس
یق کے پوجاری اوس تیرہ سو سال کی علمی تحقیق پر کلمہ گوئی جتنی بھی کرین کم ہے لیکن وہ کیا کرین جب مسلمان اپنی
ہلی سے علوم الٰہیہ کو چھپائے بیٹھے ہون اور دنیا کو بے خبری مین ڈال رکھا ہو ہماری فلسفۃ الاسلام کی موجودہ
بارہ جلدین اوٹھا کر دیکھو تو معلوم ہو کہ عالم کے تمام تحقیقات اسلام نے تیرہ سو سال پیشتر کس طرح سے
یان کر دئے تھے اور عالمیان علوم الٰہی کے نعرے صحن عالم مین گونج گونج کر تیرہ سو سال پیشتر بتا رہے
تھے اور پوچھنے والون کو پکار رہے تھے آؤ جو پوچھنا ہو پوچھ لو ہمارے دونون پہلوون مین عالم کے علوم
دریاؤن کے مانند موجزن ہین" لیکن پوچھنے والا نہ ملا اور بتانے والا منبرون پر بیٹھا کھینچا گیا اور اگر
کسی نے کچھ پوچھ لیا تو علم کے دریا بہا دئے -

سنو اور کان دھر کر سنو!! اسلام کی معجز بیانی پر صدق دل سے ایمان لاؤ -

(۱) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ تمہارے اس آفتاب کے علاوہ چالیس اور آفتاب ہیں جنمیں خدا کی بہت سی مخلوق ہے" بحار الانوار، وافی، اختصاص منتخب البصائر بصائر الدرجات)

(۳) ابن سلام سے رسول خداؐ نے فرمایا ہے اور سکے جواب ہیں کہ "مراد چودہ سے چودہ قندیلیں ہیں نور کی جو معلق ہیں عرش و کرسی کے ما بین ہر قندیل کا طول لاکھ سال کی راہ ہے (بحار اختصاص)
ممکن ہے کہ مراد ان سے چودہ نظام شمسی ہوں جنکی مساحت فرمائی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ باہمی فصل و بعد ارشاد ہوا ہو۔

(۴) خدا نے ایک لاکھ قندیلیں خلق فرمائی ہیں جو عرش میں لٹک رہی ہیں آسمان زمینیں اور ہر شئے آسمانوں اور زمین کی حتی کہ ان کا جنت و دوزخ سب ان قندیلوں میں ہے۔ بجز خدا کوئی نہیں جانتا کہ ان قندیلوں میں کیا ہے (انوار نعمانیہ) صاف طور پر ارشاد ہے کہ وہ نظام شمسی ہیں جو جذب و کشش سے لٹکے ہوئے ہیں۔

(۵) جناب رسالتمآبؐ نے فرمایا ہے کہ خدا نے اٹھارہ ہزار عالم خلق فرمائے ہیں یہ دنیا ان میں سے ایک عالم ہے (کتاب الولیت سمرقندی)

(۶) ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کی مولا میں آپ پر فدا کیا محض یہی تبہ حضرت آدمؑ ہے امام علیہ السلام قسم بخدا خدا نے ایسے ایسے بہت سے عالم خلق فرمائے ہیں اسوقت بھی تمہاری مغرب کا نسبت پرا تا لیس مغرب ہیں اون میں چمکدار زمینیں ہیں جو خلق خدا سے مملو ہیں نور الہی سے روشنی پاتی ہیں بقدر چشم زدن بھی اونھوں نے خدا کی نافرمانی نہیں کی ہے اون کو اسکی بھی خبر نہیں ہے کہ تمہارے آدمؑ کی خلقت ہوئی یا نہیں (کافی، بحار)

(۷) امام محمد باقر علیہ السلام نے جابر سے فرمایا ہے تم شاید یہ گمان کرتے ہو کہ خدا نے صرف یہی ایک عالم بنایا ہے یا شاید تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہارے سوا اور کوئی قسم بشر کی خلق نہیں ہوئی ہے قسم بخدا خدا نے لاکھ عالم اور لاکھ آدم خلق فرمائے تم سب کے آخر میں ہو اور یہ سب آدمی تھے (بحار الانوار)

(۸) جناب امیر علیہ السلام نے سرفیل منجم سے فرمایا ستر ہزار عالم ہیں ہر عالم میں ستر ہزار ہزار د ز

پیدا ہوتے ہیں اور ستر ہزار ہر شب کو مرتے ہیں (انوار نعمانیہ، بحار، احتجاج طبرسی شرح صحیفہ سجادیہ)

(۹) ایک طولانی حدیث میں کعب حبار سے امام حسن علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "ہر ستارہ آسمانوں کا ایسا ہی جیسے زمین کا بہت بڑا شہر (بحار تفسیر فرات) اس حدیث میں صراحت سے بتایا گیا آباد ہونے میں تشبیہ ہے اور یہ بتایا ہے کہ ستاروں پر مخلوق ہے زمین ہے آبادی ہے کرہ بخار ہے پہاڑ ہیں درخت ہیں نہریں ہیں اور تمام انسان کے ما یحتاج ہیں۔ سابق فلاسفہ ستاروں کو غیر آباد و بسیط سمجھتے تھے اور ان کے تمام علوم کی بنیاد یہی اعتقاد تھا آج قوی دوربینوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ وہ بھی مثل ہماری زمینوں کے ہیں لیکن آج سے تیرہ سو سال قبل عالمان علوم الٰہی بدون کسی دوربین یا آلہ رصدی کے اس طرح سے بتا گئے کہ اس مخلوق کے عقائد زمانہ پیدائش کرات اور ان کی قوتی اور پیدائشی مردم شماری تک معلوم تھی جس سے باوجود موجودہ ترقی کے ابھی فلسفہ جاہل ہے اور ہمیشہ جاہل رہیگا اسلیے کہ قیاسی اور تخمینی علوم کو علوم حقیقیہ الٰہیہ سے کیا نسبت ہو سکتی ہے"۔

(۱۰) امام جعفر صادق علیہ السلام نے یمن کے منجم سے اپنی نسبت فرمایا ہے کہ "جب میں اس برج کو حکم کر دوں گا تو یہ بارہ سورج بارہ چاند بارہ مشرق بارہ مغرب بارہ دریا بارہ عالم طے کر جاوے گا (بحار، احتجاج طبرسی، بصائر الدرجات، اختصاص) اس حدیث کی پوری شرح ہماری فلسفۃ الاسلام ہیئت سے معلوم ہوگی یہاں موضوع بحث یہ ہے کہ فلسفہ قدیم کے خلاف بارہ چاند بارہ سورج بارہ عوالم کا ذکر کر کے فلسفہ جدیدہ پر مہر تصدیق پہلے سے ثبت کر دی گئی ہے۔ اور اپنے اوس قدرت و اختیار کو جو بارگاہ احدیت سے عطا ہوا ہے ظاہر فرما دیا ہے۔

(۱۱) پھر یہی امام یمن کے منجم سے فرما رہا ہے کہ "میں مدینہ کے ایک عالم سے تعارف کراتا ہوں جو ایک گھنٹہ میں اتنی سیر و سیاحت کرتا ہے جتنی سورج ایک سال میں سیر کرتا ہو۔ وہ عالم ایسا ہے کہ بارہ ہزار عوالم کی جو تمھارے عالم کے مانند ہیں سیر کر لیتا ہے اون عالموں کے لوگ یہ بھی نہیں جانتے کہ خدا نے آدم و ابلیس کو پیدا بھی کیا ہے یا نہیں (احتجاج طبرسی، بصائر الدرجات، اختصاص، بحار)

اللہ اللہ جس زمانے میں دنیا کے فلسفی اپنی ہی دنیا کی چار دیواری میں بند پڑے تھے اوس وقت

بارہ ہزار عوالم مین یہ عالم علوم ربّانی سیر فرما رہا تھا۔

(۱۲) خدمت امام زین العابدین علیہ السلام مین ایک منجم آیا ہے آپ فرماتے ہین مین تجھکو ایسا شخص بھیجوں اور دن جو اس عرصہ مین جتنا تجھکو میرے پاس آئے ہوئے گذرا ہے وہ عالم چودہ عالموں مین پھر آیا ہے ہر عالم اس دنیا سے تین حصے بڑا ہے حالانکہ وہ عالم اپنی جگہ سے ہٹا بھی نہین ہے۔

منجم حیران ہوکر۔ فرمائیے تو وہ کون بزرگ ذات ہے۔

امام علیہ السلام :۔ وہ مین ہون اگر کہہ تو مین تجھکو بتا دون کہ تو نے کیا کھایا ہے اور نیز گھر مین کیا کیا رکھا ہے (بصائر الدرجات شرح صحیفہ کاملہ، اختصاص)

اللھم صل علی محمد و آل محمد

(سلسلۂ تفسیر قرآن)

اسکے علاوہ بعض آیات قرآن مجید کے ہین جنمین کسی خاص خاص معجزہ کی خواہش کو مسترد کیا گیا ہی جس کے متلق مذکورہ بالا استفسار مین بھی اشارہ موجود تھا۔

اسکے متعلق تحریر ہی کہ ایک نبی و رسول جب مصلحت وقت کی مناسبت اور ماحول کی مطابقت سی ایک آیت بینہ، نشان قدرت اور معجزہ ظاہر کر چکا ہو جو اپنے خصوصیات کے اعتبار سے کہ جن کا معیار عقلی بمطابقت آیات قرآن اسکے قبل ذکر ہو چکا حقیقتہً دلیل نبوت اور معیار صداقت سمجھے جانے کے قابل ہو تو پھر اُمت مین سے کسی فرد کے مطالبہ پر کسی دوسرے معجزہ کا پیش کرنا ضروری نہین ہی اسلئے کہ حجت خدا اسی پہلے معجزہ سے تمام ہو چکی۔ ارشاد ہوتا ہے۔

وقال الذین لا یعلمون لولا یکلمنا الله او تاتینا آیۃ کذلک قال الذین من قبلھم مثل قولھم تشابھت قلوبھم قد بینا الآیات لقوم یوقنون۔	وہ کہ جو علم نہین رکھتے کہتے ہین کہ کیون نہین خدا خود ہم سے بات چیت کرتا یا ہمارے پاس کیون نہین کوئی "آیت" آتی۔ ایسے ہی انھون نے بھی کہا تھا جو انکے پہلے تھے ان سب کے دل آپس مین ملتے جلتے ہین۔ ہم نے "آیتین" واضح طور سے پیش کر دین اون لوگون کیلئے جو یقین کرنے والے ہین۔ (۱۲۱)

اس مین اُن لوگون کے مطالبہ آیت و اعجاز کا یہ کہکر جواب دیا گیا ہی کہ ہم اسکے قبل واضح طور سے آیات پیش کر چکے ہین جو یقین کرنیوالون کے لئے کافی ہین۔

یہ اُن لوگون کے استکبار کا نتیجہ تھا کہ جو معجزہ پیش ہوتا تھا وہ اسکے بعد دفع الوقتی کے طور پر دوسرے معجزہ کے ظاہر کرنیکا مطالبہ کرتے تھے حالانکہ وہی پہلا معجزہ اگر وہ ایمان لانے والے ہوتے تو ایمان لانے کے لئے کافی تھا۔ ارشاد ہوتا ہے۔

واذا لم تاتھم بآیۃ قالوا لولا اجتبیتھا قل انما اتبع ما یوحیٰ الی من ربی ھذا بصائر من ربکم وھدی ورحمۃ لقوم یومنون۔

"جب تم کوئی خاص آیت پیش نہین کرتے تو وہ کہتے ہین کہ تم نے اسی آیت کو پیش کرنے کیلئے منتخب کیون نہ کیا؟ (اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے سامنے دوسری آیتین پیش ہو چکی تھین) کہہ دو کہ مین تو وحی ربانی کا پابند ہون، یہ تمہارے خدا کی بصیرت افروز نشانیان اور مومنین کی ہدایت و رحمت کی آیتین موجود ہین"۔

یقیناً آیات اور معجزات کا پیش کرنا صرف لوگون کی طلب پر نہین ہوتا بلکہ خود نبی و رسول کی مرضی پر بھی نہین ہوتا وہ صرف خداوند عالم کی حکمت و مصلحت کی بنا پر ہوتا ہے اور اسی لئے ارشاد ہوا۔

وما کان لرسول ان یاتی بآیۃ الا باذن اللہ ۔ — کسی رسول کو اختیار نہین ہے کہ وہ کسی آیت کو ظاہر کرے مگر خدا کے حکم سے ۔

اور اسی کو خاص انداز سے رسول کو مخاطب کر کے ارشاد کیا جس سے درحقیقت تمام لوگون کی تنبیہ مقصود ہے ۔

(۴۲) وان کان کبر علیک اعراضھم فان استطعت ان تبتغی نفقاً فی الارض اوسلماً فی السماء فتاتیھم بآیۃ — اگر تمہارے اوپر (اے رسول) انکی روگردانی بہت سخت ناگوار گذرتی ہے تو اگر تم مین قدرت ہو زمین مین کوئی سرنگ لیجانے کی یا آسمان پر سیڑھی لگانے کی تو ایسا کر دو اور کوئی آیت پیش کر دو (ایسی کہ جس سے یہ لوگ ضرور ہی ایمان لے آئین)

اسکا مطلب یہ ہے کہ جب خدا کی پیش کی ہوئی آیتین انکے ایمان لانے کے لئے بے کار ثابت ہوئین تو اے رسول کے امکان مین نہین ہے کہ ایسی آیت پیش کریں جس سے وہ ضرور ہی ایمان لے آئین ۔

اور رسول کی زبانی ان لوگون کے مختلف مطالبات کے جواب مین یہ کہلوایا گیا ہے کہ سبحان ربی ہل کنت الا بشراً رسولا "پاک ہے خدا کی ذات کیا مین کچھ اور ہون سوائے ایک انسان کے جو رسالت کے عہدہ پہ مقرر ہوا"۔

یعنی مین پابند ہون خدا کے ارادہ کا اور اسکے خلاف نہین کر سکتا جیسا کہ سابق الذکر آیت مین ارشاد ہوا تھا کہ قل انما اتبع ما یوحی الی من ربی "مین تو بس اسی کا پابند ہون جو میری طرف میرے رب کی طرف سے وحی ہوتی ہے"۔

اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اسکی ضرورت ہرگز نہیں ہے کہ جس آیت کا مطالبہ جس وقت ہو وہ ضرور ہی اُسکی خواہش کے مطابق پیش کر دیجائے لیکن یہ اُسوقت ہے کہ جب خداوند عالم کی طرف سے درحقیقت ایسے آیات و معجزات پیش ہو چکے ہوں جو بجائے خود اُس نبی کی حقانیت کی دلیل ہیں لہذا کسی شخص کے دعوائے نبوت کے بعد مطلق معجزہ کا مطالبہ حق بجانب ہوگا لیکن مطلق معجزہ کے بعد کسی معجزہ خاصہ کا مطالبہ نہیں لہذا ایک طرف کو وہ بالکل ایسے عیسائی حضرات کی مطالب برآری کہ حضرت رسول اکرم کو مثل انبیائے سابق معجزات ملے ہی نہیں تھے. ورنہ آپ معجزہ کی خواہش کو اس طرح مسترد کیوں کرتے ؟ ہرگز صحیح نہیں ہے۔

اور دوسری طرف ہمارے بہائی اور قادیانی احباب کا یہ استدلال کہ نبی و رسول کے لئے معجزہ کی ضرورت ہی نہیں اور نہ کسی کو نبی سے معجزہ کے مطالبہ کا حق ہے ۔

لہ لطف یہ ہے کہ انجیل مقدس میں حضرت عیسی (یسوع مسیح) کا معجزہ کے مطالبہ پر نہ صرف انکار کرنا بلکہ معجزہ کی خواہش کرنے والوں کو سخت و سست کہنا اور اپنے پاس سے نکالدینا اور یہ تصریح کرنا کہ اس زمانہ والوں کو کوئی نشانی نہ دکھلائی جائیگی مذکور ہے ملاحظہ ہو انجیل مرقس باب نمبر ۱۱ - ۱۳ " پھر فریسی نکلکر اس سے بحث کرنے لگے اور آسکو آزمانے کے لئے اُس سے کوئی آسمانی نشانی طلب کی ۔ اُس نے اپنی روح میں آہ کھینچکر کہا اس زمانہ کے لوگ کیوں نشان طلب کرتے ہیں ؟ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اس زمانہ کے لوگوں کو کوئی نشان نہ دیا نہ جائیگا اور وہ انہیں چھوڑ کر پھر کشتی میں بیٹھا اور پار چلا گیا "۔

انجیل متی باب ۱۲ نمبر ۳۸ " تب بعض فقیہوں اور فریسیوں نے اُس سے کہا اے استاد ہم تجھ سے ایک نشان دیکھنا چاہتے ہیں ۔ اس نے جواب دیکر ان سے کہا کہ اس زمانہ کے برے اور زناکار لوگ نشان طلب کرتے ہیں مگر یونس نبی کے نشان کے سوا کوئی اور نشان انکو نہ دیا جائیگا کیونکہ جیسے یونس تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں رہا ویسے ہی ابن آدم تین رات دن زمین کے اندر رہیگا "۔

انجیل یوحنا باب ۶ نمبر ۳۰ - ۳۵ " انھوں نے اُس سے کہا پھر تو کونسا نشان دکھاتا ہے تاکہ ہم دیکھکر تیرا یقین کریں ؟ تو کونسا کام کرتا ہے ؟ ہمارے باپ دادوں نے بیابان میں من کھایا چنانچہ لکھا ہے کہ اُس نے انہیں کھانے کے لئے آسمان سے روٹی دی یسوع نے ان سے کہا میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ موسیٰ نے تو وہ روٹی آسمان سے تمھیں نہ دی لیکن میرا باپ تمھیں آسمان سے حقیقی روٹی دیتا ہے کیونکہ خدا کی روٹی وہ ہے جو آسمان سے اتر کر دنیا کو زندگی بخشتی ہے انھوں نے اُس سے کہا اے خداوند یہ روٹی ہمکو ہمیشہ دیا کر یسوع نے ان سے کہا زندگی کی روٹی میں ہوں جو میرے پاس آئے وہ ہرگز بھوکا نہ ہوگا اور جو مجھ پر ایمان لائے وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا "۔

[illegible] انجیل لوقا باب ۲۳ نمبر ۸ - ۹ " ہیرودیس یسوع کو دیکھکر بہت خوش ہوا کیونکہ مدت سے اسکے دیکھنے کا مشتاق تھا اسلئے کہ اُس کا حال سنا تھا اور اسکی کوئی معجزہ دیکھنے کا امیدوار تھا اور وہ اس سے بہتیری باتیں پوچھتا رہا مگر اس نے اُسے کچھ جواب نہ دیا " ۱۲

پھر معلوم نہیں ہی پر ایمان کیوں لایا جائے اور راست و دروغ کا امتیاز کیونکر ہو ؟

قرآن مجید کا اعجاز

تمام اُن معجزات سے قطع نظر کرکے جو وقتی حیثیت رکھتے تھے اور مثل دیگر انبیاء و مرسلین کے معجزات کے کسی خاص غیر معمولی حیثیت کے مظاہرہ پر مشتمل تھے خود قرآن مجید اس کلام خاص کو بطور اعجاز پیش کیا گیا اور دلیل نبوت و رسالتمآب صلعم قرار دیا اور تمام دنیا کے لبوں پر مہر سکوت لگی رہی اور کسی کو اس دعوے کے خلاف زبان کشائی کی مجال نہ ہو سکی۔ قرآن نے بلند آواز سے فضائے عالم کی خاموشی اور اس خاموش فضا کے سناٹے کو اپنی سچائی کا ثبوت قرار دیا اور ارشاد ہوا۔ ام یقولون تقوّلہ بل لا یؤمنون فلیأتوا بحدیث مثلہ ان کانوا صادقین۔

"کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ ... رسول نے اپنے دل سے بنا لیا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں کو ایمان لانا نہیں ہے اسلئے ایسی باتیں بناتے ہیں اچھا تو پھر ایسی ہی بات جیسے یہ بھی بنا لائیں اگر یہ سچ کہتے ہیں"۔

اور عقل رکھنے والوں کو اس نے آواز دی اس طرح کہ ان کے دلوں پر اثر ڈالے افلا یتدبرون القرآن ام علی قلوب اقفالھا "یہ لوگ آخر قرآن میں غور کیوں نہیں کرتے؟ یا حقیقت میں انکے دلوں پر قفل لگ گئے ہیں"۔ (۳۴)

اور اپنی مخاطب دنیا کی عاجزی پر رحم کھاتے ہوئے پورے قرآن سے اپنے مطالبہ کو تھوڑے حصہ کی طرف منتقل کیا اور کہا ام یقولون افتراہ قل فاتوا بعشر سور مثلہ مفتریات وادعوا من استطعتم من دون اللہ ان کنتم صادقین فالم یستجیبوا لکم فاعلموا انما انزل بعلم اللہ وان لا الہ الا ھو فھل انتم مسلمون۔

"کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ رسول نے اس کو اپنے دل سے گڑھ لیا ہے؟ کہو کہ اچھا تم دس ہی سورے ایسے گڑھے ہوئے بنا کر لے آؤ اور خدا کے علاوہ جس جس کو چاہو اس کو بلا کر پیش کر دو اگر سچے ہو۔ اگر یہ لوگ تمہارے اس مطالبہ کو پورا نہ کریں تو یقین سمجھو کہ یہ خدا کے علم و حکمت کے ساتھ نازل ہوا ہے اور یہ کہ سوائے اُس معبود برحق کے کوئی خدا نہیں ہے تو کیا اب بھی تم اسلام نہ لاؤ گے؟"۔

جب سکوت کا دور دورہ رہا اور خاموش فضا نے بالکل عاجزی کا اقرار کر لیا تو زحمت کم کر دی گئی۔ غرور خود بینی کو ایک اور ٹھوکر لگائی گئی اور دس سوروں کے بجائے صرف ایک سورہ کے جواب کا مطالبہ کیا وان کنتم

حاوی ہو جاتے تھے۔

اسکے ساتھ اُن میں وہ خاص حمیّت نفسانی اور غیرت فطری بھی موجود تھی جو ضرب المثل کے طور پر دنیا میں مشہور اور خلق کے زبان زد ہے۔

وہ اپنے ذلت آمیز لوکے جانے کے موقع پر شیر کی طرح بپھرتے اور چیتے کی طرح حملہ کرتے تھے۔ اُنکی رگوں میں خون دوڑنے لگتا تھا اور اُن کی آنکھوں میں دنیا تاریک ہو جاتی تھی، وہ جب تک اپنے مقابل کو شکست نہ دیدیں اور اپنے دل کی بھڑاس نہ نکال لیں اُن کا جوش طبعی کم نہ ہوتا تھا۔ اُن میں ابو طالب کا پرورش کردہ اپنی ہی قوم کا پلا پوسا تربیت کیا ہوا یتیم بچہ کھڑا ہوتا اور اُن کو کلمۂ توحید کی طرف دعوت دیتا، اُنکے اُن خداؤں کو جنکی عبادت پر اُنکے آبا و اجداد کی عمریں ختم اور خود اُن کی پشتیں حمیدہ ہوئی تھیں بُرا کہتا اور اُنکی عظمت و اہمیت کم کرتا اور اُنکی خدائی سے انکار کرتا ہے

یہ اُنکے دلوں پر تلوار سے زیادہ مؤثر اور نیزوں کے وار سے زیادہ کاری زخم کی حیثیت رکھتا اور انسانی تکلیف دہ تھا یہ اس تبلیغ کرنے والے کو ہر طرح کی ایذا رسانی پر آمادہ ہو گئے یہاں تک کہ ارشاد ہوا ما اُوذِیَ نبیّ قط کما اُوذیت۔ کسی نبی کو اتنی تکلیف نہیں پہونچائی گئی جتنی تکلیف مجھے دی گئی۔ (۴۶)

ان لوگوں نے ایسے تمام تدابیر اختیار کیے جنکے ذریعے سے رسولؐ کی زبان بندی کیجا سکے ڈرایا، دھمکایا، ابو طالب کو واسطہ قرار دیا اور فہمائش کرائی۔ ترک موالات اور قطع معاملات کیا، ہنسی مذاق میں اڑایا اور تمسخر و استہزا کیا۔ پتھر مارے، اور کوڑا پھینکا

——— مال و دولت کی لالچ دلائی اور حرص و طمع کے جذبہ سے فائدہ اٹھانا چاہا جب یہ تمام کوششیں ناکام ثابت ہوئیں تو پورے طور سے آپکا چراغ گل کرنے اور آپ کا نام و نشان محو کرنے پر طیار ہو گئے۔ جلسہ کیا مسئلہ پر غور کیا اور تمام قبائل عرب میں سے خونخوار جوان منتخب کر کے رسول کے قتل کا منصوبہ باندھ لیا۔ گھر کو گھیر لیا اور پورے طور سے محاصرہ کر لیا۔

بے شک خدا نے حفاظت کی اور اپنی حمایت خاص کے پردہ میں رسول کو چلے جانے پر مامور کیا۔ رسول نے شہر چھوڑ دیا وطن سے جدائی اختیار کر لی گھر بار اور خانہ کعبہ کا جوار سب اُن کے حوالہ کیا۔

اب مشرکین اپنی تمام ناکامی و مایوسی کے ساتھ مکہ معظمہ میں بیٹھے رہے۔ اور رسولؐ کی ترقیوں اور کامیابیوں سے کینہ و فساد کی آگ انکے دلوں میں شعلہ زن رہی جس کا نتیجہ تھا کہ اس وقت جب سال ۶ھ آپ نے بارادہ حج مکہ معظمہ کا سفر کیا اور چاہا کہ طواف خانہ کعبہ کریں تو وہ لوگ آپکے داخلہ مکہ سے مانع ہوئے اور آپ حدیبیہ میں صلح کرکے واپس چلے آئے لیکن مشرکین ان شرائط صلح پر پورے طور سے قائم نہیں رہے جس کے نتیجہ میں سال ۸ھ آپ کو پھر مکہ معظمہ پر چڑھائی کرنا پڑا اور فاتحانہ شان سے مکہ میں داخل ہوئے اکثر مشرکین نے بخوف دہشت اسلام قبول کیا اور اٹھی ہوئی گردنیں پست ہوگئیں، انتہائی ذلت اور حقارت نصیب ہوئی۔

اتنی لڑائیاں۔ اتنی مصیبتیں۔ اتنے نقصانات۔ اتنے خسارے برداشت کئے لیکن قرآن پہلے ہی دن سے ان سے انصاف کا طالب انکی ان تمام زحمتوں اور مشقتوں کا معمولی سا آسان حل پیش کر رہا تھا۔ وہ ان سے صرف ادبی مقابلہ کا طالب تھا اور اپنے پورے مجموعہ نہیں بلکہ چھوٹے سے چھوٹے کسی سورہ کا جواب مانگ رہا تھا۔

(۴۸) اور بات ایسی نہ تھی جو انکے زبردست علم و فن سے بے تعلق اور انکے حدود اقتدار سے خارج ہوتی جس میں انھیں اس عذر کا موقع ہوتا کہ ہم اس علم کو کیا جانیں۔ بلکہ بات اسی نوعیت کی تھی جس میں ان کو انتہائی کمال و اقتدار کا دعویٰ تھا۔ یقیناً اگر ان میں قدرت ہوتی تو وہ قرآن کے مطالبہ کے مطابق عوض جنگی ہنگامہ آرائی کی ادبی معرکہ آزمائی کرتے صفوف لشکر کے بدلے سطروں کی صفیں قائم کرتے تلوار کے بجائے قلم کے جوہر دکھلاتے اور جلسے محفلیں کانفرنسیں منعقد کرکے اس مقصد میں کامیابی حاصل کرتے۔ اس صورت میں اسلام کی آواز پست ہوتی اسکی صدا خاموش اور اسکا چراغ گل ہو جاتا۔

خونریزی کی نوبت نہ آتی، جنگ آزمائی کی ضرورت نہ پڑتی، شورش و ہنگامہ کی صورت پیدا نہ ہوتی لیکن جب انھوں نے قرآن کے پے درپے تازیانوں کے باوجود اس میدان سے گریز ہی اختیار کیا اور حرب و ضرب جنگ و جدل کو اسکے تمام ہلاکت نتائج کے باوجود مقابلہ کے لئے اختیار کیا تو اس سے انکی عاجزی بے بسی اور پست ہمتی کا راز طشت از بام اور مقابلہ کے میدان میں انکی بے دست و پائی کا منظر بالکل نمایاں ہوگیا۔ پھر جب وہ باوجود اس اقتدار خاص اور کمال کے قرآن کے مقابلہ میں عاجز رہے تو

دوسرے کو مجال دم زدن کہاں ہوسکتی ہے۔

اور پھر اس پر حقیقت یہ ہے کہ نزول قرآن کو چودہ سو برس کے قریب ہونے آتے ہیں اور قرآن اسی ایک آواز سے اپنی مقابل دنیا کے ہر طبقہ کو صدائے دے رہا ہے اور پکار رہا ہے اور عالم کی فضا اسکے دعوائے ہمتائی سے گونج رہی ہے اور اسکے مخالف اپنی تحریک کی اشاعت اور قرآن کے تعلیمات کی پامالی میں سلطنتوں کی طاقت، مال و دولت کا زور اور گرانقدر خزانوں کا سرمایہ صرف کرتے رہے ہیں اور کر رہے ہیں لیکن قرآن کی آواز (لا یاتون بمثلہ) آجتک سچی ہے اور ہمیشہ سچی رہیگی۔

یہ ہے قرآن مجید کا اعجاز جس کو دنیا زبان سے جھٹلائے لیکن اس کا دل اعتراف کرے گا اور ظاہر میں اسکو تسلیم نہ کرے لیکن اسکی عاجزانہ سپر اندا ختگی خود اسکی قلبی مرعوبیت کا اعلان کردیگی۔

سلسلۂ معجزات میں قرآن کا امتیاز

تمام انبیاء آیات و بیّنات یعنی معجزات کیساتھ مبعوث ہوئے لیکن انکی نبوتوں کے چراغ خاموش ہوگئے اسلئے (۴۹)
کہ انکی بنیاد ایسے معجزات پر تھی جو فنا ہونے والے اور اپنے وجود کو ماضی کے سپرد کرکے مستقبل میں بے نام و نشان قرار پاجانے والے تھے۔

وہ اگرچہ اپنے وقت پر لوگوں کے سر تسلیم خم کرانے اور اتمام حجت کردینے کے لئے کافی بھی تھے تو کچھ عرصہ کے گذرنے کے بعد انکی صحت و واقعیت روایات اور مختلف المضمون حکایات کی رہین منت ہوگئی جو اگر قریبی زمانہ میں قرائن کی موجودگی کے باعث قطعی و یقینی بھی تھی تو اور زیادہ مدت کے بعد وہ مشکوک اور پھر موہوم کے درجہ پر پہونچ گئی۔

اسی کا نتیجہ ہے کہ اگر یہود سے موسیٰ کے نبوت کا ثبوت کوئی شخص منکر ہو کر طلب کرے اور عیسائیوں سے عیسیٰ کی نبوت کا اسی صورت سے تو انھیں سوائے خموشی کے چارہ کار نہیں ہے۔

اسلئے کہ انکی کوئی نشانی غیر معمولی طور پر چلتی جاگتی ہوئی حیثیت نہیں رکھتی اور نہ موجودہ زمانہ میں انکی تصدیق کا کوئی فعلی ذریعہ موجود ہے۔

رہنا بہت بڑی نشانی ہے اس امر کی کہ انکی نبوتین محدود دور زمانے سے متعلق نہین جس کے بعد براہ راست انکی نبوتون پر ایمان لانے اور انکی شریعت پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت ہی نہین باقی ہو اگر بلا واسطہ انکے دلائل نبوت وحجج حقانیت کے وجود کی ضرورت باقی ہوتی ۔ بے شک آن کے بعد آنے والے نبی کے ایمان کے بعد جس نے تصدیق کر دی ہو اپنے ماقبل دوسرے انبیا کی خود بخود انکی نبوت پر ایمان لانا ضروری ہوگا لیکن یہ ایمان ضمنی اور ثانوی حیثیت رکھتا ہے اور اسکے لئے وہی دلائل وبینات جو نبی مابعد کی حقانیت وصداقت کیلئے موجود ہین پورے طور سے کافی ہین ۔

بیشک حضرت رسول اکرم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنکی نبوت آخری نبوت اور شریعت ابدی شریعت تھی انھین خداوند عالم نے معجزہ بھی ایسا عطا کیا جو آپ کی نبوت کیلئے ہمیشہ کے لئے دلیل قطعی کی حیثیت رکھتا ہے اور ہر زمانہ مین حضرت کی نبوت کو تقلیدی حیثیت سے نکالکر تحقیقی دائرہ مین لانے کا ذمہ دار ہے ۔

یقیناً حضرت کیلئے بہت سے غیر معمولی خارق عادات یعنی سابق زمانہ کے انبیا کو ملنے والے دستی معجزات بھی عطا ہوئے تھے جو کبھی مشرکین کے مطالبہ پر اتمام حجت کے طور پر (جیسے معجزہ شق القمر) اور کبھی بغیر کسی اہمیت پیدا کئے ہوئے صرف اقتدار روحانی کے سبب موجودہ ضرورت کی بنا پر (جیسے رجعت شمس) ظاہر ہوے لیکن مین اسوقت بہت اعلان کے ساتھ یہ ظاہر کرنا چاہتا ہون کہ حضرت کی نبوت ورسالت کی بنیاد ان معجزات پر نہین تھی ۔

یہ بات ایک حد تک بہت سے افراد کو عجیب معلوم ہوگی کہ مین ان مین سے اکثر خوارق عادات کے اصطلاحی حیثیت سے تعریف معجزہ مین داخل ہونے مین بھی تامل رکھتا ہون ۔

مین یقین کے ساتھ کہتا ہون کہ جس طرح موسیٰ کا برہان خصوصی ثبوت نبوت کے متعلق اژدہا بنجانے والا عصا اور چمکدار نیر الا ید بیضا تھا کہ جب پوچھا جاتا آپکے نبوت کی دلیل کیا ہے وہ اپنے عصا کو پھینکدیتے ، اپنے چمکتے ہاتھ کو دکھاتے ۔

جس طرح عیسیٰ کا برہان خصوصی ابرائے اکمہ وابرص ۔ احیاے موتیٰ چڑیا کا پتلا بنا کر اسکو اڑا دینا اور خبر دینا

ے کیا گیا ہے اور کتنا تمہارے گھرون مین رکھا ہے یہ تمام امور تھے اور جب آپ ان سے دلیل نبوت دریافت
تو وہ ان امور کو پیش کرتے ۔

اس طرح ہرگز ہرگز ہمارے رسول کا برہان خصوصی آپ کا معجزۂ شق القمر نہین تھا کہ جب آپ سے آپ کی
دلیل دریافت کی جاتی آپ اسکے ثبوت مین شق القمر کے معجزہ کو پیش کرتے ۔

ہرگز نہین، وہ چیزین جو دوسرے انبیا کے یہان سرمایۂ نبوت اور خزانۂ ثبوت رسالت تھین ویسی
ین ہمارے رسول کے لئے بالکل سرسری اور ضمنی حیثیت رکھتی تھین ۔

آپ کے دور رسالت مین یہ کوئی اہم واقعہ نہین تھا کہ آپ سے کسی موقع پر کسی جماعت نے یہ خواہش کی کہ ہمین چاند
ے ہوئے دکھائی دے اور آپ نے دکھا دیا ۔

یا آپ کے وصی کو بضرورت شرعی نماز مین تاخیر ہوئی تو ڈوبا ہوا آفتاب واپس ہوا ۔ یہ چیزین ان حضرات کے غیر معمولی
زندگی اور واقعات حیات مین ایک جزئی حیثیت رکھتی تھین اور ان کو کبھی ثبوت رسالت مین پیش کیا جانا ہماری
سے نہین گذرا ۔ ہرگز رسالتمآب یا آنکے وصی حقیقی نے ان واقعات کو اتنی اہمیت نہین دی کہ کبھی اگر اپنی (۵۱)
الت اور حقانیت کا ثبوت پیش کرنا ہو تو وہ ان واقعات کا حوالہ دین اور کہین کہ ہماری حقانیت کا یہ ثبوت
فلان تاریخ ہمارے لئے چاند کے دو ٹکڑے ہوئے تھے یا فلان تاریخ ہمارے لئے آفتاب نے رجعت کی ۔

یہ مخالفین اسلام کی ایک چالاکی ہے کہ وہ مسلمانون کے مقابلہ مین اگر مجال خود انکی کمزوریون کو طشت از بام
بنانے کے لئے اس قسم کے واقعات کو معرض بحث بناتے ہین وہ چاہتے ہین کہ اس طرح اصولی بحثین دب جائین،
لام کی حقانیت کی اصل بنیادین پردۂ خفا مین چھپ جائین اور ہم مسلمانون کے عقائد کو صرف ایک
عہ اوہام وخرافات ثابت کرکے زندہ دل دنیا کو تھوڑی دیر ہنس لینے کا موقع دیدین ۔

مجھے سخت افسوس ہوگا اگر مسلمان محققین ان اشخاص کی اس چالاکی کا شکار ہو جائین اور وہ ان مباحث
اپنے مذہب کی اصل بنیاد سمجھ کر اُسکے اثبات اور اسکے اوپر رد و قدح مین ایڑی چوٹی کا زور صرف کردین ۔

اسلئے مین تو کم از کم اپنے لئے یہ سمجھے ہوئے ہون کہ کبھی اس قسم کے خصوصی معجزات مسئلہ شق القمر مسئلہ
شمس کو اپنی بحث کا مستقل مرکز نہ قرار دون ۔

بیشک ضمنی حیثیت سے جیسے اکثر تاریخی واقعات کی نقلی و عقلی ہر حیثیت سے جانچ کیجاتی ہے اُسی
اعتبار سے جب اس کا موقع آئے تو ان واقعات کی بھی علمی تحقیقات کرلیجائے جس کیلئے صرف دو بنیادی
نگاہیں کرنا ہونگی - ایک کہ واقعہ حقیقۃً غیر ممکن الوقوع اور عقلاً محال تو نہیں ہے - دوسرے بصورت امکان
وہ روایات جن سے اُن کے وقوع کا پتہ چلتا ہے کس حد تک قابل تسلیم ہیں -

اگر یہ امور غیر ممکن حیثیت نہیں رکھتے اور صحیح، سچے راویوں نے اُنکے وقوع کی خبر دی ہے تو صرف
عام طور سے ایسا نہ ہونا اور اُن کا غیر معمولی ہونا اُنکے عدم کی دلیل نہوگا -

ہر حال یہ ایک واقعاتی تحقیقات ہوگی جس کو مذہب کے اصول سے کوئی تعلق نہیں ہے - اسلام نہ صرف
واقعۂ رجعت شمس کا مرہون منت ہے اور نہ معجزۂ شق القمر کا -

بلکہ اسلام اپنی صداقت و حقانیت کیلئے ہزاروں لاکھوں معجزوں کا ایک معجزہ رکھتا ہے -
جس کا نام ہے قرآن -

بیشک مسلمانوں کا سرمایۂ حقانیت، سرچشمۂ صداقت، بنیاد دین و مذہب جو کچھ ہے وہ بھی قرآن ہے - (۵۲)

قرآن کو جو امتیاز حاصل ہے وہ دنیا کے کسی معجزہ کو حاصل نہیں ہے - قرآن ہمیشہ زندہ ہے اور رسولؐ
کی نبوت اور اسلام کی حقانیت کو زندہ کئے ہوئے ہے -

وہ عہد ماضی کا افسانہ نہیں ہے بلکہ ہر زمانہ کے حال میں موجود ہے اور دنیا کو اپنی حقانیت کے
سامنے سر تسلیم خم کرنے کی دعوت دے رہا ہے -

یہ اس کتاب کا ایک ثمرہ و فیض ہے کہ سابق انبیاء کی نبوتیں بھی مسلمانوں کے لئے قابل
تسلیم اور لائق قبول ہوگئی ہیں -

ورنہ اگر قرآن میں موسیٰ و عیسیٰ وغیرہ کا تذکرہ نہ ہوتا تو کسی طرح موسیٰ اور عیسیٰ کی نبوت دائرہ احتمال
سے نکل کر احاطۂ یقینیات میں داخل نہیں ہوسکتی تھی -

معجزۂ قرآنی کی ایک اور خصوصیت جو دنیا کے کسی دوسرے معجزہ میں پائی نہیں جاتی یہ ہے کہ جتنے ارکان
اعجاز کے ہیں اُن سب کو وہ خود اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے اور مقدمات و قرائن خارجیہ یا صرف عقل کے سپرد نہیں

کہ تم نے کیا کھایا ہے اور کتنا تمہارے گھروں میں رکھا ہے یہ تمام امور تھے اور جب ان سے دلیل نبوت دریافت کی جاتی تو وہ ان امور کو پیش کرتے ۔

اس طرح ہرگز ہرگز ہمارے رسول کا برہان خصوصی ایک معجزہ شق القمر نہیں تھا کہ جب آپ سے آپ کی نبوت کی دلیل دریافت کی جاتی آپ اسکے ثبوت میں شق القمر کے معجزہ کو پیش کرتے ۔

ہرگز نہیں ، وہ چیزیں جو دوسرے انبیا کے یہاں سرمایۂ نبوت اور خزانۂ ثبوت رسالت تھیں ویسی چیزیں ہمارے رسول کے لئے بالکل سرسری اور ضمنی حیثیت رکھتی تھیں ۔

آپ کے دور رسالت میں یہ کوئی اہم واقعہ نہیں تھا کہ آپ سے کسی موقع پر کسی جماعت نے یہ خواہش کی کہ ہمیں چاند دو ٹکڑے ہوتے دکھائی دے اور آپنے دکھا دیا ۔

یا آپکے وصی کو بصورت شرعی نماز میں تاخیر ہوئی تو ڈوبا ہوا آفتاب واپس ہوا ۔ یہ چیزیں ان حضرات کے غیر معمولی آثار زندگی اور واقعات حیات میں ایک جزئی حیثیت رکھتی تھیں اور ان کو کبھی ثبوت رسالت میں پیش کیا جانا ہماری
نظر سے نہیں گذرا ۔ ہرگز رسالتمآب یا آپکے وصی حقیقی نے ان واقعات کو اتنی اہمیت نہیں دی کہ کبھی اگر اپنی (51)
رسالت اور حقانیت کا ثبوت پیش کرنا ہو تو وہ ان واقعات کا حوالہ دیں اور کہیں کہ ہماری حقانیت کا یہ ثبوت ہے کہ فلاں تاریخ ہمارے لئے چاند کے دو ٹکڑے ہوئے تھے یا فلاں تاریخ ہمارے لئے آفتاب نے رجعت کی ۔

یہ مخالفین اسلام کی ایک چالاکی ہے کہ وہ مسلمانوں کے مقابلہ میں آکر بجائے خود انکی کمزوریوں کو طشت ازبام کرنے کے لئے اس قسم کے واقعات کو معرض بحث بناتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ اس طرح اصولی بحثیں دب جائیں ، اسلام کی حقانیت کی اصل بنیادیں پردۂ خفا میں چھپ جائیں اور ہم مسلمانوں کے عقائد کو صرف ایک مجموعۂ اوہام و خرافات ثابت کرکے زندہ دل دنیا کو تھوڑی دیر ہنس لینے کا موقع دیدیں ۔

مجھے سخت افسوس ہوگا اگر مسلمان محققین ان اشخاص کی اس چالاکی کا شکار ہو جائیں اور وہ ان مباحث کو اپنے مذہب کی اصل بنیاد سمجھ کر اسکے اثبات اور اسکے ایراد و رد و قدح میں ایڑی چوٹی کا زور صرف کر دیں ۔

اسلئے میں تو کم از کم اپنے لئے یہ سمجھے ہوئے ہوں کہ کبھی اس قسم کے خصوصی معجزات مسئلہ شق القمر مسئلہ رجعت شمس کو اپنی بحث کا مستقل مرکز نہ قرار دوں ۔

بیشک ضمنی حیثیت سے جیسے اکثر تاریخی واقعات کی نقلی عقلی ہر حیثیت سے جانچ کیجاتی ہے اُسی
اعتبار سے جب اس کا موقع آئے تو ان واقعات کی بھی علمی تحقیقات کر لیجائے جس کیلئے صرف دو بنیادی
نگاہین کرنا ہونگی ۔ ایک یہ کہ واقعہ حقیقۃً غیر ممکن الوقوع اور عقلاً محال تو نہین ہے۔ دوسرے بصورت امکان
وہ روایات جن سے اُن کے وقوع کا پتہ چلتا ہے کس حد تک قابل تسلیم ہین ۔

اگر یہ امور غیر ممکن حیثیت نہین رکھتے اور صحیح، سچے راویون نے اُنکے وقوع کی خبر دی ہے تو صرف
عام طور سے ایسا نہونا اور اُن کا غیر معمولی ہونا اُنکے عدم کی دلیل نہوگا ۔

بہر حال یہ ایک ذراتی تحقیقات ہوگی جس کو مذہب کے اصول سے کوئی تعلق نہین ہے۔ اسلام نہ صرف
واقعہ رجعت شمس کا مرہون منت ہے اور نہ معجزۂ شق القمر کا ۔

بلکہ اسلام اپنی صداقت و حقانیت کیلئے ہزارون لاکھون معجزون کا ایک معجزہ رکھتا ہے ۔
جس کا نام ہے قرآن ۔

بیشک مسلمانون کا سرمایۂ حقانیت، سرچشمۂ صداقت، بنیاد دین و مذہب جو کچھ ہے وہ بھی قرآن ہے ۔ (۵۳)

قرآن کو جو امتیاز حاصل ہے وہ دنیا کے کسی معجزہ کو حاصل نہین ہے۔ قرآن ہمیشہ زندہ ہے اور رسولؐ
کی نبوت اور اسلام کی حقانیت کو زندہ کئے ہوئے ہے ۔

وہ عہد ماضی کا افسانہ نہین ہے بلکہ ہر زمانہ کے حال مین موجود ہے اور دنیا کو اپنی حقانیت کے
سامنے سر تسلیم خم کرنے کی دعوت دے رہا ہے ۔

یہ اس کتاب کا ایک ثمرہ و فیض ہے کہ سابق انبیاء کی نبوتین بھی مسلمانون کے لئے قابل
تسلیم اور لائق قبول ہوگئی ہین ۔

ورنہ اگر قرآن مین موسیٰ و عیسیٰ وغیرہ کا تذکرہ نہ ہوتا تو کسی طرح موسیٰ اور عیسیٰ کی نبوت دائرہ احتمال
سے نکل کر احاطۂ یقینیات مین داخل نہین ہو سکتی تھی ۔

معجزۂ قرآنی کی ایک اور خصوصیت جو دنیا کے کسی دوسرے معجزہ مین پائی نہین جاتی یہ ہے کہ جتنے ارکان
اعجاز کے ہین اُن سب کو وہ خود اپنے دامن مین لئے ہوئے ہے اور مقدمات و قرائن خارجیہ یا صرف عقل کے سپرد نہین

رہنے دیا ہے۔ دوسرے معجزات کی صورت یہ ہے کہ امر خارق عادت آنکھوں کے سامنے پیش ہوا لیکن اسکے معجزہ ہونے میں جتنی باتوں کی ضرورت ہے وہ خود اس میں مضمر نہیں ہیں، وہ ایک خاموش مشاہدہ غیبی ہے لیکن وہ اپنی زبان سے یہ نہیں اعلان کرتا کہ میرا ظاہر کرنے والا مدعی نبوت و رسالت بھی ہے جو ایک خارق عادت کے معجزہ ہونے کا رکن اعظم ہے۔ اسکے لئے ضرورت ہوگی کہ علیحدہ سے اس شخص کے دعاوی کو دیکھا جاوے تو معلوم ہو کہ وہ مدعی ہے نبوت کا یا نہیں؟۔

اسکے علاوہ وہ اس استدلال کو بتلا نہیں سکتا کہ خارق عادت کے ظاہر کرنے اور اسکے مظہر مدعی نبوت کی صداقت میں کیا رشتہ ہے؟

اسکے لئے پھر عقل کو درمیان میں لانے کی ضرورت ہے کہ وہ دلیل کو ترتیب دے اور بتلائے کہ خارق عادت کا ظاہر کرنا کس طرح حقانیت و صداقت کا یقینی ثبوت ہے۔

پھر وہ اسے بھی نہیں بتاتا کہ میرے ظاہر کرنیوالے کے اوصاف و خصوصیات کیا ہیں؟ اور یہ بھی ثبوت اعجاز کا
ایک بڑا رکن ہے۔ اسلئے کہ ہم سابق میں تحریر کر چکے ہیں کہ اگر مدعی نبوت ایک ایسا شخص ہے جس کی سابقہ زندگی (۵۲۳)
اور افعال و اعمال کی گندگی خود اسکے دعوے کے رد کرنے کے لئے کافی ہے تو اس صورت میں وہ لاکھ غیر معمولی کرتب دکھلائے کسی طرح خدا پر ذمہ داری عائد نہ ہوگی اور اسکے اوپر ان عجیب و غریب مظاہرات کو باطل کرنے کی ضرورت نہ ہوگی۔

ان معجزات کے ساتھ یہ الگ سے اس نبی کی سیرت، سابقہ و لاحقہ زندگی کے اعتبار سے دیکھنے کی ضرورت ہوگی کہ اسکے افعال و اعمال و اقوال و تعلیمات کیسے ہیں اور وہ اسکو نبوت و رسالت کے دعوے کے لائق ثابت بھی کرتے ہیں؟۔

یقیناً وہ تمام معجزات ان تمام اعتبارات سے بالکل گنگ اور خارجی تحقیقات اور عقلی غور و فکر کے دست نگر و ممنون احسان ہوتے ہیں لیکن یہ قرآن مجید کی خصوصیت ہے کہ وہ معجزہ ہے اور اعجاز کے جتنے ارکان خصوصیات ہیں وہ سب اسی میں موجود ہیں اور کہیں اس سے علیحدہ جانے کی ضرورت نہیں ہے۔

یہ بحث ہمارے شیخ الحدیث اس دور آخر کے سب سے بڑے علامہ متکلم، اور مجاہد ملی آیۃ اللہ شیخ

محمد جواد بلاغی طاب ثراہ نے اپنی کتاب "الآء الرحمن فی تفسیر القرآن" میں تحریر کی ہے جسے ہم وہیں سے اخذ کرکے درج کرتے ہیں۔

(پہلا امر) یہ ہے کہ قرآن مجید میں صاف صاف اپنے حامل حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دعوائے نبوت و رسالت کا اظہار موجود ہے۔ ملاحظہ ہوں آیات ذیل۔

(۱) قل یا ایّھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا (سورۂ اعراف)	کہو کہ اے گروہ مردم، میں خدا کا رسول ہوں تم سب کی جانب
(۲) ما ضل صاحبکم وما غوی وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی (سورۂ نجم)	تمھارا راہ ہدایت کرنیوالا شخص نہ تو گمراہ ہے اور نہ گمشتہ؟ وہ اپنی خواہش دل سے کلام ہی نہیں کرتا بلکہ وہ وحی ہوتی ہے جسکے مطابق وہ کلام کرتا ہے۔
(۳) محمد رسول اللہ والذین معہ اشدّآء علی الکفار (سورۂ فتح)	محمد خدا کے رسول ہیں اور جو لوگ انکے ساتھ ہیں کافروں کے مقابلہ میں بڑے سخت ہیں۔
(۴) ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیّین (سورۂ احزاب)	محمد نہیں ہیں تمھارے مردوں میں سے کسی کے باپ لیکن وہ خدا کے رسول اور فہرست انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں۔

(دوسرا امر) یہ کہ اس نے اپنے غیر معمولی انداز اعجاز کو آپ کی نبوت و رسالت کی دلیل تبلایا اور کہا کہ اگر تم کو انکی سچائی اور صداقت میں شک ہو تو اسکے مثل پیش کرو اور اگر ایسا نہ کرسکو فاعلموا انما انزل بعلم اللہ "تو سمجھ لو کہ وہ خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے۔"

اس طرح اعجاز کے وجہ استدلال عقلی کو اہل عقل کے متنبہ کرنے کے لئے ذکر کیا۔ اس پہلو کو تفصیل سے سابق میں تحریر کیا جاچکا ہے جس کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

(تیسرا امر) یہ کہ اس نے جناب رسالتمآبؐ کے اخلاق کی پاکیزگی اور کمال طہارت کو متعدد آیات میں ظاہر کرتے ہوئے یہ ثابت کیا کہ آپکی زندگی اخلاق حسنہ اور سچائی اور پاکیزگی کا نمونہ رہی ہے جس کی بنا پر

آپ کے دعوے کی صحت مین کوئی عقل خرابی نہین پائی جاتی۔ ارشاد ہوا۔

انک لعلیٰ خلق عظیم (سورۂ قلم)	تم بڑے اخلاق کے اوپر فائز ہو۔
ودّوا لو تدھن فیدھنون	ان لوگون کو یہ آرزو ہے کہ تم سے کسی دورنگی کا ظہور ہو تو یہ بھی دورنگی سے کام لین۔

نیز آپ نے تعلیمات کی پاکیزگی کے متعلق ارشاد کیا۔

یامرھم بالمعروف وینھاھم عن المنکر (سورۂ اعراف)	وہ انھین اچھی باتون کا حکم دیتے اور بری باتون سے منع کرتے ہین۔

اور خود اپنے مندرجہ تعلیمات پر اہل نظر کو سنجیدگی سے غور کرنے کا موقع دیتے ہوے ارشاد کیا۔

ان ھٰذا القرآن یھدی للتی ھی اقوم۔ (سورۂ بنی اسرائیل)	یہ قرآن دعوت دیتا ہے ایسی باتون کی طرف جو بالکل سیدھی اور صحیح ہین۔

(۵۵) اس طرح قرآن مجید نے تمام وہ پہلو جو ایک معجزہ کی صحت وصداقت کے سلسلہ مین غور کے قابل ہین سب خود ہی پیش کر دئے اور اہل نظر کی نظر کے سامنے رکھدئیے جس کے بعد غور کرنا نہ کرنا خود اشخاص کا ذاتی فعل ہے۔

قرآن مجید کی حیثیت اعجاز

وہ لوگ جو قرآن مجید کو معجزہ سمجھتے اور خداوندی کلام تسلیم کرتے ہین اُن مین اس حیثیت سے تھوڑا اختلاف ہوگیا ہے کہ قرآن مجید کس حیثیت سے معجزہ ہے؟

وہ اس مین مختلف اقوال پر منقسم ہو گئے ہین جنمین سب سے زیادہ حقیقت سے الگ قول میرے خیال مین اُن لوگون کا ہے جو قرآن کو صرفہ وسلب قوی کے اعتبار سے معجزہ سمجھتے ہین۔ اسکے معنی یہ ہین کہ قرآن بجائے خود تو عام فصحائے عرب کے کلام کے مثل کلام ہے لیکن یہ خدا کی قدرت ہے کہ اُس کا جواب دینے پر کسی کو قدرت نہ ہو اور جب کوئی شخص اُس کا جواب لکھنا چاہے تو خدا اُسکی قوت کو سلب کر دے اور موانع پیدا کر دے۔

یہ قول اگرچہ مطابق واقعہ ہونے کی صورت مین نتیجۂ اعجاز کے اعتبار سے کوئی خرابی نہین دیتا اور بیشک

اس صورت میں بھی وہ معجزہ قرار پاتا ہے اور نبوت و رسالت کی دلیل ہوتا لیکن خود وہ خلاف واقعہ ہے۔

ذوق و وجدان، فن بلاغت اور احساس فصاحت اکلام ادبا کا تتبع اور انسانی فصاحت و بلاغت کے معیار کا موازنہ اس خیال کو بالکل غلط ثابت کرتا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ جب ہم خالی الذہن ہو کر بغیر کسی خیال معارضہ و مقابلہ کے بھی آیات قرآن پر نظر ڈالتے ہیں اور اُن کا مطالعہ کرتے ہیں تو انسانی سطح سے بلند شان اور انسانی قدرت و اختیار کے حدود سے باہر کلام ہمارے سامنے آتا ہے جس سے ہمیں یہ یقین پیدا ہوتا ہے کہ بیشک کلام ہی ایسا ہے جو انسانی طاقت و اختیار سے بالاتر ہے اور اسکی وجہ سے خلق کی تمام طاقت اُسکے مقابلہ میں عاجز ہوتی ہے۔

ایسا نہیں کہ ہو تو وہ معمولی انسانوں کا ایسا کلام لیکن خداوند عالم کی قدرتی کارستانی کسی کو ہمت نہیں ہوتی کہ اُس کا جواب طیار کرے۔

اب سے ہم اپنے اردو دان ناظرین کے طبقہ کے سامنے کیا پیش کریں اُن نمونوں کے ساتھ جو اپنی
فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے یقیناً انسان کے اوپر ایک حیرت انگیز اثر ڈالتے ہیں جو حقیقۃً روح اعجاز ہے اور واقعی (٥٦)
بشری طاقتوں سے خارج ہے۔

ان نمونوں کا پیش کرنا اسلئے یہاں بے سود ہے کہ عربی آیات کے معانی کو خالص اردو دان طبقہ سمجھ نہیں سکے گا اور ترجمہ میں وہ مقصد حاصل نہیں کیونکہ اصل زبان کے تمام خصوصیات کو وہ حامل ہی نہیں ہو سکتا۔

بیشک یہ مقام جن حضرات کو تفصیل سے دیکھنا ہو وہ ہماری عربی تفسیر "الفرقان فی تفسیر القرآن" میں ملاحظہ فرمائیں جو ماہ بماہ رسالہ عربی "الرضوان" میں شائع ہو رہی ہے۔

یقیناً قرآن مجید نے ہر شعبہ میں وہ نقش قائم کئے ہیں جو سوائے نقاش قدرت کے کسی کے دست و قلم سے نکل ہی نہیں سکتے۔

اور اُن کو دیکھکر اس خیال کی کمزوری بالکل ظاہر ہو جاتی ہے کہ قرآن صرف لوگوں کی قوتیں سلب ہو جانیکی وجہ سے معجزہ ہوا۔ نہیں ہرگز نہیں۔ قرآن معجزہ ہے اور بذات خود معجزہ ہے اپنے خصوصیات ذاتی اور فصاحت و بلاغت وغیرہ کیونکہ نفس معجزہ ہے اور خود اُس نے فصحا کی گردنیں خم اور اُنکی ہمتیں پست کی ہیں اور اُن سے اپنی برتری کا کلمہ پڑھوایا ہے

تدوین حدیث

(یہ مضمون ہے جو حضرت فخر المحققین سید العلماء مولانا سید علی نقی صاحب قبلہ مجتہد العصر دام ظلہ نے مسلم اکاڈیمی لکھنؤ کے جلسہ منعقدہ ۱۶ فروری ۱۹۳۵ء میں پڑھا تھا۔ ناظرین "حقائق" کے معلومات میں بیش بہا اضافہ کرنے کیلئے شائع کیا جاتا ہے۔ (مدیر)

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔

"علم حدیث کی تدوین" ایک گرانقدر اور بسیط موضوع ہے جسکے لئے محدود صفحات کی تصنیف یا محدود وقت کی تقریر کسی طرح تمام شعبوں پر حاوی نہیں ہو سکتی مسلمان یعنی حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حلقہ بگوش اور کلمہ لا الٰہ الا اللہ کے عقیدت مند یقیناً قرآن مجید کے بعد حدیث کا درجہ سمجھتے ہیں اور اسی لئے انھوں نے بلا تفریق مسالک و مشرب ہمیشہ "قرآن" کے بعد حدیث کی خدمت ضروری سمجھی اور اس میں پوری سعی و کوشش صرف کی ہے۔

آپس کے ذاتی نظریوں کے اختلاف سے قطع نظر کر کے جب مخلوط و مشترک اسلامی خدمات کے اعتبار سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ خدمت سنت اور حدیث کی تدوین کا فرض وہ ہے جسکو دونوں ہی فریق نے اپنے اپنے معیار نظر کے مطابق بڑی بلند آہنگی اور عرق ریزی سے انجام دیا ہے اور اس میں وہ اپنا خون پسینہ ایک کرتے رہے ہیں۔ اور اس لئے اس موضوع کو اگر مشترک اسلامی حیثیت سے تحریر کیا جائے تو وہ یقیناً ایک بہت بڑی مبسوط کتاب کا طالب ہے جسکے لئے مسلم اکاڈیمی کے متعدد جلسے بھی کافی نہیں ہو سکتے پھر بھلا مجھ میں کہاں ہمت تھی کہ اس موضوع پر تقریر کا مسلم اکاڈیمی کے جلسہ میں وعدہ کر لیتا لیکن خوشی کی بات ہے کہ اس موضوع کا ایک شعبہ یعنی "علم حدیث کی تدوین" کے متعلق علمائے اہلسنت و جماعت نے ہر دور زمانہ میں کیا خدمتیں انجام دی ہیں میرے محترم کرمفرما عالیجناب مولانا عنایت اللہ صاحب افسر مدرس مدرسہ عالیہ نظامیہ فرنگی محل لکھنؤ نہایت بسط و تشریح اور توضیح و تفصیل کیساتھ بیان فرما چکے ہیں جس سے زیادہ نہ میں بیان کر سکتا ہوں اور نہ ضرورت باقی ہے اسلئے میرے متعلق جو فرض رہ جاتا ہے وہ صرف دوسرے شعبہ کے متعلق کہ "تدوین حدیث" میں شیعہ فرقہ نے کیا خدمات انجام دئے اور تدوین حدیث کی تاریخ اس فرقہ کے روایات کے لحاظ سے کیا ہے اور کس کس دور میں اس میں کیا کوششیں ہوتی رہی ہیں۔

واضح ہو کہ یہ موضوع کوئی اختلافی یا مباحثانہ نہیں ہے تاکہ میں بیان واقعات میں کسی فریق مقابل کے کتب کا پابند ہوں اور انھیں ماخذ بنانے پر مجبور ہوں بلکہ یہ ایک تاریخی اور واقعاتی تبصرہ ہے اور اس میں مشترک اسلامی کتب سے مدد

لی جائیگی جنمیں خود فرقۂ شیعہ کے کتب رجال وروایت بھی داخل ہیں ۔

حدیث کے معنی ہماری اصطلاح میں وہ روایت جسمیں قول معصوم فعل معصوم یا تقریر معصوم کی نقل کیگئی ہو حدیث کہلاتی ہے۔ قول وفعل کے معنی ظاہر ہیں۔ تقریر کے معنی ہیں کسی دوسرے کے کسی قول یا فعل پر جو معصوم کے سامنے ہو معصوم کا راضی رہنا اور رضامندانہ سکوت کرنا ۔

یہ بے شک حجت اور واجب العمل ہے ۔ ماینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحی ۔ ما آتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا ۔ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم ۔ ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ۔ قرآن مجید کے بعد حدیث کے استناد و اعتبار کے قوی دلائل ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی اھلبیتی ما ان تمسکتم بھما لن تضلوا بعدی ۔ قرآن مجید کے ساتھ تمسک بعترت کا حکم دیکر حدیث کے استناد و اعتبار کا مکمل ثبوت ہے۔

بیشک حدیث اگر متواتر اور ایسے قطعی طریقہ سے مثل قرآن مجید کے پہونچے تو وہ بھی قطعی طور پر واجب العمل ہے اور وہاں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے لیکن چونکہ احادیث مثل قرآن مجید کے تواتر کی حد تک پہونچ نہ سکے اور اکثر بطریق آحاد پہونچے جنمیں اگر معنوی یا اجمالی حیثیت سے تواتر ہے بھی تو لفظی حیثیت سے نہیں ہے اور اکثر ایسے ہیں کہ جنمیں اس قسم کا تواتر بھی نہیں ہے اسلئے کسی خاص حدیث پر عمل اس درجہ پر نہیں سمجھا جا سکتا جس درجہ پر قرآن مجید کے اوپر عمل اور نہ کسی حدیث کی مخالفت اس طرح کفر سمجھی جا سکتی ہے جس طرح قرآن مجید کی مخالفت۔

حدیث کے مضمون کا انکار اگر اس مضمون کو حدیث رسول اللہ تسلیم کرتے ہوئے ہو تو وہ یقیناً موجب کفر ہے لیکن اگر کسی معتبر سے معتبر حدیث کو قول آنحضرتؐ تسلیم ہی نہ کیا گیا ہو تو وہ انکار کتنا ہی غلط اور کمزور کیوں نہو لیکن موجب کفر نہیں سمجھا جاسکتا ہے بخلاف قرآن مجید کے کہ اسکی کسی آیت کا انکار اس طرح سے کرنا بھی موجب کفر ہے کہ وہ قول خدا ہے اور میں تسلیم نہیں کرتا اور اس طرح سے بھی کہ وہ قول خدا نہیں ہے لہذا میں تسلیم نہیں کرتا ۔

بیشک دلالت یعنی معنی الفاظ کی تعیین میں اختلاف اس کا دروازہ دونوں میں کھلا ہوا ہے اور وہی بڑے سے بڑے خلاف قرآن وحدیث خیالات کو کفر کی زد سے علیحدہ کر دینے کا ذمہ دار ہے۔

بہر حال سند کے اعتبار سے قرآن وحدیث کے اس تفرقہ نے انہیں باعتبار احکام عظیم تفرقہ پیدا کر دیا۔

ورنہ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول واولی الامر منکم کی روشنی میں دیکھا جائے تو قرآن و حدیث ایک ہی صف میں نظر آتے ہیں اور ان میں سوائے تقدم و تاخر کے کوئی تفرقہ نظر نہیں آتا۔

مسلمانوں نے بھی اسی حفظ مراتب کے لحاظ کے ساتھ قرآن و حدیث کے متعلق خدمت انجام دی۔

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں جیسا کہ مولانا عنایت اللہ صاحب نے تحریر فرمایا ہے خود قرآن موجودہ حالت میں یعنی مدوّن نہ تھا تو حدیث کا کیا ذکر۔

حضرت کی وفات کے بعد سب سے پہلے جس چیز کی ضرورت کا احساس کیا گیا وہ قرآن مجید کی جمع و تالیف اور ترتیب و تدوین تھی جسکو ذمہ دار اسلامی ہاتھوں نے ہر مقدم سے مقدم کام پر مقدم کیا اور اس خدمت کو انجام دیا۔

قرآن کے بعد حدیث کا درجہ تھا۔ حدیث کی جمع و تالیف کے متعلق صحابہ کرام میں باہم اختلاف رائے ہوگیا۔ اس اختلاف اور اس کے منشا کو جناب مولانا عنایت اللہ صاحب کے الفاظ میں تحریر کرتا ہوا آگے بڑھتا ہوں آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ "صحابہ مذہب میں بدعت سے اس قدر بچتے تھے کہ ادنیٰ ادنیٰ باتوں میں بدعت کو پسند نہیں کرتے تھے ختنہ کی دعوت میں بلانے کو حضرت ابو ایوب انصاری نے فرمایا کہ حضور انور کے زمانہ میں ایسی تقریبات میں بلاوا نہیں ہوتا تھا۔ قرآن کی تدوین پر ایک گروہ صحابہ کو سخت اعتراض تھا۔ روایت حدیث پر سزا تک کی نوبت آئی تدوین احادیث میں تو ایک یہی خرابی کا خوف تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ قرآن جو اس وقت تک موجودہ طور پر مکتوب نہیں تھا اور کلام حضرت رسالت پناہی مخلوط نہ ہو جائیں۔ علاوہ اسکے حضور انور سے اسکی ممانعت بھی مروی ہوئی تھی جیسا کہ مسند امام احمد بن حنبل میں ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ لوگ بیٹھے ہوئے لکھ رہے تھے کہ ناگاہ حضور انور باہر تشریف لائے اور دریافت فرمایا کہ کیا کر رہے ہو تو لوگوں نے عرض کیا کہ جو کچھ حضور سے سنتے ہیں اسکو لکھتے ہیں حضور نے اس پر سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا اور آخر کار یہ مکتوب ضائع کر دیا گیا۔

حضرت ابوہریرہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مشہور ہے کہ اکثار حدیث پر سزا دی تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قاعدہ تھا کہ جب کسی کو والی مقرر فرماتے تو منجملہ دوسرے نصائح کے یہ بھی اسکو نصیحت فرماتے کہ دیکھو جن لوگوں کے پاس جا رہے ہو وہ قرآن پڑھنے میں مصروف ہیں اور شب و روز اپنا وقت تلاوت قرآن میں صرف کرتے ہیں۔ ان سے زیادہ حدیثیں بیان کر کے ان کے ذہنوں کو تشویش میں نہ ڈالنا۔ غرضکہ جب روایت حدیث کی یہ صورت ہو تو تدوین و کتابت حدیث کی کیا صورت ہو سکتی ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ارادہ فرمایا تھا کہ احادیث کو ایک جگہ جمع کر دیا جائے صحابہ سے استفسارہ کیا

مشورہ کیا تقریباً تمام اصحاب حضرت رسالت نے اس کو پسند کیا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک مہینہ تک سوچتے رہے اسکے بعد آپنے سب کو جمع کر کے فرمایا میرا ارادہ وہ تھا جو تم کو معلوم ہے مگر مجھکو یہ خیال ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کتاب اللہ کو بالکل ترک کر دو اور یہود و نصاریٰ کے مانند صرف احادیث پر اپنی توجہ منبذول کر دو یعنی اس کا نتیجہ یہ ہو جائے کہ قرآن بھی توریت و انجیل کی طرح دلوں سے جاتا رہے اور تحریف کا شکار ہو جائے"۔

پھر تحریر فرماتے ہیں۔

"حضرت عمر ہی کے زمانہ میں جمع حدیث کی ضرورت محسوس ہونے لگی تھی اور تمام صحابہ اس کو جمع کر دینے کی رائے ظاہر کر چکے تھے مگر قرآن کے ساتھ بے توجہی کے خوف نے اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مجبوراً باز رکھا تھا اور اسکے بعد ہم کو باوجود تلاش پھر کبھی صحابہ کا جمع کی جانب توجہ کرنا نظر نہیں پڑا۔ اگر کہیں احادیث کو بھی قرآن کی طرح خلفاء راشدین نے مدون کر دیا ہوتا تو یقین کیجیے کہ بہت کچھ کیا بلکہ قرآن ہی کی طرح وہ بھی دست تصرف سے محفوظ ہو جاتے اور باہمی مسلمانوں میں کثیر فرقہ بندیوں کی زائد تر روک تھام ہو جاتی۔ آج احادیث میں جو جو شبہات اور شکوک اسناد اور الفاظ کے اختلاف کی وجہ سے پیش آتے ہیں قرآن کی تدوین و جمع کے بعد پیش نہیں آ سکتے تھے مگر قدرت کو یہ منظور نہیں تھا اور وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کی موافقت کر رہی تھی۔ انتہیٰ کلامہ

برعکس اسکے جیسا کہ مولانا نے تحریر فرمایا ہے تمام صحابہ جنہیں حضرت علیؑ بھی تھے ان کو اس نظریہ سے اتفاق نہیں تھا۔

حضرت علیؑ کا مستقل کلام ہے کہ قیدوا العلم بالکتابۃ "علمی مطالب قلمبند کرو اور قید تحریر میں لاؤ"۔

چنانچہ جہاں تک نظر دوڑائی جاتی ہے اس سلسلہ میں سب سے پہلی تصنیف حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی ملتی ہے جو آپنے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد سے فرمائی تھی اس کا پتہ صحیح امام بخاری سے چلتا ہے ملاحظہ ہو کتاب الفرائض باب اثم من تبرأ عن موالیہ "حدثنا قتیبۃ ابن سعید قال حدثنا جریر عن الاعمش عن ابراھیم التیمی عن ابیہ قال قال علی ما عندنا کتاب نقرأہ الا کتاب اللہ غیر ھذہ الصحیفۃ قال فاخرجھا فاذا فیھا اشیاء من الجراحات واسنان الابل قال وفیھا المدینۃ حرم ما بین عیر الی ثور فمن احدث فیھا حدثا او آوی محدثا فعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین لا یقبل منہ یوم القیامۃ صرف ولا عدل وذمۃ المسلمین واحدۃ یسعیٰ بھا ادناھم فمن اخفر مسلما فعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین لا یقبل منہ یوم القیامۃ صرف ولا عدل"۔

"ابراہیم تیمی کی روایت ہے اپنے والد سے کہ حضرت علی فرماتے تھے ہمارے پاس قرآن کے سوا کوئی کتاب نہیں ہے

جسے ہم پڑھتے ہوں سوائے اس صحیفہ کے حضرت نے اس صحیفہ کو باہر نکالا تو دیکھا گیا کہ اس میں کچھ احکام مختلف اقسام قصاص اور دیتوں کے متعلق ہیں اور اسی میں یہ حدیث ہے کہ مدینہ حرم ہے مقام عیر سے لیکر مقام ثور تک، جو شخص وہاں بدعت ایجاد کرے یا کسی بدعتی کو پناہ دے تو اس پر خدا، ملائکہ اور تمام خلق کی لعنت ہے۔ اس سے کوئی سفارش کوئی معاوضہ قبول نہ کیا جائیگا! اور مسلمانوں کی ذمہ داری سب کی یکسان ہے جس کو معمولی سے معمولی شخص انہیں کا پورا کریگا تو جو شخص کسی مسلمان سے غداری کرے اس پر خدا ملائکہ اور تمام خلق کی لعنت ہو۔ روز قیامت اس سے کوئی معاوضہ اور سفارش قبول نہو گی "۔

صحیح مسلم جلد اول کتاب الحج باب فضل المدینہ میں بھی پانچ طریقوں سے اس کا تذکرہ موجود ہے۔ دوسری صدی ہجری تک اس کتاب کا وجود اہلبیت کے پاس ثابت ہے جس کا پتہ محمد ابن الحسن الصفار کی بصائر الدرجات والی روایت سے چلتا ہے جو عبدالملک سے منقول ہے اس میں یہ ہے کہ دعا ابوجعفر بکتاب علی فجاء به جعفر مثل فخذ الرجل مطویًا فاذا فیہ ان النساء لیس لھن من عقار الرجل اذا توفی عنھن شیئ فقال ابوجعفر ھذا واللہ خط علی بیدہ واملاء رسول اللہ الخ (وسائل الشیعہ ج ۳ ص ۳۵۲)

"امام محمد باقرؑ نے جناب امیرؑ کی کتاب منگوائی۔ امام جعفر صادقؑ اس کتاب کو لپٹا ہوا لائے۔ اس میں یہ تھا کہ عورتوں کو اپنے شوہر کی غیر منقولہ جائداد سے کچھ نہیں ملیگا۔ امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ یہ خدا کی قسم جناب امیرؑ کے قلم کی تحریر ہے اور جناب رسالتمآبؐ کی لکھوائی ہوئی حدیثیں ہیں"۔

حضرت ابورافع جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باختصاص غلام تھے نجاشی نے فہرست اسماء مصنفین شیعہ میں لکھا ہے کہ لابی رافع مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کتاب السنن والاحکام والقضایا۔ "ابورافع کی تصنیف سے کتاب سنن واحکام وقضایا تھی"۔

اسکے بعد انھوں نے اس کتاب کے ابواب کو ترتیب اور درج کیا ہے صلوۃ، صیام، حج، زکوۃ اور سب کے آخر میں قضایا۔ ابورافع مکہ معظمہ میں ہجرت کے قبل اسلام لائے تھے اور جب آنحضرتؐ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر گئے تو یہ مکہ ہی میں رہ گئے تھے جنگ بدر کے بعد آکر حضرت سے ملحق ہوئے اور سب سے پہلے جنگ احد میں شرکت کی پھر ہر لڑائی میں حضرت کے ہمراہ رکاب رہے۔

رسالتمآبؐ کی وفات کے بعد باوفا غلام نے رسول کی ڈیوڑھی چھوڑنا گوارا نہیں کی اور برابر اہلبیت کی صحبت میں رہا۔ جناب امیرؑ کے مخصوصین میں شمار رہے اور عہد فتنہ کی تمام لڑائیوں میں آپکے ہمراہ شرکت کی۔

کوفہ کے بیت المال کا خزانہ آپ کے متعلق ہوا اور اسی زمانہ میں آپ کا انتقال ہو گیا۔

تاریخ کے لحاظ سے یہ سب سے پہلی کتاب تھی جس میں ابواب کی ترتیب کے ساتھ احادیث درج کیے گئے تھے حضرت ابوعبداللہ سلمان فارسی اور حضرت ابوذر غفاری بھی وہ بزرگ ہستیاں ہیں جنہوں نے حدیث کی تدوین میں حصہ لیا۔ ان دونوں بزرگواروں کی تصنیف کا تذکرہ ابن شہر آشوب نے معالم العلماء میں اور شیخ الطائفہ ابوجعفر طوسی و شیخ ابوالعباس نجاشی نے اپنی اپنی کتاب فہرست مصنفین میں کتاب سلمان اور کتاب ابوذر کے نام سے درج کیا ہے اور یہ بھی قدیم اسلامی تصانیف میں جن کے قبل تصنیف کا پتہ نہیں چلتا ہے افسوس ہے کہ کتابیں اسی طرح نا پید ہو گئی ہیں جس طرح وہ احادیث کا غیر مدون مجموعہ جو عبداللہ ابن عمرو ابن العاص نے جمع کیا تھا اور جس کا تذکرہ مولانا عنایت اللہ صاحب اپنے مضمون میں فرما چکے ہیں۔

اسکے بعد دوسرا طبقہ تابعین کا ہے جن میں سے ابورافع کے دونوں بیٹے علی ابن ابی رافع اور عبیداللہ ابن ابی رافع ہیں یہ دونوں بزرگ جناب امیرؑ کے کاتب یعنی منشی دفتر اور اول الذکر خازن بیت المال بھی تھے۔

علی ابن ابی رافع نے ایک کتاب لکھی جس میں وضو، صلوٰۃ، اور تمام ابواب میں ترتیب کے ساتھ حضرت امیرؑ کے اسناد سے احادیث کو جمع کیا یہ کتاب بھی سادات اہلبیت کے پاس دوسری صدی تک موجود تھی اور وہ اسکو بڑی قدر کی نظر سے دیکھتے تھے۔ موسیٰ ابن عبداللہ ابن حسن کا بیان ہے کہ ایک شخص نے میرے والد سے تشہد کے بارے میں سوال کیا انھوں نے کہا" لانا ذرا ابن ابی رافع کی کتاب" جب وہ کتاب لائی گئی تو انھوں نے وہ مقام نکالکر سائل کو لکھوا دیا۔

اصبغ ابن نباتہ مجاشعی یہ بھی جناب امیرؑ کے مخصوصین میں سے تھے انھوں نے حضرت کا وہ طولانی عہد مالک اشتر کے نام جو نہج البلاغہ حصہ کتب میں موجود ہے نقل کیا اور اُسے قلمبند کر لیا نیز حضرت کی طولانی وصیت جو امام حسن کے نام تھی وہ بھی انہی کے ذریعہ سے ہم تک پہونچ سکی سلیم ابن قیس ہلالی، انکی بھی کتاب مشہور و معروف ہے اس میں انھوں نے حضرت علی، سلمان فارسی، ابوذر غفاری، مقداد، عمار، اور بہت سے صحابہ سے روایات نقل کی ہیں اس کتاب کو علماء نے بڑی قدر کی نظر سے دیکھا ہے۔

مشہور متکلم فقیہ شیخ محمد ابن محمد النعمان معروف شیخ مفید نے اپنی کتاب الغیبۃ میں سلیم ابن قیس کی کتاب کی ایک حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے۔ لیس بین جمیع الشیعۃ ممن حمل العلم و رواہ عن الائمۃ خلاف فی ان کتاب سلیم ابن قیس الھلالی اصل من کتب الاصول اللتی رواھا اھل العلم وحملۃ حدیث اھل البیت واقدمھا۔

تمام فرقۂ شیعہ میں اُن لوگوں میں کہ جنھوں نے علوم ائمہ کا تحمل کیا ہی سلیم بن قیس ہلالی ایک معتبر کتاب سے اُن قدیم ترین کتابوں میں سی جن کو حاملان حدیث اہلبیت نے روایت کیا ہی۔
ابن ندیم محمد ابن اسحاق نے "کتاب الفہرست" میں بھی اس کتاب کا تذکرہ کیا ہی۔

میثم ابن یحییٰ ابو صالح تمار امیر المومنینؑ کے خواص اصحاب میں سے ان کی بھی کتاب حدیث میں بڑی بلند پایہ تھی جس سے شیخ ابو جعفر طوسی اور ابو عمرو کشی اور طبری مصنف بشارۃ المصطفیٰ نے اکثر احادیث نقل کیے ہیں۔
میثم تمار سنہ ہجری میں ابن زیاد کے حکم سے کوفہ میں قتل ہوئے۔

محمد بن قیس بجلی نے بھی ایک کتاب امیر المومنینؑ سے مرویہ احادیث کی تحریر کی جو بقول شیخ ابو جعفر طوسیؒ کے امام محمد باقر علیہ السلام کے سامنے پیش ہوئی اور آپ نے فرمایا ھذا قول علی ابن ابی طالب "بیشک یہ حضرت علیؑ کے اقوال ہیں" اس کتاب کی ابتدا یہ تھی کان یقول اذا صلّی قال فی اول الصلوٰۃ۔

یعلی ابن مرہ اور عبایہ ابن ربعی حنفی کی بھی کتابیں امیر المومنینؑ سے روایات کی کتب رجال میں مذکور ہیں۔
اور ربیعہ ابن سمیع تابعین میں سے تھے انکی کتاب "زکوٰۃ الانعام" کے متعلق تھی ان کا نجاشی نے طبقۂ اولیٰ میں مصنفین کے تذکرہ کیا ہی۔ حارث ابن اعور ہمدانی بھی مشہور مصاحب جناب امیرؑ ہیں جنھوں نے ایک کتاب میں وہ سوالات جمع کیے ہیں جو کسی یہودی نے جناب امیر سے کیے تھے اور حضرت نے ان کا جواب دیا تھا۔
یہ لوگ تمام وہ ہیں جو طبقہ متقدمین تابعین میں محسوب ہیں جنہیں نہیں کہا جا سکتا کہ کس کی تصنیف کا زمانہ مقدم ہی اور کس کا موخر۔

اس زمانہ میں یہ وہ کتابیں ہیں جن کے علاوہ کوئی دوسرے مصنفات علم حدیث میں تمام عالم اسلامی کی اندر جستجو سے بھی دستیاب نہیں ہوتے۔

اسکے بعد کے طبقہ یعنی پہلی صدی کے اواخر میں تو تدوین حدیث کی ضرورت کا احساس عام طور سے ہو گیا تھا چنانچہ خلیفہ صالح بنی امیہ عمر ابن عبد العزیز نے حدود سلطنت میں جو کبار ائمہ موجود تھے ان کو لکھا کہ سنن حضرت رسالت کو لکھ کر ایک جگہ جمع کر دو جس کا تذکرہ مولانا عنایت اللہ صاحب نے فرمایا ہی اور لکھا ہے کہ "بقول حافظ ابن حجر عسقلانی یہ تدوین حدیث کی اول کوشش تھی کہ جو عمر ابن عبد العزیز کے حصہ میں آئی۔

اس زمانہ میں اہلبیت میں سے امام محمد باقر علیہ السلام کا دریائے علم موجیں مار رہا تھا۔ آپ کی علمی فیض رسانیاں وہ تھیں کہ تمام عالم اسلامی نے متفق طور سے "باقر العلم" تسلیم کیا۔

علامہ نووی تحریر کرتے ہیں المعروف بالباقر لانہ لقبر العلم ای شقہ وفتحہ فعرف اصلہ وتمکن فیہ ۔ آپ کے اصحاب میں بڑے بڑے حافظان حدیث تھے جیسے جابر ابن یزید جعفی جن کے متعلق صحیح مسلم میں ہے کہ وہ پچاس ہزار حدیثوں کی روایت کرتے تھے جو سب امام محمد باقر علیہ السلام کے طریق سے حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک منتہی ہوتی تھین (۱)

اور ابان ابن تغلب جنھوں نے امام زین العابدین، امام محمد باقر، امام جعفر صادق، تین بزرگواروں کے عصر کا ادراک کیا اور خاص امام جعفر صادق ع سے تیس ہزار حدیثوں کی روایت کی ۔

صحیح مسلم اور سنن اربعہ مین ان کی روایت سے احتجاج کیا ہے اور شیخ الاسلام حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال میں ان کی ثقاہت واعتبار کی گواہی دیکر ان کے تشیع کے متعلق یہ کہہ کر معذرت کی ہے کہ ان التشیّع فی التابعین وتابعیھم کثیر مع الدین والورع والصدق فلو رد حدیث ھولآء لذھب جملۃ من الآثار النبویّۃ ۔

ابان کی ایک کتاب بھی حدیث میں تھی جو معتبر اصول حدیث سے تسلیم کی جاتی تھی ۔ اسی طرح ابو حمزہ ثمالی ثابت ابن دینار، انکی کتاب النوادر کتاب الزہد رسالہ حقوق میں بہت سی احادیث کا ذخیرہ تھا حافظ ترمذی کی کتاب صحیح میں ان سے روایت موجود ہے علمائے رجال نے بھی ان کا تذکرہ کیا ہے ۔

زرارہ ابن اعین کے متعلق تو ثابت ہے کہ ان کا طریقہ ہی یہ تھا کہ جب امام جعفر صادق ع کے پاس آتے تھے قلم و دوات اور کتابت اپنے ساتھ لاتے تھے اور جو کوئی مسئلہ پیش آتا اور امام اوسکے متعلق حکم رسالت مآب بیان فرماتے اوسکو وہ لکھ لیتے تھے ۔ کبھی خود سوال کرتے تھے اور اوس کا جواب حاصل کرتے تھے اور اس طرح ذخیرہ قلمبند صورت میں احادیث کا جمع کر لیا ۔

زرارہ، محمد ابن مسلم، برید عجلی یہی ایسے لوگ ہیں جنکے متعلق امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ لولا ھولآء لذھبت احادیث ابی " اگر یہ لوگ نہ ہوتے تو میرے والد بزرگوار کے فرمودہ احادیث تلف ہو گئی ہوتیں " برید عجلی کی بھی ایک کتاب حدیث میں تھی جسے ان سے رواۃ و محدثین نے نقل کیا، امام جعفر صادق ع کے زمانہ میں اہلبیت کے فیوض علمیہ سے بہرہ مند ہونے والے بڑی کثرت سے ہو گئے تھے ۔

شیخ ابو علی طبرسی نے اعلام الوریٰ میں لکھا ہے کہ وہ لوگ جنھوں نے امام جعفر ابن محمد صادق ع سے بلاواسطہ نقل

(۱) صحیح مسلم مطبوعہ نولکشور ج (۱) ص ۱۵

احادیث کیا چار ہزار آدمی تھے۔ حافظ ابن عقدہ نے جو مؤلفین کے کتب رجال میں بڑی مدح وثنا کے ساتھ مذکور ہوئے ہیں انھوں نے ایک مستقل کتاب لکھی کتاب الرجال لذین رووا عن الصادقؑ اور شیخ طوسی نے کثر کا ان میں سے اپنی کتاب رجال میں تذکرہ کیا ہے۔

وہ کتابیں جو اس وقت سے لیکر امام حسن عسکریؑ کے عہد تک یعنی ایک صدی کے اندر علم حدیث میں تصنیف ہوئیں ۶۶۰۰ کتابیں تھیں جس کی شیخ حر عاملی نے خاتمہ وسائل الشیعہ کے فائدہ رابعہ میں تصریح کی ہے۔

لیکن یہ واقعہ ہے کہ علم حدیث ہر زمانہ میں ایسے لوگوں کی مصیبت میں گرفتار رہا جو غلط واقعات بنانے اور بے اصل حدیثیں تراش کر کسی بڑی ہستی کی طرف منسوب کر دیا کرتے تھے۔

جب حضرت رسول اکرمؐ کو فرمانا پڑا ستکثر بعدی القالۃ فمن کذب علیّ متعمدًا فلیتبوأ مقعدہ من النار تو دوسرے اماموں کا کیا تذکرہ۔

ائمہ اہلبیتؑ اور اون سے روایت کرنے والے دیانتدار محدثین کو بھی ان متقولین یعنی احادیث کی ساخت و ساز کرنے والوں سے بڑی شکایت تھی اور ائمہ اوس کے متعلق اپنے اصحاب کو متنبہ کر دیتے تھے۔

مشکل یہ تھی کہ شیعیت کے نام لیوا افراد میں بعض غالی اور اماموں کے متعلق غلط عقیدہ رکھنے والے اشخاص پیدا ہو جاتے تھے جن سے ائمہ اور اون کے شیعہ خود برات کرتے تھے لیکن وہ شیعیت کے نام کو پردہ قرار دیکر غلط احادیث کی نشر و اشاعت کرتے تھے۔

مغیرہ ابن سعید ایک شخص تھا جس کے متعلق امام جعفر صادقؑ نے فرمایا المغیرۃ بن سعید دس فی کتب اصحاب ابی احادیث لم یحدث بھا ابی فاتقوا اللّٰہ ولا تقبلوا علینا ما خالف قول ربنا وسنۃ نبینا۔ اسی طرح ابو الخطاب ایک شخص تھا غلاۃ میں سے جس پر امام نے نفرین بھی فرمائی تھی۔ اوس نے طرح طرح کی غلط باتیں ایجاد کیں۔

اس صورت حال کے تدارک کی طرف خود ائمہ معصومین اور اون کے اصحاب رضین پورے طور سے متوجہ ہو گئے۔ ائمہ نے احادیث کے معیار بتانا شروع کئے اختلاف احادیث کی صورت میں مرجحات بتلائے اور صحیح وغیر صحیح میں تمیز کا طریقہ بتلایا اصحاب نے یہ اہتمام شروع کیا کہ زیادہ تر امام سے خود جا کر احادیث سننے لگے جتنی مصنفہ قلمی کتابیں حدیث کی تھیں اون کو جہاں تک موقع ملتا امام کو دکھلاتے اور اون سے تصدیق لیتے کہ اس میں سب روایتیں درست ہیں۔ جیسے عبید اللہ ابن علی حلبی کی کتاب جو امام جعفر صادقؑ کے سامنے پیش

ہوئی اور یونس ابن عبد الرحمٰن اور فضل بن شاذان کی کتابیں جو امام حسن عسکری علیہ السلام کے سامنے پیش کی گئیں یا شرع دور کی وہ کتابیں جو خوف معاندین سے راویوں نے زمین کے اندر چھپا دی تھیں بعد والے اصحاب نے امام کے سامنے پیش کرکے اون کی تصدیق لی اور آپنے فرمایا حدّثوا بھا فانھا حق ۔

اس چھان بین کے بعد قدما محدثین نے اون تمام کتابوں میں سے جو تصنیف ہوئی تھیں چار سو کتابیں چار سو روات کی منتخب کرکے اون کو اپنے علم و عمل کا دار و مدار قرار دیا وہ کتابیں " اصول اربعمائۃ " کے نام سے مشہور تھیں جو بعد کے زمانہ میں بڑے جوامع حدیث کی تصنیف کا سرمایہ قرار پائیں ۔

اون کتابوں میں سے جن کا صدر اول سے لیکر اس وقت تک تذکرہ ہے اموجودہ زمانہ میں صرف کتاب سلیم ابن قیس ہلالی اور بعض " اصول اربعمائۃ " کا وجود باقی ہے جن کو محدث میرزا حسین نوری مصنف مستدرک الوسائل نے بڑے قدیم نسخوں سے نقل کرکے حاصل کیا تھا اور اپنی کتاب مستدرک کا ماخذ بنلیا ۔ اون سے پھر آیۃ اللہ آقا سید حسن صدر کاظمینی دام ظلہ مقیم کاظمین اور آقا میرزا محمد طہرانی مقیم سامرہ نے اون کی نقل حاصل کی اور اون ہی سے بعض کی ہم نے بھی نجف اشرف میں نقل حاصل کرلی ۔

ائمہ کا دور گذر گیا غیبت امام کا زمانہ آیا اب دشواریاں زیادہ پیدا ہوگئی تھیں چھوٹی چھوٹی کتابیں جو سیکڑوں کی تعداد میں تھیں اون سب میں اگرچہ احادیث کا تمام ذخیرہ موجود تھا لیکن کثرت کتب کا لازمی نتیجہ انتشار ہے اور اوس سے ضیاع و تلف کا اندیشہ یقینی ۔

اسی وجہ سے ضرورت محسوس ہوئی کہ یہ تمام متفرق کتابیں ایک یا چند بڑی کتابوں میں مجتمع ہوجائیں ۔ سب سے پہلے ثقۃ الاسلام ابوجعفر محمد ابن یعقوب کلینی تھے جنھوں نے چوتھی صدی کے اوائل میں اس خدمت کو انجام دیا اور بیس برس کی مسلسل جفاکشی و محنت میں کتاب کافی کی تصنیف کی ۔ دیباچہ کتاب میں سبب تالیف تحریر فرماتے ہوے صاف ظاہر کیا ہے کہ اس کتاب میں صحیح اخبار جمع کئے جائینگے جو تمام علوم و معارف دینیہ کو شامل اور ہر حیثیت سے کافی ہوں ۔ کتاب کافی کا نام بھی انہی الفاظ کی بنا پر " کافی " قرار پایا ہے اور چونکہ اوس میں اصول و عقائد کے احادیث کا ایک حصہ مستقل اور فروع یعنی مسائل شرعیہ کا حصہ مستقل تھا اس لئے پہلا حصہ " اصول کافی " اور دوسرا حصہ " فروع کافی " کے نام سے مشہور ہوگیا ۔

اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ تمام شیعی جوامع حدیث میں کافی کا درجہ سب سے مقدم مانا گیا ہے لیکن اسکے معنی یہ نہیں ہیں کہ اوسکی ہر ہر حدیث صحیح السند اور قطعی الورود ہے ہم حدیث کی کسی کتاب کو قرآن مجید کی طرح معصوم اور جرح و تعدیل

کے میزان اعتبار سے بلند نہیں سمجھتے ہیں۔ کافی کا تقدم و شرف صرف اس اعتبار سے ہے کہ اس میں نقل روایات میں انتہائی ضبط و اتقان سے کام لیا گیا ہے سندیں پوری نقل کی گئی ہیں روایات کے ٹکڑے نہیں کر دئے گئے ہیں۔ روایات میں ایسے تفسیری نوٹ نہیں دیدئے ہیں جو اصل الفاظ حدیث کے ساتھ مشتبہ ہو جائیں۔ پوری سندیں نقل کر دینے کا منشا یہی ہے کہ مصنف نے اپنے اوپر سے ذمہ داری ہٹالی ہے اور ان رواۃ کے حالات و اوصاف کو جانچ لینے کا موقع دیا ہے۔

یہ خیال کہ یہ کتاب امام عصر حضرت امام ثانی عشرؑ کے پاس پیش ہوئی اور حضرت نے فرمایا کاف لشیعتنا ایک ایسی غلط حکایت ہے جس کا کوئی ثبوت کتب احادیث و رجال میں نہیں ہے۔ چنانچہ محدث نوری نے کتاب کافی کے استناد و اعتبار کو انتہا درجہ تک پہونچاتے ہوئے تحریر کیا ہے لیس غرضی من ذالک تصحیح الخبر الشائع من ان ھٰذا الکتاب عرض علی الحجۃ علیہ السلام فقال ان ھذا کاف لشیعتنا فانہ لا اصل لہ ولا اثر لہ فی مولفات اصحابنا بل صرح بعدمہ المحدث الاسترابادی الذی رام ان یجعل تمام احادیثہ قطعیۃ لما عندہ من القرائن التی لا تنھض لذالک ومع ذالک صرح بانہ لا اصل لہ۔"

"میرا مقصد اس سے یہ نہیں ہے کہ میں اس روایت کی صحت ثابت کروں جو عام طور سے مشہور ہے کہ یہ کتاب حضرت حجت کی خدمت میں پیش ہوئی اور حضرت نے فرمایا کہ یہ کافی ہے ہمارے شیعوں کے لئے کیونکہ یہ روایت بالکل بے اصل ہے اور اس کا نام و نشان بھی ہمارے کتب امامیہ میں نہیں ہے بلکہ محدث استرابادی نے بھی کہ جو کافی کی تمام احادیث کو بعض غیر مستند قرائن کی بنا پر قطعی ثابت کرنے میں کوشاں ہیں انھوں نے بھی اس روایت کے متعلق لکھدیا ہے کہ اسکی کوئی اصل نہیں ہے۔"

اس بنا پر کافی کی حدیث بھی ہم آنکھ بند کر کے قبول نہیں کر لیتے ہیں بلکہ استنباط و اجتہاد کے موقع پر کافی کی حدیث کی اوسی طرح جانچ کرتے ہیں جس طرح دوسرے کتب حدیث کی۔

اون کا دیباچہ میں یہ لکھدینا کہ میں اخبار صحیح جمع کروں گا اسکے معنی صرف اتنے ہوتے ہیں کہ اون کی نظر میں جو روایات درج کئے ہیں وہ معتبر اور قابل اطمینان تھے لیکن یہ ضروری نہیں کہ وہ ہمارے لئے بھی یہی درجہ رکھتے ہوں۔ اسلئے کہ ہم سوائے معصوم کے کسی کی رائے کو اپنے لئے بالکل حجت اور ناقابل شک و شبہ نہیں سمجھتے۔ بیشک کافی کی حدیث میں ہم کو اضطراب سند و متن وغیرہ کی دشواریوں سے دوچار ہونا نہیں پڑتا اس لئے کہ اونہیں

نقل احادیث کے سلسلہ مین انتہائی ضبط سے کام لیا گیا ہے اور یہی خصوصیت ہے جس نے اوسکو دوسرے تمام جوامع حدیث مین ممتاز درجہ عطا کر دیا ہے۔

دوسرے بزرگ جنھون نے اس خدمت کو انجام دیا شیخ صدوق محمد ابن علی ابن بابویہ قمی تھے جنھون نے کتاب من لایحضرہ الفقیہ تالیف کی۔ اسمین انھون نے دیباچہ مین ضرور تحریر کیا ہے کہ مین اسمین وہی روایات درج کرونگا جنکے مطابق مین فتویٰ دیتا ہون اور اپنے اور خدا کے درمیان اون کو حجت سمجھتا ہون لیکن جہانتک دیکھا گیا ہے وہ پورے طور سے اسپر قائم نہین رہے ہین۔ انھون نے ایسی روایتین بھی درج کر دی ہین جنکی اونھین خود رد کرنا پڑی ہے انھون نے پوری سندین بھی نقل نہین کین بلکہ صرف آخری راوی کا نام لکھ دیتے ہین جس نے امام سے روایت کی ہے پھر ختم کتاب کے بعد انھون نے ایک فہرست اپنے مشائخ کی لکھی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ کس راوی کی طرف اون کا طریق کیا ہے۔ اس لئے انسان کو کتاب من لایحضرہ الفقیہ کے ساتھ اون فہرست مشیخہ من لایحضر پر نظر رکھنا ضروری ہے اور ہر روایت کی جانچ کے موقع پر اوس پر نظر ڈالنا لازمی۔

یہ ایک بڑی سر مغزنی کا کام ہے جس سے دشواری پیدا ہو گئی ہے نیز اس مین روایات کے بیان کے سلسلہ مین کہین کہین تفسیری شرح ایسی آگئی ہے جس کے متعلق دھوکا ہو جاتا ہے کہ یہ امام کا کلام تو نہین ہے۔
ان وجوہ کی بنا پر یہ کتاب استناد و اعتبار اور حسن ترتیب تالیف مین موخر ہونے کے باوجود کافی کی ہم پلہ تسلیم نہین کی گئی۔

پانچوین صدی ہجری مین شیخ الطائفہ محمد ابن الحسن الطوسیؒ نے کتاب تہذیب اور کتاب استبصار تصنیف کی تہذیب کی ترتیب اور اس کا طرز تدوین واقعی بہت اچھا ہے مگر سند اتنی ضبط کیا تھ اس مین نہین ہے جس طرح کافی مین ہے۔ اس مین کہین تو کافی کی طرح پوری سند نقل کی ہے اور کہین من لایحضرہ الفقیہ کی تقلید کی گئی ہے اور مشیخہ کی فہرست بھی جو آخر مین دی گئی ہے مکمل نہین ہے اس لئے اکثر انسان کو تعیین سند مین غور و خوض اور قرائن و ظنون سے کام لینا پڑتا ہے۔

علما کا خیال ہے کہ انسان کے لئے کافی اور تہذیب دونون چیزین ایسی ہین کہ ایک کی ضرورت دوسرے سے پوری نہین ہوتی۔ کافی مین حدیثین فقہ اور غیر فقہ دونون شعبون کے متعلق ہین لہذا وہ تہذیب سے زیادہ جامع ہے اور تہذیب مین فقہ کی حدیثین کافی سے زیادہ ہین اسلئے یہ زیادہ جامع ہے۔

استبصار درحقیقت صرف کتاب جامع احادیث ہی نہین بلکہ اوسمین متعارض حدیثین درج کر کے

ان مین جمع، ترجیح، تاویل کے فرائض انجام دئے گئے ہین جو خالص ایک فقیہ اور مجتہد کا فرض ہے۔

یہی چارون کتابین وہ ہین جو کتب اربعہ کے نام سے یاد کی جاتی ہین کافی کی حدیثون کی تعداد ۱۶۰۹۹ سولہ ہزار ننانوے اور من لایحضر کی حدیثین نو ہزار چوالیس ۹۰۴۴ اور تہذیب ۳۹۳ بابون پر مشتمل ہے جسمین ۱۳۵۹۰ تیرہ ہزار پانچسو نوے حدیثین اور استبصار مین ۹۲۰ نوسو بیس باب جنمین ۵۵۱۱ پانچ ہزار پانچسو گیارہ حدیثین ہین۔

الاسماء تنزل من السماء یہ عجیب بات ہے کہ ان تمام مصنفین جوامع کا نام محمد اور کنیت ابوجعفر تھی۔ مصنف کافی ابوجعفر محمد ابن یعقوب کلینی مصنف من لایحضر ابوجعفر محمد ابن علی ابن بابویہ قمی۔ مصنف تہذیب و استبصار ابوجعفر محمد ابن الحسن الطوسی تھے۔ اسی وجہ سے علمائے اجازات جب ان کتابون کا تذکرہ کرتے ہین تو فرماتے ہین۔ الکتب الاربعۃ لابی جعفر ین المحمدین الثلثۃ المتقدمین۔ اور اس حسن اتفاق مین اضافہ یہ ہے کہ متاخرین مین سے بھی وہ حضرات جنہون نے مشہور جوامع حدیث کی تصنیف کی ان کا بھی نام محمد تھا جن کا تذکرہ ابھی آئیگا۔

شیخ صدوق کے علاوہ من لایحضر کے ۲۹۹ اور تصانیف خاص علم حدیث مین تھے جن مین سے ثواب الاعمال عقاب الاعمال۔ مدینۃ العلم وغیرہ وغیرہ مشہور و معروف کتابین ہین جو متاخرین علما کا مستند رہی ہین لیکن کوئی ان مین سے وسعت و جامعیت کے اعتبار سے من لایحضر کے درجہ تک نہ تھی۔

جسقدر رسالتمآب و ائمہ کا دور قریب تھا تحقیق کے ذرایع زیادہ اور وثوق و اطمینان کے اسباب فراوان تھے سابق زمانہ کے لوگون کے لئے اکثر احادیث ایسے قرائن کیساتھ مقرون ہوتے تھے جن کی وجہ سے اگرچہ راوی خبر کے ضعیف ہون لیکن انہین اصل خبر کے متعلق وثوق و اطمینان ہوتا تھا اور اس اعتبار سے وہ اس کو صحیح کہتے تھے۔ اکثر اخبار ان کے لئے قطعی یا موثوق بالصدور تھے جس مین ان کو راویون کی طرف نظر ڈالنے کی ضرورت ہی نہ پڑتی تھی۔ بہت پہلے کے قدما کا کیا ذکر سید مرتضیٰ علم الہدیٰ تک جو چوتھی صدی کے اواخر مین تھے اخبار احادیہ پر عمل کی اجازت نہین دیتے اور فرماتے ہین کہ متواتر حدیثین اتنی موجود ہین جو تمام مسائل شرعیہ مین کافی ہو سکتی ہین اور ان کے بعد احادیہ پر عمل کی ضرورت ہی نہین ہے۔

شیخ الطائفہ محمد ابن حسن طوسی جو ان کے شاگرد تھے متواتر ہونے کے تو قائل نہین مگر اتنا ضرور فرماتے ہین کہ یہ حدیثین جو مشہور و مستند کتابون مین موجود ہین ان کے متعلق قرائن کے ذریعہ سے ہمین صحت کا علم قطعی ہے۔ ان حضرات کی دیکھا دیکھی ابن ادریس حلی تک جو ساتوین صدی ہجری مین تھے کہنے لگے کہ متواتر کا

عمل ہونا چاہیئے آحاد کی ضرورت نہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ زمانہ کے امتداد کے ساتھ جتنا جتنا عصر معصوم کو بعد ہوتا جاتا دشواریاں زیادہ پیدا ہوتی جاتی ہیں اس لئے جو چیزیں قدما کے لئے منقطوع تھیں وہ متاخرین کے لئے مظنون اور جو انکے لئے مظنون تھیں وہ ان کے لئے موہوم بن گئیں۔

صدیوں کے حائل ہو جانے سے خارجی قرائن یک لخت غائب ہو گئے اور وہ وثوق بالصدور یا اطمینان جو قرائن کی بنا پر سابق کے لوگوں کو تھا رخصت ہوا۔ اب تو ہم ہیں اور سند اور اوس کے رواۃ کا اسناد و اعتبار۔ اس کا نتیجہ تھا کہ ساتویں صدی ہجری میں صحیح حسن۔ موثق ضعیف کی اصطلاح قرار دی گئی اور رواۃ کی جرح و تعدیل کی بنیاد پڑی اکثر علماء کی تحریر کے مطابق اس اصطلاح کی بنیاد علامہ حلی کی ڈالی ہوئی ہے۔ محدث استرآبادی نے فوائد مدنیہ میں اسے مشکوک صورت سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں علامہ حلی یا کوئی اون کا ہمعصر۔

ہمارے شیخ الحدیث خاتمۃ المحدثین مولانا سید حسن صدر نے تحریر فرمایا ہے کہ اس تقسیم کے موجد سید جمال الدین احمد بن طاؤس ہیں جنھوں نے ۶۷۳ھ میں وفات پائی۔

اب روایات کی جانچ کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ شیخ حسن ابن زین الدین شہید ثانی رح مصنف معالم نے کتاب منتقی الجمان فی الاحادیث الصحاح والحسان تحریر کی۔ افسوس ہے کہ یہ کتاب عام طور سے دستیاب نہیں ہوتی اور ابھی تک ہماری نظر سے نہیں گذری۔ اب متاخرین کا دور آ گیا تھا۔ گیارہویں صدی میں محمد ابن مرتضیٰ مشہور بہ ملا محسن فیض کاشانی نے جمع بین الصحاح کے طور پر کافی۔ فقیہ۔ تہذیب۔ استبصار چاروں کتابوں کے احادیث کا مجموعہ وافی کے نام سے تحریر کیا جس میں مشکل احادیث کا بیان یعنی حل بھی اپنے مخصوص مسلک اور مذاق کے مطابق تحریر کیا ہے۔ موصوف کا مسلک اصول عقائد میں تصوف و عرفان کی طرف مائل اور فقہ میں اخباریت کی طرف راجح تھا۔

مجدد مذہب شیعہ ملا محمد باقر مجلسی رح نے انتہائی کد و کاوش اور وسعت نظر و تتبع کیساتھ کتاب "بحار الانوار" ۲۶ جلدوں میں جمع کی جس میں کتب اربعہ کے علاوہ سیکڑوں کتابوں سے ہر شعبہ کے متعلق احادیث کو جمع کیا۔ اس میں شبہ نہیں کہ وسعت و جامعیت کے اعتبار سے بڑا کام کیا اور ایک متجسس شخص کو تمام روایات کسی مبحث کے ایک ہی مقام پر دستیاب ہو جاتے ہیں لیکن یہ ماننا ناگزیر ہے کہ موصوف نے نقل احادیث میں احتیاط سے کام نہیں لیا ہے اور اس لئے بحار میں غث و سمین سب کچھ نظر آتا ہے اور مراسیل کی بھرمار ہے۔ یہی وہ چیز تھی جس کے لئے قدماء اصحاب نے اصول ربعمائۃ کا انتخاب اور محمدین قدماء نے کتب اربعہ کی تدوین کی تھی تاکہ غیر مستند روایات کا ذخیرہ جمع نہ ہو

احادیث میں مخلوط نہ ہونے پائے۔ اس جامعیت کتاب کی فکر نے اس مقصد کو نظر انداز کر کے نقد و بحث کی گنجائش پیدا کر دی۔

اسی زمانہ میں شیخ محمد ابن الحسن الحر العاملی نے صرف فقہ کے متعلق احادیث کو علاوہ کتب اربعہ دوسرے اصول اور کتب سے تلاش کر کے انتہائی جستجو کیسا تھ کتاب "وسائل الشیعہ" تصنیف کی جو بیشک بہترین جامع احادیث کتاب ہے۔ اس کتاب نے ایک فقیہ متجسس احادیث کو کتب اربعہ اور ان تمام کتابوں سے جو اس سلسلہ میں قابل توجہ تھیں مستغنی کر دیا اور پھر لطف یہ کہ سند پوری درج کر دی گئی ہے اور مکمل حوالہ منقول عنہ کا موجود ہے لیکن "بے عیب ذات خدا کی" اس میں ایک ایسی بات ہو گئی جس سے احتیاج اصل ماخذوں کے دیکھنے کی پھر بھی باقی رہا۔ وہ یہ ہے کہ موصوف نے احادیث کو مناسب ابواب میں درج کرنے کے لئے تقطیع اختیار کر دی یعنی اگر کوئی حدیث ایسی ہے جس میں ابتدائی حصہ کتاب النکاح سے متعلق ہے، وسطی کتاب الطلاق سے، آخری مثلاً کتاب الظہار سے تو وہ اس روایت میں تین ٹکڑے کر دیتے ہیں پہلا ٹکڑا پہلی کتاب میں، دوسرا دوسری کتاب میں اور تیسرا تیسری کتاب میں۔ اس میں ظاہر میں کوئی نقصان تو نہیں معلوم ہوتا لیکن حقیقۃً جسے حدیث کے معنی سمجھنا اور اوس سے کوئی نتیجہ نکالنا ہوتا ہے وہ اسکی خرابی کو محسوس کرتا ہے۔ اس کا ایک اثر تو سند کے اوپر پڑا کہ کہیں روایت میں اضمار پیدا ہو جاتا ہے۔

مضمر اوس روایت کو کہتے ہیں جس میں امام کا نام نہ ہو جن سے حدیث منقول ہے بلکہ عنہ کی لفظ ہو۔ اکثر ایسا ہوا ہے کہ حدیث طولانی تھی شروع میں امام کا نام موجود تھا لیکن درمیان میں پھر ضمیریں مذکور تھیں۔ تقطیع ہوئی تو پہلا ٹکڑا جہاں گیا وہاں تو نام موجود ہے لیکن بعد کے ٹکڑے جہاں جہاں گئے وہاں اضمار پیدا ہو گیا۔ اسکے علاوہ یہ کہ اکثر مطالب اجزائے حدیث کے آپس میں دست و گریبان ہوتے ہیں۔ وہ ٹکڑے جنہیں مصنف وسائل نے باہم غیر متعلق خیال کئے ہیں یہ ضروری نہیں کہ غیر متعلق ہی ہوں۔ وہ عالم متبحر سہی لیکن معصوم نہیں تھے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اکثر معنی میں خرابی پڑتی ہے اور خلط مبحث ہو جاتا ہے۔

بہت بڑی خدمت ہوتی اگر کوئی شخص وسائل کی حدیثوں کا اصل کتب منقول عنہا سے مقابلہ کر کے مواضع تقطیع کو معین کر دیتا اور متفرق حدیثوں کے ٹکڑوں کا پتہ لگا کر یکجا کر دیتا تو پھر یہ کتاب وسائل ایک ایسا ذخیرہ حدیث تھا جس کی موجودگی میں کسی دوسری کتاب حدیث کی ضرورت نہیں ہے۔ وسائل میں تمام ابواب فقہ کے متعلق ایسا ذخیرہ جمع کر دیا ہے کہ ہمیں جستجو کے بعد بھی اوس سے زیادہ دستیاب نہیں ہوتا۔ اگرچہ اس چودھویں صدی کے اوائل

مین مشہور محدث میرزا حسین نوری ؒ نے مستدرک الوسائل کے نام سے تین ضخیم جلدون مین ایک مجموعۂ احادیث تصنیف فرمایا جو اون کا سب سے بڑا کارنامہ سمجھا جا سکتا ہے لیکن فائدہ کے اعتبار سے اُسے کوئی خاص اہمیت دئے جانے کا استحقاق نہین حاصل ہوا اس لئے کہ ایک تو جن کتابون سے فاضل نوری نے اس کتاب کی تدوین کی وہ استناد و اعتبار مین کسی طرح صاحب وسائل کی منقول عنہا کتابون کے مقابل نہین ہین۔ ان مین سے اکثر کتابون کے متعلق علما کی طرف سے قدح موجود ہے اور اون کے رواۃ بھی مجروح ہو چکے ہین اور محدث نوری کو اون کے استناد پر بحث کے سلسلہ مین صفحے کے صفحے سیاہ کرنا پڑے ہین۔ بعد کو چاہے اون کی تعدیل ثابت بھی ہو لیکن یقیناً اس اختلاف و بحث سے اون کتب کی متفق علیہ حیثیت باقی نہین رہتی اور یہ اونکی ایک حد تک کمزوری کی دلیل ضرور ہے۔

پھر ہم دیکھتے ہین کہ اس مستدرک مین جو کچھ ہوا ہے وہ صرف اتنا کہ کسی خاص مسئلہ کے متعلق صاحب وسائل نے دو حدیثین مثلاً نقل کی تھین صاحب مستدرک نے دو اور نقل کر دین لیکن نفس مسائل اور فروع فقہیہ کے متعلق وہ کچھ اضافہ کر سکے ہون یعنی کچھ ایسے احادیث نقل کر سکے ہون جن کے مندرجہ مضامین و احکام وسائل کی مندرجہ احادیث کے احکام سے کچھ زائد ہون، ایسا نہین ہے۔

اسلئے مستدرک اپنے مصنف کے تتبع اور وسعت اطلاع کی دلیل بن سکتی ہے اور اسکے مصنف کی جفاکشی و محنت کی داد بھی دی جا سکتی ہے لیکن کسی مجتہد کو استنباط کے وقت وسائل کے دیکھنے کے بعد مستدرک کو نکالکر مطالعہ کرنے کی ضرورت پڑے؟ ایسا نہین ہے۔

یہ جوامع حدیث وہ ہین جن کو خاص شہرت حاصل ہوئی۔ انکے علاوہ بھی اس آخری چند صدی کے دور مین بعض کتابین تالیف ہوئی ہین جن کا پتہ جناب سید حسن صدر دام ظلہ کی کتاب الشیعہ و فنون الاسلام" مین موجود ہے۔ ان مین سب سے زیادہ مشہور کتاب عوالم ہے جو علامہ مجلسی ؒ کے ہمعصر ملا عبد اللہ ابن نور اللہ بحرانی کی تالیف تھی اوس کا صرف وہ حصہ جو واقعات کربلا سے تعلق رکھتا ہے "مقتل عوالم" کے نام سے شائع و ذائع ہے لیکن حقیقت مین یہ کتاب سو جلدون پر مشتمل تھی جن کا مجھے تو پتہ نہین معلوم کہ کہاں ہین۔ شیخ قاسم ابن محمد بن جواد معروف بابن وندی و فقیہ کاظمی جو صاحب وسائل کے ہمعصر تھے اونھون نے شرح الاستبصار فی احادیث الائمۃ الاطہار تصنیف کی جو متعدد مجلدات پر مشتمل تھی اور اسی طرح شیخ عبد اللطیف ابن علی بن احمد بن ابی جامع حارثی عاملی کی کتاب جامع الاخبار فی ایضاح الاستبصار متعدد جلدون مین اور شیخ محمد رضا ابن شیخ عبد اللطیف تبریزی کی کتاب شفا فی حدیث آل المصطفےٰ اور سید عبد اللہ ابن سید محمد رضا شبر کاظمی کی کتاب جامع الاحکام چودہ جلدون

مین ہر اور علامہ مجلسی کی بجائے کے بعد جس سے زیادہ مبسوط تصنیف تحریر نہین ہوئی ہر۔ کتاب کافی کی شرحین بہت سے علماء نے لکھین جنہین سے ملا صالح مازندرانی اور میرزا خلیل قزوینی کی دونون شرحین اور علامہ مجلسی کی مرآۃ العقول خاص شہرت کی مالک ہین صدر المتالہین شیرازی نے بھی ایک شرح کافی کی لکھی تھی مگر وہ اون کے خالص فلسفیانہ مذاق پر تھی جس کو علم حدیث کی بارگاہ مین کوئی قبولیت حاصل نہین ہو سکی۔ من لا یحضرہ الفقیہ کی شرح ملا محمد تقی مجلسی نے لکھی جسے کوئی خاص علمی اہمیت حاصل نہین ہی۔ تہذیب کی شرح سید نعمت اللہ جزائری نے لکھی جو مبسوط اور کثیر الفوائد ہر۔

موجودہ زمانہ مین آیۃ اللہ سید حسن صدر دام ظلہ جن سے بڑھکر اس فن کا غواص اب کوئی موجود نہین ہر انہون نے وسائل کی شرح اس انداز پر لکھنا شروع کی جس کی نظیر اسکے قبل نایاب ہر وہ حدیث کو لکھکر السند۔ المتن۔ اللغۃ۔ المعنی کے عناوین قائم کرکے ہر روایت کے رجال و روایت لفظ و معنی تمام جہات کی فیصلہ کن شرح لکھتے اور یکسوئی کیساتھ محققہ نتیجہ حاصل کرتے ہین لیکن افسوس ہر کہ اس کتاب کی تصنیف کا سلسلہ اسوقت شروع ہوا جب موصوف کے قوائے عمل جواب دیچکے ہین اسی برس کی عمر مین اتنی بڑی خدمت کہان انجام پا سکتی ہر۔

نتیجہ یہ ہوا کہ ۳ جلدین صرف کتاب الطہارۃ کی شرح مین پایہ تکمیل کو پہونچین اور اسکے بعد انتہائے ضعف پیری اور اعراض و عوارض سے تصنیف کا سلسلہ ہی قطع ہو گیا اور اتمام ممکن نہوا بہر حال ممدوح نے سنگ بنیاد قائم کر دیا ہر اور کوئی خدا کا بندہ خدا کی توفیق شامل حال ہو تو اسکی تکمیل کر دے کوئی تعجب نہین ہر۔

یہ خدمات تھی جو براہ راست علم حدیث کے سلسلہ مین کئے گئے متعلقات حدیث مین علم درایت و رجال ہر۔ درایت مین سب سے پہلی تصنیف تو ابو عبداللہ حاکم نیشاپوری کی ہر جنھون نے "معرفۃ علوم الحدیث" کے نام سے ۵ حصون مین کتاب تصنیف کی ان کے بعد علمائے شیعہ مین سے سید جمال الدین ابو الفضائل احمد ابن طاؤس ہین جنھون نے بقول آقا سید حسن صدر صحیح حسن، موثق ضعیف کی اصطلاح قائم کی۔

علامہ حلی کے شاگرد سید علی ابن عبد الحمید حسینی نے شرح اصول درایۃ الحدیث تصنیف کی اور شہید ثانی نے کتاب الدرایۃ شیخ حسن بن عبد الصمد حارثی والد شیخ بہائی نے وصول الاخیار الی اصول الاخبار اور شیخ بہاء الدین عاملی نے وجیزہ تحریر کیا۔ آخر الذکر کتاب اتنی مقبول ہوئی کہ متعدد علماء نے اوسکی شرح تصنیف کی ہمارے ہندوستان ہی مین تاج العلماء سید علی محمد صاحب قبلہ طاب ثراہ نے اوسکی تین شرحین لکھین ایک مختصر دوسرے متوسط "جوہرۃ عزیزہ فی شرح الوجیزہ" تیسری بڑی مبسوط "سلسلۃ الذہب" مولانا احمد حسین صاحب امروہوی (؟) آبادی علی اللہ مقامہ نے صفوۃ الابریز فی شرح الوجیز بھی اچھی شرح لکھی ہر اور خاتمۃ المحدثین آقا سید حسن صدر دام ظلہ نے کتاب نہایۃ الدرایۃ تحریر فرمائی ہر جو مبسوط اور نہایت کثیر الفوائد ہر۔

علم رجال مین سب سے پہلے مصنف ابو عبداللہ ابن محمد بن خالد برقی ہین۔ یہ امام موسی کاظم ؑ کے اصحاب مین سے دوسری صدی ہجری مین

تھے انکی کتاب رجال کا تذکرہ ابن ندیم نے فہرست میں کیا ہے اور نہایت خوشی کی بات ہے کہ انکی کتاب رجال اس وقت تک موجود ہے ابو جعفر یقطینی جو امام محمد تقی ؑ کے اصحاب میں سے تھے انھوں نے رجال میں کتاب لکھی اور اس کا بھی تذکرہ فہرست نجاشی اور فہرست ابن ندیم میں موجود ہے۔ ابو محمد عبد اللہ بن جبلہ بن حیان بن الجبر کنانی نے کتاب رجال تالیف کی۔

چوتھی صدی ہجری میں شیخ ابو الحسن محمد بن احمد بن داؤد قمی نے کتاب الممدوحین والمذمومین من الرواۃ لکھی اور شیخ صدوق محمد ابن علی بن بابویہ قمی نے کتاب معرفۃ الرجال اور کتاب الرجال المختارین من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور شیخ ابوبکر جعابی نے کتاب الشیعہ من اصحاب الحدیث وطبقاتہم۔ یہ معروف و مشہور تصانیف تھیں لیکن ان تمام کتابوں میں جو اسکے بعد آج تک تصنیف ہوئیں جن کتابوں نے بقاء و دوام کی سند حاصل کی وہ رجال ابو عمرو کشی اور فہرست مصنفی الشیعہ للنجاشی اور شیخ طوسی کی کتاب رجال اور کتاب فہرست اور علامہ حلی کی کتاب خلاصۃ الرجال اور ان سب کا مجموعہ اور نتیجہ کتاب منہج المقال مشہور بہ رجال کبیر مرزا محمد استرآبادی جسکے اوپر آقا باقر بہبہانی نے حواشی تحریر کئے اور اصل کتاب اور ان حواشی کو لیکر شیخ ابو علی حائری نے کتاب منتہی المقال تصنیف کی جس میں اگر اتنا عیب نہ ہوتا کہ مجہولین کو بالکل نظر انداز ہی کر دیا تو بہترین کتاب تھی بہرحال اس میں شبہہ نہیں کہ منتہی المقال کے بعد پھر اس پایہ کی کوئی کتاب بہت طویل عرصہ تک تصنیف نہیں ہوئی۔

بیشک اب بالکل قریبی دور میں ہمارے شیخ الحدیث آقا شیخ عبد اللہ مامقانی نجفی طاب ثراہ نے ایک مبسوط ترین کتاب رجال میں تصنیف فرمائی ہے جسمیں ہر راوی کے متعلق بالکل کتب فقہیہ کے انداز پر نقل اقوال کرتے ہر ایک کے دلائل ذکر کرنے اور پھر محاکمہ کرتے ہیں اسکی تصنیف میرے سامنے ہی شروع ہوئی اور میرے ہی سامنے ختم ہوئی اور میرے ہی سامنے چھپنا شروع ہوئی اور ابتک ایک جلد اور کچھ چھپکر طیار بھی ہو گئی لیکن افسوس ہے کہ مصنف عالم آخرت کی طرف رہ سپار ہو گئے اور طبع کا کام شاید ایک عرصہ کیلئے ملتوی ہو گیا خدا کرے یہ کتاب پوری شائع ہو جائے تو میرے خیال میں علم رجال کی دوسری تمام کتابوں سے مستغنی کر دینے والی ہے۔

علم حدیث کے متعلق دو کام ابھی کرنیکی ضرورت ہے۔ ایک تو یہ کہ موجودہ تمام جوامع حدیث میں سے جنمیں میرے خیال میں وافی و وسائل بالکل کافی ہیں ہر حیثیت سے جو قابل احتجاج و استناد احادیث ہیں ان کا انتخاب کر کے مجتمع کر دیا جائے جسکے روات بالکل مستند اور معتبر اور معمول بہ حیثیت رکھتے ہوں۔ دوسرے مالا یحتج بہ من الاخبار کے ایسے نام سے ایسے روایات جن سے تمسک کرنا درست نہیں ہے بیان وجہ ضعف و عدم استناد کیساتھ تحریر کر دئے جائیں۔

اگر یہ دونوں کام ہو جائیں تو بہت ایسی غلطیاں جو بے محل روایات کے پیش کرنے سے پیدا ہوتی ہیں ان کا سد باب ہو جائیگا تیسرا کام اور ہے جو تدوین حدیث سے خاص متعلق کام نہیں ہے لیکن ایک حیثیت سے تعلق رکھتا ہے اور وہ فقہ الحدیث کی تصنیف ہے جسمیں مشکلات معانی احادیث کا صحیح حل مکمل صورت سے تحریر کیا گیا ہو ان کاموں کیلئے بڑی توفیق الٰہی کی ضرورت ہے اور جسکے یہ توفیق شامل حال ہوگی اوس کے ہاتھ سرانجام پائینگے۔ والسلام

(علی نقی النقوی عفی عنہ) ۱۵ شوال سنہ ۱۳۵۳ھ

اشوزرد شت[1]

(اثر قلم ادیب الملک نواب نصیر حسین خان صاحب خیال (مرحوم)

یہ مضمون رسالہ "نگار" لکھنؤ کے تازہ پرچہ مین شایع کیا گیا اور لکھا ہے کہ مرحوم نے اسے اپنے انتقال سے قبل ہی اشاعت کیلئے روانہ فرمایا تھا۔ اسکے معنی یہ ہین کہ یہ خیال مرحوم کے قلم کی آخری شاہکار ہے اور اس لئے ہم اسکو ناظرین "حقائق" کی دلچسپی کے لئے شایع کرتے ہین۔ اس مضمون کے متعلق بعض اپنے خیالات کا اظہار ہم نے "بزم معاصرین" کے ذیل مین کردیا ہے (مدیر)

اس کرۂ ارض کے اور ملکون کی طرح فارس کا آدم زاد بھی شروع مین اس توہم پرستی کا شکار تھا جو نابالغ دماغون کی خو ہے۔ سحر و جادو ارواح اور عجائب پرستی کے ساتھ چاند سورج اور قدرت کی دوسری روشن و نمایان مخلوق کی پرستش مصریون، بابلیون اور ہندوؤن کی طرح ایرانیون مین بھی جاری و ساری تھی ان قوتون کے علاوہ ان کے اور بھی اپنے من گڑھت دیوتا تھے جن کو وہ مختلف صورتون اور شکلون مین پوجتے تھے۔ وہان کے پیشدادین[2] کے وقت مین ملک مین ایک وبا آئی اور بکثرت موتین ہوئین عزیزون اور رفیقون کی مفارقت سوہان روح تھی انہین ہر وقت پیش نظر رکھنے کے لئے زندون نے مردون کے مجسّمے[3] بنائے اور ان کی منزلت کرنے لگے۔ یہ منزلت ترقی پاکر پرستش ہوگئی اور آخر ان کی عبادت ہونے لگی۔ پھر مختلف عناصر کے مجسّمے بنے اور باضابطہ طور پر ان کے آگے بھی سر جھکنے لگے۔ یون وہان بت پرستی کی بنیاد پڑی اور قوم کی قوم اس مین مبتلا ہوگئی۔ ان ہی پیشدادیان مین مشہور ہوشنگ ہے چقماق اچقماق پتھر) کی رگڑ سے آگ اسی کے وقت مین نکلی اور وہ عجیب سمجھ کر نور خدا مانی اور پھر پوجی گئی۔ طہمورث[4] اس کے خلف کے زمانہ مین شیراسپ ایک عقیل و فرزانہ پیدا ہوا۔ اس نے نہ صرف سلطنتی

---

[1] پہلوی زبان مین اشو حضرت کے ہم معنی ہے [2] ایران کے اول حکمران [3] گبن اور سفرنامہ مشرق دیار از ولیم وی اوزبرکوانس سنہ ۱۳۵۳ھ [4] یہ ٹھیٹھ فارسی لفظ خواہ مخواہ عربی بنا اور حرف ث اس مین داخل کیا گیا۔

امور مین بادشاہ کو مدد دی بلکہ فن کتابت ایجاد کر کے ایرانیون کو تعلیم بھی دینے لگا جمشید اس تہمورس کا بھتیجا اور جانشین ہے۔ یہ وہی جمشید ہے جس کا جام ایرانیون ہی کی محفل عیش مین نہین بلکہ ہماری بزم ادب مین بھی ابتک گردش کر رہا ہے اسکے زمانہ تک بت پرستی اتنی ترقی پا گئی اور اسکی اہمیت اس درجہ بڑھ گئی تھی کہ جمشید کو اپنے پرستش کیئے جانے کی بھی ہوس ہوئی اور آخرہ بھی ایک قوت تسلیم کر کے دیوتا بلکہ خدا کی طرح مانا جانے لگا۔ پیشدادیہ کے زوال پر کیانی ایران کے حکمران بنے اور جیسا کہ اوپر کہا جا چکا۔ انہین کے وقت مین زرتشت کا ظہور ہوا۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ بیرونی حملون اور خصوصًا تورانیون کی زیادتیون سے ملک تاراج ہو رہا اور پھر شاہ پرستی کے زور سے رعایا تباہ اور مخلوق خدا سخت عذاب مین مبتلا ہو رہی ہے۔

دنیا کی تاریخ بتاتی ہے کہ جب کسی ملک و قوم پر ایسا کڑا وقت آتا ہے تو ان مین ہمیشہ ایک ایسا بندہ خدا پیدا ہوتا ہے جسکے قوائے عقلی اسوقت کی ذہنیت سے بالاتر ہوتے ہین یہ "مرد غیب" اپنے زمانہ کی حالت پر غور کرتا اور ملک و قوم کی حالت سدھارنے کے لیے آخر کوئی دوا تجویز کرتا ہے۔ یہ قانون قدرت ہے اور اس قانون سے اسوقت کا ایران مستثنیٰ کیونکر ہو سکتا تھا؟ کہتے ہین کہ شاہ ایران کی نسل[۱] اور آفریدون و منوچہر کے خانوادے مین آذربیجان شمال ایران کی طرف (بزمانہ کیخسرو) پوروسپ کے یہان ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام زرتشت[۲] رکھا گیا۔ قدیم پہلوی مین زرت کے معنی دلاور و خشمگین کے ہین اور شت بمعنی شتر (اونٹ) یعنی شتر خشمگین۔ اس زمانہ مین ایسے نام و عرف اکثر رکھے جاتے اور وہ اچھے سمجھے جاتے تھے۔ زرتشت کی تعلیم و تربیت سات برس کے سن مین شروع ہوئی اسوقت کا بہتر سے بہتر معلم تجویز ہوا اور بہت کم عرصہ مین انھون نے وہ سب حاصل کر لیا جو اس زمانہ کے لحاظ سے ضروری تھا۔ رشد تک پہونچتے ہی ان کا پر فکر و روشن دماغ اپنے ملک و قوم کی ابتر حالت پر غور کرنے لگا اور کامل سات سال کی ریاضت مراقبہ یا تپشیا کے بعد وہ ایک نتیجہ پر پہونچے اور تیس سال کی عمر مین وہ نتیجہ یعنی اپنے خدا کا پیغام لیکر قوم کے سامنے آئے اور اسکی تبلیغ کرنے لگے۔

یہ زمانہ لہراسپ و گشتاسپ کا ہے۔ زردشت سمجھے اور خوب سمجھے کہ ہماری قوم کے قوائے دماغی ابھی

---

[۱] بندہشن کتاب علمائے پارسیان و مسعودی۔ [۲] زرتشت اور زردشت دونون درست ہین۔

ایسے توی نہیں ہیں کہ کسی نئی بات کے سننے پر بہ آسانی متوجہ ہو جائیں اسلئے انہیں سلطنت کی طاقت سے مدد لینی پڑی اور وہ گشتاسپ کی معیت سے پوری ہوئی۔ ان کی وہ کتاب (اوستا) جس میں ان کے سکون و مراقبہ کے زمانہ میں احکام زبانی قلمبند ہوئے تھے ساتھ تھی یہ شاہ وقت کے سامنے پیش کی گئی۔ گشتاسپ کو مخاطب کر کے آپ نے کہا کہ ہم پیامبر احکام خدا ہیں ہماری نصیحت سنو اس خدائے واحد کے سوا کسی کی پرستش نہ کرو زمین خدا کو کشت وخون سے بچاؤ جنگلوں کو کاٹو باغ بناؤ وہاں درخت لگاؤ زراعت کرو اور مویشیوں کو نگاہ رکھو یہ تمہارے مصرف کے اور تمہاری زراعت کے کام کے ہیں۔ آتش یعنی آگ کا خاص لحاظ کرو اس سے تمہاری زندگی ہے وہ خموش نہ ہونے پائے! (اوستا) یہ احکام بجلی کی طرح کوندے اور دربار شاہی کو منور کرنے لگے۔ اسوقت ایک عظیم الشان درخت نظروں کے سامنے نمودار ہوگیا۔ یہ حقیقتاً درخت[1] خرد تھا جسکے پھل چکھ لینے کے بعد حیات جاودان ممکن تھی۔ ان احکام نے یزدان (نیکی) پرستی بتائی اور اہرمن (بدی) پرستی مٹائی۔ اسوقت کا سماں دقیقی[2] یوں کھینچتا ہے ؎

زایوان گشتاسپ تا پیش کاخ — درختے گشن بیخ و بسیار شاخ
ہمہ برگ او پند و بارش خرد — کسے کو چنین برخورد کے مرد
خجستہ پے و نام او زرتشت — کہ اہرمن بدکنش را بکشت

گشتاسپ متأثر ہوا ایمان لایا جمشید کی فرعونیت دور ہوئی اور شاہ و گدا ایک ہو کر خالق کی طرف جھک گئے یہ احکام چوبسہ پر کندہ کر کے ملک میں تقسیم ہوئے اسوقت سے پھر ایران یزدان پرست و موحد ہوگیا۔

کسی پیامبر کیلئے اگر معجزے (وہ باتیں جسمیں دوسروں کو عجز ہو یعنی عادتاً وہ اسکے کرنے پر قادر نہ ہوسکیں) کی بھی اتنی ضرورت ہے تو زرتشت کی زندگی میں اسکی بھی کمی نہیں اور کسی رسول کے مدعی رسالت ہونے کے بغیر اگر اسے نبی تسلیم نہ کیا جائے تو اس پیغمبر ایرانی کے یہاں یہ دعوی بھی موجود ہے۔ اس پیغمبر کے صرف وہی پیغام و احکام نہیں جو مذکور ہو چکے اور بھی بہت ہیں اور وہ انسانی زندگی کے ہر شعبہ میں مفید ہیں اور لائق عمل۔ مذکورہ احکام معاد و معاش دونوں

---

[1] ایسے استعارے تقریباً ہر مذہب کے ادب میں پائے جاتے ہیں۔ [2] دقیقی وہ مشہور فارسی شاعر جس نے سامانی سلطانوں کے حکم سے شاہنامہ نظم کرنا شروع کیا تھا۔ مگر وہ ناتمام رہ گیا۔ اور فردوسی نے اسے پورا کیا۔

کا راستہ دکھانے اور زمین ایران کے جنگل کو پاک صاف کر کے اس میں کشت و زراعت کا شوق دلاتے اور انسان کو متمدن بنا کر اسے تدبیر منزل بھی سکھاتے ہیں معلوم ہے کہ ہوشنگ کے وقت میں یعنی زردشت سے صدہا سال قبل چقماق سے آگ نکلی اور وہ متبرک نور خدا مانی گئی اور محفوظ رکھی گئی۔ قدرت کے اس قابل لحاظ عنصر آتش کا خیال اسیوقت سے ہے زردشت اس کے بانی نہیں۔ انھون نے دیگر عقلا اور رہبرون کی طرح اپنے زمانہ کی ہر اس چیز کو قائم رکھا جو اصول مذہب میں ہارج نہو کر انسانی زندگی کیلئے مفید ہو سکے۔ ان میں سے ایک آتش بھی تھی جس کی اہمیت اور ہمہ وقت ضرورت مسلم ہے۔ اس لئے وہ اس مدار زندگی کی تائید میں بھی گویا ہوئے اور دیگر عناصر پر اسے ترجیح دیکر اسکی نگہداشت کے باقاعدہ بنگئے۔

کیانیون کا زمانہ کیقباد سے شروع ہو کر دارائے دوم پر ختم ہوتا ہے۔ پونے سات سو سال ایران اس خاندان کے تحت میں رہا اور اس عرصہ میں مذہب زرتشت وہان حکومت کرتا رہا نہ صرف توحید و خدا پرستی ہی اس زمین پر پھیلی بلکہ اس مذہب کے احکام کی بدولت ارض ایران سلسلہ در سلسلہ جنگلون سے پاک و صاف ہو کر قابل زراعت بنی اور ملک و قوم کی خوشحالی و آبادی اسوقت کے اور ممالک کو زیر کرنے لگی نہین کیانیون کے وقت میں دارائے اول کے ہاتھون سے مصر و یونان فتح ہوا۔ اور اسی دارا کے قوت بازو سے بحر خزر کے قریب وہ سد تعمیر ہوا جس نے ادہر کی وحشی قومون (یاجوج ماجوج) کو متمدن زمین کی طرف بڑھنے سے روکدیا۔ دارائے دوم سنہ ۳۳۲ ق م کے وقت میں سکندر یونان پر ایرانی حملہ کا بدلہ لینے کھڑا ہوتا اور فارس پر چڑھتا ہے۔ دارا اپنے خادمون کے ہاتھ سے مارا جاتا ہے۔ اسلئے سکندر کو کھلا راستہ ملتا اور بآسانی وہ ایران پر قبضہ کر لیتا ہے۔ یونان اسوقت اپنی حکمت پر نازان اور سولن و سقراط کا نہین بلکہ افلاطون و ارسطو کا بھی مرید ہے سکندر ہی ارسطو کا شاگرد ہے۔ یونانی اپنے علم کے آگے کسی قوم کے مذہب و فلسفہ کو خاطر میں نہین لاتے ہیں۔ ایران، یونان کا زبردست رقیب ہے، اسلئے یونانیون کو اسکے مٹانے کی فکر ہے کہ اسے فنا کئے بغیر وہ زندہ نہین رہ سکتے۔ یہ فکر سکندر کے ہاتھ سے

سلہ یہ سد ہمارے یہان سکندری کہلاتا ہے لیکن سکندر یونانی کو اس سے کوئی تعلق نہین ہے نہ وہ بحر خزر کی طرف گیا نہ اسنے وہان کوئی سد باب کیا یہ دارا ہے جو اس طرف حکمران تھا اس لئے ذوالقرنین سے مراد یہ شاہ فارس ہے نہ کہ سکندر یونانی

ٹلہ سکندر ایران کے متعلق ہر بات میں ارسطو کے مشورہ پر چلتا تھا۔ (گبن)

پوری ہوئی ۔ وہ کیانیون کی سلطنت ہی کو نہین مٹاتا بلکہ مذہب زرتشت کے خاتمہ کی بھی کوشش کرتا ہے کر ایرانیون کی شمع عقل کو گل کئے بغیر اس دنیا مین یونانیون کا چراغ روشن نہین ہو سکتا تھا لشکریون کے ظلم وستم سے نہ صرف صنادید عجم ہی تباہ و برباد ہوئے بلکہ وہان کے مذہبی کتبخانے تک نذر آتش کر دئے گئے اور یون وہان وہ قومی مذہب ایک عرصہ کیلئے خموش ہو گیا ۔ سکندر کے بعد ایران مین مختلف و مختصر حکومتین قائم ہوئین وہ ملوک الطوائف کہلاتی ہین یعنی وہ صوبجات مین تقسیم در تقسیم تھین اور ان کے والی گو خود مختار اور آزاد تھے لیکن ان مین کا کوئی ایک پورے ملک پر قابض و متصرف نہ تھا اسلئے وہ کمزور رہین اور مٹین ساخر ساسانی اٹھے اور سارے ملک پر قابض ہو کر اُسے مستحکم کرنے لگے ۔ ان کا زمانہ اردشیر بابگان سے شروع ہو کر یزدگرد پر ختم ہوتا ہے ۔ اس خاندان نے چار سو سال ایران پر حکومت کی اور اپنے پیشرؤون کی طرح اپنے قومی مسلک کے پابند اور سکندر کی بدولت صنادید عجم اور مذہب عجم کو جو صدمہ پہونچا تھا اسکی تلافی مین سرگرم رہے ۔ بہرام شاہ اول اس گھر کا وہ مشہور شہریار ہے جس کے عہد مین حکیم مانی کی نشو و نما ہوئی ۔ یہ صورت پرست زردشت سے یزدان پرستی کے مذہب کی شکل بگاڑنا چاہتا تھا اس لئے شاہی عتاب مین آیا اور قتل ہوا ۔ یہ واقعہ ۲۷۶ء کا ہے جسکے بعد دو سو برس تک زمین ایران کسی قابل ذکر مذہبی انقلاب کا شکار نہوئی ۔ لیکن قباد پسر فیروز کے زمانہ مین اس مذہبی سکون مین پھر ایک ہیجان آیا ۔ مزدک نام ایک مرد تھا ۔ اس نے اپنا ایک نیا مسلک پیش کیا ۔ اسکا عقیدہ تھا کہ دنیا کا مالک خدا ہے اور ہم سب اُسکی ملکیت ہین ۔ یہان کی کوئی چیز سوائے اس ذات کے دوسرے کی نہین ہو سکتی ۔ اسمین سب کی شرکت ہے اور اس مین سب کا برابر حصہ یہانتک کہ مردون کی بیبیان بھی باہم مین مشترک اور دوسرون کے تصرف مین آسکتی ہین یہ عقیدہ عام ہوا اور ہر طرح کے تصرفات شروع ہو گئے ۔ ملک مین انارکی اور بدامنی پھیلی حکومت اس فتنہ کو دور کر سکتی تھی لیکن شاہ وقت یعنی قباد خود مزدک کا مرید ہو گیا ۔ اس لئے یہ عقیدہ اور قوی ہو گیا ۔ مزدک نے ایک دن بادشاہ قباد سے اُس کی ملکہ (مادر نوشیروان) کو طلب کیا کہ اس کا وہ بھی حصہ دار ہے خدا رہ قباد اس طلب کو رد نہین کر سکتا تھا لیکن نوشیروان نے بمنت اپنی ماں یعنی ملکہ کو اس ذلت سے بچایا اور جب سے وہ (نوشیروان) مزدک اور اُس کے پیرؤون کے پیچھے پڑ گیا ۔ قباد کے بعد جب نوشیروان تخت جم پر بیٹھا تو ملک کے اصلی و قومی مذہب (زردشتی) کا نئے سر سے شادیانہ بجا لیکن اس عرصہ مین مزدکی

ایران مین پھیل کر قوی ہو چکے تھے، ان کا استیصال آسان نہ تھا بادشاہ کچھ دن خموش رہا آخر ایک دن مزدک نیچہ مین آیا اور نوشیروانی عدل نے ۵۳۱ء مین اس کا فیصلہ کر دیا۔

سمجھنا چاہیئے کہ وجود مین آئی ہوئی چیز فنا نہین ہوتی۔ ہم محسوس نہ کر سکین مگر وہ کسی نہ کسی صورت مین موجود رہتی ہر یہی حالت خیالات وعقائد کی بھی ہے مزدک بظاہر فنا ہوا مگر وہ اور اس کے عقائد فضائے ایران کو گھیرے رہے اور اسکے سو برس بعد ہی وہ عراق مین نمودار ہوئے جنگ صفین کے خوارج نے بھی یہی مزدکی عقیدہ پیش کیا اور الملک اللہ کا نعرہ مارکر اور مسلمانون کے عقیدہ سے گریزان ہوکر اپنا علم علیحدہ بلند کرنے لگے ان عجمی و عراقی یعنی مزدکی عقائد نے نہ صرف ساسانیون اور مذہب زرد شت کو کمزور کیا بلکہ تیسری چوتھی صدی ہجری کے مسلمانون کے عقائد مین بھی تلاطم ڈالا اور وہ مختلف صورتون مین ظاہر ہوا کیا ہے۔ نوشیروان کے بعد ایران چین سے نہ رہا ہرمز سوم اور بہرام کی حکومتین ملک کے ان وزرا و امرا کے زیر اثر تھین جو اپنے رسوخ و قوت کیلئے آپسمین جنگ کرتے اور تخت جمشید پر اپنے مطلب و اثر کے شہزادون کو بٹھاتے اٹھاتے تھے خسرو پرویز بھی اسی طرح تخت نشین ہوا اس کا زمانہ ہند کے آخر مغل بادشاہون کے مشابہ ہے، سلطنت کمزور رہا یا منتشر اور فوج ابتر تھی ملکی وقومی مذہب (زردشتی) ابھی شہ زور نہ تھا اور ظاہری ٹھاٹھ کے سوا ملک مین اور کچھ باقی نہ تھا شیرین اسی خسرو کی وہ محبوب نمکین ہے جو فرہاد سے منسوب ہوکر مشہور ہوئی اور ہمارے ادب کی زبان پر اب بھی چڑھی ہوئی مزا دیرہی ہر۔ پوران دخت و شاہنشاہ اور آزرم دخت ملکہ و شاہ شطرنج تھے ان کے بعد یزدگر شاہ ایران بنا۔ یہ اپنے پیشروون سے بھی زیادہ کمزور و بیخبر نکلا فارسیون پر تازیون کا تسلط اسی وقت مین ہوا ضحاک کے بعد ایران اب دوبارہ عربون کے ہاتھ آیا قدیم قومی نفاق تازہ ہوا اور ساسانیون کا یون خاتمہ ہو گیا۔

ساتوین صدی عیسوی تک موسوی مذہب ختم عیسوی مسخ اور ہندی و زردشتی بے سود ہو چکا اور خدائے واحد کی پرستش نابود نہین تو سرد ہو چکی اور دنیا انتشار و ہیجان مین تھی اس لئے قانون قدرت کے موافق پھر ایک ایسے راہبر کی ضرورت تھی جس کی بلند آواز دنیا کو چونکائے اور کسی ایک ہستی کی طرف مخلوق کی گردنون کو جھکائے۔ قدرت کی یہ عادت ایسی ضرورت کے وقت تازہ ہوئی اور ایکبار یہ صدا اس جگہ سے اٹھی

جہان اس وقت سے صابیون قبل خلیل کی تکبیر فضائے عالم مین گونج چکی تھی - اسی ساتوین صدی عیسوی مین ہمارے پیغمبر عربیؐ کا ظہور ہوا وہ وہی احکام دفرمان لائے جو ان سے قبل دنیا مین آچکے مگر فراموش ہو چکے تھے آپ نے اس حکم خدا اور اپنے آنے کی خبر صرف اپنے ملک و قوم ہی کو نہین دی بلکہ دنیا کے مختلف ممالک و اقوام کو بھی دعوت بھیجی کہ وہ بیخبری کا عذر کر کے پار نہ ہو جائین - یہ پیام جس طرح موسویون اور عیسائیون تک گیا اسی طرح مجوسیون زردشتیون تک بھی ہونچایا گیا - عجم عرب کا ڈانڈا ہے اور ایک کا دوسرے پر اثر مدت سے چلا آتا ہے اسلئے عجمی زمین پر بھی بہت جلد وہ آسمانی تحفہ بطور پاسخ بھیجا گیا یہ خسرو پرویز کا زمانہ ہے - شاہ عجم عرب کی کسی ادا کا دل دادہ نہین وہ ایسے پیغام و پاسخ کو بھی اپنی قدیم قومی نظر تنفر سے دیکھتا اور ٹال جاتا ہے -

رسول عربیؐ کا مقصد پیامبری تھا نہ کہ جنگجوئی - اس لئے انھون نے عجم تک بیا پیغام پہونچا دینے کے بعد وہان کی زمین پر قبضہ اور عجم پر غلبہ کی نہ کبھی خود خواہش کی اور نہ اپنے بعد کے لئے ایسی فرمایش کر گئے - آنحضرت کے بعد جو ملک گیریان ہوئین وہ اسلامی فتوحات کے نام سے مشہور ہین مگر حقیقتاً وہ عربی فتوحات تھے - نہ کہ اسلامی! اسوقت عراق کا وہ حصہ جو عرب سے ملحق تھا عجمی اثر مین تھا اسلئے فارسیون اور تازیون کا تصادم لازمی تھا کوششین کی گئین کہ اختلاف نہ ہو عجمی اپنے قوم کی قدامت و شوکت پر نازان بلکہ مغرور تھے عربون کی سی قوم کی طرف کیا مخاطب ہوتے - اس غفلت کا نتیجہ اختلاف تھا اور اختلاف کا نتیجہ تصادم اور وہ ہو کر رہا - آخر تازی و فارسی میدان مین آگئے اور اون کی سیاسی جنگ شروع ہو گئی -

سلاھ کے بعد ہی یہ اختلاف ہوا لیکن حق یہ ہے کہ عربی اسلامیون نے اس معاملہ مین بھی بڑی طرحین دین - وہ چاہتے تھے کہ شاہ عجم اور ان کے درمیان وہ سلوک و مدارا قائم ہو جائین جو دوسرے صاحب کتاب بادشاہون کیساتھ قائم ہوچکے تھے اس خیال سے ۱۴ھ مین یزدگرد کے پاس ایک اسلامی وفد گیا اس کے سردار شیخ مغیرہ نے شاہ دشمنی سے مودت و مصالحت چاہی مگر وہ منظور نہ ہوئی - آخر نوبت بہ جنگ رسید عجمی پسپا ہوے اور چار سو سال کی ساسانی حکومت اور ہزارہا برس کی فارسی سلطنت پامال ہو کر تازیون کے دست تصرف مین آگئی -

پیغمبر عربیؐ نے عجمیون کو ہمیشہ بہ نظر لطف دیکھا - نوشیروان عادل کے عہد مین اپنے وجود بجود پر آپ نے فخر فرمایا اور فارسیون کو اپنی محفل مجلس مین سرفراز کیا ہے - اور سلمان فارسیؓ کا قصہ کسے معلوم نہین کہ ان کے سر عجمی

غلام کو آپنے آقائے اعراب ہی نہیں بنایا بلکہ انہیں من اہلبیتی فرما کر اپنے گھر میں داخل کر لیا یہ وہی مذاق وا فر تھا کہ اہلبیت رسولؐ میں فارسیوں کی ہمیشہ قدر رہی اور فارسی جنگوں کے بعد جب شاہزادی ساسانیان حضرت شہربانو مدینہ لائی گئیں تو جناب امیرؑ کے تدبر و قدردانی سے وہ شہزادہ عرب جناب امام حسینؑ کے محل میں ملکہ و مالکہ بنکر رہیں رسول عربیؐ کی نسل ان شہربانو کی جہت سے چلی اور پھیلی اور آج دنیا میں لاکھوں سادات عرب و عجم کے اس اتفاق سے ہماری زمین پر نظر آتے اور فخر کرتے ہیں۔ اور کیا خوب کہا ہے ڈاکٹر گیگر (جرمن) نے کہ علیؑ کے اس تدبر نے قدیم عربی و عجمی نفاق ہی کو کم نہیں کیا بلکہ ایک ایک ملک اور قوم کی قوم کو بغیر جنگ زیر کر کے ہمیشہ کیلئے انہیں اپنا اور اپنے گھر کا غلام بنا لیا۔

عجمی و عربی مذہب میں حقیقتاً بال برابر کا فرق تھا۔ اشو زردشت بھی غیب سے وہی لائے جو ان سے پہلے دیا گیا[1]

[1] مذہب اسلام اور کیش زردشت واقعی اس درجہ ملتے جلتے ہوئے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے ہمارے آنحضرتؐ پران کے خاندان میں سب سے اول امیر مومنان حضرت علیؑ ایمان لائے اسی طرح اشو زردشت کی تصدیق پہلے انکے چچا زاد بھائی مدیوماہ نے کی۔ آنحضرتؐ نے دشمنوں کے خوف سے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ زردشت بھی اسی طرح ایان ویج (مقامے در ایران) سے باختر جاتے اور وہاں تبلیغ کرتے ہیں لا رہبانیت فی الاسلام ہمارا قانون ہے۔ اور زردشت کا بھی یہی آئین۔ قیامت کے قریب ہم بھی ایک مہدی ہادی کے آنے کا اعتقاد رکھتے ہیں اور زردشتی اس موقع پر شوشیان نام ایک بزرگ کے ظاہر ہونے کی پیشین گوئی کرتے ہیں۔ زردشتیوں کے یہاں قیامت میں جس پل پر سے گذرنا ہوگا اس کا پہلوی نام چنیات ہے اور عربی میں (اس کا معرب) صراط انکی ہماری رسمیں بھی اکثر ایک ہیں۔ شام کو چراغ دکھائی دیا اور ہم نے دعا پڑھی۔ زردشتیوں کے سامنے آتش نمودار ہوئی اور انھوں نے حمد کیلئے ہاتھ اٹھائے۔ ہمارے انکے مذہبی مراسم بھی دو نہیں ہیں۔ ہم نماز کے لئے وضو کرتے ہیں وہ بھی اپنی عبادت سے پہلے منہ ہاتھ دھوتے اور مسح کیا کرتے ہیں۔ ہماری نماز پنجوقتہ ہے اور انکی عبادت بھی دن میں پانچ مرتبہ۔ اسے دیکھ کر اکثر ارباب دانش کا خیال ہے کہ ہماری پنجوقتہ نماز زردشتیوں کی تقلید ہے ورنہ اسلام میں وہ صرف تین دفعہ فرض تھی۔ موجودہ ایران کے صوبہ کرمان شاہ میں بہت سے آثار رادمنا دیدنی ہیں ان میں تخت بوستان یعنی گلزار ایوان نامی ایک عمارت بھی ہے اس میں چند مجسمے وہاں کے قدیم بادشاہوں کے بھی ہیں اور ایک اسٹیچو اشو زردشت کا بھی ہے ان سنگی تصویروں پر پہلوی زبان میں کچھ کندہ ہے یہ فرانس کے مشہور مستشرق اور پہلوی زبان کے عالم سلوسٹر ڈے سسی نے ان عبارتوں کو حل کیا ہے۔ شاہ پور کے مجسمے پر یہ تحریر ہے:- یہ تصویر خدا پرست شہنشاہ شاہ پور بادشاہ ایران (ایران) انسان مایان کی ہے یہ بادشاہ بھی اپنے باپ دادا کی طرح ایک بندہ خدا اور یزدان پرست تھا اور اس کا خاندان آسمانی و بہشتی کہا جاتا ہے۔ وہی عالم کہتا ہے کہ ار کے معنی پہلوی میں مومن کے مومن ہونا ثابت ہوتا ہے۔

[4] ہمیں ایمان اس کی جمع ہے یعنی مومنین اور ان کے معنی کافر کے ہیں ان ایران کفار یعنی شاہ پور مومنوں اور کافروں دونوں کا بادشاہ تھا۔ اس لئے ایران (جمع ار) کے معنی مومنستان (جائے مومنین) کے ہیں یعنی وہاں صرف خدا پرست بستے تھے۔ بیرونی نسل ترک و تاتار ان ایران یعنی کفار رہتے۔ شاہ پور ان دونوں کا حکمران تھا (تاریخ ایران از سر جان ملکم کا ضمیمہ ۵ صفحہ ۴۵) یہ وہ شہادتیں ہیں جن سے شاہان ایران اور ایرانیوں کا موحد و خدا پرست اور

اسی ذریعے سے مل چکا تھا۔ اس آریا معلم عجم کا حکیم جاماسپ نام (ندیم شاہ گشتاسپ) ایک شاگرد رشید تھا اس حکیم وقت نے بطور پیشین گوئی گشتاسپ سے کہدیا تھا کہ عرب مین آیندہ ایک رسول کا ظہور ہوگا اور اُس کا دین دآئین دنیا کو مسخر کرے گا ؎

به گشتاسپ جاماسپ خود گفته بود — از این راز و این راه در رفته بود

(شاہنامہ و زینۃ التواریخ)

مجوسیون پر اس پیشین گوئی کا اس زمانہ سے اثر تھا اور وہ "ایک آنے والے" اور یہودیون کے فارقلیط کے سر "محمد" کے منتظر تھے عجمیون کے دل و دماغ سے دہ خیال نہ گیا اور آخر نوشیروان ؎

جہان دید در روشن و دانش بخواب — که در شب برآمد پئے آفتاب

چہل مایہ نردبان از برش — که می رفت تا اوج کیوان سرش

بیامد این نردبان از حجاز — خرامان خرامان بہ کشتی و ناز

جہان قاف تا قاف بر نور کرد — بہ ہر جا کہ بد ماتمی سور کرد

بادشاہ یہ خواب دیکھ کر چونکا تو تعبیر دانون سے اس نے اس کی حقیقت پوچھی اسوقت کے ایک فرزانہ بزرجمہر نے تعبیر دی کہ ؎

ازین روز تا در چہل سال و بیش — نہد مردے از تازیان پائے پیش

کہ در پیش گیرد رہ راستی — بہ پیچد ز ہر کژی و کاستی

حکیم جاماسپ کی اس قدیم پیشین گوئی پر نوشیروان کا یہ خواب ایک زبردست اضافہ ہوا۔ عجمی چونکے اور اس منتظر کے انتظار مین تھے کہ پیغمبر عرب اسی نوشیروان کے مبارک عہد مین پیدا ہوے۔ زرتشتی پیغمبری و رسالت کو خوب سمجھتے تھے۔ نوشیروان کے بعد جب آنحضرت کے ظہور کا چرچا ہوا تو مجوسی اگلی پیشین گوئی اور شاہی خواب کو یاد کر کے رسول عربی کا خیال کرنے لگے۔ یہ دین عجم گیا تو عجمیون کو اپنے لا الہ الا اللہ کے بعد محمد رسول اللہ کا کہدینا کیا دشوار تھا۔ انھون نے بے تکلف اس دوسرے کلمہ کو بھی یاد کیا اور عربی مسلمانون سے ملنے لگے۔ اس لئے عربون کو اپنے مذہب کے معاملہ مین مجوسیون سے وہ مقابلہ نہ کرنا پڑا جو مشرکون سے پیش آیا لیکن عقائد

کے توحدکے لئے ہمیشہ یہ ضرور نہین کردو (ایک سے) کلمہ گویون کی قومی یا خاندانی جنگ بھی دور ہوجائے۔ بنی اُمیہ و بنی عباس کبھی نہین ملے۔ دونون عرب تھے اور دونون مسلمان۔ مگر ان کا نفاق اسلامی تاریخ کا ایک خونی باب ہے۔ اسلئے عرب عجم کی وہ قومی منافرت کیونکر دور ہوسکتی تھی جو ضحاک کے وقت سے ان دونون قومونکے دلون مین گھر کرچکی تھی۔ فارسی ضحاک اور ضحاکیون کو اپنے ملک و قوم کا تاراج کنندہ جانتے تھے اور اسلئے وہ ضحاکیون کے ساتھ جملہ عربون کو اپنا عدو سمجھتے اور ان سے حد کی نفرت کرتے تھے۔ یہ تقاضائے فطرت ہے کہ اس مین مذہب و برادری کو دخل نہین۔ عرب بھی عجمیون سے کچھ کم متنفر نہ تھے۔ عراق عرصہ سے فارسیون کے قبضہ مین تھا وہ عربون کو ستاتے اور انھین زیر رکھنا چاہتے تھے اسلئے مسلمان ہونے پر بھی ان دو قومون کا دلی اتفاق جلد ممکن نہ تھا جو مجوسی بلا جبر و اکراہ محمد رسول اللہ کہنے پر آمادہ ہو گئے عرب اُن سے کسی طرح کا تعرض نہ کرسکتے تھے۔ مگر جنھون نے ذرا تامل کیا وہ اصول اسلام کے برخلاف فوراً تہ تیغ کیا گیا اور یہ اسی نفاق کا نتیجہ تھا جو عرب و عجم مین صدیون سے چلا آتا تھا۔ ان فاتحین کے قبضہ مین جو فارسی جلد نہ آسکے وہ اپنے مرکز سے قہستان جاکر سو سال وہان مقیم رہے پھر ہرمز پہونچے اور بچاس سال وہان گذارے اور بعد کو یعنی ؁۷۰۵ء مین ہندوستان آکر گجرات مین اپنے گھر بناکر رہ گئے وہان کے راجہ جے رانا نے انھین پناہ دی اور شرط کی کہ ہماری زبان و عادات سیکھین اور رہین۔ جب سے یہ جلاوطن پردیس مین پڑے ہوے اپنے ملک کو یاد کرتے اور اپنی قدیم مذہبیت و معاشرت کو غیر ملک مین قائم رکھے ہوئے ہین۔ یہ قوم اکثر لحاظ سے قابل ستائش ہے اس نے بیشک اسلام قبول کرلیا کہ وہ ایک ناقابل انکار اور مطابق فطرت مذہب تھا وہ مسلمان ہوئے لیکن عربون کے عادات و خصائل کو اختیار نہ کرسکے۔ اسلئے کہ وہ ان کی تہذیب و معاشرت سے اگر بیت نہین تو حد کے بیگانہ تھے۔ پھر یہ کہ انھون نے کسی حال اپنی زبان نہین دی۔ عربی فارسی پر گو دو سو برس مسلط رہی مگر آخر اس کا بوجھ فارسیون نے اپنے کندھے سے اسلئے اتارا کہ عرب اپنی زبان کے بل پر انھین بھی عجم یعنی گونگا

سلہ قصہ سنجان از کیقباد نوساری ؁۱۶۰۰ء

کہتے تھے۔ ایک غیور قوم ایسی توہین کس طرح برداشت کر سکتی تھی ! انھون نے اپنی قدیم و سیر زبان کو پھر ابھارا اور عربی کو پس پشت ڈال دیا۔

ہان وہ مفتوح ہوئے لیکن یونانیون کی طرح وہ بھی اپنے فاتحین کے دل و دماغ پر حاوی ہو گئے۔ انھون نے یونان پر قبضہ کیا مگر وہ یونانیون کو زیر نہ کر سکے بلکہ ان کے قوائے دماغی سے دب گئے۔ ایران مین بھی یہی ہوا۔ عرب اس پر قابض ہوئے مگر ایرانیون کی ذہنیت اور ان کی تہذیب و معاشرت سے ہمیشہ متاثر بلکہ اس سے آلودہ رہے۔ شروع مین عام طور پر اس کا اظہار نہ ہو سکا مگر بنی امیہ کے آخیر زمانہ اور عباسیون کے ابتدائی عہد مین سب کھل گیا۔ ہارون اور امین و مامون عرب باقی نہ رہے تھے بلکہ اچھے خاصے ایرانی تھے۔ مامون کی مان تک فارسی تھی۔ شاہی محل اور خلیفہ کے دربار کی تہذیب و معاشرت ایرانی اور کسرائی ہو گئی تھی۔ برمکی کون تھے اور طاہر و یعقوب لیث حجازی و عراقی تھے کہ ایرانی و خراسانی اور انکی ذہنیت تازی تھی یا فارسی ؟۔

تاریخ سے نابلد جو چاہے کہدین مگر جو آنکھین رکھتا ہے وہ بے تامل یہ کہدے گا کہ سنہ ۲۱۲ھ کے بعد عرب عرب نہ باقی رہے تھے۔ بلکہ ایک طرف وہ شامیون رومیون اور یونانیون کے مرید تھے تو دوسری طرف ایرانیون کے شاگرد رشید اور اسوجہ سے دوسری صدی ہجری سے عراقیون، ساسانیون، دیلمیون اور غزنویون بلکہ خوارزمیون، سنجریون، چنگیزیون، مغلون، اور صفویون کے وقت تک کی بیشتر تصنیفات وہ نثر ہون یا نظم اور وہ مذہبی ہون یا غیر مذہبی حجازی خیالات سے کم اور ایرانی جذبات سے زیادہ متاثر نظر آتی ہین !۔

یہ فارسی (پارسی) بیشک تعداد مین کم ہو گئے لیکن اپنے قوائے ذہنی مین دیگر عظیم قومون سے اب بھی قوی تر ہین۔ سر ولیم ہنٹر اپنی تاریخ ہند مین اور سر ہنری کوٹن انڈیا (ہندو) مین اس جماعت کو "[illegible]" یعنی "عجیب" لقب دیکر ہندوستان مین ان کی کارگذاریون اُن کے فنون اور اُن کی صنعت و حرفت کے ثناخوان ہین۔ یہ قوم اگر اپنے ملک مین رہتی اور قومی تنفر کے باعث اسے پامال کرنے اور اسکے اخراج کی فکر نہ کی جاتی تو آج ایران یونان و یورپ نظر آتا اور ایشیا و امریکہ پر بھی چشمک زن ہوتا

لیکن افسوس اور سخت افسوس ہے کہ برِ اعظم ایشیا تو خیر، ہندوستان اور ایران تک اُن سے کما حقہ واقف نہیں ہیں۔ مسلمان جن کا مذہب زردشتیوں کو بآسانی اپنی آغوش میں لے سکتا تھا وہ تک اُن سے غافل رہے ہیں۔ اس غفلت بلکہ مغائرت کے اسباب میں سے بڑا سبب تازی و فارسی تنفر بھی ہے جو ایک عرصے سے ان دونوں قوموں میں چلا آتا اور ایک کو دوسرے کی طرف بڑھنے نہیں دیتا ہے۔ مشہور اور قابل لحاظ مسلمان مورخین[1] نے گو اس قوم کو موحد خدا پرست پابند مذہب اور آئین دوست بتایا ہے مگر ہم نے انھیں آتش پرست اور مشرک سمجھ لیا اور مشرکین سے بھی زیادہ اُن سے کنارہ کر لیا۔ دوسری طرف مسلمانوں سے اُن کی خود علیحدگی ہے۔ اس ملک میں وہ اپنے غیروں سے بے تپاک ملتے ہیں مگر یہاں کے مسلمانوں سے دور رہتے اور انھیں اپنا بنانے میں گریز کرتے ہیں حالانکہ اسلام سے قریب تر اگر کوئی مذہب ہے، تو زردشتی۔ اور زردشتی مسلک سے نزدیک تر کوئی مشرب ہے تو اسلام۔ اسلئے ان دونوں کو آگے بڑھنا اور ملنا اور جلد معانقہ کر لینا چاہیئے۔

(نواب نصیر حسین خان خیال (مرحوم)

---

[1] مثل طبری، زمخشری، شہرستانی اور مسعودی وغیرہا۔

رسالہ حقائق

کی خریداری اور توسیع اشاعت آپ کا قومی و مذہبی فرض ہے،

سلاطین اسلام کا یہودیوں سے برتاؤ

(نوشتۂ عالیجناب سید اکبر علی صاحب ایم۔ اے پروفیسر شیعہ کالج لکھنؤ)

اے۔ ایم ہیمین بیان فرماتے ہیں کہ یہودیوں کے ساتھ حضرت محمدؐ کا برتاؤ نہایت ہمدردانہ تھا۔ آپ کو ان سے یہ امید تھی کہ یہ لوگ آپ کے پیرو ہو کر دین اسلام پھیلانے میں آپکی مدد کرینگے۔ اس غرض سے آپ سارے عرب کے یہودیوں کے ساتھ نہایت رواداری کا برتاؤ کرتے تھے۔

آپکے بعد حضرت عمر جو ۶۳۴ء سے ۶۴۴ء تک خلیفہ رہے اُن کو یہ خیال ہوا کہ یہودی اسلام کے دشمن ہیں لہذا یہ پہلے شخص تھے جنھوں نے بین المسلمین والیہود تعلقات کے حدود مقرر کئے۔ اُن کے احکام پر عملدرآمد بھی زور سے ہوا ان احکام کے رو سے یہودی نہ نئے معبد گاہ بنا سکے اور نہ پرانوں کی مرمت کرا سکے اور اُن کو مجبور کیا گیا کہ وہ عبادت آہستہ آہستہ یعنی بازبان سے کیا کریں۔ اور جزیہ ادا کریں۔ اور اگر کوئی اُن کے مذہب والا کبھی اسلام قبول کرنے کی خواہش کرے تو اس کو منع نہ کریں۔ اسلامی سلطنت میں یہودیوں کو نہ کوئی ملازمت ملے اور نہ کسی عدالت میں قانونی چارہ جوئی کریں۔ انکو گھوڑوں پر بیٹھنے کی اجازت نہ تھی اور اور نہ وہ نگینہ والی انگوٹھی پہن سکتے تھے۔ اور اُن کو ایک خاص قسم کا لباس پہننے پر مجبور کیا جاتا تھا۔

یہی قوانین اب بھی بعض اسلامی سلطنتوں میں رائج ہیں لیکن ہر جگہ ان پر پورے طور سے عملدرآمد نہیں ہوتا ہے۔ خاص عرب میں تو یہودیوں پر ضرور شدائد ہو رہے تھے لیکن عرب کے باہر دیگر اسلامی سلطنتوں میں انکے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جاتا تھا عراق میں یہودیوں کی بری حالت تھی لیکن جب مسلمانوں نے عراق فتح کر لیا تو انکے زمانہ میں یہودیوں کی حالت بہت سنبھل گئی اور اُنھوں نے مسلمانوں کے زمانہ میں بہت ترقی کی۔ ایک عرصہ تک ان کے اور مسلمانوں کے درمیان خوشگوار تعلقات رہے مصر میں بھی مسلمانوں نے یہودیوں کو مصیبت اور ظلم کے پنجہ سے نکالا لیکن عرب میں حضرت عمر کے احکام کی وجہ سے انکی حالت ہمیشہ خراب رہی۔ گذشتہ صدی تک یمن کے یہودی نہ عمدہ اور نیا لباس پہن سکتے تھے۔ نہ گدھے پر سوار ہو سکتے تھے اور نہ خچر پر بیٹھ سکتے تھے اور تجارت کرنے

کی اُن کو اجازت حاصل تھی۔ اُن کو محض ادنیٰ کام کرنے اور پیشے اختیار کرنے کی اجازت تھی۔

مصر میں یہودیوں نے مسلمان بادشاہوں کے زمانہ میں بہت ترقی کی۔ لیکن خلیفہ الحکیم کے عہد سلطنت (۹۹۶ سے ۱۰۲۰ء تک) اُن پر پھر وہی حضرت عمرؓ والے احکام جاری ہو گئے بعض اوقات تو اس خلیفہ کی سختی بہت بڑھ جاتی تھی۔ اُس نے یہودیوں کو مجبور کیا کہ وہ ہمیشہ گھنٹیاں باندھے رہیں اور جب گھر سے باہر نکلیں تو ہر ایک یہودی اپنے ساتھ کاٹھ کا ایک بچھوا لے کر نکلے۔ ایک مرتبہ اُس نے محض اس بہانے سے کہ کسی یہودی نے اس کا منہ چڑھایا تھا یہودیوں کا پورا محلہ نذر آتش کر دیا۔

لیکن باستثنائے الحکیم دیگر سلاطین مصر کا یہودیوں کیساتھ برتاؤ نہایت ہمدردانہ تھا اکثر یہودیوں کو بڑی اور ذمہ دار ملازمتیں ملتی تھیں۔ مثلاً میمونی جو زمانہ وسطیٰ کا بہت بڑا فلسفی تھا وہ بادشاہ وقت کا طبیب خاص تھا سولھویں صدی تک یہودیوں پر ایک حاکم ہوتا تھا جسے ناگد کہتے تھے اسے دیوانی اور فوجداری کے کل اختیارات حاصل تھے اور اسے یہودیوں کو سزا اور جرمانہ کرنے کا اختیار بھی حاصل تھا۔ ناگد کی تقرری خلیفۂ وقت یہودیوں میں سے کیا کرتا تھا۔ اور اسکی تقرری کے وقت بڑی خوشی منائی جاتی تھی۔ اب بھی مصر میں یہودیوں کی آبادی پچاس ہزار کے قریب ہے۔

ٹرکی میں سلاطین نے یہودیوں کو نہ صرف مکمل آزادی دے رکھی تھی بلکہ یہ اکثر دول خارجہ سے ان یہودیوں کیلئے سفارشات بھی کیا کرتے تھے جو دوسری سلطنتوں میں آباد تھے۔ اس کی بہترین مثال یہ ہے کہ یہ سلطان ہی کے نمائندے تھے جنھوں نے وینس جا کر دو ناگرشیہ مینڈلیس کی گلوخلاصی کرائی اور ان کو تمک کے یہودی قیدیوں کیلئے پوپ سے سفارش کی۔ محمد کے زمانہ میں یعنی ۱۴۵۳ء میں حاکم باشی کا عہدہ قائم کیا گیا۔ حاکم باشی اب بھی یہودیوں کی طرف سے ہر ملکی معاملات میں نمائندگی کرتا ہے۔ یہ مجلس ملی کا ممبر بھی ہوتا تھا۔ یہ درحقیقت سلطان ٹرکی کے ماتحت یہودیوں کا حاکم ہوتا ہے۔

غرضکہ مسلم سلاطین نے عام طور سے ہمیشہ غیر قوم رعایا کا بڑا خیال رکھا اور اُن کے ساتھ رواداری کا برتاؤ کیا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمان جس خدا کی پرستش کرتے ہیں وہ صرف مسلمانوں ہی کا خدا نہیں بلکہ رب العالمین ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ علاوہ مسلمان بھائیوں کے دوسری اقوام سے بھی برادرانہ تعلقات رکھے۔ کیونکہ یہ رواداری اور مساوات اسلام کی خاص تعلیم ہے۔

غالب کا مذہب

(از قلم جناب مرزا مصطفےٰ علی صاحب ہمدانی بی اے، منشی فاضل سکریٹری بزم غالب لاہور)

ادبی کمالات مذہبی تفریق سے آزاد ہیں۔ ایک ادیب باکمال بہر حال عزت کا مستحق ہے چاہے وہ جس مذہب و ملت کا ہو نہ کسی مذہب ہی کی حقانیت میں کوئی اضافہ ہو جائیگا اس سے کہ کوئی بڑا ادیب اور شاعر اس مذہب سے تعلق رکھتا ہو مگر بعض افراد کی یہ ذہنیت عجیب و غریب ہے کہ وہ ہر بڑے باکمال شخص کو اپنی طرف منسوب کر لینا اپنے لئے سبب فخر سمجھتے ہیں چاہے واقعیت کے کتنے ہی خلاف کیوں نہو۔ اس صورت میں بے شک ایک تاریخی حقیقت کے اظہار کے طور پر اس غلطی کی اصلاح کرنا بھی فرض ہوگا۔ شیعی شعرا اور ارباب کمال ہمیشہ اس نظر مہربانی کے مرکز رہے۔

کبھی لسان الغیب خواجہ حافظ علی اللہ مقامہ سنی بنا دئے گئے کہیں ابو القاسم فردوسی طوسی کے سر پر دستار سنت و جماعت باندھ دی گئی۔ انتہا ہے کہ النجم لکھنؤ نے میر انیس اعلی اللہ مقامہ کی ایک باعی مدح اصحاب ثلثہ میں شایع کر کے بزعم خود دنیا کو یہ دکھلانے کی ناکام کوشش کی کہ میر انیس بھی مداح خلفائے ثلثہ تھے۔ لاہور کے روزنامہ "احسان" نے "اتحاد ایران و ترکی" کے موضوع پر خامہ فرسائی کرتے ہوئے بیک جنبش قلم حکومت علیہ ایران کو تفضیلیہ بنا دیا۔

مرزا اسداللہ خان غالب مرحوم بھی انہی کشتگان ناز میں سے ہیں جنھیں سنی بنانے کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا گیا۔ اس بحث پر اگرچہ قبل ازیں سیر حاصل بحث و تمحیص ہو چکی ہے۔ چنانچہ اب غالب کی شیعیت کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ مگر اس ضمن میں سب سے عجیب اور مضحکہ خیز اتہام مولوی نجم الغنی صاحب رامپوری نے اپنی کتاب "مذاہب اسلام" میں غالب مرحوم پر لگایا ہے۔ اعتراض کی معقولیت سے بحث نہیں، البتہ مولوی صاحب کی ذکاوت طبع کی داد دینا چاہیے کہ موصوف نے اسے کسی قدر دلچسپ ضرور بنا دیا ہے۔

کسی نے غالب کو سنی بتایا اور کسی نے شیعہ مگر مولوی صاحب کو بہت دور کی سوجھی۔

موصوف نے کتاب "مذاہب اسلام" میں "علی اللّٰہی" فرقہ کے بیان میں مرزا غالب کو "علی اللّٰہی" یا نصیری ثابت

کرنے کی ناکام کوشش کی ہے اور اپنے دعوی کے ثبوت مین مرزا غالب مرحوم کے مندرجہ ذیل فارسی اشعار پیش کیے ہین۔

شعر اول:- غالب نام آورم نام ونشانم مپرس — ہم اسد اللّٰہم و ہم علی اللہیم (؟)

〃 دوم:- منصور فرقۂ علی اللّٰہیان منم — آوازۂ انا اسد اللہ برآورم

شعر اول کے متعلق تو ہم یہ عرض کرینگے کہ خدا جانے مولوی صاحب نے مرزا غالب کے کس فارسی دیوان سے مندرجہ بالا شعر نقل کیا ہے۔ مروجہ کلیات غالب کے کسی نسخہ مین شعر اول کا مصرع ثانی یون نظر نہین آتا۔ اور نہ ہی غالب ایسے باکمال شاعر کی طرف ایسا بے معنی شعر منسوب کیا جا سکتا ہے۔ ممکن ہے مولوی صاحب نے اپنے ذاتی کتب خانہ کے کسی قلمی نسخہ سے یہ شعر نقل کیا ہو۔ کلیات غالب کوئی ایسی نایاب کتاب نہین ہر ہر گھر مین اسکے نسخے موجود ہین اور ہر نسخہ مین یہ شعر اس طرح درج ہے ؎

غالب نام آورم نام ونشانم مپرس — ہم اسد اللّٰہم و ہم اسد اللّٰہیم

مولوی صاحب کی اس کتر بیونت کو ادبی غلطی کہا جائے یا "اجتہادی خطا" اس کا فیصلہ منصف مزاج حضرات پر چھوڑتے ہین۔ البتہ ہمین اس بات کا افسوس ضرور ہے کہ مولوی صاحب نے جو عمارت بڑے پیمانہ پر طیار کی تھی وہ زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکی۔

غالب کے شعر کا مفہوم صاف ہے یعنی "اسد اللہ بھی ہون اور اسد اللّٰہی بھی"۔ اسد اللّٰہی کو کوئی بالغ نظر علی اللّٰہی کے معنون مین استعمال نہین کر سکتا اور نہ ہی اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ غالب مرحوم علی اللّٰہی یا نصیری تھے۔

دوسرا شعر جسے مولوی صاحب نے پیش کیا ہے اس امر پر شاہد ہے کہ مولوی صاحب کو شعر و سخن سے کوئی واسطہ نہین ہے۔ غالب کے دوسرے شعر سے یہ بات کہان ظاہر ہوتی ہے کہ وہ "علی اللّٰہی" تھے۔ البتہ اسے مولوی نجم الغنی صاحب کے واہمہ کی تخلیق کہنا چاہیے کہ وہ معمولی اور صاف شعر مین بھی خواہ مخواہ پیچیدگیان پیدا کرتے ہین۔

مرزا غالب فرماتے ہین کہ علی اللّٰہی فرقہ کے نزدیک مین بھی منصور ہون کیونکہ مین "اسد اللہ" ہونے کا دعوی کرتا ہون (اسد اللہ جناب امیر علیہ السلام کا مشہور لقب ہے) ایک منصور انا الحق کہنے والا تھا اور ایک انا اسد اللہ کہنے والا نیز یہ ایک حقیقت ہے کہ مرزا کا نام بھی "اسد اللہ" تھا۔

انصاف فرمائین اس سے یہ کہان ثابت ہوا کہ مرزا غالب علی اللّٰہی تھے۔ البتہ اگر یہ کہا جاتا کہ مرزا "اسد اللّٰہ" یا "علی اللّٰہ" ہونے کے مدعی تھے تو کسی حد تک درست بھی ہوتا۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس ضمن مین مرزا غالب کی شیعیت کے ثبوت مین بھی چند دلیلین پیش کر دی جائین تاکہ تصویر کے دونون رخ بخوبی نظر آ جائین شعر مین تو ہزار طرح سے معنی آفرینی کی جا سکتی ہے نثر مین یہ بات ممکن نہین اسلئے ہم "اردوئے معلی" سے چند عبارات پیش کرتے ہین۔

(۱) بنام میر غلام بابا خان بہادر:۔

"عطیۂ حضرت بتوسط جناب سیف الحق پہنچا۔ اور مین نے بے تکلف اسے عطیۂ مرتضوی سمجھا علی مرتضیٰ علیہ التحیۃ والثنا آپ کا دادا اور میرا آقا۔ خدا کا احسان ہے کہ مین احسان مند بھی ہوا تو اپنے خداوند کے پوتے کا"۔

(۲) بنام میر مہدی حسین صاحب مجروح:۔

"میر مہدی صبح کا وقت ہے۔ جاڑا خوب پڑ رہا ہے۔ انگیٹھی سامنے رکھی ہوئی ہے۔ دو حرف لکھتا ہون ہاتھ تاپتا جاتا ہون۔ آگ مین گرمی نہین مگر ہائے وہ آتش سیال کہان کہ جب دو جرعہ پئے رگ و پے مین دوڑ گئی۔ دل توانا ہو گیا دماغ روشن ہو گیا نفس ناطقہ کو تواجد بہم پہنچا ساقی کوثر کا بندہ اور تشنہ لب ہائے غضب۔ ہائے غضب"۔

(۳) بنام مرزا حاتم علی صاحب مہر:۔

"صاحب بندہ اثنا عشری ہون ہر مطلب کے خاتمہ پر بارہ کا ہندسہ کرتا ہون۔ خدا کرے کہ میرا بھی خاتمہ اسی عقیدہ پر ہو ۱۲ ہم تم ایک آقا کے غلام ہین"۔

مرزا حاتم علی صاحب مہر بھی شیعہ تھے۔

ایضاً:۔ "جبتک جہان ہے تم جہان مین رہو ائمہ اطہار علیہم السلام کی امان مین رہو۔ میرا مقصود یہ تھا کہ ایک کتاب مثل ان چار کے بن جاوے نہ یہ کہ دو کتابون کا رنگ دکھلائے مین حیران ہون کہ آیا شمار ائمہ نے ان بارہ ورقون مین برکت دی یا کچھ تمہارا روپیہ صرف ہوا"۔

(۴) بنام مرزا علاءالدین احمد خان صاحب بہادر:۔

"اثنا عشری ایک تم ہو سو تمہین کیا اختیار ہے۔ البتہ عشرہ مبشرہ کی اولیت پر مدار ہے۔ اب تمہارا اخلاف قاعدہ

اہلسنت جماعت عشرہ مین سے ثلثہ کو کم کر نا ہوا۔ رضوان نے نہ مانا کیونکہ مانتا وہ ثلثہ کا دم بھرتا تھا"۔

اس عبارت کے مطالعہ کے بعد بھی کوئی ہوشمند غالب کو سنی کہہ سکتا ہے مزید اطمینان کے لئے ایک اور عبارت نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہین جسکے بعد کسی شک و شبہہ کی گنجائش باقی نہین رہتی۔

ایضاً "دریبہ کے بنیون کے لونڈون کو پڑھا کر مولوی مشہور ہونا اور رسائل ابو حنیفہ کو دیکھنا اور مسائل حیض و نفاس مین غوطہ مارنا اور ہے اور عرفا کے کلام سے حقیقت حقہ وحدت وجود کو اپنے دلنشین کرنا اور ہے۔ مشرک وہ ہین جو وجود کو واجب و ممکن مین مشترک جانتے ہین مشرک وہ ہین جو مسیلمہ کو نبوت مین خاتم المرسلین کا شریک گردانتے ہین مشرک وہ ہین جو نو مسلمون کو ابو الائمہ کا ہمسر مانتے ہین۔ دوزخ ان لوگون کے واسطے ہے۔ مین موحد خالص اور مومن کامل ہون، زبان سے لا الہ الا اللہ کہتا ہون اور دل مین لا موجود الا اللہ لا موثر فی الوجود الا اللہ سمجھے ہوا ہون۔ انبیا سب واجب التعظیم اور اپنے اپنے وقت مین سب مفترض الطاعت تھے محمد علیہ السلام پر نبوت ختم ہوئی یہ خاتم المرسلین اور رحمۃ للعالمین ہین منقطع نبوت کا مطلع امامت اور امامت نہ اجماعی بلکہ من اللّٰہی اور امام من اللہ علی علیہ السلام ہے ثم حسن ثم حسین اسی طرح تا مہدی موعود علیہ السلام

بدین زیستم تا بدین بگذرم

ہان اتنی بات اور ہے کہ اباحت اور زندقہ کو مردود اور شراب کو حرام اور اپنے کو عاصی سمجھتا ہون۔ اگر مجھکو دوزخ مین ڈالین گے تو میرا جلانا مقصود نہ ہوگا بلکہ مین دوزخ کا ایندھن ہونگا اور دوزخ کی آنچ کو تیز کرونگا تاکہ مشرکین و منکرین نبوت مصطفوی و امامت مرتضوی اسمین جلین"۔

مندرجہ بالا عبارت کسی توضیح و تشریح کی محتاج نہین۔ اُردوئے معلّی ہر جگہ مل سکتی ہے مندرجہ بالا عبارات اسمین دیکھی جاسکتی ہین نثر کے علاوہ اگرچہ نظم یعنی مرزا غالب کے اُردو و فارسی اشعار سے بھی اس باب مین متعدد امثلہ پیش کی جاسکتی ہین مگر ہم بخوف طوالت انہین نظر انداز کرتے ہوے مرزا غالب کے صرف دو اشعار پر اکتفا کرتے ہین جنمین مرزا غالب مرحوم نے اپنا عقیدہ صاف اور صریح طریق پر بیان کیا ہے ؎

غلام شاہم و حق دانم و حق اندیشم	معاد و عدل و امام و نبی و یزدان را
ز روے راے نبی گشتہ ام بذیر فتار	بذیر بعد نبی اہلبیت و قرآن را

(کلیات غالب)

ظاہر ہے کہ جملہ فرق اسلامیہ مین سے کوئی بھی ان پنج اصول دین کا بجز فرقہ شیعہ مدعی نہین۔ والسلام

۱۰ شعبان یکشنبہ

۲ بجے شب کو جہاز کراچی پہونچا۔ قلیون کے غل و شور، پارسلون کی آمد و رفت مسافرون کی چپقلش سے نیند بہت بےچین ہوئی صبح تک کتنی ہی دفعہ آنکھ کھلی ہوگی اور پھر بند ہوئی مختصر یہ ہے کہ ؎

کبھی جاگے کبھی سوئے ہوئے آرام کے ٹکڑے

صبح ہوتے ہی نماز صبح کے تعقیبات سے فارغ نہ ہوئے تھے کہ ایک سپاہی نے آکے کہا "بستر، پاسپورٹ اور ٹکٹ لیکر قرنطینہ چلو"۔

بناچار جلدی نماز سے فارغ ہوکر ٹکٹ وغیرہ لیکر جہاز سے نیچے اترے اور جو مقام بتایا گیا وہان پہونچکر بستر انجن مین تپانے کے لئے دیدئے گئے اور ہم لوگ ایک خاص جگہ بنچون پر بٹھائے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد اشارہ ہوا کہ "کھڑے ہوجاؤ" کھڑے ہوے۔ ایک شخص نے پہلے سب کا شمار کیا اسکے بعد ڈاکٹر سرسری ہر ایک کی پسلیون پر ہاتھ رکھتا ہوا آیا اور صحت مزاج کا بھی جائزہ لیا پھر ٹکٹون پر مہر کی یہانتک غنیمت مگر ایک ایک مہر ہر ایک کی کلائی پر ہوئی جس سے ہاتھ نجس ہوگیا۔

چھاپہ خانہ سے طبع ہونے کے بعد ہم لوگ واز کردیے گئے جہاز کے زینہ پر ایک شخص کھڑا ہوا ہر شخص کے ہاتھ پر چھاپے کا نشان دیکھتا جا رہا تھا۔

کسی طرح جہاز پر پہونچے اور دس بجے کے قریب جہاز روانہ ہوا۔

تھوڑی دیر مین کھانے سے فراغت کرکے بہت کوشش سے ہاتھ کے نقش کو مٹایا مگر پھر بھی کچھ نہ کچھ اثر رہی گیا۔

جہاز اپنے سفری منازل طے کرتا رہا اور کبھی الٹا کبھی سیدھا مستحاضۂ متحیرہ کی سی چال چلتا رہا جس سے سمت قبلہ مین تغیر ہوجایا کرتا ہے۔

اسکے بعد دن ڈھلا اور آفتاب اپنی خیمۂ نور پاش کو گوشۂ مغرب کی طرف لے چلا ہم اور جناب مجتہد صاحب جہاز کی سطح پر کٹہرے کو تھامے اس مسافر فلک کی وداعی صورت کا نظارہ کررہے تھے۔ آفتاب سطح آب کے

قریب پہونچا اور اپنی زرد کرنون کی بدولت منفعل ہو کر پانی مین ڈوبنے کو جھکا موجون نے ہاتھ بڑھا کر استقبال کیا اور آہستہ آہستہ اپنے آغوش مین لینا شروع کیا یہانتک کہ دیکھتے ہی دیکھتے کچھ دیر مین آنکھون سے اوجھل ہو گیا افق پر نیلگون پانی کے اوپر دور تک سرخی چھائی ہوئی ہے جسے دیکھکر ہم نے کہا "پانی مین آگ لگی ہے"

اس موقع کے متعلق جناب محشر صاحب نے کیا خوب نظم ارشاد فرمائی۔

غروب آفتاب اور جہاز کا سفر

یہ سمندر یہ جہاز اور یہ غروب آفتاب
ڈھر رہا ہے عالم آبی مین رنگ انقلاب

آسمان نے اپنے پیمانہ کو پنہان کر لیا
بلکہ یون کہئے چراغ زیر دامان کر لیا

رفتہ رفتہ ہے شعاعون کا بھی قصہ مختصر
موجون پر باقی رہا مٹتا ہوا سا کچھ اثر

ڈوبتا جاتا ہے یون جیسے کسی عاشق کا دل
ہو رہا ہو ہجر کے اندوہ وغم سے جانگسل

نصف حصہ پانی مین ہے نصف ابھی پیش نگاہ
ہو رہی ہے شام یہ جاتا ہے سوئی خوابگاہ

دیکھتے ہی دیکھتے آنکھون سے غائب ہو گیا
کہتی ہین موجین زبان حال سے یہ کیا ہوا؟

اب افق پر صرف کچھ سرخی سی باقی رہ گئی
ہو رہی ہے مندرہ بھی تیرگی شام کی

دیکھکر وسعت سمندر کی مرے دل نے کہا
آفتاب عالم آرا کا یہین مسکن ہے کیا؟

شام ہوتے ہی بجھا روشن چراغ آسمان
ہو گیا تاریک دم بھر مین دماغ آسمان

یادگار رہ سطح آب پر کچھ بھی نہین
ہو گئین غائب وہ موجین بھی جو تھین روشن جبین

پانی سے نکلا تھا پانی ہی مین غائب ہو گیا
نیر اعظم کو برج آب مین مسکن ملا

زک سمندر نے اگر دی بھی تو کوئی غم نہین
ہے کا بحر تجلی کچھ کسی سے کم نہین

دن کو اس دنیا مین ہے اور شب کو اس دنیا مین ہے
عکس افگن بحر پر ہے اور کبھی صحرا مین ہے

تارے چھٹکے آسمان پر، اب اندھیری رات ہے
ہم ہین محشر یہ جہاز اور بس خدا کی ذات ہے

۱۱ر شعبان دوشنبہ

کل شام سے ابر ہے شبکو جہاز کی رفتار تیز تھی اور ابر وباد کی وجہ سے دریا مین فی الجملہ تلاطم بھی تھا سوگیا آنکھ جو کھلی تو کچھ دوران سر معلوم ہوا اور طبیعت الش بھی کر رہی تھی کھڑے ہونے مین پاؤن لڑکھڑانے لگے مگر دل مضبوط کیا اور ضروریات سے فارغ ہوے۔ قرآن مجید کی تلاوت بھی کی۔ بیچارے صاحبزادے حسین بخش پر بہت اثر ہے۔ وہ لیٹے ہوئے ہین مگر ہم پر اور جناب مخبر صاحب پر اتنا اثر نہین۔ برائے نام جانئے بیکہ ہم نے کیتھمہ کی ٹکیہ کھائی اور اُس سے ہم پر جتنا اثر تھا وہ بھی رفع ہوگیا۔ الحمد للہ جہاز بھی سکون کی رفتار چل رہا ہے اور کوئی شکایت نہین ہے،

۱۲ر شعبان سہ شنبہ

ہوا بہت تیز۔ سردی شدید ہے۔ سمندر کرہ زمہریر ہے۔ شبکو شدت سرما سے نیند کم آئی جس کی وجہ سے صبح کو آنکھ بھی دیر کرکے کھلی۔ دن بھر جہاز اپنی معمولی رفتار سے چلتا رہا سامنے لنکا کی آبادی نظر آئی لیکن جہاز اُسکو چھوڑتا ہوا آگے نکل گیا۔ جناب مخبر صاحب کی کمر مین چک آگئی ہے جس کی وجہ سے اُن کو اُٹھنے بیٹھنے مین تکلیف ہے۔ خدا کرے یہ جہاز کے دن کسی طرح کٹین تو اطمینان کیساتھ منزل مقصد پہونچنے کی صورت ہو۔

۱۳ر شعبان چہار شنبہ

سردی بڑھ گئی ہے اور ہوا شدید ہے۔ بوشہر کا قرب ہے اور ایران کے حدود۔ ایک بمبئی کا پارسی ہمارے ساتھ تھا۔ اس ٹھنڈی انتہائی سرد ہوا کو کھا کھا کر اُس پر خاص کیف طاری ہوتا اور کہتا کہ

"بہ بہ این ہوائے ایران است۔ ہوائے ایران است"

حقیقۃً وطن کی محبت عجیب ہوتی ہے۔ یہ پارسی لوگ قاجاری دور حکومت مین ایران جانے سے ممنوع تھے اور بمبئی مین بڑی تعداد مین مقیم تھے۔ اب رضا شاہ پہلوی کی حکومت مین انھین ایران جانیکی آزادی حاصل ہوئی ہے تو بڑے خوش ہوتے ہین۔ درحقیقت یہ انکی غیرت ملکی کی بڑی دلیل ہے کہ اتنی مدت سے ہندوستان مین مقیم ہین لیکن انکی

خود بو زبان بالکل ایرانی اور قدیم ایرانی ہے اس مین کوئی تغیر نہین پیدا ہوا ہے۔ آج جناب محشر صاحب نے طلوع آفتاب کے متعلق ایک نظم فرمائی ہے جو درج ذیل ہے ۔

سمندر کا سفر اور طلوع آفتاب

صبح صادق اور سمندر چار جانب سطح آب
قابل نظارہ ہے سیر طلوع آفتاب

شب کی تاریکی ہوئی جاتی ہے اب خواب و خیال
موجین اٹھین دیکھنے کو ماہ کامل کا زوال

قطرہ قطرہ انتظار نور مین بسمل ہوا
تھا سواد چشم شب کو اب حجاب دل ہوا

کر لیا قبضہ دہندلکے نے طلسم آب پر
یون کہ جیسے حسن کا جلوہ دل بیتاب پر

آرہی ہے مردم آبی کی آنکھون مین ضیا
بے تکلف سب نے دیکھا اپنا اپنا راستا

مہر کی آمد سے پہلے نور کا بیٹھا عمل
تیرگی شب کی خاطر جو ہے پیغام اجل

صبح صادق صبح کاذب کی ہوئی قائم مقام
اور ہی کچھ ہو رہا ہے دور گردون کا نظام

دفعتہ مہر جہان پیما نے دکھلائی جھلک
چشم ماہی جو نہ سہائی اللہ اللہ ری چمک

جلوہ سطح آب پر ایک اک نفس بڑہنے لگا
سیڑھیان موجون کی خورشید مبین چڑھنے لگا

کھلتے کھلتے کھل گیا یہ نور پیکر کھل گیا
جلوہ اسرار کا گویا کہ دفتر کھل گیا

گوہر پر نور جو ڈوبا تھا پھر ہاتھ آگیا
فیض فطرت پانی کی تہ تک ہوا جلوہ نما

دن ہوا دنیا کے سب ہونے لگے پھر کاروبار
گرمی خورشید سے اٹھے سمندر کے بخار

آگیا بو شہر کے پاس آخر اپنا بھی جہاز
دوربین نظرون نے بڑھ بڑھ کے کیا سب امتیاز

مہر اونچا ہو گیا پانی پہ کرنین چھا گئین
آسمان کو برق تابی کا سمان دکھلا گئین

خیریت سے لے خدا میرا ابھی بیڑا پار ہو
مین جلو مین ہون اور آگے قافلہ سالار ہو

جان و دل سے تجھ پہ صدقے مالک شام و سحر
دست قدرت مین ترے ہے ہر تغیر کا اثر

محشر مشتاق اترے ساحل امید پر
عشرت دائم کا مژدہ بڑھکے دے جذب نظر

خطبۂ صدارت سرپرست خصوصی

جلسۂ سالانہ امامیہ مشن لکھنؤ

(گذشتہ سے پیوستہ)

امامیہ مشن کے ساتھ میرا تعلق

حضرات یہ امر انتہائی حیرت انگیز سمجھا جائیگا کہ امامیہ مشن کیساتھ میری ذات کا ذمہ دارانہ تعلق اتنا بھی نہین ہے جتنا ایک معمولی ممبر کا کسی انجمن کے ساتھ۔

مین مشن کا کوئی عہدہ دار نہین ہون اور نہ کسی قسم کا فرض مجھ پر مشن کی جانب سے عائد ہے اور کوئی ذمہ داری۔

میرے نام کیساتھ "سرپرست" ضرور لکھا جاتا ہے لیکن "سرپرست" کی تشریح آپ کو مشن کے دستور العمل سے یہ معلوم ہوگی کہ "سرپرست" کے معنی ہین "خادم"

یعنی جو شخص طبقۂ اہل علم مین سب سے زیادہ مشن کی قلمی اعانت کرے اور اُسکے مصنفات زیادہ تر مشن سے شایع ہون وہ اسکا "سرپرست خصوصی" سمجھا جائیگا۔ اسکے معنی یہ ہین کہ "سرپرستی" مثل مشن کے دیگر عہدون کے قرارداد اور انتخاب کی پابند نہین اور نہ اُس سے علیحدگی استعفا یا علیحدگی پر موقوف ہے۔

وہ کوئی اعتباری چیز نہین ہے بلکہ ایک حقیقی و عملی حیثیت رکھتی ہے۔ جب تک عملی طور پر اعانت کا سلسلہ جاری رہے "سرپرستی" قائم اور جب ہاتھ روک لیا جائے سرپرستی ختم۔ اس سے زیادہ کچھ نہین ہے۔ اور نہ اسکی کوئی واقعیت ہے۔ مشن کے انتظامی معاملات سے مجھے کوئی تعلق نہین ہے۔ اسکی رفتار ترقی، نشر و اشاعت آمدنی کے حسابات اور مداخل و مخارج سے مین زیادہ تر بیخبر رہتا ہون۔ اور رہنا چاہتا ہون اسی حد تک جانتا ہون جتنا اُس سے زیادہ سکریٹری صاحب سے ملاقات کے سلسلہ مین بہت سے دیگر احباب اصحاب مطلع ہو جاتے ہونگے۔

بہت سے لوگ مشن کے جتنے رسالے شایع ہون اُن سبکی ذمہ داری میرے اوپر خیال کرتے ہین اکثر ایسے رسالے جو مشن سے شایع ہوئے ہین اور میرے قلم کے نہین ہین اُنکے بعض حوالون کے متعلق میرے پاس خطوط آئے ہین ۔

اسکے متعلق مین صاف طور سے بتلا دینا چاہتا ہون کہ مین مشن کے اُنہی رسالون کا ذمہ دار ہون جو میرے قلم کے ہون جس طرح اُن تمام تحریرات کا جو میری جانب سے مشن کے علاوہ دوسرے اخبارات، رسائل مین یا مستقل طور پر شایع ہوتی ہین لیکن مشن کے وہ رسالے جو میرے قلم کے نہین ہون انکے متعلق مین کسی حیثیت سے ذمہ داری لینے کیلئے طیار نہین ہون ۔

مین مشن کو اپنے نقطۂ نظر کا پابند اور تحریر وانداز کلام مین اپنے معیار مذاق کا پابند بنانیکا حق نہین رکھتا ہون یہ واقعہ ہے کہ مشن سے ایسے رسالے شایع ہوئے ہین جو میرے مذاق سے فی الجملہ مختلف ہین ۔

یہ امر بھی میرے لئے انتہائی دشوار ہے کہ مین دوسرے مصنفین کے رسالے جو شایع ہونیکے لیے آئین اُنکے حوالون کی تلاش کرون اور انھین مطابق کرکے دیکھون کہ وہ صحیح ہین یا نہین ۔

بیشک مشن کی جانب سے جو ایسے رسالے شایع ہون مشن پر اسکے حوالون کے صحت کی ذمہ داری ضرور عائد ہوگی لیکن مین اپنی ذات کو اس معاملہ مین مشن کی ذات کے ساتھ متحد نہین سمجھتا ہون ۔

ناظر تصنیفات کی ضرورت

اس غرض سے مین مشن کی انتہائی اہم ضرورت یہ سمجھتا ہون کہ اسمین ایک ناظر شعبۂ تصنیف کا تقرر[عہ] ہو جسکا کام یہ ہو کہ جو رسالے مختلف مصنفین کے شایع ہونے کے لئے آئین وہ اُن رسالون کا مطالعہ کرے، انکے مندرجہ واقعات و مضامین کی جانچ کرے اور اُن حوالون کو کتب منقول عنہا سے مقابلہ کرکے اُنکی تصدیق کرے ۔

مذہبی و علمی ذمہ داری کے اعتبار سے مشن کے تمام عہدہ دارون سے اس عہدہ کو زیادہ اہمیت حاصل ہے اور اسکا خیال کرنا ضروری ہے

آخر مین مین یہ دعا کرتا ہون کہ یہ مشن قائم رہے اور مذہب و اہل مذہب کو بیش از بیش فائدہ پہونچانے مین کامیاب ہو ۔

والسلام

عہ مشن مین اس عہدہ کا تقرر ہوگیا اور اسکے بعد سے جتنے رسالے شایع ہوے ہین انکے حوالون کی انتہائی جانچ پڑتال کرلی گئی اور صحت کردی گئی ۔ ۱۲ مدیر

تاریخی یادداشت

نصف شوال سے نصف ذی القعدہ تک کے اہم واقعات

(نوشتہ فاضل اجل مولانا سید آغا مہدی صاحب رضوی)

۲۲ شوال ۔ اس تاریخ ۱۳۳۹ھ میں کربلائے معلیٰ کے مشہور مجتہد حاج شیخ حسین مازندرانی نے انتقال کیا یہ مشہور فقیہہ عراق شیخ زین العابدین مازندرانی کے صاحبزادے تھے اور شیخ مرحوم کے انتقال کے بعد کثیر التعداد افراد نے انکی تقلید کی تھی ۔

۲۳ شوال ۔ اس تاریخ ۱۱۱۲ھ میں مشہور محدث سید نعمت اللہ جزائری کا انتقال ہوا ہے ۔ یہ علامہ مجلسی کے شاگرد تھے ۔ انکی کتاب انوار نعمانیہ بہت مشہور ہے ۔ انکی اولاد میں ہندوستان میں جناب مفتی میر عباس صاحب اعلی اللہ مقامہ تھے اور اب انکی اولاد امجاد انکی صحیح یادگار ہیں جنھیں ہماری رائے میں آج کا دلیبہ اس تاریخ ضرور کرنا چاہیے ۔

۲۷ شوال ۔ اس تاریخ ۱۲۶۲ھ میں شیخ حسن مصنف انوار الفقاھہ کا انتقال ہوا یہ شیخ جعفر کاشف الغطاء کے فرزند اور خود نجف کے مستند عالم و مجتہد تھے ۔

یکم ذی القعدہ ۔ اس دن ۳۴۲۹ ہبوطی میں حضرت ابراہیمؑ و حضرت اسمٰعیلؑ نے خانۂ کعبہ کی تعمیر شروع کی ۔

۵ ذی القعدہ ۔ اس تاریخ ۶۶۴ ہجری میں مشہور صاحب کرامات عالم سید رضی الدین علی بن طاؤس حسنی نے انتقال کیا ۔ موصوف کی کتابیں مہج الدعوات اقبال ۔ لہوف ۔ وغیرہ بہت مشہور ہیں ۔

مساوات اور اسلام

(نوشتہ عالیجناب مرزا اشرف علی بیگ صاحب جوہر ناظم انجمن اتحاد المسلمین فتحگڈھ)

خداوند رب العزت نے تمام انسانون کو بھائی بھائی بنا کر رشتہ اخوت و مساوات قائم کردیا اور اپنی تمام نعمتین سب پر یکسان قرار دین، ہر شخص اپنی اپنی قابلیت کے موافق آن سے بہرہ اندوز ہوا کوئی حکیم عصر ہوگیا کوئی عالم بن گیا کوئی عابد اور ولی ہو گیا ہر شخص نے حتی الامکان کوشش کی اور ترقی پائی۔

مگر افسوس ہے کہ خودغرض اور تنگ نظر لوگون نے خدا کی کشادہ کردہ راہون کو مسدود و محدود کرنیکی کوشش کی اور اس فیاض مطلق کے وسیع خوان نعمت پر رنگ روپ رفرقہ و نسل کے امتیاز و تخصیص کو پیدا کردیا جو جماعت مذہب کا نام لیکر اٹھی وہ اپنی سیادت قائم کرنے مین کامیاب ہوئی بھارت ورش یعنی ہندوستان مین برہمنون نے اپنے کو دوسری جماعتون سے افضل سمجھا شودرون نے اپنے کو حقیر سمجھا حالانکہ ایک وقت مین شودر اور برہمن سب برابر سمجھے جاتے تھے مگر جب سے ذات پات کی تفریق ہوئی برہمن افضل ہو گئے برہمنون کی اس خودغرضی کا نتیجہ یہ ہوا کہ دیگر تمام ذاتون کی روحانی اور مادی ترقی مسدود ہو گئی ہندوستان مین جو دیگر اقوام آکر آباد ہو گئین وہ بھی ہندویت مین جذب ہو گئین حتیٰ مسلمان بھی۔ آہ! مذہب جو مساوات لیکر آتا ہے اسکو فرزندان مذہب کس طرح مٹا دیتے ہین۔ آج سے ساڑھے تیرہ سو برس قبل جزیرہ نمائے عرب میں سیکڑون چھوٹے چھوٹے قبائل علاقون مین منقسم تھے جنکا کام آپس کے تعصب باہمی منافرت اور جنگ و جدال کے سوا کچھ نہ تھا جس قبیلہ کی جماعت با اثر اور متمول ہوتی وہ دوسرے کو ذلیل سمجھتی تھی۔ غلامون اور عورتون کیساتھ بدترین سلوک کیا جاتا تھا ایسی حالت مین پروردگار عالم نے اپنے سچے رسول احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان انسان نما حیوانون کی ہدایت کیلئے مبعوث فرمایا جسنے نہ صرف عرب و عجم بلکہ تمام دنیا کو اخوت و مساوات کا سبق پڑھا کر بھائی بھائی بنا دیا۔

مگر افسوس ہے ان مسلمانون پر کہ رسول اکرم صلعم کے نصائح اور قرآنمجید کی تعلیم بھول گئے اور ہندویت اور عیسائیت نے انپر ایسا غلبہ کیا کہ اب وہ نام کے مسلمان باقی رہ گئے ہین اسلام کو فخر ہے کہ اسنے دنیا کو مساوات اور وحدانیت کی تعلیم دی

دوسری قوموں مین مثلاً عیسائیون مین گورے رنگ کے عیسائی سیاہ فام عیسائیوں کو اپنے گرجے مین گھسنے نہین دیتے مگر مذہب اسلام ہی جسکے پیرو ایک ہی مسجد مین گورے اور کالے شانہ بشانہ نماز پڑھ سکتے ہین ایک ہی صف مین ادنیٰ اعلیٰ امیر و فقیر اور بادشاہ و غریب بلا تمیز مدارج دنیوی اور بلا امتیاز رنگ و نسل دوش بدوش ہو کر خدائے واحد کے سامنے اسطرح کھڑے ہو جاتے ہین بقول ڈاکٹر اقبال ؎ ایک ہی صف مین کھڑے ہو گئے محمود و ایاز ۞ نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے اسکا فیضان صرف قریش یا عربیون تک محدود نہین ہمارے نبی کریم رحمۃ اللعالمین تھے انکی شان مین خداوند عالم کا ارشاد ہے وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین وہ تمام کائنات کیلیے رحمت بنا کر بھیجے گئے تھے رحمۃ للعالمین فرماتے ہین کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے کوئی کیسا ہی چھوٹے اور معمولی طبقہ کا آدمی ہو مگر وہ صدق دل سے کلمہ پڑھکر تمام مسلمانون کا بھائی بنجاتا ہے پھر کسی کو حق حاصل نہین کہ وہ اسے کم ذات یا کمتر سمجھے مگر افسوس ہے کہ آج ہم ان مسلمانون کو جو مذہب حق اختیار کر لیتے ہین خدا جانے کیون دلون مین نفرت پیدا کر دیتا ہے ہم انکو حقیر نظر سے دیکھتے ہین نیچ ذات سمجھتے ہین اور نو مسلم یا نو مومن کے نام سے یاد کرتے ہین شادی بیاہ کرنا معیوب سمجھتے ہین یہ سب ہندویت کا اثر ہے مگر زمانہ سابق کے مسلمان نو مسلمانون کی قدر کرتے تھے اور انکو اپنے اخلاق سے اپنے اندر جذب کر لیتے تھے ہم نہیں دیکھتے تھے کہ یہ کون ہے کس ذات سے ہے یہی تھی مساوات مولانا حالی مرحوم نے اس بارے مین خوب فرمایا ہے۔ ؎ ل گیا جو ہم مین آکر بشر تھے ہم پوچھتے ؛ روم ہے یا ترک ہے یا زنگ ہے عرب ہے یا عجم ؛ ملت بیضا نے تو موتی کی مٹا دی تھی تمیز ؛ تھے بلال حبشی و سلمان برابر محترم ؛ ایک رنگ میں اخوت کی تھی سب ڈوبے ہوئے ؛ اسود و احمر جو تھے اسلام کے زیر علم ؛ ۔ شہنشاہ کونین تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو تمام پیغمبرون سے افضل ہین خود بھی اپنے آپ کو کسی مسلمان پر فوقیت نہین دیتے تھے کھانے کے وقت آپ ایک معمولی آدمی کیساتھ تکلف نہ کرتے تھے آپ غریبون کیساتھ زیادہ ہمدردی فرماتے تھے مجلسون مین بھی آپ کیلیے کوئی ممتاز جگہ مقرر نہ تھی بعض اوقات گنوار اور صحرا نشین بدوی نہایت بے ادبی سے سوال کرتے تھے مگر آنحضرت صلعم نہایت خوشی اور خوش خلقی سے انکو جواب دیتے تھے کبھی کوئی بات ناگوار نہ ہوتی تھی سرور عالم جنگلون مین صحابہ کیساتھ خود لکڑیان چنتے خندق کھودتے جتنا کام ایک صحابی کرتا تھا اس سے زیادہ کام آپ کرتے تھے ۔ اب ہمارے مولا اور آقا امیر المومنین سیدنا علی مرتضیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کی طرف ایک نظر کیجیے آپ باغیچہ بھلاتے تھے اور سب کے ساتھ خود کام کرتے تھے ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ جناب امیر علیہ السلام کی زرہ ایک یہودی نے لی آپ ہی کی خلافت کا زمانہ تھا آپ بحیثیت مدعی اپنے مقرر کردہ قاضی شریح کی عدالت مین حاضر ہوئے اور اپنی گواہی مین اپنے صاحبزادے

حضرت امام حسن علیہ السلام اور اپنے غلام حضرت قنبر رضی اللہ عنہ کو پیش کیا قاضی نے انکی شہادت لینے سے انکار کیا اور کہا کہ بیٹے اور غلام کی شہادت قبول نہین کی جا سکتی قاضی کی معقول بات سنکر جناب امیرؑ خاموش ہو گئے آپکا دعوٰی خارج کر دیا گیا وہ یہودی یہ بات دیکھکر سخت متحیر ہوا اور دل مین کہنے لگا کہ اللہ اکبر اسلام اور مسلمانون کا یہ انصاف ہے ایک خلیفۃ المسلمین کی یہ حالت ہے مساوات اسلامی یہی ہے باہر نکلتے ہی زرہ حضرت علی علیہ السلام کے سامنے پیش کر دی اور عذر خواہی کی اور مسلمان ہو گیا۔ یہ تھی مساوات اسلامی۔ ایک غریب مسلمان مصطفٰے کمال پاشا رضا شاہ پہلوی اور نظام دکن کے ساتھ ایک ہی صف مین نماز پڑھ سکتا ہے اُسے کوئی روکنے والا نہین مگر افسوس ہے کہ مسلمان تعلیم رسول و آئمہؑ کو بھول گئے یہی اسباب ہین کہ ہم دوسری قومون کے سامنے ذلیل ہین ہماری وقعت غیر اقوام مین کچھ نہین۔ اسلام نے اپنے ارکان کی بنیاد مساوات کامل پر رکھی تھی اسی کی بدولت قرون سعادت مین ہمنے ترقی کی تھی اور اسی کو ترک کر کے ہم دنیا کی نظرون مین حقیر و ذلیل کمزور و مفلس ہو گئے۔

باب العلم کے دُرہائے شاہوار

(نوشتۂ جناب فاطمہ جعفر صاحبہ منشی فاضل دلکھیم پوریری)

(۱) اخوان الزمان جواسیس العیوب۔ ابنائے روزگار تمھارے عیوب کے جاسوس ہین۔

(۲) اخفاء الشدۃ من المروۃ۔ مصیبت پوشیدہ رکھنی جوانمردی ہے۔

(۳) الراحۃ فی الاعمال الحسنۃ۔ راحت اچھے کامون مین ہے۔

(۴) الحلم زینۃ العلم۔ بردباری علم کی زینت ہے۔

(۵) الغنی ترک المنی۔ ترک آرزو ہی تونگری ہے۔

(۶) توکل علی اللہ یکفیک۔ خدا پر بھروسہ رکھو وہ تمھارے لئے کافی ہے۔

(۷) تاکید المودۃ فی الحرمۃ۔ ایکدوسرے کی عزت کا خیال رکھنے سے محبت مین استحکام ہوتا ہے۔

(۸) ثلاث مہلکات بخل وھوی وعجب۔ تین چیزین ہلاکت آفرین ہین۔ بخل خواہش نفسانی خود آرائی

(۹) حلی الرجال الادب۔ اخلاق و تہذیب انسان کا زیور ہے۔

(۱۰) جم علی کظم الغیظ تحمد عواقبک۔ غصے کو ضبط کرتے رہو تو قابل ثنا ہو گے۔

نجح و بینات

اپنی نوعیت کی پہلی کتاب جو عالم اسلامی مین ظاہر ہوئی ہے سنہ ۱۳۵ھ مین مشاہیر فرائمہ معصومین علیہم السلام کے جو حیرت انگیز مظاہر قدرت یعنی معجزات ظاہر ہوئے انکے مستند تفصیلی واقعات اسمین شایع کیے گیے ہین جو ارباب ایمانی کیلیے بصیرت افروز اور تمام مذاہب و اقوام کے مقابل صداقت و حقانیت کی دلیل ہین یہ کتاب حضرت سید العلماء دام ظلہ کا نتیجہ قلم اور ان ہی کی ذاتی تحقیقات اور کاوش کا نتیجہ ہے تقطیع ۲۶×۲۰ کاغذ سفید چکنا قیمت صرف ایکروپیہ خرچہ ڈاک ۲ر

وجیزۃ الاحکام عرصے سے اس ضرورت کا احساس کیا جا رہا تھا کہ حضرت سید العلماء دام ظلہ کے فتاوی اور ضروری مسائل فقہ کا مجموعہ شایع کیا جاوے چنانچہ سر دست مختصر اور اہم مسائل کا مجموعہ شایع کیا گیا ہے انشاء اللہ آئندہ ایک مبسوط کتاب مسائل فقہ مین جو تمام ابواب فقہ کی جامع ہوگی شایع کیجاویگی۔ قیمت فی جلد چار آنے اور خرچہ ڈاک ۱ر

روح الادب شرح لامیۃ العرب یہ کتاب شائقین علم ادب اور بالخصوص طلاب یونیورسٹی کیلیے بے حد مفید ثابت ہوئی ہے۔ قیمت چھ آنے علاوہ محصول۔

البیت المعمور فی عمارت القبور اس رسالہ مین قبہ و قبور کے متعلق عام اسلامی نقطہ نظر سے فیصلہ کن بحث کی گئی ہے اور وہابی خیالات کا تار و پود بکھیر دیا گیا ہے قیمت چار آنے علاوہ محصولڈاک

نرخنامہ اشتہارات برائے رسالہ "حقائق"

مدت اشاعت	ایک صفحہ	نصف صفحہ	ربع صفحہ
ایک سال کیلئے	صہ	سہ	عہ
چھ ماہ کیلئے	سہ	عہ	عہ
تین ماہ کیلئے	عہ	عہ	معہ
ایک ماہ کیلئے	معہ	للعہ	۶

المشتہر منیجر حقائق بک ایجنسی حسین آباد۔ لکھنؤ

عراق و ایران مین طبع شدہ تصنیف
کشف النقاب عن عقائد ابن عبد الوہاب

بڑہ گرانقدر کتاب ہے جس پر علمائے عراق و ایران و شام نے بہترین الفاظ مین تبصرہ کیا اور نجف اشرف مین شایع ہوئی۔
قیمت علاوہ محصول آٹھ آنے

ازالۃ العاثر فی اقامۃ الشعائر
عزاداری کے متعلق بعض فقہی مباحث۔
قیمت علاوہ محصول ڈاک پانچ آنے۔

باہتمام سید محمد رضی پرنٹر و مرزا حیدر حسین پبلشر سرفراز قومی پریس لکھنؤ مین طبع ہو کر دفتر "حقائق" لکھنؤ سے شایع ہوا

(۲۶۰۷) رجسٹرڈ نمبر اے

امامیہ مشن کے تبلیغی رسالے

نمبر	نام رسالہ		قیمت	خرچ ڈاک
۱	قاتلان حسینؑ کا مذہب	(تیسرا اڈیشن)	۴/	ا/
۲	تحریف قرآن کی حقیقت	(دوسرا اڈیشن)	۶/	ا/
۳	مولود کعبہ	"	۱/	ـ/
۴	وجود حجت	"	۴/	ا/
۵	اصول دین اور قرآن	"	۴/	ا/
۶	اتحاد الفریقین حصہ اول		۴/	ا/
۷	حسینؑ اور اسلام اردو	"	ا/	ـ/
۸	" ہندی	"	۱۰/	ـ/
۹	" انگریزی	"	۲/	ـ/
۱۰	متعہ اور اسلام		۸/	ا/
۱۱	امامت ائمہ اثنا عشر اور قرآن	(دوسرا اڈیشن)	۰/	ـ/
۱۲	تجارت اور اسلام		۳/	ـ/
۱۳	اتحاد الفریقین حصہ دوم		۴/	ا/
۱۴	علیؑ اور کعبہ		۱/	ـ/
۱۵	رجال بخاری حصہ اول		۶/	ا/
۱۶	مذہب باب و بہا حصہ اول		۵/	ا/
۱۷	نوروز و غدیر	(دوسرا اڈیشن)	۱/	ـ/
۱۸	مجاہدۂ کربلا		۲/	ـ/
۱۹	کربلا کا آتم بلیدان	(ہندی)	۲/	ـ/
۲۰	دی مارٹیرڈم آف حسینؑ	(انگریزی)	۲/	ـ/
۲۱	اسوۂ حسینی		۴/	ا/
۲۲	جنگ صفین		۳/	ـ/
۲۳	تذکرۂ حفاظ شیعہ حصہ اول		۶/	ا/
۲۴	" " دوم		۵/	ا/
۲۵	مقصود کعبہ		۱/	ـ/

ملنے کا پتہ:- آنریری سکرٹری "امامیہ مشن" حسین آباد لکھنؤ

انا مدینة العلم وعلی بابها

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

لکھنؤ

مدیر ابن حسین نقوی

مقاصد

(۱) لامذہبیت کے مقابلہ مین مذہب کی حمایت

(۲) اسلامی اصول کی تبلیغ اور مخالفین اسلام کے جارحانہ حملون کا دفعیہ

(۳) مذہب حق کے تعلیمات کی نشر و اشاعت اور قوم کے اخلاقی و تمدنی اوصاف کی اصلاح۔

(۴) علم ادب کی صحیح خدمت

(۵) سلف صالحین اور مفید ماضی واقعات کے تاریخی حالات

(۶) اکتشافات جدیدہ و اخبار علمیہ وغیرہ وغیرہ

قواعد

یہ رسالہ ہر عربی ماہ کے دوسرے ہفتہ مین شایع ہوا کریگا

ہر خریدار کو کم از کم چھ ماہ کیلئے خریدار ہونا پڑے گا۔

نمونہ کا پرچہ چھ آنے کے ٹکٹ آنے پر روانہ ہوگا

جواب طلب امور کے لیے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیے

اشتہارات کی اجرت کا نقشہ کسی دوسری جگہ درج ہے

علمی معاملات کے متعلق خط و کتابت بنام مدیر اور دیگر امور کے متعلق بنام منیجر ہونا چاہیے

شرح قیمت

رؤسا و والیان ملک سے جو رقم بھی مرحمت فرمائین

عام خریدارون سے چار روپیہ سالانہ اور دو روپیہ آٹھ آنہ ششماہی،

چند ممالک غیر پانچ روپیہ سالانہ

ہدایات

مضمون نگار حضرات مقاصد رسالہ کا لحاظ رکھکر مضمون تحریر فرماوین ورنہ درج حقایق نہو سکین گے مضامین عموماً مختصر ہونا چاہئین ایڈیٹر کو تغیر و تبدل اور اصلاح کا اختیار رہوگا۔

عبارت حتی الامکان سلیس اور عام فہم ہونا چاہیے۔

مضامین خوشخط تحریر کیے جاوین اور عربی عبارت کا ترجمہ ہونا چاہیے،

کتب منقول عنہا کا حوالہ مع نمبر صفحہ و سطر ضرور ہونا چاہیے، ناقابل اشاعت مضمون واپس نہوگا۔ اگر ضرورت ہو تو صاحب مضمون کو ٹکٹ بھیجنا چاہیے

پتہ:۔ دفتر حقایق حسین آباد۔ لکھنؤ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حقائق

جلد ۱ — ماہ ذی الحجہ سنہ ۱۳۵۳ ہجری — نمبر ۵

فہرست مضامین

شذرات

اس مہینہ مین مسلمانون کے لئے عموماً اور فرقۂ شیعہ کیلئے خصوصاً چند اہم عیدین ہین عید ضحیٰ، غدیر، نوروز، مباہلہ بیشک یہ تمام جشن آل محمد صلوات اللہ علیہم کے ساتھ خاص خصوصیت رکھتی ہین اسلئے ہم دوستداران اہلبیت اور پاک عقیدت مسلمانون کو مبارکباد دیتے ہین اور امید رکھتے ہین کہ اس سال نو مین جو نوروز کے اعتبار سے شروع ہوتا ہے حقائق کی توسیع اشاعت مین خاص توجہ فرمائین۔

فاضل مشرقیات مولانا سید مجتبیٰ احسن صاحب موسوی کی ذات سے ہمارے "حقائق" کے ناظرین ناواقف نہین ہین۔ موصوف کی ادبی علمی مصروفیتین برابر قوم کے اصحاب ذوق سے خراج تحسین وصول کرتی رہی ہین اب آپ جدید علم ادب اور فلسفہ کی تحصیل کے لئے مصر تشریف لیگئے ہین اور وہان جامعہ ازہر مین شریک ہونے کا ارادہ رکھتے ہین ہم موصوف کی اس بلند حوصلگی پر مبارکباد دیتے اور ثبات و استقلال کی امید کرتے ہوے خداوند عالم سے آپ کی تائید و توفیق کی دعا کرتے ہین۔

ناچیز مدیر حقائق کو ۱۰ مارچ روز یکشنبہ انجمن اثنا عشریہ نئی دہلی کے تیسرے سالانہ اجلاس مین شرکت کا موقع ملا حقیقت یہ ہے کہ کارکنان کے جوش و انہماک کے مطالعہ اور انجمن کی سالانہ رپورٹ کے سننے سے مجھے بڑی مسرت حاصل ہوئی۔

نئی دہلی مین جہان شیعون کی کافی آبادی ہوگئی ہے ایک مسجد اور امام باڑہ کی تعمیر کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔ اس انجمن نے اس اہم کام کی ذمہ داری اپنے سر لی اور سعی و کوشش صرف کی مگر بعض برادران یوسف کی دراندازی سے باوجودیکہ غیر مسلم مختلف اقوام کی عبادت گاہین اس نئی دہلی مین قائم ہوچکی ہین شیعون کیلئے مسجد و امامباڑہ کی اجازت حاصل کرنا جوئے شیر لانے کے برابر ہوگیا ہے۔

بہرحال انجمن کوشش مین مصروف ہے اور میرے سامنے خواجہ حسن نظامی صاحب قبلہ و نیز بعض عمائد ملت نے اس مقصد مین پورے طور سے ساتھ دینے کا وعدہ کیا ہے۔ کامیابی خدا کے ہاتھ ہے۔

دہلی مین اپنے محترم دوست جناب نواب سید احمد مرزا صاحب سکرٹری انجمن وظیفہ سادات و مومنین کی معیت مین امامیہ یتیم خانہ دہلی کا معائنہ کیا۔ یہ یتیم خانہ انجمن خیمۃ الصفا یا آل انڈیا شیعہ کانفرنس کے زیر اہتمام ہے۔ اگرچہ ابھی مختصر پیمانہ پر ہے مگر امید ہے کہ ترقی کریگا۔ عمارت محل وقوع، صفائی حسن انتظام وغیرہ سب قابل تعریف ہے۔ بیشک ایسے ادارون کی جتنی تعداد زیادہ ہو اتنا ہی بہتر ہے مگر توجہ کرنا افراد قوم کا فرض ہے۔

گزشتہ پرچہ مین "مساوات اور اصلاح" کے زیر عنوان مضمون مین حضرت فاطمہ کی رسم ... امیر المومنین کی فاطمہ کی روایت جو درج ہوگئی ہے ... مضمون نگار صاحب ...

قند پارسی

قصیدہ در مدح امیر المومنین سید الوصیین علی ابن ابیطالب علیہ افضل التحیۃ والثناء

از افادات حضرت ظہیر الملۃ والدین سرکار مولانا سید ظہور حسین صاحب قبلہ

(پرنسپل شیعہ عربی کالج) دام ظلہ

کلبۂ ارباب ما از نور رشک آفتاب — گشتہ نور افشان وش بہر گوشۂ او ماہتاب
خانۂ ما وقت بیداری شدہ رشک جنان — از طلوع ماہ پیکر کو نمی آمد بخواب
اے زہے قسمت کہ تابندہ با دماہ رخش — شکر این نعمت بجا آرو زہر شش سر متاب
باریابی از وصالش بہر تو ممکن نبود — بخت تو گر دید از لطفش وصلش باریاب
خانہ ام رشک یمن کردہ طلوع آن سہیل — یا ز نور چہرہ اش کرد است برج آفتاب
نقد جان را گر نثار آن رخ روشن کنی — در ادائی حق این لطفش نباشی کامیاب
خانہ ام تابیدہ شد چون آفتاب از نور او — وز رخش تابندہ تر باشد دلم از آفتاب
انقلاب فطرتش ہرگز نبودہ در خیال — لیک رو دادہ ز حسن اتفاق این انقلاب
مثل او در نفرت از عشاق خود مثلے ندا شت — طیف او ہم در نمی آمد بایشان وقت خواب
قلب من مجروح کردہ بود ہجر آن جلیل — دائما یتقاہ من ھجرانہ سوء العذاب
شیشۂ دل را شکستہ بود سنگ فرقتش — کم لہ من قرقذ ترمی علی الصم الصلاب
دل او قتاب محبان بود از سہم نظر — کم لہ من غارۃ شنت علی الاسد الغضاب
سہم او بیک قضا بودہ پے عشاق او — خلتہ سیفا یبید القرن فی یوم الضراب

تیر چشمش را هدف بوده دل ایشان مدام | ما رماه نصله من طرفه الا اصاب
جاهل از حکم هوا و غافل از آئین عشق | حق ایشان گر ندارد از فرط هجر با اجتناب
یاد نگرفته حدود حکم در باب زکوة | لیس یدری ما زکوة المال اذ تم النصاب
ذکر ادم شوق کامن را بهیجان آورد | فائده هرگز ندارد بهر تو روز حساب
بگذر از ذکرش بسوی مدح مولای جهان | کو بود داروی نافع بهر هر درد و مصاب
نام او باشد علی همنام رب و سرا | کو علام تربت را آمده لب لباب
حب او ایمان باشد بغض او کفر و نفاق | آن بود حرز امان و این بود پیک عقاب
آفریده خلد و دوزخ را خدای دو جهان | از برای حب و بغض آن شه عالیجناب
ان لی مستمسکا بالذیل منه محکما | لم یزل یبقی و لا یفنی الی یوم الحساب
انقیادش می کند هر فرد از افراد کون | ذره در فرمان او باشد روان چون آفتاب
در هیولای عوالم حکم او نافذ بود | از موالید ثلثه تا بمهر و ماهتاب
در قعر اغوار فضلش کی رسد غواص فکر (در طی) | عقل اول می خورد در قعر آنها پیچ و تاب
علم او از علم خیر المرسلین شد مستفاد | زقه زقا کالفراخ تقذ زقوا سغاب
بود شهر علم و حکمت گر جناب مصطفی | غیر او هرگز نشاید از پی این شهر باب
در فضای رفعت او گر کند پرواز وهم | بال و پر ریزد همان دم صورت مرغ کباب
مجمع اضداد او باشد ذات کن والا صفات | ضعف و قوت هر دو ظاهر شد ز دست بوتراب
گاه نان خشک شکسته بزانو مے خورد | گه بگهواره درد کام اژدر چون حباب
ذات پاکش را بود توام شجاعت بیگمان | نسبتی با او ندارد قوت افراسیاب
حب او ساری بود در قلب هر صافی نژاد | مثل حمرت در حنا و مثل خوشبو در گلاب

از کفش شرمنده شد روزِ عطا ابرِ بهار — وز نوالِ دستِ فیاضش خجل گشته سحاب

حاکمِ ملکِ قناعت شاهِ اقلیمِ سخا — عنده الصفراء والبیضا سواء والتراب

حبّ و مدحش را شعارِ خویش گردان و دثار — آن زرِ خالص بدان و این بدان تبرِ مذاب

گر بخواهد عهدِ طفلی عهدِ پیری می شود — ور بخواهد عهدِ پیری میشود عهدِ شباب

نظم و اسلوبِ کلامش را اگر بینی بغور — تالیِ قرآن باشد کو بود فصل الخطاب

در بلاغت نامِ سحبان پیشِ او بردن خطاست — گر بگویی آنچه گفتم میبری راهِ صواب

گر نظر منقطع باشد از تواریخ و سیر — فضلِ او گردد مبیّن از احادیث و کتاب

مدحِ او کن از سرِ اخلاص و قدحِ خصمِ او — تا شود روزِ قیامت مایهٔ اجر و ثواب

مولدِ خود را که بوده سجده گاهِ خاص و عام — پاک از تهمت نموده صاف‌تر از سطحِ آب

عزت و حرمت که باشد پیشِ ربّ العرش — از گروهِ قدسیان علمش بود اندر حجاب

جادهٔ عرفان ازو مسلوک شد اندر انام — ور نه کے ممتاز می شد از خطا راهِ صواب

شک مکن گر ساکنانِ قدس ازو بردند فیض — مثلِ جبریلِ امین از علمِ او شد فیضیاب

ذاتِ او سرّے ز اسرارِ الٰهی بوده است — کنهِ او را کس ندانسته بجز ختمی مآب

قبلِ میلادش نموده انبیا را او مدد — زین معطّی برنداد عقلِ انسانی نقاب

میرود بعدِ وفاتش نزدِ هر کس وقتِ مرگ — عقلِ انسانی کجا گردد بفهمش کامیاب

سائلے اندر گہش خائب نماند پیشِ او — چنین کے هرگز نمانده انّه شیءٌ عجاب

عقل و فهم و فکرِ انسانی بود در پیچ و تاب — همچو گنجشکی که در دامش بود در اضطراب

طینتش از طینتِ خیر الوریٰ شد منتخب

هر دو در انوار گردیدند فرد انتخاب

رجعت شمس

(رشحہ قلم حضرت حکیم الامۃ علامہ بہاری مولانا سید احمد رضا صاحب قبلہ دام ظلہ)

معجزۂ شق القمر کے متعلق ایک مختصر مضمون لکھنے کے بعد اب ہم چاہتے ہیں کہ رجعت شمس کے متعلق ایک مبسوط بحث تحریر کریں۔

معجزہ علت مستقلہ نبوت کی نہیں ہے بلکہ منجملہ دیگر امارات و علامات نبوت کے ایک یہ بھی علامت ہے ابتدائے عہد خلافت آلٰہیہ سے ختم نبوت تک انسان اپنے خیالات و ذہنیت اور طبائع و عقل کے اختلاف کی وجہ سے نبوت میں طرح طرح کے مطالبے پیش کرتا رہا ہے۔

کوئی نبی کو فرشتہ دیکھنا چاہتا تھا۔

کوئی ادلہ علمیہ کا جویا تھا۔

کوئی نبی کے اخلاق و کیرکٹر کو معیار قرار دیتا تھا۔

کوئی مافوق البشر قوی کا اظہار چاہتا۔

اور کوئی ان سب باتوں کے جانچنے کے باوجود اقرار ہی نہ کرتا تھا خداوند کریم نے بھی تمام حجت کے لئے ہر مطالبہ کو کفار کے پورا کیا ہے، قرآن مجید و احادیث و تعلیمات انبیا اور سیرت حسنہ انکی تمام آسمانی کتب میں موجود ہے۔ توریت انجیل فرقان ہر ایک میں کفار کے مطالبات کو پورا کیا گیا ہے۔

منجملہ ان علامات کے معجزہ بھی ہے کہ ایک گروہ ہمیشہ سے معجزات کا بھی مطالبہ کرتا رہا ہے اور اس گروہ پر اتمام حجت کے لئے معجزات بھی پیش کئے ہیں۔ آج ان معجزات کی ضرورت کسی نظر میں نہ ہو نہ سہی لیکن اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ سابق میں بھی بڑا گروہ ایسا تھا جسکے عقائد کی بنیاد معجزہ تھا اور آج بھی ہر مذہب میں ایک بڑے گروہ کے عقائد کی بنیاد یہی معجزہ ہے۔ لہذا سابق کے لوگوں کو معجز نما نے ہر طرح سے سمجھایا جسنے معجزہ مانگا اوسکو معجزہ بھی دکھایا اور اسکو توریت و انجیل قرآن و احادیث نے بھی نقل کر کے اقرار بالمعجزہ کو ناگزیر بنا دیا۔

لیکن سحر و کہانت کہاں معجزے کے منکر عہد نبوت مین بھی بہت زائد تھے اور اسوقت عقل کے پرستار جس طرح سے معجزے کے نہ سمجھ مین آنے کی وجہ سے منکر ہین اوسی طرح سحر و کہانت کے بھی منکر ہین اون کا اعتقاد تو یہ ہے کہ جو چیز عقل مین نہ آوے یا اون کے اصول فلسفیہ سے ثابت ہو سکے وہ قابل اعتقاد نہین ہے ۔

لہذا اس زمانہ کے لئے خصوصیت سے معجزات کے امکان عقلی اور اصول مسلمہ فلسفیہ سے ثبوت کی ضرورت پڑی جسکے یہ معنی نہ سمجھنا چاہیے کہ معجزہ انھین فلسفی کرتبون کی نمائش تھی ۔ بلکہ معجزہ تو وہی ہے جو بغیر شمول قدرت الٰہیہ ہو نہ سکے اور منجملہ مظاہر قدرت معجزہ بھی ایک مظہر قدرت ہے اور جسکی بنیاد تمام تر علوم الٰہیہ پر قائم ہے اور عادتاً اوسکو محال اسی لئے کہا گیا ہے کہ وہ زیر قدرت خالق و مافوق قدرت بشر ہے ۔

لہذا خوب سمجھ لینا چاہیے کہ معجزہ کے نہ سمجھنے کے سبب سے انکار نے یہ ضرورت پیدا کی ہے کہ معجزہ اون کو سمجھایا جاوے ۔ تاکہ معجزہ کا اقرار کرین اور معجزہ کا سمجھانا اسوقت فلسفہ دانون کو اسی پر موقوف ہے کہ اون کے ادلہ فلسفیہ کو پیش کرین اور قوانین و اعمال فلسفیہ سے ایسے نمونے پیش کرین جو صورت معجزہ کی ایک قسم کی تصویر ہون اگرچہ حقیقت مین معجزہ تو ایسی ہی چیز ہے جو سمجھ مین نہ آوے اور ہر زمانہ کے قواعد فلسفیہ عاجز ہون ۔

کامیاب اس طریقہ مین وہی زائد ہے جو معجزہ کی فلسفہ سے تصویر کشی مین زائد صفائی دکھاوے اور جو معجزے کو کسی قانون فلسفی کی شکل مین ڈھال دے وہ معجزہ کو نہ خود سمجھا ہے اور نہ معجزہ کی عظمت کو جانتا ہے رجعت شمس مین جن فلسفی ادلہ سے ہم نے کام لیا ہے اوسکا بھی صرف یہی مطلب ہے کہ قواعد فلسفیہ اور معلومات بشریہ سے ایک ہلکا نقش معجزہ کا دکھاتے ہین جو ایک امکانی صورت معجزہ کی ہے اصل حقیقت معجزنما جانین وباللہ التوفیق ۔

(۱)

رجعت شمس کے متعلق متفقہ سنی شیعہ کی کثرت سے روایتین ہین اور متواترات سے ہے جسکا انکار ضروریات دین سے ہے ہم اس مقام پر چند حدیثین اسلئے نقل کرتے ہین تاکہ اون سے بمقابل فلسفہ جدید بحث کر سکین ۔ یہ واقعہ رد شمس کا دو مرتبہ جناب امیرؑ کے واسطے ظاہر ہوا ہے ایک عہد رسول خداؐ مین

دوسرا بعد وفات رسول خدا جنگ نہروان کے بعد اور ایک مرتبہ حضرت یوشع وصی جناب موسیٰ کے واسطے ہوا تھا۔

(۱) ان الشمس ردت علیہ فی حیوۃ رسول اللہ بمکہ وقد کان رسول اللہ صلعم کا فوضع راسہ فی حجر امیر المومنین وحضرت وقت صلوۃ العصر فلم یبرح من مکانہ وموضعہ حتی استیقظ فقال اللھم ان علیاً کان فی طاعتک فرد علیہ الشمس لیصلی العصر فردھا اللہ علیہ بیضاء نقیۃ حتی صلی ثم غربت۔

حضرت امیر المومنینؑ کے لئے عہد رسول خدا میں ایک مرتبہ مکہ میں ردشمس ہوا رسول خدا کو تپ تھی آپ نے زانوئے علی بن ابیطالب پر سر رکھ لیا اور نماز عصر کا وقت آگیا امیر المومنین اپنے مقام سے نہ ہٹے یہاں تک کہ رسول خدا کی آنکھ کھلی آپ نے دعا فرمائی خداوندا علی تیری طاعت میں تھا تو اسکے لئے سورج کو پلٹا دے تاکہ وہ عصر کی نماز پڑھ لے پس خدا نے سورج پلٹا دیا جو صاف شفاف روشنی کے ساتھ پلٹا تھا یہاں تک کہ امیر المومنینؑ نے نماز ادا کی پھر غروب ہو گیا۔"

اس روایت کو ابن شہر آشوب نے مناقب میں کئی سندوں سے روایت کیا ہے اور اعلام الوریٰ میں طبرسی نے شیخ مفید نے ارشاد میں اور امالی و مجالس عیون المعجزات مناقب ابن شہر آشوب تا قب المناقب کافی میں محمد بن یعقوب کلینی نے ابن بابویہ نے خصائص میں صدوق نے مجالس میں اور حموینی ابن المغازلی نے مناقب میں موفق بن احمد نے مناقب میں مختلف سندوں سے یہ روایت نقل کی ہے۔

راوی اسکے اجلہ صحابہ رسولؐ خدا میں مثل جناب ام سلمہ، اسما بنت عمیس جابر بن عبداللہ انصاری، ابوذر غفاری، ابن عباس ابوسعید خدری، ابو رافع، ابوہریرہ، حسان بن ثابت، امیر المومنین، امام جعفر صادقؑ"

(باقی آیندہ)

(سلسلہ تفسیر قرآن)

اسی کے قریب کمزوری کے اعتبار سے یہ قول ہے کہ قرآن بحیثیت اپنی فصاحت و بلاغت کے معجزہ نہیں اور نہ باعتبار اپنی جامعیت معانی و الفاظ کے معجزہ ہے بلکہ اسکے معجزہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ ایک مکمل اور کامل اثر و نفوذ رکھنے والا قانون ہے اور اس میں حسب اقتضائے زمانہ انسانی زندگی کے تمام شعبوں کے لئے ضروری احکام بوجہ اتم موجود ہیں۔

یہ خیال کسی طرح صحیح نہیں ہے۔ اس صورت میں قرآن مجید کے وہی آیات صحیح ہو سکتے ہیں جن میں قرآن مجید کے مجموعی طور پر مقابلہ کا سوال پیش کیا گیا ہے لیکن وہ آیات بالکل نظر انداز ہو جائینگے جن میں دس سوروں کے مقابلہ کی دعوت دی گئی ہے یا صرف ایک سورہ کا جواب طلب کیا گیا ہے۔

اس مطالب سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جہات اعجاز میں کوئی جہت ایسی بھی ہے جو کل اور جزو دونوں میں مشترک ہے۔

اسکے علاوہ مذکورہ معیار کی بنا پر یہ جہت اعجاز اسوقت مکمل ہوتی اور مقابلہ کی دعوت اسوقت
صحیح ہو سکتی تھی جب پورا قانون یعنی قرآن مجید نازل ہو لیتا جس کا سلسلہ رسول کی زندگی کے آخری حصہ تک (۵۷)
قائم رہا حالانکہ یہ مطالبات اور اعجاز قرآن کے دعاوی کا سلسلہ ابتدائے نزول قرآن و اول زمانہ تبلیغ
نبوت سے شروع ہو گیا تھا۔

پھر یہ بھی غور کرنے کی بات ہے کہ کسی قانون کا انسانی زندگی کے شعبوں کے لئے مناسب و مفید ہونا اور ضروری احکام کا بوجہ اتم موجود ہونا یہ ایسا امر نہیں ہے جس کا فیصلہ عام انسانی افراد کر سکیں جو شخص بھی کوئی قانون بناتا ہے اس کا دعویٰ یہی ہوتا ہے کہ وہ بالکل مصالح وقت کے مناسب ہے اور عام افراد بھی اسکی نسبت کسی نتیجہ پر متفق نہیں ہوتے ہیں کیونکہ انکے خیالات مصالح اجتماعیہ میں کسی نقطہ پر متحد ہونے ہی نہیں ہیں۔

معلوم ہوا کہ یہ خیال بھی کسی طرح صحیح نہیں ہے۔ یقیناً اعجاز قرآن کا پہلو قرآن کے ما فوق قدرت انسانی خصوصیات سے تعلق رکھتا ہے۔

یہاں بھی میں اسکو تنگ نظری اور قصور ذہن سمجھتا ہوں کہ انسان قرآن کی اعجازی حیثیت کو فصاحت و بلاغت میں منحصر کرے۔

یہی چیز ہی جسکے متعلق گذشتہ "استفسار" مین لکھا تھا کہ "پیغمبر اسلام صلعم روحی فداہ نے مصلح خلق ہونے کا ادعا فرمایا ہی اور قرآن مجید کو بحیثیت نسخۂ اصلاح خلق پیش کیا ہی۔ آپنے کبھی شاعر یا انشا پرداز ہونیکا ادعا نہین فرمایا۔ پھر اپنی کتاب خداوندی کو شاعری یا افسانہ نویسی کے کمالات کے ساتھ پیش کرنا اور انہی کمالات کو معجزہ قرار دینا کیا معنی رکھتا ہے؟"

اسکے جواب مین گذارش ہی کہ معجزہ وہ ہونا چاہیئے جس کے لحاظ سے مخاطب طبقہ کے اوپر اتمام حجت ہو سکے یعنی وہ ایسی چیز ہو جسے وہ سمجھ سکین کہ بہ حقیقتہً انسانی حدود اختیار سے بالاتر ہی یا نہین۔

نبوت تو باطنی چیز ہی اور اُسکے آثار و خواص ذاتیہ بھی اسی طرح سے باطنی حیثیت رکھتے ہین شریعت کے اصول کا بالکل مطابق نظام عالم ہونا اُن بڑے مفکرین کے غور کرنے کی چیز ہی جنھون نے علم نظام و اجتماع و معاشرت کے اصول و قواعد پر انتقادی نظر ڈالی ہو اور پورے طور سے سمجھ سکین اسلئے شریعت کا دلیل نبوت ہونا اور عام اشخاص کے اوپر سبب اتمام حجت ہونا کسی طرح عمومی حیثیت سے معیار اعجاز قرار نہین پا سکتا اور نہ اُسکے ذریعے سے سب پر اتمام حجت ہو سکتی ہی۔

(۵۸) یہ بنیاد انتہائی کمزور ہی کہ معجزہ اسی نوعیت کی چیز ہونا چاہیئے جس کا دعویٰ ہی، ایک نبی کا دعویٰ تو نبوت و رسالت کا ہوتا ہے۔ نبوت و رسالت کے نوعیت کی کونسی چیز ہے جسے عام افراد اپنے ذہن کے مطابق معلوم کر سکین اور وہ انپر حجت ہو۔

بیشک نبوت چونکہ خداوند عالم کی طرف سے ایک خاص نمایندگی کا نام ہی اور اسلئے خداوند عالم کی طرف سے ایک روحانی اقتدار کا مالک ہونا بھی ضروری ہی اور خداوند عالم کیساتھ ایسا تعلق و ارتباط ہونا کہ جب اُسکے دعوے کی تصدیق کے لئے ضرورت ہو تو نظام عادت مین انقلاب کر دیا جا سکے اور عناصر و مرکبات طبعیہ پر اس کا اقتدار ثابت کیا جائے نبوت کی اس حیثیت کو دیکھتے ہوے بے شک ہر خارق عادت جو غیر معمولی طور پر دعوائے نبوت کیساتھ ظاہر ہو وہ نبوت کیساتھ نوعیت مین مناسبت رکھتا ہی اور دلیل ثبوت نبوت بن سکتا ہی۔

بے شک اس خارق عادت کو ایسا ہونا چاہیئے کہ مخاطبین کا تمام حلقہ اُسکے خارق عادت اور غیر معمولی درجہ پر فائز ہونے کا احساس کر سکے اور اس لئے ضرورت ہی کہ وہ اُسی شعبہ سے تعلق رکھتا ہو جس مین اُس زمانہ کے لوگ واقفیت و اطلاع اور کمال مہارت و اقتدار رکھتے ہین۔

ایک ایسے شخص کے سامنے جو علم منطق سے بالکل ناواقف ہے اگر منطق کی نوعیت کا عظیم سے عظیم نمونہ

پیش کیا جائے تو وہ اسے اپنی جہالت کے پردہ میں چھپا کر کہہ دیگا کہ میں تو اس فن سے واقف ہی نہیں۔ کیا جانوں کہ یہ کیا درجہ رکھتا ہے؟ اور ایسی صورت سے علم طب سے نابلد شخص کے آگے کسی بڑے سے بڑے مرض کے علاج کا دعویٰ۔ لیکن اگر اسی شعبہ میں کہ جس میں حقیقۃً واقفیت اور کمال حاصل ہو کوئی غیر معمولی مظاہرہ پیش کیا جائے تو بیشک دیکھنے والا اپنے کمال مہارت و واقفیت کی بنا پر اسکے متعلق غور کر سکے گا کہ یہ چیز انسانی حدود اختیار میں داخل ہے یا نہیں۔

اسی لئے سنت الٰہیہ اسبات پر جاری ہوئی ہے کہ جس شے کا جس زمانہ میں پورا دور دورہ ہو اور اہل زمانہ اس میں کمال کا دعویٰ رکھتے ہوں اسی نوعیت کا معجزہ اتمام حجت کی صورت سے اس زمانہ میں پیش کیا جائے۔

حضرت موسیٰ کے زمانہ میں ساحروں کا زور تھا۔ زمین مصر جادوگروں کے وجود سے معمور تھی۔ آپ کو معجزہ ایسا عطا ہوا جس نے ساحروں کے سحر کو باطل کیا اور انسے کلمہ پڑھوایا۔

حضرت عیسیٰ کے زمانہ میں علم طب کا دور دورہ تھا۔ یونان کی حکمت شباب پر تھی اور وہاں کا فیض تمام ملک شام و فلسطین میں بھی پھیلا ہوا تھا۔

(۵۹) اسلئے مسیح کو اس نوعیت کا معجزہ عطا ہوا۔ وہ کور مادر زاد، کوڑھی اپاہج کو شفا دیتے۔ اور مردہ کو زندہ کر دیتے تھے۔

بیشک انسانی حدود کمال سے خارج بات تھی اسلئے واقفکار دنیا پر حجت تمام ہو گئی۔

ہمارے رسول کریم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مبعوث ہوئے ہیں تو ملک عرب میں شعر و سخن کا زور تھا فصحا و بلغا ر کے ڈنکے بج رہے تھے اور یہی چیز تھی جسے عرب انسانی کمالات کا طرۂ افتخار سمجھتے تھے اور اس میں کمال واقتدار کا دعویٰ کرتے تھے۔

بیشک انکے سامنے اگر فلسفہ و منطق کے عمیق مسائل پیش کئے جاتے اور علمی معجزات سامنے لائے جاتے تو وہ کہنے کا حق رکھتے تھے کہ ہمکو اس چیز سے کیا واسطہ؟ ہم کیا جانیں کہ یہ عام طاقت بشری سے خارج ہے یا عام انسانی حدود اختیار کے اندر؟ ہم اسکے ماہرین سے دریافت کریں، وہ کہیں تو سمجھ سکتے ہیں؟ ہم اسکے متعلق کیا رائے قائم کر سکتے ہیں؟ اس طرح یقیناً حجت انکے مقابلہ پر تمام نہ ہو سکتی تھی۔

اسلئے قرآن پیش کیا گیا اور وہ بحیثیت فصاحت و بلاغت اعجاز کے درجہ پر قرار دیا گیا تاکہ وہ لوگ اسی حیثیت سے کہ جس میں انھیں کمال کا دعویٰ ہے۔ اسکے مرتبہ منزلت، اور اسکی حیرتناک عظمت پر غور کر سکیں

اور سمجھ لیں کہ وہ عام انسانی سطح سے بلند کلام ہے۔

بے شک انھوں نے دیکھا، سمجھا اور غور کیا اور ان میں کے نقاد اور صاحب نظر افراد کو کافی غور و خوض کے بعد حکم لگانا پڑا کہ ماھذا کلام البشر "یہ کسی طرح انسانی کلام معلوم نہیں ہوتا ہے"۔

اس طرح یقیناً قرآن مجید بحیثیت فصاحت و بلاغت اس وقت کے پورے طبقہ پر حجت تھا جن سے شروع شروع قرآن کو واسطہ پڑا تھا اور ان کے لئے وہ معجزہ ہونے کے ساتھ ان کے واسطہ سے دوسرے افراد پر بھی اس کا معجزہ ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔ ہم جو عربی زبان کی خصوصیات اور اس کے مدارج و مراتب سے اس درجہ واقف نہیں ہیں جس درجہ وہ واقف تھے ہمارے لیے ان کا اعتراف، اقرار اور عجز ویسا ہی ثبوت اعجاز کی دلیل ہے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ قرآن چونکہ ہر زمانہ میں باقی رہنے والی نشانی اور رسول کی نبوت کا دائم و برقرار رہنے والا ثبوت تھا اس لئے اس کے اعجاز کا پہلو صرف فصاحت و بلاغت میں منحصر نہیں ہے۔
میں اعجاز قرآن کے معیار کو اس سے بہت بلند سمجھتا ہوں میرا خیال ہے کہ انسانی افراد کے دماغ مختلف
(۶۰) درجوں پر تقسیم ہوتے ہیں۔

بعض بلند اور بعض پست۔ بعض ظاہر بین اور بعض حقیقت شناس۔ بالکل اسی کی مطابقت سے قرآن مجید میں مختلف پہلو پائے جاتے ہیں بعض ظاہری اور بعض باطنی، بعض لفظی اور بعض معنوی جس کی بنا پر ہر شخص اپنے اپنے مذاق کے موافق جہت اعجاز کی تلاش کر کے اس کے سامنے سر تسلیم خم کر سکتا ہے۔

زمانہ رسول میں موجود رہنے والے فصاحت و بلاغت کو سب سے بڑا جوہر انسانیت سمجھنے والے ان کے لئے وہ بحیثیت فصاحت و بلاغت معجزہ تھا۔ اور دوسرے اشخاص کے لئے باختلاف مذاق باعتبار معارف و حقائق۔ باعتبار نکات و دقائق۔ باعتبار جامعیت و وسعت علوم۔ باعتبار متانت و بلند نظری اور اس کے ساتھ باعتبار اپنی تعلیمات و ہدایات کے معجزہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

اعجاز قرآن کے مختلف پہلو

(۱)

تاریخی حیثیت سے

حضرت رسول کو ویسا فرض کرو جیسا انکے دشمن کہتے ہیں کہ انھوں نے توریت و انجیل کے مندرجہ اقتباسات افواہی حیثیت سے عام اشخاص و افراد سے سنے اور انھیں قرآن میں درج کر دیا۔

اس کا نتیجہ کیا ہونا چاہیے؟ یہ کہ توریت و انجیل میں جس طرح واقعات کا تذکرہ ہوا ہے اس کے ساتھ قرآن کے مندرجہ واقعات میں ایسے اضافے اختلافات اور حواشی ہوتے جن میں واقعیت کے متانت و استحکام کا پتہ نہ ہوتا اور افواہی باتوں کی خرافت آمیز داستانوں کا اثر بہت نمایاں ہوتا۔

یعنی توریت و انجیل کے مندرجہ واقعات میں اگر خلاف عقل خلاف فطرت منافی مذہب باتیں نہ بھی
تھیں تو اس میں پیدا ہو جاتیں اور اگر تھیں تو اس میں بہت بڑھ جاتیں۔ (۶۱)

لیکن جب ہم توریت و انجیل کے مندرجہ واقعات اور پھر قرآن مجید میں انہی واقعات کے تذکرہ کو دیکھتے ہیں تو ہماری حیرت کی انتہا نہیں رہتی کہ بائبل کے واقعات میں اس درجہ دور از کار اور خرافت آمیز روایات کی بھرمار ہے کہ کسی طرح عقل و مذہب کے رو سے انھیں صحت کی سند کا دیا جانا ممکن نہیں ہے اور قرآن انہی واقعات کو تمام ان خرافتوں اور دور از کار باتوں کو حذف کر کے ایسے صحیح، موافق فطرت انداز سے پیش کرتا ہے جسے عقل سلیم صحت کی سند دینے پر مجبور ہے۔

ملاحظہ ہو توریت کتاب پیدائش فصل ۳ میں حضرت آدم کے ممنوعہ درخت سے تناول فرمانے کا قصہ اور اس میں جو کچھ دور از کار باتیں ہیں جن سے خدا کی طرف غلط بیانی، فریب کاری کا الزام عائد ہوتا ہے۔

اور فصل ۱۵ میں ابراہیم کا واقعہ کہ ان کو خدا کے وعدہ میں شک ہوا شام میں زمین عطا کیے جانے کے متعلق اور فصل ۱۸-۱۹ میں ملائکہ کے آنے کا تذکرہ ابراہیم کے پاس اسحٰق کی ولادت کی خوشخبری لیکر اور کتاب خروج فصل ۳ میں خداوند عالم کا خطاب موسیٰ سے درخت کے ذریعہ سے اور اس کا وہ ضمیمہ جس سے پتہ چلتا ہے کہ خدا کی تعلیم موسیٰ کو شروع ہوئی تھی غلط بیانی کے سبق کے ساتھ اور فصل ۳۲ میں

ہٰرون کا قصہ کہ اُنھون نے گوسالہ تیار کرایا تھا جو خدائے بنی اسرائیل کی حیثیت سے قرار دیا جائے
اور اُنھون نے اسکے لئے قربانی اور عبادت کے طریقے مقرر کیے تھے ۔

یہ تمام واقعات ہین جنھیں ایک نظر توریت مین مطالعہ کرو اور دیکھو کہ اُن مین کیا کیا باتین ایسی
ہین جو کسی طرح عقل و مذہب کی روشنی مین صحیح تسلیم کئے جانے کے قابل نہین ہین جن سے جلال الٰہی
اور طہارت انبیاء پر دھبہ آتا اور بہت سے اصول عقلیہ کو دھچکا لگتا ہے اور پھر انھی واقعات کا قرآن مجید
مین نکال کر مطالعہ کرو ۔

معلوم ہوگا کہ قرآن مین تمام وہ زوائد حذف ہین جو مذکورہ بالا حیثیت سے ناقابل قبول تھے
اور اُس مین تمام واقعات ایسے انداز سے بیان ہوے ہین جو کسی طرح شان حضرت الٰہی اور شان انبیاء
و مرسلین کے خلاف نہین ہین ۔

ملحقات توریت مین جو واقعات مذکور ہین وہ بھی کچھ کم افسوسناک نہین ہین حضرت ایوب کی طرف
انتہائی جزع و فزع اور خدا سے شکوہ بلکہ اعتراض کی نسبت حضرت داؤد کی طرف زناکاری کی شرمناک
نسبت حضرت سلیمان کی طرف کفر و شرک کے رواج دینے کی نسبت وغیرہ وغیرہ ۔ ایسے واقعات (۶۲)
جو ایک لحظہ کے لئے صحیح تسلیم نہین کئے جا سکتے ۔

توریت و ملحقات مین تلاش کرنے پر اس سے زیادہ بہت باتین موجود ملتی ہین جیسے حضرت لوط کی
شراب خواری اور نشۂ شراب مین اپنی دونون لڑکیون کے ساتھ زناکاری، حضرت یعقوب کی خدا کے
ساتھ کشتی حضرت یعقوب کی اپنی والد کے ساتھ فریب کاری ۔ خدا کا مشورہ آسمانی فرشتون کے ساتھ
کہ آخاب بادشاہ بنی اسرائیل کو گمراہ کیا جائے ۔

اور اسکے علاوہ بہت باتین جس سے پرانے عہد نامہ کے صفحات پورے طور سے مملو نظر آتے ہین
انجیل مقدس جو حضرت مسیح کی تاریخ زندگی ہے اُس مین بھی اختصار و کمی صفحات کے باوجود حضرت مسیح
کی طرف ایسے واقعات کی نسبت موجود ہے جو کسی طرح اُنکی شان کے لائق نہین ہے ۔
جیسے شراب خواری، غلط بیانی ، مان اور بھائیون کے ساتھ بد اخلاقی ، نامحرمون کے ساتھ
اخلاق سوز بیباکی ۔

اس مین کوئی شبہہ نہین کہ قرآن مجید کے زمانہ مین اور اسکے قبل انبیاء و مرسلین کے تاریخی معلومات

کے متعلق یہود و نصاریٰ کی تعلیمات کے سوا کوئی سرچشمہ نہیں تھا اور توریت وانجیل ہی کے مندرجات تھے جو احبار یہود و قسیسین نصاریٰ کے نوک زبان تھے ۔

بے شک رسول اسلام اگر ان تعلیمات کو یہود و نصاریٰ کے علماء سے حاصل کرتے تو کم از کم وہ تمام خرافات جو ان کی کتابوں میں مذکور ہیں آپ کی کتاب میں بعینہ درج ہوتے یا اگر آپ ان کو صرف افواہی حیثیت سے جو عام لوگوں کی زبان پر واقعات تھے انکی بنا پر نقل کرتے جیساکہ عام عیسائی مولفین ظاہر کرنا ضروری سمجھتے ہیں تو آپ کی تہمت اور آپ کی قوم کی عام جہالت کی بنا پر توریت وانجیل سے بہت زیادہ خرافات اور دور از کار باتیں اس میں شریک ہو جاتیں ۔

جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن نے ان واقعات کو جو بالکل ہی واقعیت کی شان کے بالکل خلاف تھے بالکل ذکر ہی نہیں کیا اور جن واقعات کو بالکل ذکر کیا انکو ان تمام خصوصیات و زوائد سے علیحدہ کر کے جو اس واقعہ کو واقعیت کے حدود سے الگ پھینکنے کے ذمہ دار تھے تو اس سے ہماری عقل ضرور اس نتیجہ تک پہونچتی ہے کہ درحقیقت واقعات کی مسخ شدہ صورت جو توریت و انجیل میں رائج ہو گئی تھی اور خدائے آسمانی نے جو بندگان خدا کی ہدایت کے لئے رسولوں کا بھیجنے والا اور ان کی اصلاح کرنے والا ہے (۶۴۳) اُس نے اپنے خاتم المرسلین رسول کو ان تمام صحیح واقعات کو اصلی صورت میں تعلیم دیا اور ان پر نازل فرمایا تاکہ توریت وانجیل میں پڑی ہوئی خرابیوں کی ہمیشہ کے لئے اصلاح ہو جائے اور گمراہ کن خیالات کا جو جلال الٰہی و شان انبیاء کے منافی واقعات کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں قلع قمع اور آئندہ کے لئے سدباب ہو جائے ۔

(۲)

استدلالی حیثیت سے

قرآن کے محل نزول پر غور کرو اعرب کی جہالت کو دیکھو ! کفر و شرک کی ترقی ۔ ضلالت و گمراہی کی فراوانی ، عقلوں کی کوتاہی ، نگاہوں کی ظاہر بینی ۔ علوم و کمالات سے اجنبیت اور منطق و فلسفہ سے بالکل ناشناسی ۔

اس سب کے بعد قرآن مجید کے معارف و حقائق کے آیات کی تلاوت کرو ، خاص مسائل توحید

عدل دثبوت اُسکے مضبوط استدلالات محکم براہین، لطیف اشارات کا مطالعہ کرو۔
قرآن کے آیات کے عمق کو دیکھو، باریک بین، دقیق فلسفی نگاہوں سے اُسکے معانی کی گرائی پر غور کرو معلوم ہوگا کہ وہ کس پایہ کس درجہ کا کلام ہے اور عقل، وعادت، فطرت وطبیعت کے رو سے اُس ماحول، اُس ظرف میں پیدا ہونے والے کسی انسان کا کلام ہو سکتا ہے۔؟

اسکے ساتھ ذرا بائبل کے اُن استدلالون پر نظر ڈالو جو مسیح کی طرف منسوب کیے گئے ہیں جنمین عجیب عجیب طریقون سے مطلب ثابت کیا گیا ہے اور بعض مقامات پر نعوذ آلہہ اور شرک تک کی تعلیم کا ثبوت دیا گیا ہے۔ اُسوقت حیرت کی انتہا نہین رہتی اسلیے کہ زمانۂ نزول قرآن مین ہر بحث کے علمی و کلامی حیثیت سے اگر کوئی درجہ ہو سکتا تھا تو وہ علمائے اہل کتاب یہود ونصاریٰ کا تھا، اور اُن کے علمی وعقلی سرمایہ کی وسعت صرف اتنی ہی تھی جو توریت وانجیل کے موجودہ نسخون سے ظاہر ہے اسکے بعد کوئی شک وشبہہ نہین رہتا کہ قرآن یقیناً غیر معمولی طاقت کا کرشمہ تھا جو کسی انسان کی صرف انسانی قوت کی طرف منسوب نہین ہو سکتا۔

(۳) (۶۴)

تشریعی حیثیت سے

یہ چیز بیشک وہی ہے جس کے متعلق مین لکھ چکا ہون کہ عام انسانی افراد اس کا صحیح اندازہ نہین کر سکتے لیکن بیشک بہت سے صحیح الذوق اور سلیم العقل افراد اور جنھون نے دنیا کے قوانین و اصول انتظامی کا انتقادی نظر سے مطالعہ کیا ہے اور اُن کا دماغ حقیقۃً قانونی ساخت کا واقع ہوا ہے کم از کم موازنہ کے ساتھ یہ ضرور سمجھ لے سکتے ہین کہ دو قسم کی تعلیمون مین سے کون روح انتظامی کے ساتھ زیادہ موافق اور مفاد اجتماعی کے مطابق ہے۔ نیز کون قانون کہانتک عملی ہے اور فطرت کے مطابق ہے۔ نیز اس امر کا سمجھ لینا تو ہر شخص کے لیے آسان ہوگا کہ کس قانون مین جامعیت پائی جاتی ہے اور شخصی ونوعی۔ انفرادی واجتماعی ہر قسم کے احکام موجود ہین۔

بے شک قرآن مجید کے نزول کے زمانہ مین ایک شریعت موجود تھی شریعت موسویہ جو یہود کیلیے قولی وعملی دونون حیثیتون سے اور نصاریٰ کے لیے عملی نہ سہی تو قولی واعتقادی حیثیتون سے قابل قبول

اور لائق تعظیم تھی اور حضرت عیسیٰ کا بھی ایک آئین ضرور تھا جو اگرچہ اس اعلان کی بنا پر کہ زمین و آسمان ٹل جائیں موسیٰ کی شریعت کا ایک شوشہ تبدیل نہیں ہو سکتا شریعت موسویہ کے مقابلہ میں کوئی چیز نہیں سمجھا جانا چاہیئے لیکن پھر بھی عملی طور سے وہ بالکل شریعت موسویہ کے خلاف ایک مستقل حیثیت رکھتا تھا اسلئے اسے شریعت عیسویہ تسلیم کرنا ضروری ہے۔

اسکے علاوہ ایران میں زردشتی مذہب کے تعلیمات کے اور زردشت کی ایک مستقل شریعت تھی جو ایک زندہ حیثیت رکھتی تھی اور ہزاروں آدمیوں کو اپنا پابند بنائے ہوئے تھی۔

بیشک مذہب اگر اپنی اساسی حیثیت سے صحیح ہے تو اسکی شریعت کے اجزا اصلی تو یقیناً وہی ہو سکتے ہیں جو خدائے واحد کے نازل کردہ ہیں یہ اور بات ہے کہ بعد کی تراش خراشوں نے ان میں تبدیلیاں کر دی ہوں اور طرح طرح سے ان کو مسخ کر دیا ہو۔ اس میں کیا شبہہ ہے کہ شریعت موسویہ ایک صحیح اصل پر مبنی تھی اور مذہب عیسوی بھی ایک صحیح بنیاد پر قائم کیا گیا تھا۔

زردشت کے متعلق بھی اگرچہ قرآن نے نبوت کی گواہی نہیں دی ہے لہذا ہم قطعی حیثیت سے اس نبوت کو قبول کرنے کی کوئی وجہ نہیں پاتے لیکن قرائن و منقولات کی بنا پر بہت سے لوگ اُن کو (٦٥)
نبی تسلیم کرتے ہیں اور ہم یقینی حیثیت سے اس کو غلط کہنے کی بھی کوئی بنیاد نہیں پاتے ہیں۔

اس صورت میں اگر ان شریعتوں میں کچھ ایسے احکام پائے جاتے ہوں جو قرآنی احکام کے ساتھ متحد ہوں یعنی ویسے ہی احکام قرآن میں بھی موجود ہوں جو ان میں موجود ہیں تو اس میں کوئی تعجب نہیں ہے، لیکن دیکھنا یہ ہے کہ قرآن میں ان مشترک احکام سے بہت زیادہ خصوصی تعلیمات اور بہت سے ایسے شعبوں کے متعلق احکام و قوانین کیسے ہیں جن کا مذکورہ بالا شریعتوں میں پتہ بھی نہیں تھا اور ان شعبہ ہائے زندگی کے متعلق اشارہ بھی موجود نہ تھا۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس شریعت کو حقیقۃً اسی خدا نے نازل کیا ہے جس نے ان شریعتوں کو انکے محدود زمانہ کے لحاظ سے محدود احکام پر مشتمل نازل کیا تھا اس نے اس شریعت کو زمانہ کی آخری عمر تک باقی رکھنے کے لئے تمام انسانی زندگی کے شعبوں کے متعلق احکام و تعلیمات پر مشتمل بنا کر نازل کیا ہے اور وہ کسی انسانی ساخت و پرداخت کا نتیجہ نہیں ہے۔

(۴)
اخلاقی حیثیت سے

یقیناً اس مین کوئی شبہ نہین ہو سکتا کہ علم اور تربیت کا بڑا اثر انسان کے اخلاق پر پڑتا ہے اور جہالت اور علوم صحیحہ سے ناواقفیت بڑی سے بڑی بداخلاقیون کا سرچشمہ ہے۔

اور اخلاق کی جان جو کچھ بھی ہے وہ ملکات نفسیہ اور قوائے طبعیہ مین اعتدال کے نقطہ کی پابندی اور افراط سے کنارہ کشی ہے۔

بڑے سے بڑے معلم کے تعلیمات اسوقت بے قیمت ہین جب وہ یا تو تفریط کی وجہ سے اس حد تک کمزور ہون کہ ان سے امن و انتظام اور شائستگی و تہذیب کا مقصد حاصل ہی نہ ہوتا ہو اور یا افراط کے لحاظ سے اس درجہ زیادہ ہون کردہ انسانی فطرت کی بنا پر کبھی ممنون عمل بن ہی نہ سکین اور انکی پابندی ممکن ہی نہ ہو۔

(۶۶) توریت اور انجیل کے اخلاقی تعلیمات کی نوعیت انہی دونون راستون مین تقسیم ہے۔ اول الذکر افراط اور ثانی الذکر تفریط کے لحاظ سے نقطۂ اعتدال سے علیحدہ ہین۔

بے شک ان مین حد وسط کا درجہ اگر حاصل ہے تو وہ قرآن مجید کو ہے۔ قرآن کے تعلیمات افراط و تفریط دونون باتون سے علیحدہ بالکل اعتدالی حیثیت رکھتے ہین اور اسلئے ہر شخص کے لئے ممکن العمل اور تہذیب شائستگی کی تکمیل کے ذمہ دار ہین۔

یہ خصوصیت قرآن مجید کی بھی وہ ہے جو اس کو تمام کتب ادیان مین ممتاز درجہ عطا کرتی ہے اور اس بنا پر جب عرب کی جہالت اور رسول عربی کے ماحول وغیرہ کو پیش نظر رکھکر دیکھا جائے تو اسکے الہامی و آسمانی ہونے مین کوئی شبہہ باقی نہین رہتا اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ یقیناً خداوند عالم کی جانب سے نازل شدہ ہے۔

موازنۂ بائبل و قرآن

ہم نے مذکورہ بالا چند عنادین کے تحت مین ایک اجمالی خاکہ اس موازنہ کا قائم کر دیا ہے جو "بائبل اور قرآن" مین صحیح طریقہ سے کیا جا سکتا ہے اور ہمارے گذشتہ بیانات کے اشارون سے ایک مبسوط

کتاب "موازنہ بائبل وقرآن" کے موضوع پر مدون ہو جانا کوئی دشوار نہیں ہے۔
یہ عیسائی مبلغین کی انتہائی جرأت ودیدہ دلیری ہے کہ وہ اپنی کتابوں کی تمام کمزوریوں کے باوجود اسکی جرأت کرتے ہیں کہ وہ ان کو قرآن مجید کے مقابلہ میں پیش کریں اور گذشتہ قریبی زمانہ میں لاہور سے ایک کتاب بھی شایع ہوئی "موازنہ بائبل وقرآن" جس میں اصول، فروع، معارف، اخلاق، عبادات کے مختلف موضوعات قائم کرکے ایک کالم میں قرآن مجید کے آیات اور دوسرے میں انجیل کے عبارات درج کئے گئے اور بخیال خود انجیل کا تفوق قرآن کے مقابلہ میں ثابت کرنیکی کوشش کی گئی ہے۔
جناب سید شبیر حسین صاحب ترمذی کربلائی۔ ہیڈ ماسٹر سکول قصبہ جمیاری ڈاکخانہ خاص۔ ضلع امرتسر (پنجاب) جو بڑے ذوق علمی رکھنے والے اور وسیع النظر با اطلاع بزرگ ہیں انھوں نے اخبار "الواعظ" میں اس کتاب کے اوپر میری توجہ مبذول کی اور سکریٹری صاحب امیشن کے توسط سے کتاب مجھ کو بھیج بھی دی اور میں نے اس کتاب کا مطالعہ کرکے خیال بھی قائم کر لیا کہ اسکا جواب لکھوں گا۔
اسکے بعد سال بھر سے زیادہ کا زمانہ گذر گیا۔ کتاب سمجھنا چاہیے کہ میرے سامنے ہے اور اسکے جواب کا تمام ذخیرہ پیش نظر ہے۔ (٦٧)
لیکن میرے کثیر اشغال واعمال نے قلم ہاتھ میں لینے کی مہلت نہیں دی اور یہ کام ابتک یونہی رہ گیا۔
میں نے اس تفسیر کے ذیل میں خاکہ پورا لکھدیا ہے جس کی بناپر ہر شعبہ میں قرآن کا موازنہ بائبل کے ساتھ صحیح طریق پر کیا جاسکتا ہے۔ لیکن اس سے زیادہ تفصیل دینا اس سلسلہ میں کتاب کی شان تصنیف کے خلاف ہے اور اسکے تمہیدی مقدمات میں درج ہونے کے لائق نہیں ہے۔
بے شک اگر موقع ملا تو اب دو ہی دو صفحے سہی "حقائق" میں مستقل طور سے اس سلسلہ کو شروع کردوں گا اور "موازنہ بائبل وقرآن" کے مستقل عنوان سے ان تمام غلط فریبیوں کے پردہ کو بھی چاک کردوں گا جو مذکورہ بالا عنوان کے تحت میں مذکورہ سابق کتاب کے اندر پیدا کی گئی ہیں۔

قرآن کے تازہ ترین معجزات

طبیعیات وفلکیات میں دنیا برابر ترقی کرتی جاتی ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بہت سی دریافتیں

حکمت و فلسفہ کے جو سابق زمانہ مین بند تھے وہ اب کھلتے چلے جا رہے ہین اور سیکڑون رموز جو ابتک از سربستہ کی صورت سے چلے آرہے تھے وہ اب منکشف ہوتے جاتے ہین ۔

بہت سے قدیم نظریے تھے جن کا بطلان اب بدیہی صورت اختیار کر چکا ہے اور بہت سی باتین آلات رصدیہ اور خوردبین و دوربین ذرایع سے محسوسات مین داخل ہو گئی ہین ۔ اگرچہ جو نتیجے نکالے جا رہے ہین وہ اکثر وہمی و ظنی بھی ہوتی ہین اور بسا اوقات ان مین تخیل و قیاس کی بھی آمیزش ہے اور بہت سے رموز ابتک منکشف بھی نہین ہو سکے ہین اور امید ہے کہ آیندہ منکشف ہون اسلئے کہ ترقی کی انتہا نہین ہو گئی ہے اور جتنا علم انسان کو حاصل ہوا ہے وہ بہت کم ہے اُس حقیقت کے مقابلہ مین جو عالم کائنات کے اندر مضمر ہے ۔

اس لحاظ سے مین اسبات سے کبھی متفق نہین ہون کہ خواہ مخواہ کے لئے مذہبی آیات و روایات کو جدید تحقیقات پر منطبق ہی کیا جائے خواہ وہ جدید تحقیقات کوئی ثابت اور یقینی حیثیت نہ رکھتی ہو اور خواہ اس منطبق کرنے مین توڑ مروڑ اور ساخت و ساز کی ضرورت بھی در پیش ہو ۔

ایسی سعی میرے خیال مین مفید اور صحیح نہین سمجھی جا سکتی اسلئے کہ انسانی فلسفہ روز تبدیل ہونے والی (۶۸)
اور متغیر چیز ہے اور مذہب ایک ثابت برقرار اور لازوال حقیقت اور یہ ظاہر ہے کہ ثابت، لازوال چیز متغیر اور قابل تبدیل شے کا ساتھ دینے سے قاصر ہے ۔

آج آپنے فلسفہ کی موجودہ بنیادون کو صحیح سمجھکر مذہبی روایات کو اُسپر منطبق کیا، کل فلسفہ بدل گیا وہ نظریے غلط ثابت ہو گئے آپ تو اپنے مذہب کے نصوص کو اُس فلسفہ کے قالب مین ڈھال چکے تھے ، اسکے معنی یہ ہوے کہ آپ کا مذہب غلط ثابت ہوا ۔ یہ کس لئے ہوا؟ اپنے ہاتھون سے ۔ حالانکہ مذہب درحقیقت اُس غلط خیال کی حمایت سے خاموش تھا اور ہم نے اپنے خود ساختہ تاویلات سے اُس کو موجودہ لباس مین ڈھال دیا تھا ۔

اسلئے واقعًا اگر مذہبی نصوص صحاح کسی موجودہ تحقیقات فلسفی کے خلاف ہون تو ہمین اس تحقیقات کی صحت مین شک کرنا چاہیے اور اُسکے صحیح انکشاف کو فلسفہ کے زیادہ بلند درجہ تک ترقی کرنے کیلیئے مستقبل کے حوالہ کرنا چاہیئے ۔

لیکن پھر بھی اس مین شبہہ نہین ہے کہ بہت سی ایسی چیزین ہین جنمین فلسفہ صحیح نقطہ ترقی تک

پہونچ گیا ہے اور واقعی حقیقت کا انکشاف کر لیا ہے اُن میں سے بہت باتوں کا پتہ قرآن اور احادیث کے الفاظ میں بیجا اور دور از کار تاویلات کے بغیر نہایت صاف اور واضح طریقہ سے موجود ہے اور یہ قرآن مجید کا بڑا اعجاز ہے کہ وہ چیزیں جو سیکڑوں برس تک دنیا سے پردۂ خفا میں رہیں اور کسی کی نگاہ اُن تک نہیں پہونچی تھی اور ہزاروں قسم کے جدید آلات رصدیہ اور مختلف قسم کی دوربینوں سے اُن کا پتہ چلایا گیا ہے نبی امی کے لائے ہوئے قرآن میں تیرہ سو برس قبل مذکور تھیں ۔

بہت سی آیتیں قرآن کی ایسی ہیں جنکو جب ہیئت کے قدیمی مسلمات کی بنا پر جانچا گیا تو کسی طرح اسکے معنی ظاہری طور سے سمجھ میں نہ آئے مفسرین جو انہی علوم پر ایمان لائے تھے مجبوراً ان آیات میں تاویلات سے کام لیا اور انکے معنی کو حقیقت سے ہٹا دیا لیکن اب جسوقت کہ ہیئت نے پلٹا کھایا ہے اور علم کے دور میں انقلاب ہوا ہے تو وہ آیات اپنے ظاہری الفاظ کے ساتھ ہی حقیقت کا پتہ دے رہی ہیں جس کا اب انکشاف ہو سکا ہے اور اسکے پہلے نہیں تھا ۔

یہ ایک مبسوط اور طویل الذکر عنوان ہے جسکی تشریح و بسط کے لئے مستقل کتاب درکار ہے۔

فیلسوف العصر علامہ سید ہبۃ الدین شہرستانی دام ظلہٗ نے جو عراق کے ایک بڑے محقق، متتبع اور (۶۹) جامع علوم و فنون بزرگ ہیں ۔ ایک کتاب " الھیئۃ والاسلام " تحریر فرمائی ہے جو عراق میں شایع ہو چکی ہے اور اس کا ترجمہ مولانا محمد ہارون صاحب اعلی اللہ مقامہ نے " البدر التمام " کے نام سے شایع کیا ہے اور غالباً دفتر " البرہان " لودھیانہ سے دستیاب ہوتا ہے ۔

اس میں اگرچہ بہت سے تاویلات پہلی قسم میں داخل ہیں جن کی نوعیت سے میں اختلاف کا اظہار کر چکا ہوں لیکن بہت سے نمونے دوسری قسم کے بھی موجود ہیں اور بہت سے مسائل ہیں جو واقعی قرآن و احادیث کے تصریحات سے پورے طور پر ثابت ہیں جن میں کسی تاویل سے کام نہیں لیا گیا ہے ۔

مصر کے مشہور عالم محقق شیخ طنطاوی جوہری کی کتاب " القرآن والعلوم العصریۃ " اور شیخ عبدالحلیم علی بدیر ازہری کی کتاب " القرآن والعلوم العصریۃ او معجزات القرآن العشرین " بھی اس سلسلہ میں اچھی کتابیں ہیں ۔

عم معظم مولانا سید احمد صاحب قبلہ علامۂ ہندی کی کتاب " فلسفۃ الاسلام " بھی اس قسم کے بہت بڑے ذخیرہ پر مشتمل ہے ۔ اور اُمید ہے کہ یہ کتاب اگر مکمل شایع ہو تو انتہائی مفید اور پر از معلومات ثابت ہو۔

قرآن کے امتیازی خصوصیات

بحیثیت استناد واعتبار

ہم نے اپنی کتاب "تحریف قرآن کی حقیقت" مین بہت تفصیل کے ساتھ اس مسئلہ پر روشنی ڈالی ہے کہ جتنی کتابین اسوقت الہامی سمجھی جاتی ہین اور وحی آسمانی کی طرف منسوب کی جاتی ہین انکے متعلق اگر خود انکے ماننے والون کے محررات کی روشنی مین نظر کی جائے تو اُن کی تاریخ زندگی ایسے حوادث و انقلابات کا مجموعہ نظر آتی ہے جن کی بنا پر کسی طرح وثوق کے ساتھ نہین کہا جا سکتا کہ اُن کے کسی حصہ کسی جزو کا وجود بھی دنیا مین باقی ہے اور جسے اب اُسکے متبعین سر اور آنکھون پر رکھے ہوے ہین اور خدا کا کلام سمجھتے ہین اُس مین کوئی آدھا چوتھائی حصہ بھی اُس حقیقی وحی سے عیناً مطابق ہے جو پیغمبرون پر نازل ہوئی تھی - ہمنے "توریت کی سرگذشت" لکھی اور اس مین ثابت کیا کہ اُس کی تاریخ عجیب روح فرسا مصائب پر مشتمل ہے جن مین سے ہر ایک اسکی زندگی کو فنا کر دینے کی ضامن ہے۔ (۷۰)

(پہلے) یہ کہ اسکے حامل اور امانت دار جو بنی اسرائیل تھے وہ بہت مرتبہ بالکل مذہب موسوی سے پلٹ گئے اور بت پرستی کرنے لگے، انھون نے بیت المقدس کی بنیادون کو ہلا دیا اور اُسکی دیوارون کو گرادیا، اُس مین نجاستون کا اتنا ڈھیر لگا یا کہ برسون صاف کرنیکی ضرورت پڑی۔

ہم نے بائبل کے حوالون سے ان تمام انقلابات کی مکمل تاریخ لکھتے ہوے تحریر کیا کہ بھلا ایک قوم جس نے مذہبی حیثیت سے اتنے پلٹے کھائے ہون اور اتنی مرتبہ ارتداد کو اختیار کرکے کفر و شرک اور بت پرستی کے راستہ پر لگی ہو اُس کے متعلق کہان یہ اطمینان ہوسکتا ہے کہ اُس نے کتاب الٰہی اور توریت حقیقی کو اُس کی اصلی حالت پر رہنے دیا ہوگا یا اُس کی حفاظت مین کوئی اہتمام کیا ہوگا بلکہ اُس کی کفر پروری اور باطل پرستی کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اُس مین اپنی خواہش کے مطابق طرح طرح کے تصرفات کرکے اُسکو اپنے مذاق کے موافق بنالے اور پھر جبکہ ہم موجودہ توریت کے اندر جا بجا شرک و تعدد الٰہہ کے عقیدہ کی جھلک بھی نظر آتی ہے جس کا ایک نمونہ یہ ہے کہ توریت مین اکثر جگہ الٰہ یعنی "خدا" کی لفظ کے بجائے الٰہہ یعنی "خدایان" کی لفظ موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی

مذہبی انقلاد طبع کا اثر توریت کے اوپر پڑے بغیر نہین رہا تھا اور اُن کے شرک و صنم پرستی کے مسلسل رجحانات نے توریت کے اندر رنگ آمیزیان ضرور کی تھین ۔

(دوسرے) یہ کہ توریت کا اصلی نسخہ جو موسیٰ نے خود لکھکر اولادلادی کے سپرد کیا تھا اُسکے متعلق ہدایت یہ تھی کہ وہ تابوت عہد رب کے پہلو مین بیت المقدس کے اندر رکھا رہے لیکن اسکے بعد تابوت عہد رب مین جو انقلابات ہوے اُن مین اس نسخہ کا کچھ پتہ نہین چلتا ۔ ہم نے ان انقلابات کا پتہ بائبل کے پورے حوالون کے ساتھ درج کیا تھا اور پھر ہم نے لکھا تھا کہ اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جاے کہ یہ نسخہ تابوت کے پاس بیت المقدس کی محراب کے اندر موجود تھا تو کیا وہ اُن ہولناک تباہیون مین باقی رہسکتا ہے جو بیت المقدس کی عمارت مین رونما ہوے جن مین کئی مرتبہ بیت المقدس کے تمام خزانے اور وہان کی ہر چیز بلا استثنا لوٹ لی گئی تھی اور ایک مرتبہ بیت المقدس کو نجاست سے اس طرح پاٹ دیا گیا تھا کہ آٹھ دن اس کی صفائی مین صرف ہوے ۔ درایت کے اصول پر ان واقعات کو دیکھنے سے یہ یقین پیدا ہوجاتا ہے کہ توریت کا اصلی نسخہ باقی نہ تھا اور وہ انقلابات وحوادث کی نذر ہوگیا تھا ۔

(تیسرے) یہ کہ توریت کے اصلی نسخہ کے سوا کسی دوسرے نسخہ کا وجود بھی ابتدا مین پایا نہین (۷۱) جاتا تھا اور اُس کی اشاعت بالکل محدود تھی بلکہ بالکل نہ تھی ، اس لحاظ سے اگر اصلی نسخہ مفقود ہوگیا تو اُس کا قائمقام ملنا بھی ممکن نہ تھا ۔

اور اس لئے اُس کے بجاے کوئی دوسری کتاب ایجاد کرلی جاتی یا اسی مین کمی زیادتی کرکے تراش خراش کیجاتی تو عام طور پر اسکی شناخت کا کوئی ذریعہ نہین تھا ۔

اُسوقت کہ جب یوشیا بادشاہ کے زمانہ مین خلقیا کاہن نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ مجھے سفر الشریعۃ (توریت) دستیاب ہوا اور وہ سفر بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا تو اُسے ایسا عجیب سمجھا گیا کہ بادشاہ نے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور کاہنون کو بلاکر ہدایت کی گئی کہ وہ خدا کی بارگاہ مین توبہ کرین اسلئے کہ ان ہدایات پر جو اس دستیاب شدہ سفر مین مندرج ہین آجتک ہم نے اور ہمارے آباؤ اجداد نے عمل نہین کیا ۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس سے پہلے توریت کا کوئی نسخہ موسائیون کے ہاتھ مین موجود نہ تھا ۔

اپنی خدمات حکم انسان کی جبری کے نیچے قربان کرتے ہین۔ گائے دودھ قربان کرتی ہے۔ گھوڑے گدھے اونٹ خچر اپنی قوت برداشت کو انسان کے آرام کے لئے قربان کرتے ہین۔ بز و گوسفند دودھ اور صوف قربان کرتے ہین۔ والدین اپنا آرام بچّہ کے آرام پر قربان کرتے ہین اور اپنی کمائی اُسکی تربیت پر۔ استاد شاگرد پر اپنا دماغ قربان کرتا ہے۔ رعایا ٹیکسون کے طور پر اپنا مال حکومت کیلئے قربان کرتی ہے، اور حکومت اپنے ذرائع رعایا کی فلاح و بہبود کے لئے قربان کرتی ہے غرض جہان جہان آپ نظر پھیلانے جائین وہان وہان آپ کو قربانی کے اصول رائج ملین گے۔ اس مختصر تمہید سے یہ ثابت ہوا کہ اس دنیا کا نظم و نسق قربانی پر منحصر ہے۔ اگر قربانی کو اٹھا دیا جائے تو یہ تمام سلسلہ درہم برہم ہو جائے۔ پس قربانی کے اصول کو ذہنون مین محفوظ رکھنے کے لئے کم از کم سال بھر مین ایک دن ایسا ہونا چاہیے جسمین قربانی کا عام مظاہرہ ہو اسی لئے اسلام مین عید اضحیٰ یا عید قربان مقرر کی گئی۔

قربانی اسلام سے پہلے بھی تھی۔ بلکہ بدو آفرینش سے اس کا پتہ چلتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم مین پہلی قربانی کا ذکر ان الفاظ مین آیا ہے۔

واتل علیهم نبأ ابنی آدم بالحق اذ قربا قربانا فتقبل من احدهما ولم یتقبل من الآخر۔

اے نبی ان پر آدم علیہ السلام کے دو بیٹون کی خبر پڑھ جبکہ اُن دونون نے قربانی کی۔ ان مین سے ایک کی قبول ہوئی اور دوسرے کی قبول نہوئی۔

اور بائبل کی کتاب پیدائش ۴ مین بھی واقعہ ان الفاظ مین ذکر ہوا ہے:—

"چند روز کے بعد یون ہوا کہ قائن (قابیل) اپنے کھیت کے حاصل مین سے خداوند کے واسطے ہدیہ لایا اور ابل (ہابیل) بھی اپنی پلوٹھی اور موٹی بھیڑ بکریون مین سے لایا اور خداوند نے ابل کو اور اُسکے ہدیہ کو قبول کیا۔ پر قائن کو اور اُسکے ہدیہ کو قبول نہ کیا"

اس سے معلوم ہوا کہ ابل نے حیوانات کی قربانی گذاری تھی۔ اور تمام بائبل مین ایسی قربانی ہی کا ذکر ملتا ہے۔ ہم اختصار کے ساتھ ان کا ذکر کرتے ہین۔

پیدائش ۸ تب نوح نے خداوند کے لئے ایک مذبح بنایا اور سارے پاک چرندون اور پاک پرندون مین سے

جو دیوتا گھوڑے کے گوشت کو دیکھتے ہیں کہ کب ہون ہوگا اور جو یہ کہتے ہیں کہ پاک اور طیب خوشبودار ہون کرو۔ اور جو دیوتا گھوڑے کے گوشت کی ہون میں خواہش کرتے ہیں انکا سنکلپ بھی ہمکو سود مند ہو۔ اور گوپتھ براہمن ۳ ادل میں ہے کہ جس کھال سے ہون کے اعمال ادا ہوتے ہیں وہ ضرور گائے کی کھال چاہیئے۔

یجروید ادھیائے ۲۴ منتر ۲۸-۲۹ لے طاقتور دیوتا تیرے لئے سفید ہرن اور متر کیلئے لال ہرن یا گوری گائے اور ورن کے واسطے بھینس اور برہسپت کے واسطے گائے اور نوا شتر لوہار کے لئے اونٹوں کو قربان کیا جاتا ہے۔

قربانی کے متعلق ہنسا کا سوال پادر ہوا ہے۔ کیونکہ اگر ہنسا پر پورا عمل ہو تو چاہیئے کہ انسان سانس لینا اور پانی پینا ہی چھوڑ دے کیونکہ صرف ان ہی دو کاموں میں لاتعد ولاتحصیٰ جاندار مخلوق تلف ہو جاتے ہیں لیکن چونکہ قدرت کو یہ منظور ہے کہ اشرف المخلوقات انسان زندہ رہے اگر چہ اسکے لئے کروڑوں مخلوقات کی قربانی ہو تو ثابت ہوا کہ قدرت اسکے مقابل میں تمام ادنیٰ مخلوق کو ہیچ سمجھتی ہے اور انہیں صرف اسلئے پیدا کیا ہے کہ وہ کسی نہ کسی طرح اسکے کام آئیں۔

اہنسا کو پرمو دھرم کہنے والے خود اپنے ذاتی مفاد کے لئے اہنسا کرتے ہیں۔ جتنی گائیں انکے گھروں میں پلتی ہیں ان کے بچھڑوں کو دودھ کے لئے ترسایا جاتا ہے۔ اور وہ دودھ جو اُن کے لئے بنا ہے خود ہضم کیا جاتا ہے۔ بچھڑوں کی جان نہیں لی جاتی مگر انھیں زندہ درگور کیا جاتا ہے۔ اور آخر جب گائے سوکھ جاتی ہے تو اسے تھوڑے داموں میں قصاب کے حوالے کیا جاتا ہے۔ چنانچہ گاندھی جی کے اخبار ینگ انڈیا مورخہ ۵ نومبر ۱۹۲۵ء میں لکھا ہے کہ

گائیں زیادہ تر ہندوؤں ہی کے پاس ہے۔ اسلئے اگر ہندو لوچر ڈوں کے پاس گائے بیچنا بند بند کر دیں۔ تو قصابوں کی تجارت میں کساد بازاری آجائے۔

علاوہ براین اسی اخبار کی اشاعت اکتوبر و نومبر ۱۹۲۶ء میں مہاتما جی نے ہندو مذہب کا متفقہ فتویٰ لکھا ہے کہ :-

کہ ہندو مذہب نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ قربانی کے لئے کسی جانور کو مارنا ہنسا (تشدد۔ ظلم) نہیں۔ پس جب ہندو دھرم کے اس قائد اعظم نے ہندویت کا عمل بتلایا کہ جاندار کی قربانی کرنا ہنسا نہیں یعنی اہنسا پرمو دھرم بالکل درست اپنے مقام پر رہتا ہے تو پھر اگر قربانی کیلئے تو قربانی ہنسا نہ ہوئی۔

آزادی کا صحیح مفہوم

قوانین مذہب انسان کی امتیازی آزادی کے حامل ہین

(نوشتۂ جناب مولانا سید وجیہ الحسن صاحب فاضل پاردی)

انسان کا ارتقائی مسئلہ کئی نظریون کا منت پذیر بن گیا اسی بنا پر یہ نہین کہا جا سکتا کہ حقیقت کیا ہے حضرت ڈارون نے تو اپنی متخیلہ کو میمونی حدود مین لاکر چھوڑ دیا مگر ان کے علاوہ دیگر فلاسفہ نے آثار اور ترکیبون سے جو کچھ پتہ چلایا اوسمین قدیم اور جدید نظریے کے اختلافات اس حد پر آکے اتحاد کی صورت مین تبدیل ہو جاتے ہین کہ انسان مین حیوانی خصوصیات بھی ضرور پائے جاتے ہین یہی وجہ تھی کہ فلاسفہ قدیم نے حیوان کے مفہوم کو مرتبہ جنسی مین رکھا اور اسکے مختلف اقسام کو انواع قرار دیا۔

لہذا چونکہ اپنے جنسی حدود کے اندر انسان حیوانون کا دوش بدوش ہے اسلئے یہ بجا طور پر اپنی طبعی اور فطری آزادی پر خوش اور پابندیون سے متنفص ہوگا مگر اسی کے ساتھ یہ بھی اسکا تقاضائے فطرت ہی ہوگا کہ جہان سے دیگر حیوانون پر اسکو امتیاز حاصل ہوتا ہے وہین سے اون امتیازی قوانین کا پابند بھی ہونا چاہیے جو اسکی نوعیت کو باقی رکھین اسلئے یہ لازمی چیز ہوگی کہ وہ اپنی آزادی کا تجزیہ کرے اور دیکھے کہ اوسکی آزادی وحشی حیوانون سے ٹکراتی تو نہین مگر ایسا ہے کہ وہ بالکل دوش بدوش جا رہا ہے تو دو ہی صورتین ہو سکتی ہین یا تو وہ حلقۂ انسانیت سے نکل جائے یا اپنے پائے آزادی کو نوعی قوانین کی زنجیرون سے جکڑ دے یہ تو ممکن ہے کہ کوئی شخص وحشی حیوانون ہی کی طرح زندگی گذارے لیکن وہ انسان صورت جانور کہا جائیگا اور بس۔

مذکورہ بالا سطور ہمارے دل مین ایک قدری سوال پیدا کرتی ہین کہ وہ کون سی آزادی ہے جو اپنی نوعیت کو باقی رکھتے ہوئے بھی انسان کو آزاد ہی رکھتی ہے؟

اس سوال کے جواب مین ہم کو سب سے پہلے اس کی ضرورت ہے کہ آزادی کے معنی سمجھ لین آزادی کے

لیکن اس مذبح پر سوختنی قربانیاں چڑہائیں۔

پیدائش ۱۲ اور ابرام نے وہاں خداوند کے لئے جو اسپر ظاہر ہوا ایک قربان گاہ بنائی۔

" ۳۵ اور خدا نے یعقوب کو کہا کہ اُٹھ بیت ایل (بیت اللہ) میں جا۔۔۔ ایک مذبح بنا

خروج ۱۹ حالات حضرت موسیٰ علیہ السلام میں لکھا ہے۔ ہم کو تین دن کی راہ بیابان میں جانے دے تاکہ ہم خداوند اپنے خدا کے لئے قربانی کریں۔

" ۱۲ میں عید فسح کی قربانی کا حکم اس طرح وارد ہے۔

"اسرائیلیوں کے سارے گروہ سے یہ بات کہو کہ اس مہینے کے دسویں دن ہر ایک مرد اپنے اپنے باپ دادوں کے گھرانے کے مطابق ایک برہ گھر پیچھے یا ایک برہ اپنے لئے لے۔۔۔ تمہارا برہ بے عیب چاہیئے نر یکسالہ ہو تم بھیڑوں میں سے یا بکریوں میں سے لیجیو اور تم اُسے اس مہینہ کی چودھویں تک رکھ چھوڑیو اور اسرائیلیوں کے فرقے کی ساری جماعت شام کو ذبح کرے۔

یہاں ایک خاص قربانی کا ذکر کرنا بے محل نہ ہوگا جو حضرت ہارون علیہ السلام اور آپکے بیٹوں کی تقدیس و تطہیر کے لئے کی گئی۔ اور یہ اہتمام تقدیس اور کسی کے لئے نہیں ہوا۔

کتاب خروج باب ۲۸-۲۹ میں اسکی تفصیل ان الفاظ میں ہے:-

باب ۲۸ ۲ تا ۵۔ اور تو مقدس لباس ہارون کے لئے جو تیرا بھائی ہے عزت و حرمت کے واسطے بنا اور تو ان سب روشن ضمیروں کو جنھیں میں نے حکمت کی روح سے بھرا ہے کہ لباس ہارون کے لئے بنادیں تاکہ وہ مقدس بنے اور میرا کاہن ہو۔۔۔۔ اور ایک لباس تیرے بھائی ہارون اور اُسکے بیٹوں کیلئے بنا دیں تاکہ میرے لئے کاہن ہوں۔

۴۱ - ۴۰ اور ہارون کے بیٹوں کیلئے کرتے بنا اور اُنکے لئے کمربند اور ٹوپی واسطے عزت و حرمت کے بنا اور تو یہ سب ہارون کو جو تیرا بھائی ہے اور اسکے بیٹوں کو اسکے ساتھ پہنا اور اُن سبکو پاک کر کہ وہ سب میرے لئے کاہن ہوں۔

باب ۲۹ اور وہ جو تو ان کے لئے کریگا تاکہ وہ پاک ہوں اور میرے کاہن ہوں سو یہ ہے کہ تو ایک جوان بیل اور دو مینڈھے بے عیب لے۔۔۔ پھر ہارون اور اُسکے بیٹوں کو جماعت کے خیمے کے دروازے پر لا اور اُن کو پانی سے نہلا اور تو وہ لباس لے اور ہارون کو کرتہ اور افود کا جبہ اور افود اور چپراس پہنا اور اسکو افود کے ٹپکے سے باندھ اور تو عمامے کو اُسکے سر پر رکھ اور تقدس کا تاج عمامے پر لگا۔۔۔ پھر اسکے بیٹوں کو آگے لا اور کرتے ان کو پہنا اور کمربند ان پر یعنی ہارون پر اور اسکے بیٹوں پر اور تو اُن کو پگڑیاں پہنا تاکہ کاہن ہونا ان کا حق ہمیشہ کے لئے ہو اور ہارون

اور اسکے بیٹون کو مخصوص کر۔ پھر تو اس بیل کو جماعت کے خیمے کے آگے لا اور ہارون اور اسکے بیٹے اپنے ہاتھ اس بیل کے سر پر رکھین اور اسکو رو برو خداوند کی جماعت کے خیمے کے دروازے پر ذبح کر۔۔۔ پھر تو ایک مینڈھا آگے لا اور ہارون اور اسکے بیٹے اپنے ہاتھ اس مینڈھے کے سر پر رکھین اور تو اس مینڈھے کو ذبح کر۔۔

(اسی طرح دوسرے مینڈھے کو ذبح کر)

یہ ہارون اور اسکے بیٹون کا سب بنی اسرائیل کی طرف سے بطور ہمیشہ کی رسم کے ہوگا۔

اور وہ پاک لباس جو ہارون کیلئے ہے چاہیئے کہ اسکے پیچھے اسکے بیٹون کے واسطے ہو کہ وہ اس مین تیل چپڑے جاوین اور اسی مین کہانت ان کے ہاتھ سونپی جائے۔

مین جماعت کے خیمے کو اور قربان گاہ کو مقدس کرونگا اور مین ہارون کو اور اسکے بیٹون کو مقدس کرونگا تاکہ وہ میرے کاہن ہون۔

باب ۴۰۔ اور ہارون کو مقدس لباس پہنا اور اسکو چپڑ اور اسے مقدس کر تاکہ کاہن کا کام میری خدمت مین کرے اور اسکے بیٹون کو نزدیک لا اور ان کو کرتے پہنا اور ان کو چپڑ جیسے ان کے باپ کو چپڑا ہے تاکہ وہ کاہن کا کام میری خدمت مین کرین اور یہ مساحت ان کے لئے اور ان کے قرنون کیلئے ہمیشہ کی کہانت کا باعث ہوگی۔

کتاب احبار کے ابتدائی حصہ مین قربانیون کا طریقہ بتلایا گیا ہے اور قربان گاہ پر قربانیاں چڑھانا انکا فریضہ کاہن کے سپرد کیا گیا ہے اور باربار ان الفاظ کا اعادہ ہے "بنی ہارون جو کاہن ہین"۔

کتاب گنتی باب ۳ مین ہے اور ہارون اور اسکے بیٹون کو مقرر کر تاکہ وہ کہانت کی خدمت مین مشغول ہون اور اگر کوئی اجنبی نزدیک آئے تو مار ڈالا جائے۔

باب ۱۰ مین انکے ذمہ ایک اور کام رکھا گیا۔ اور ہارون کاہن کے بیٹے نرسنگے (صور) پھونکا کرین (تاکہ جماعت جمع ہو اور لڑائی کے لئے کوچ کرے) اور یہ تمہارے قرنون مین ابدتک رسم کے طور پر جاری رہے۔

باب ۲۵ مین کاہن سوم فینحاس کے متعلق خداوند نے فرمایا کہ اس نے میرے قہر کو بنی اسرائیل پر سے پھیرا کہ ان کے بیچ اسے میرے لئے غیرت آئی سو مین نے اس سے اپنا صلح کا عہد باندھا سو وہ اسکے لئے ہوگا اور اسکے بعد اسکی نسل کے لئے کہانت کا عہد ابدی ہوگا۔ کیونکہ وہ اپنے خداوند کے لئے غیرت مند تھا اور اس نے بنی اسرائیل کے لئے کفارہ دیا۔

پہلی متون مین سوختنی قربانی ہوتی تھی اور یہ ہندو کتب مین بھی ملتی ہے۔ چنانچہ یجر وید ادھیائے ۲۵ منتر ۳۵ مین ہے

معنی دو حیثیتوں سے بیان کئے جا سکتے ہیں ایک منفی اور دوسرے مثبت بالفاظ دیگر بمعنائے سلب وایجاب ۔
اسکے سلبی معنی تو یہ ہیں کہ انسان کے جائز افعال کے لئے کوئی روک ٹوک نہ ہو جسمین یہ بات بھی داخل ہو کہ دوسروں کی آزادی کو بھی اوسی حد پر باقی رہنے دے جس حد پر خود ہے اثباتی معنی کے لئے ایک لفظ "انسانی زندگی کی وسعت" کہا جا سکتا ہے جسمین قوت فکر تخیل اور دیگر قوائے ظاہر و باطن کی بتدریج لیکن مستقل ترقی اور اسکے تمام ارادوں اور منصوبوں کا استحکام وغیرہ شامل ہے ۔
دونوں معانی کو دیکھتے ہوئے ایک غائر نظر ڈالنے والا یہ کہہ اٹھے گا کہ دونوں مفہوموں کا محصل ایک ہی ہے یعنی اگر خارجی وجود ان مفاہیم کا ہوگا تو لازمی طور پر ایک ہی صورت میں ہوگا ۔
شاید یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ میں نے آزادی کی جو تعریف کی ہے اوس سے نہ کسی کو اختلاف ہوگا اور نہ اس معنی کے صحیح ہونے کی صورت میں انسان اپنی آزادی کی رو میں اپنی اوس نوعیت سے الگ ہو گا جسکو میں پہلے بتا آیا ہوں ۔
اس سے کسی طرح انکار نہیں کیا جا سکتا کہ انسان کی آزادی کو کوئی بڑی سے بڑی طاقت سوا خالق آزادی کے نہیں روک سکتی وہ فطرتاً آزاد ہے اور اپنے حدود کے اندر تمام انسان ایک حیثیت آزادی پر ہیں حقیقت ہے کہ اگر انسان جس کو آزاد پیدا کیا گیا ہے قوانین خارجیہ کی پابندیوں میں مسلسل کر دیا جائے تو اوس میں کسی قسم کی ترقی نہیں پیدا ہو سکتی کسی گورنمنٹ یا سلطنت کی ترقی کسی طرح نہیں کہی جا سکتی کہ اوسکے قوانین نہایت سخت اور جکڑ دینے والے ہیں بلکہ رعایا میں بجائے خارجی قوانین کی پابندی کے اخلاقی اور معاشرتی و تمدنی قوانین جو ہر فرد میں فطرتاً ودیعت کر دئے گئے ہیں اونکی پابندی کا پیدا ہو جانا ہے ۔
بالکل بات ہوگی اگر میں یہ عرض کروں کہ اسلام و رسول اسلام نے یہی تو کیا کہ اپنے عمل سے تمام حلقہ بگوشوں میں یہ اسپرٹ پیدا کر دی کہ وہ خود بخود اپنے کو پابند سمجھنے لگے تھے اور ان میں یہ احساس تھا کہ یہ بات ہم نے کس قانون اخلاق کے ماتحت کی ہے یہی وجہ تھی کہ جرائم کا اقبال اور پھر بادشاہ اسلام کے سامنے اور اوسپر سزا کو خندہ پیشانی سے قبول کر لینا اون کے انبساط میں تموج پیدا کر دیتا تھا ۔
بہرحال جب کوئی قوم عالم وجود میں آتی ہے تو اوس میں شخصی آزادی کا پیدا ہونا ہی انسان کی دلیل ہوتی ہے

کردہ ترقی کر سکے گی مگر اس شخصی آزادی کو اس حد پر پہونچ کے روکنا بھی پڑتا ہے جہاں سے دوسرون کی آزادی معرض خطر مین آجائے ورنہ اگر ایسا نہ کیا جائے تو نہ اخلاق مین روشنی پیدا ہوگی نہ امن و عافیت برقرار رہے مگر اس حالت مین بھی اتنا روکنا درست نہیں ہو سکتا کہ وہ بغیر کسی قانون کی آڑ سے جنبش ہی نہ کر سکے اس صورت مین بجائے ترقی کے ملک و قوم مین تنزل شروع ہو جائیگا ۔

صرف آزادی کی صورت مین لوگ صنعت و حرفت کو ترقی دے سکتے ہین آزادی ہی کی حالت مین تجارت کو رونق و ترقی ہو سکتی ہے آزادی ہی مین ایک شخص اپنے خاندانی اور خانگی تعلقات کو نباہ سکتا ہے آزادی کی حالت مین رفتہ رفتہ تمدنی تعلقات مضبوط و منتظم ہونے ہین آزادی ہی وہ شے ہے جس سے انسان کا دماغ نیک و عمدہ تجاویز اور نیک خیالات سے آراستہ ہو اور اپنے عمدہ ارادون اور طبعی شوق اور قلوب کی تہذیب کرے یہی چیزین ہین جن سے ایک قوم آراستہ ہو تو سلطنت و ملک کی ترقی کا سبب قرار پائیگی ۔

کسی ملک و قوم کی آزادی دو ہی طرح سے محدود ہو سکتی ہے ایک تو قوانین اخلاق سے اور دوسرے خارجی قوانین سے جو ملک کے قوانین کہے جاتے ہین ۔

مگر ان دونون قسم کے قوانین مین آزادی کا پہلو بھی مضمر ہوتا ہے اول الذکر مین اس طرح سے کہ حقوق کا جہان تک تعلق ہے اس کو ادا کرنا اخلاقاً لازمی ہوتا ہے تاکہ وہ سوسائٹی مین رہ کر غصب حقوق کر کے دوسرون کی آزادی مین خلل انداز نہ ہو انھین فرائض و حقوق کی پابندی کا نام مجموعی حیثیت سے آزادی کی صورت مین تبدیل ہو جاتا ہے اسلئے کہ پھر کوئی شخص اپنے دباؤ سے نہ کمزورون کو غیر آزاد بنا سکتا ہے نہ حقیقتاً کمزوری و طاقت کا سوال ہی باقی رہتا بلکہ ہر شخص نہایت چین اور بے فکری سے زندگی بسر کرتا ہے اسی لئے کہ کسی کو نہ اپنے حق کے ضایع جانے کا خیال ہوتا نہ کسی کا حق لینے پر آمادگی، اور قوائے ملک کی گرفت صرف اسلئے رکھی گئی ہے کہ انسان تنازع للبقا کی جد و جہد مین فطرتاً حریص واقع ہوا ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے وہ جلب منفعت کے میدان مین حد سے آگے بڑھ جاتا ہے لہذا کچھ قوانین ہونے چاہئین جو اسکی حقیقی آزادی کو غیر محدود بربریت و وحشت سے تبدیل نہونے دین بلا ایک فطری حد پر لاکے پھر اس کو آزاد کر دین ۔

قانون کا کام ہی یہ ہے کہ وہ حد بندی کرے اور سوسائٹی کے ہر ممبر کے لئے کامون کے حدود مقرر کردے
اور اس طرح رفاہ عام کی نگرانی رکھے، قانون انسان کی خیالی اور مفروضہ آزادی کا کچھ خیال نہین
کرتا اس لئے کہ اگر انسان کو خود مختار چھوڑ دیا جائے تو اسکی بدعنوانی کی کوئی حد نہ رہے۔
اسی مبنی کے اوپر تمام ملکی قوانین بھی بنائے جاتے ہین اور خداوند عالم نے شرائع کا بھی انسان کو
پابند بنایا اس لئے کہ یہ لازم ہے کہ اسکی مرضی کا میدان محدود کر دیا جائے اور اوسکے حوصلہ و لیاقت اور
تمام لوگون کی مصلحت کے موافق اُسے اپنی مرضی کے کام مین لانے کے لئے میدان مین وسعت دیجائے۔
غرض قانون کی نظر مین خواہ شرعی ہو یا ملکی آزادی اس کا نام ہے کہ اگر کوئی کسی کام کو کرنا چاہتا ہو
تو کرسکے اور نہ کرنا چاہے تو نہ کرے لیکن ان سب مین یہ دیکھنا ہے کہ آیا وہ حق جائز ہے یا ناروا۔

پردہ

ازقلم: عالیجناب سید محمد عباس صاحب ایم اے ریسرچ اسکالر (لکھنؤ یونیورسٹی)

ذیل کا مضمون مسلم ریویو لکھنؤ بابت نومبر و دسمبر ۱۹۳۵ء میں مسٹر احمد حسن جیب کے قلم سے شائع ہوا ہے جس میں پردہ کے محاسن اور اسکے ترک کے نقائص اور ممالک مغربیہ پر اُن کا اثر وغیرہ بہت خوبی سے بیان کیے گئے ہیں۔ اس مضمون کا ترجمہ ناظرین حقائق کیلئے شائع کیا جاتا ہے۔

" فی زمانا پردہ کے نام ہی سے لوگوں کے دلوں میں ایک تنفر سا پیدا ہوتا ہے اسلیے کہ ہمارے چشم تصور میں فوراً "قیدخانہ" اور مرغان قفس" کی تصویر پھرنے لگتی ہے پھر ایسی " مہلک رسم" کے لئے ہماری طرف سے سوائے اظہار نفرت اور کیا امید کیجا سکتی ہے عقلمند گیہوں اور اسکی بھوسی میں امتیاز کر سکتے ہیں مگر بیوقوف جو بغیر سمجھے بوجھے آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں رسوم پر اصول کا دھوکا کھاتے ہیں وہ سونے کو برا کہہ دیتے ہیں اسلیے کہ وہ بطور رشوت استعمال ہوتا ہے خیر ان لوگوں سے ہمیں مطلب نہیں۔ ہمیں صرف عقلمندوں سے مطلب ہے کم از کم وہ لوگ جنہیں کچھ بھی فہم و ادراک ہے اُن کو ہم سمجھائے دیتے ہیں کہ حقیقی اسلامی پردہ عورتوں کیلئے "قیدخانہ" نہیں ہے اگر اپنے شوہروں کی خودغرضی یا اپنی ذاتی جہالت سے وہ ابتک "مرغان قفس" کی بدبخت زندگی بسر کرتی رہی ہیں تو اسمیں اسلام کا کیا قصور ہے۔ یہ اسلام ہی تھا جس نے سب سے پہلے ایسے زمانے میں مساوات آزادی اور حقوق کی تبلیغ کی جبکہ عورتوں کو مردوں کے مساوی کہنا کفر سمجھا جاتا تھا آزادی نسوان کا ذکر تو خدا کی پناہ؟ اسلام نے عورتوں کو ایسے وقت میں آزادی عطا کی جب وہ غلاموں اور دیگر اسباب کے مثل سمجھی جاتی تھیں۔ دین مسیحی عورتوں کو ابتدائی گناہ کا ذمہ دار قرار دیتا ہے اور اسپر بہت خراب اور ناپاک مخلوق ہونیکا الزام لگاتا ہے ہندو دھرم اُسکے ساتھ ایسا حقارت کا برتاؤ کرتا ہے جیسا ایک نجس کتے کیساتھ کیا جاتا ہے۔ یہ اسلام تھا جو اپنے ساتھ شفابخش برکتیں لیکر آیا اور بہ آواز بلند اس بزرگترین کتاب (قرآن مجید) میں اعلان کر دیا کہ "شریعت اسلام کے مطابق تمام وہ حقوق جو مردوں کو عورتوں پر حاصل ہیں عورتوں کو بھی مردوں پر حاصل ہیں"۔

انگلستان اور دیگر ممالک میں عورتوں کو حق انتخاب ملنے سے بہت قبل اسلام اُن کو یہ حقوق دے چکا تھا اسکے بعد کی

تحریکات محض کتاب اسلام (قرآن) سے مستعار لیگئین۔ اور یہ کہنا کوئی مبالغہ نہین ہے کہ مہذب یورپ اور امریکا کی عورتون نے آجتک اسکے نصف حقوق بھی نہین حاصل کئے ہین جو اسلام ان کو تیرہ سو برس قبل عطا کر چکا تھا لیکن عیسائی ممالک کی آزادی نسوان اور اسلام کی آزادی نسوان مین ایک اہم اور قابل امتیاز تفرقہ ہے۔

مسلمان عورتون کو اپنی آزادی کیلئے اسلام کی خلاقی منظوری حاصل ہونا ممکن ہے لیکن جو آزادی مغرب نے اپنی عورتونکو دے رکھی ہے اُسکے لئے کوئی خلاقی منظوری نہین لیجا سکتی۔ اسلئے کہ عورتون کو مفروضہ آزادی اور مساوات دیکر مغرب نے بہت مقدس اصول مذہب عیسوی کی صریحی مخالفت کی ہے۔ اگر آج سب عیسائی سچے عیسائی بنجائین تو وہ سب کے سب اسلام قبول کرلینگے اسلئے کہ موجودہ انجیل کے احکام اُن کو سوائے سمندر مین ڈوب جانے کے کوئی زندگی کا راستہ نہین بتا سکتے۔

چند حوالے انجیل سے ملاحظہ ہون:—

"بیبیو! اپنے شوہرون کی اطاعت کرو"۔

"جس طرح گرجا عیسیٰ کے زیر حکومت ہے۔ اسی طرح عورتون کو چاہیئے کہ ہر امر مین وہ اپنے شوہرون کے زیر حکومت رہین لیکن مین نہین اجازت دیتا کہ کوئی عورت تعلیم دے یا مرد پر غاصبانہ حکومت کرے بلکہ اسے خاموش رہنا چاہیئے۔ کیونکہ آدم کی خلقت حوّا سے پیشتر ہوئی اور آدم کو دھوکا نہین دیا گیا بلکہ عورت نے دھوکا کھانے کے بعد نافرمانی کی"۔

مین کثرت سے مثالین پیش کرسکتا ہون کیونکہ عیسائی مذہبی کتابین زیادہ تر عورتون کو مجرم اور حقیر ثابت کرتی ہین مگر مجھکو ایک اور نمایان فرق ظاہر کرنا ہے جب عیسےٰ کی ماں اور رشتہ دار اُنھین دیکھنے آئے تو انکی زبان سے یہ الفاظ نکلے کہ "میری ماں۔ اور بھائی کون ہین؟" برخلاف اسکے حضرت محمدؐ فرماتے ہین کہ "بہشت ماں کے قدم کے نیچے ہے"۔

ہندو مذہب بھی اگرچہ عورتون کا دشمن ہے مگر کم از کم اُن کے وجود کو بچاتا ہے گو ان کو عمر بھر محکوم رہنے کا ذلیل درجہ دیتا ہے اب ہم منو کے اقوال سے چند مثالین دیتے ہین:—

"عورتون کو روز و شب مردون کا مطیع اور فرمانبردار رہنا چاہیئے"۔

"بچپن مین باپ اُنکی دیکھ بھال کرتا ہے جوانی مین ان کے شوہر اور بڑھاپے مین اُنکے لڑکے انکی حفاظت کرتے ہین"

"عورت کو کبھی خود مختار نہ ہونا چاہیئے"۔

"چاہے میاں طوائف اعتدال سے گزرا ہوا یا عادات خیک سے جاہی ہی کیوں نہو مگر پھر بھی ایک نیک بی بی کو چاہیئے کہ شوہر کو مثل دیوتا کے سمجھے"۔

ہندو مذہب مین لڑکی کی پیدائش بد بختی کی دلیل ہے اگرچہ پورے طور پر قابل لعنت نہین اسکے مقابل مین ہمارے آقا حضرت محمدؐ لڑکی کی ولادت کے باب مین یون فرماتے ہین کہ "اگر کسی عورت کے یہان لڑکی پیدا ہوتی ہے اور وہ اسکی اچھی طرح تربیت کرتی ہے تو وہ آتش دوزخ سے نجات پائیگی"۔

کچھ اور اسلامی مثالین قابل لحاظ ہین :

"تمھاری بیبیان تمھارے لباس ہین اور تم لباس ہو انکے لئے"۔ (قرآن)

"عورتین مردون کا نصف جز و مساوی ہین"۔ (حدیث رسول)

"کیا تمھین نہین معلوم کہ عورت مستحق اجر کثیر ہے کیونکہ بیشک خدائے قادر بہشت مین مرد کا درجہ بلند کرتا ہے جب اسکی بی بی اس سے خوش ہو کر اسکے لئے دعا کرتی ہے"۔ (حدیث رسول)

غالباً موضوع سے میرا اسقدر انحراف بجا ہوگا لیکن اب مین پھر اسی مطلب کی طرف رجوع کرتا ہون اور یہ ثابت کرنا چاہتا ہون کہ پردہ (یعنی اسلامی پردہ) محض بیہودہ ہی نہین بلکہ مہذب دنیا کی حقیقی کامیابی کے لئے لازم و واجب ہے۔ مین پردہ نہ کرنیکی بابت قانون اسلام کے الفاظ و معنی کے مطابق ظاہر کرنا چاہتا ہون کسی اور مصنف نے پردہ کو حقیقی اسلامی نقطہ نظر سے جانچا ہے اور قرآن و احادیث سے تفصیلی حوالے بھی دیکھا ہون لیکن مضمون ہذا کے محدود میدان مین رہتے ہوئے شاید ہمارے مطلب کیلئے یہ کافی ہوگا کہ ہم اسلامی پردہ کے اصول مندرجہ ذیل چند سطرون مین جمع کر دین :۔

"عورتون کو پبلک مین صرف اسوقت آنا چاہیئے جب کوئی ضرورت شدید واقع ہو۔ خواہ یہ ضرورت خانگی ہو یا معاشرتی یا قومی۔ باہر جاتے وقت انھین اپنے جسم کو اچھی طرح چادر سے لپیٹ لینا چاہیئے۔ ان کو سڑکون پر حیا اور عفت کیساتھ نظر نیچی کئے ہوئے چلنا چاہیئے اور اپنے زیورات کی نمائش نہ کرنا چاہیئے نہ کوئی ایسا مظاہرہ کرنا چاہیئے جو مردون کو انکی طرف جذب کرے اور وہ ان پر نظر کرین۔ اجنبی لوگون سے بات کرنے مین انھین اپنی آواز پر قابو رکھنا چاہیئے اور شیرین و دلکش انداز سے نہ بولنا چاہیئے"۔

اسلامی پردہ کی یہ اجمالی تفصیل ہے۔ لیکن قبل اسکے کہ ہم یہ دیکھیں کہ دنیا میں بغیر پردہ کے کیا ہو رہا ہے
یہ ضروری ہے کہ دو قسم کے گناہوں میں امتیاز کیا جائے۔ ایک ان میں سے جس کا نتیجہ خجالت ہے اور دوسرا جس کا
نتیجہ غرور۔ ذیل کے صفحوں میں ہم یہ ثابت کرینگے کہ جو لوگ قولاً و عملاً پردہ کی مخالفت کرتے ہیں (یہاں میرا
اشارہ بالخصوص مغرب کی طرف ہے) ایک غرور انجام گناہ میں مبتلا ہیں۔ اور وہ لوگ جو اسکو معنوی طور پر قبول
کرتے ہیں مگر بشری کمزوریوں کی بنا پر اسکی پابندی سے قاصر رہے ہیں وہ خجلت انجام گناہگار ہیں
جو اپنے کئے پر پشیمان اور ذلیل ہوتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ اعلان گناہ سے اخفائے گناہ زیادہ اچھا ہے۔
یہ اخفا کم از کم اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ ہم اپنے فعل پر شرمندہ ہیں اور گناہ کا اعلان کرنا اپنی بداعمالی
پر اصرار اور اسکو صحیح ثابت کرنا ہے اور آجکل مغرب نے گناہوں کی اشاعت ہی نہیں کرتا بلکہ ان کو درست
ثابت کرنیکی کوشش بھی کرتا ہے۔

لوگ وکٹوریا کے عہد کی عورتوں کو مردوں کی آزادی میں ایک رکاوٹ خیال کرتے ہیں گویا اسکی حیثیت ایک
درخت سے لپٹنے والی بیل (عشق پیچاں) کی سی ہے۔ اسکی خوبی بس یہی ہے کہ وہ کسی کام کے لائق نہیں وہ کوئی ذاتی
رائے نہیں رکھتی۔ وہ اپنے شوہر یا گھر کے بزرگ مردوں سے نتائج معلوم کرنیکو تیار اور معاملات بیرونی میں کسی قسم
کی رائے زنی سے بے تعلق ہے۔ یہ بیہودہ اور لغو قیاس آرائیاں ہیں۔ ہزار ہا برس کی مدت میں کہیں وکٹوریا کے
زمانہ کی سی عورتیں پیدا ہونگی اسلئے کہ وکٹوریا کے عہد کی عورتوں نے سلطنت برطانیہ بلکہ تمام دنیا میں بےنظیر شان
شوکت اور لاجواب شرافت کا مظاہرہ کیا ہے۔ نائٹ انگیل عہد وکٹوریا کی عورتوں کا ایک نمونہ تھی اور اسی کی ایسی
بہت اور تھیں۔ یہ عورتیں تقریباً اسلامی طریقہ کا پردہ کرتی تھیں حالانکہ اس سے واقف نہ تھیں۔ اور حقیقتاً یہ
ضرورت بھی نہ تھی کہ ان کو اسلامی پردہ کے قواعد بتائے جاتے اسلئے کہ اسلام مبنی ہے فطرت انسانی اور خلقت انسانی پر
اور اس نے اس زمانے کے مناسب شرم و حیا کرکے جو دوسرے زمانوں کے لئے ایک اچھا نمونہ بن سکتی تھی اور اپنے
جسم کو اچھی طرح لپیٹ کر اور اپنے چہرہ کو باریک برقع سے چھپا کر اپنی فطرت اور خلقت کے احکام پر عمل کیا
اور اس طرح بہت مقدس اصول اسلام کی پیروی کی۔ یہ تھی زمانہ وکٹوریہ کی عورت۔
زمانہ حال کی عورت ایسی نہیں ہے۔ اسنے اپنی پردادی کے زمانہ کا پردہ ترک کردیا اور پردہ کیا تھا

اسکی اطاعت گذاری حیاداری اور عفت سب رخصت ہوگئیں۔ روزانہ جہان کہیں ہم سے مغربی خیالات کے لوگوں سے ملاقات ہوتی ہے ہمکو نمایان اور کھلے ہوئے ثبوت ملتے ہیں۔ ہم موجودہ پریس (کتب اخبار ور رسائل) دیکھتے ہیں اور اسمین ہمکو ہر قسم کی بیہودہ اور برہنہ عورتوں کی شکلیں نظر آتی ہیں اور برہنہ لوگوں کی نوآبادی کے متعلق دلچسپ مضامین ہوتے ہیں۔ ہم سینما کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور وہان بھی وہی صنف پرستی ہے جو بالکل خلاف اخلاق اور شرم وحیا سے مبرا معلوم ہوتی ہے۔ ہم مصوری کی طرف رخ کرتے ہیں اور وہان بھی ہم کو حسینوں کا عشق دکھائی دیتا ہے جو بظاہر صرف برہنہ عورتوں کی شکلوں ہی مین پایا جاتا ہے یہ سب چیزیں عہد حاضرہ کی سیرتوں کی اصلی صورت گری کرتی ہیں۔ وہ لوگ جو خود برہنہ رہتے ہیں اُن کو برہنہ اور نفرت انگیز تصویرین دیکھکر ذرا بھی اخلاقی پشیمانی نہیں ہوتی مس کے فرلہنس کے متعلق لکھتے ہیں کہ وہ اِلی ڈومین "سب سے زیادہ کپڑون میں ملبوس رہتی تھی" حالانکہ اسکی ایک تصویر جو اسٹیٹسمین مین چھپ چکی ہے اسکو ایک سفید تافتہ کی لباس مین ظاہر کرتی ہے جسکا گریبان بہت بیحیائی کیساتھ نیچا ہے اور آستینیں جو شانون کے بالکل دیر واقع ہین انکی شاندار ننگائی کی نمائش کرتی ہیں سامنے سے سینہ قریب قریب کھلا ہوا ہے۔ دامن اسطرح تصویر مین لپٹا ہوا ہے کہ اسکی مصنوعی ابھرتی ہوئی جوانی کے صدود لباس کی چست بیٹھنے والی کاٹ میں اپنی اصلی ساخت قائم کئے ہوئے ہیں کمر کے گرد ایک پیٹی بندھی ہے تاکہ اسکے سینہ کا ابھار بالکل صاف نظر آئے اور پیٹھ تو بالکل برہنہ ہی ہے یہ سب فقط شرمناک ہی نہیں بلکہ برا گناہ ہے۔ مین نے بیان کردیا کہ آجکل کس طرح بے خوف ہوکر گناہ کا اعلان کیا جاتا ہے اب ہم کٹساس کی پیٹیون کی اشتہار کی نقل پبلک کے سامنے پیش کرتے ہیں :۔

کٹساس جدید طرز کے مطابق جسم کو ڈھالتا ہے"

"کٹساس کی کمرین اور پیٹیان اپنے زنانہ جادو مین بیحد دلکش ہیں۔ وہ باہنر بھی ہیں اور دیکھو وہ اپنی قوت ترغیب مین کیسی چالاک ہیں انکی اداؤن کے سامنے فطرت کے بے توجہی کے عیوب فنا ہوجاتے ہیں" اخلاق مذاق اگر آجکل کی طرح مردہ نہ ہو تو یقینی اس قسم کے اشتہارات اخبارون کی اشاعت کا سدباب کرنے کیلیے کافی ہیں جو اُن کو چھاپتے ہیں ۔

مغرب کے اخلاقی انحطاط کی انتہا کہیں اور اتنی نمایان نہیں جسقدر فلمون مین ہے اور کوئی عجب نہیں ہے اگر

پونے فلم کے پردہ کی موجودہ حالت کو مہلکانہ بداخلاقی ظاہر کیا ہے۔ اسٹیمین کی مشہور لندنی نامہ نگار عورت کرا ایل۔ ایم۔ اپنے مصنفہ فلم "مین ملکہ نہین ہون" مین عہد حاضر کی شادی اور طلاق پر باین الفاظ طعن کرتی ہے! "پانچ مرتبہ شادی کی اور "شادی کے گھنٹے کی آواز تمکو ہوشیار کرنے والی گھڑی کی آواز کیون معلوم ہوتی ہے" عصر حاضرہ کی شادی مین ترقی یافتہ مغرب کی شادی کے متعلق کہتا ہون کہ وہ عیاشی اور زناکاری سے بہتر نہین ہے۔ شوہر و زوجہ الفاظ کے قدیم اور مقدس معنون کے اعتبار سے وا جار نہین سمجھے جاتے رشتہ نکاح کی بنا بجائے محبت اب نفس پرستی پر ہے۔ کبھی اولاد باعث برکت سمجھی جاتی تھی اب مسلمہ طور پر وہ باعث زحمت ہے۔ مگر شکر کرنا چاہیئے۔ سامان انسداد ولادت (برتھ کنٹرول) کی اعانت کا (یہان ضرورت ام الایجاد ثابت ہوئی) کہ ایک طرف تو اُس نے اس زحمت مین کمی کر دی اور دوسری طرف بداخلاقی کو زیادہ آسان اور عام کر دیا اور طلاق بھی اپنے مقاصد مین اتنا ہی اخلاق سوز ہے جتنا کہ برتھ کنٹرول۔ درحقیقت مغرب مین طلاق کی ابتدا بہت خراب ہے، مذہب عیسوی کی طرف سے "خدا ساز رشتہ اتحاد" کو توڑنے کی ممانعت پر اہل مغرب نے طلاق جاری کیا۔ اسلئے کہ کچھ عرصہ کے بعد زن و شوہر مین دلچسپی نہین باقی رہتی تھی اور دونو کو خواہش پیدا ہوتی تھی کہ وابستگی کے لئے نئے میدان تلاش کرین۔ روس مین تجربہ کی شادی (ٹرائل میرج) کا دستور ہو گیا ہے اور امریکا مین رفاقت کی شادی (کمپین ایٹ میریج) کا طریقہ جاری ہو گیا ہے۔ یہ بالکل سچ ہے کہ شادی کے گھنٹے ہوشیار کرنیوالی گھڑی کی طرح بجتے ہین۔ دونو ویسے ہی معمولی بھی ہین اور غیر ضروری بھی۔

جاذب صنفی۔ جاذب صنفی جذب صنفی۔ تمام مغرب اور نیز ان مشرقی مقامات کیلئے جہان کہین مغربی اثر نے بداخلاقی پیدا کر دی ہے یہ ایک کلمہ متعارف ہو گیا ہے فلم کمپنیان اسکو مہیا کرتی ہین اور دولتمند اسکی ضرورتین پوری کرتے ہین۔ تاریخ رجعت کر رہی ہے اور اس مرتبہ بہت ہی منحوس رفتار ارتقا کے ساتھ وہ ہمکو انسانی زندگی اور اخلاق کی وحشی ترین اور قدیم ترین حالتون کی طرف واپس لئے جا رہی ہے۔ روح کو فنا کر کے جسم کو بڑھایا جا رہا ہے اور ہم لوگ شہوانی بیحیائی کی حالت مین مائل بہ زوال ہین۔ آجکل دولتمند تاجر بغیر ایک دلکش سودافروش عورت کی مدد کے اپنا مال فروخت ہی نہین کر سکتے۔ مین نے اوپر بیان کیا کہ مغربی اثر کس طرح "غرور انجام گناہگاری" کا سبب ہو گیا ہے اور اسکو ہم پروشا کی عدالت کے اُس فیصلہ سے بہتر طریقہ پر کہین

اور نہیں ثابت کر سکے جسکی رو سے ایک شادی شدہ مرد اپنی منکوحہ کے علاوہ دوسری عورت سے بغیر خوف انتقام کے
بغلگیر ہو سکتا ہی کہ اس عدالت کے حکم کے مطابق یہ معلق "جذبات لیے ضرر ہیں اور اسلئے قابل اجازت ہیں
یہ فیصلہ مجھکو "دس احکام" (میں سے)
ایک کی مضحکہ خیز ترمیم کو یاد دلاتا ہے یعنی "اپنی ہمسایہ کی بی بی سے مثل اپنی بی بی کے محبت کرو" اب یہ کوئی بات قابل مضحکہ
نہیں رہی کیونکہ یہ کہنا بالکل درست ہے کہ جو لوگ مغربی تہذیب کے بند ہیں وہ دوسروں کی بیبیوں سے
بہ نسبت اپنی بیبیوں کے زیادہ دلچسپی حاصل کرتے ہیں۔ پیسال گذشتہ جب شراب خانہ کی نقل پر پابندی عائد
(کی گئی تو یورپ میں اور اینگلو انڈین لوگوں نے احتجاج کے)
طوفان برپا کر دئے :—

ایک ناراض میم صاحبہ اس طرح فریاد کرتی ہیں :— "کیا یہ زاہدان خشک (
کی مشغول جماعتیں نامناسب مداخلت کر کے اپنے حدود سے نہیں بڑھ رہی ہیں۔ محتسب کی خوشی کیلئے ہمارے
فلم کاٹ چھانٹ کر بعض اوقات انکی قدر و قیمت ضایع کر دی جاتی ہے۔ اب شراب خانے نو رخصت ہیں۔
دیکھئے آئندہ کیا ہو ؟"

ایک مایوس نامہ نگار اس طرح استفسار کرتا ہی :— "کیا دنیا میں کوئی معزز شہر ایسا ہے جہاں بیٹھکر
کوئی شخص شراب پیے اور لڑکیوں کا ناچ نہ دیکھے اور اُسکے دماغ میں خنور نہ بنایا جائے ؟"

ایک منیجر صاحب اس طرح غراتے ہیں :— اس پبلک آزادی میں مداخلت بیجا کے خلاف ضرور احتجاج
کرنا چاہیئے۔ کیا کوئی شخص ایک عام جلسہ طلب کریگا ؟"

جو لوگ شراب خانوں سے واقف ہیں وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ وہ بالکل مخرب اخلاق اور فاسد مقامات ہیں
لیکن یہ اہم نکتہ ایک مغرب والے کیلئے ذہن نشین کرانا بہت دشوار ہے اسلئے کہ اُسکا اخلاق ہی ایک مشرق والے کے
اخلاق سے جداگانہ بنیاد پر قائم ہے۔

آستینیں۔ لانبے دامن اور برقعے جو زمانۂ وکٹوریہ کی عورتوں میں شان اور دلکشی پیدا کرتے تھے
سب فنا ہو گئے۔ "نسوانی اعضا کی فیاضانہ نمائش یا تو بالکل برہنہ یا بیحیائی اور شرارت کیساتھ بہت

ایک شفاف لباس کی تہون سے آشکارا اور امتیاز کبھی ایک جگہ پر قائم۔ پھر بلندی پر ایک حسین چہرہ جسپر مجھے
سی اور آکر دیکھو" والی قسم کی مسکراہٹ"۔ آجکل کا دستور اور معزز صحبتون کا طرۂ امتیاز بنی ہوئی ہے۔ اور جب
وہ ین برہنہ لباس استعمال کرینگی اور اعضا کو کھلا رکھین گی تو چہرہ کو کبھی خالی نہ رکھینگی۔ وہ اپنے چہرون کو ایک دن
کے لیے بھی آرام نہین دے سکتین۔ انھین پوڈر اور غازہ وغیرہ سے اچھی طرح اپنے چہرون کی زینت کرنا پڑتی ہے
اور ان سب پر رقم کثیر صرف ہوتی ہے۔ گذر گیا وہ زمانہ جب عورتون کی آرائش کی میز کو پوپ ایسے سادہ شعر
مین ادا کر گیا:—

"اسکی الپینون کے انبار چمکدار قطارون مین بڑھتے چلے جاتے ہین پوڈر اور اسکے لگانیکا
پف۔ پیوندار کپڑے انجیلین اور عاشقانہ خطوط"۔

آجکل چہرہ کی زیبائش کیلئے ... ہر قسم کے مرکبات ہین اور لندن اکیلا .... ۲۰۰۰ پونڈ افزائش حسن
پر صرف کرتا ہے۔ دراصل حسن آجکل ایک بہت ہی نفع رسان تجارت ہے، شمار کرنے سے اسکی تجارت تمام دنیا
کے آلات جنگ کی تجارت کے برابر قرار پاتی ہے جو سالانہ ایک ہزار ملین پونڈ سے زاید ہے۔

انگلستان مین سالانہ سترہ ملین پونڈ آرائش گیسو مین صرف ہوتے ہین۔ چہرہ کی کریم پوڈر اور سرخی
لب کی خریداری مین پچاس ملین پونڈ سالانہ۔ تیرہ ملین عورتین ہر سال انگلستان مین افزائش حسن کے عملی
ذرایع کیلئے ماہرین فن کی طرف رجوع کرتی ہین جسمین ابرو شکنی۔ چہرون کی درستی۔ اور مالش جسم شامل ہین۔
امریکا کے حالات اس سے بدتر ہین یہان اکیس سال سے زائد عمر کی تیس ملین عورتین ایک ملین پونڈ روزانہ محض
غازہ پر صرف کرتی ہین۔ صرف بالون مین لہرین یا گھونگھر بنانے مین تیس ملین پونڈ سالانہ اٹھتے
ہین (انگلستان مین چار ملین پونڈ) بدشکل ناہموار اور سرخ کہنیان چکنی صاف اور سفید بنائی جاتی ہین
ابرے اونچے کیے جاتے ہین۔ ناکین بدلی جاتی ہین۔ دوہری ٹھوڑیان دور کر دی جاتی ہین اور جھریان
برابر کیجاتی ہین۔ جیسا مین نے اوپر بیان کیا ہم سب زمانہ قدیم کے وحشیانہ اور پرانی روش کی طرف
پھر عود کر رہے ہین جبکہ چہرہ کی نقاشی بہت عام تھی (گدنا گدانا اسکے بعد کا رسم ہے) لوگ قریب قریب
برہنہ پھرتے تھے ناخنون کی بالیدگی مین کوئی رکاوٹ نہین پیدا کی جاتی تھی آجکل عورتین عریانی مین ترقی

کر رہی ہیں اور ناخن بڑھانیکے لئے عمدہ عمدہ تدبیریں ایجاد کی گئی ہیں زمانہ قدیم اور زمانہ موجودہ میں اگر کوئی فرق ہے تو یہی ہے کہ ہم نے ہر چیز کو مہذب بنا دیا ہے اور گناہ بھی ایسا مہذب شائستہ کر دیا گیا ہے کہ ہم اسکے ظاہری حسن کی قدر کرنے پر مائل ہی ہو جاتے ہیں یہاں پر چند جدید کلیے تصوری اور جدید علم ادب کی بابت کہنا مقصود ہیں وہ بھی جذب صنفی سے بہت زیادہ متاثر ہوئے ہیں جس کو میں اور بیان کر چکا۔ "مخلوقات امروزہ" ([illegible]) مصنفہ مسٹر رسل فلنٹ آر۔ اے ایک نیم ادبانہ نشاط آمیز کتاب در اصل موجودہ زمانہ کی تاریخ کا ایک باب ہے۔ تین عورتیں جوان تندرست اور مادر زاد برہنہ بغیر ذرا سی بھی شرم و حیا کے اپنی بیہمانہ برہنگی میں قریب قریب خوش و مسرور نظر آتی ہیں۔ زمانہ موجودہ کے لٹریچر کی بھی یہی حالت ہے، آجکل ہر ناول میں عاشقانہ مناظر کی بھرمار ہے اور اس طرح کے ناول لاکھوں کی تعداد میں ہر سال نکلتے رہتے ہیں۔ اب ہم میں شیکسپیر کی تہذیب و متانت نہیں باقی رہی جو اسنے "وسط گرما کے خواب شبینہ" ([illegible]) میں دکھائی ہے جب لسانڈر اپنی منگیتر ہرمیا کے پہلو میں لیٹنے کی ان الفاظ خواہش کرتا ہے :-

"ایک ہی سبزہ زار ہم دونوں کیلئے تکیہ کا کام دے گا ایک دل ایک بستر دو سینے اور ایک پیمان"

لیکن ہرمیا ایک حقیقی دوشیزہ ہے، وہ جانتی ہے کہ ایک عاشق کیسا نہ جس سے ابتک عقد نہیں ہوا ہے کس قسم کا برتاؤ کرنا چاہیئے اور وہ اس طرح گویا ہوتی ہے!

"لیکن میرے پیارے دوست آپکو قسم ہے محبت اور خوش اخلاقی کی ذرا سرک کے لیٹو کیونکہ انسانی تہذیب کے مطابق ایسی علیحدگی جسکی لوگ تعریف کریں ایک نیکبخت نا کتخدا لڑکے اور لڑکی کی شایان شان ہے"

آجکل کا لسانڈر اس محل پر ہرمیا کو **مردہ دل** بتاتا اگر شاید اسکو ایسا کہنے کا موقع ہی نہ ملتا اسلئے کہ آجکل کی ہرمیا کا ضابطہ محبت و حیا بھی مخصوص ہے اور وہ زمانہ قدیم کی ہرمیا کی شاگردی ہرگز پسند نہ کرتی

صدر میں میں نے مغربی تہذیب کے شرارت انگیز اصول جو یورپ و امریکا کی سوسائٹی کی حالت سے ظاہر ہوتے ہیں سرسری طور پر بیان کر دیے بصرف اس غرض سے کہ وہ ہندوستانی جو مغربی تہذیب و اصلاح پر

پورا پورا عمل کرنیکو اپنی نجات کا ذریعہ خیال کرتے ہین اپنی آنکھین کھولین اور اون پر واضح ہوجائے کہ وہ اپنے
ہاتھون آپ اپنی قبر کھود رہے ہین بعض محاسن ایسے ہین کہ چاہے ان کو اختیار کرین یا نہ کرین لیکن پردہ ایک ضروری العمل
نیکی ہے پردہ برقع پوشی نہین ہے وہ انسانی فہم اور انسانی تقدس کی تہ تک اثر کرتا ہے وہ محض ایک رسم نہین ہے
وہ ایک اخلاقی ستون ہے۔ یورپ نے علوم حکمت (Science) کی وجہ سے اسلام کا ممنون ہے وہ
بہت سی اور تمدنی ترقیون مین بھی اسکا مرہون منت ہے جس طرح ہم نے اسکو (یورپ کو) اسلام کے مخصوص
ضابطۂ طلاق کو اختیار کرتے ہوے دیکھا (جسکی دین عیسوی اجازت نہین دیتا) جس طرح ہم نے اسکو
شراب خواری، قمار بازی اور سود خواری کو جرم قرار دیتے ہوے دیکھا جن سکی اسلام تیرہ سو برس قبل ممانعت
کرچکا تھا اُسی طرح ہمکو اعتماد کلی ہے کہ ہم مغرب کو پردہ بھی اختیار کرتے ہوے دیکھین گے۔ اگرچہ یہ بتانا کہ
ابھی کتنا عرصہ لگے گا صرف خدا ہی کا کام ہے اور ہندوستانیون کے لئے بہت ہی رنج و الم کا باعث
ہوگا اگر وہ مغرب کی تقلید مین پردہ ترک کردین حالانکہ مدت دراز کے بعد انھین خود اُسکو قبول کرنا ہوگا اسلئے
کہ مغرب اسکو قبول کرلیگا اور یہ ایک بالکل طفلانہ حماقت ہوگی چھوٹا سا مکان بنانا اسکو توڑ ڈالنا
اور پھر از سر نو بنانا۔ دیکھو! کتنا وقت ضائع ہوتا ہے اور تکمیل مین کتنی تاخیر ہوتی ہے۔ بچّون کیلئے
صرف چند منٹ کا کھیل ہے لیکن قومون کے لئے صدیون اور پشتون کا معاملہ ہے۔ یہ سچ ہے کہ قومون
کے لئے بھی سمندرون کی طرح مد و جزر ہے۔ ہر قوم کی حیات مین ایک زمانہ ایسا بھی آتا ہے جبکہ آزادی کا
بڑھتا ہوا سمندر اسکے کنارون سے ٹکراتا ہے اور وسیع قطعۂ زمین کو مع خوبصورت ریگ اور خس و
خاشاک کے غرق کردینے سے ڈراتا ہے۔

ہندوستان ایک ایسی ہی قوم ہے۔ یہ وقت لیڈرون کے کام کا ہے کہ وہ اس غیر مسدود طغیان کو
روکین اور زیادہ ملائم اور ٹھہرے ہوئے ہلکے پانی کا انتظار کرین جو اپنے ساتھ عقل و شعور لیکر آتا ہے
آزادی حریت پر جوش الفاظ ہین لیکن باوجود اسکے وہ اہم خطرات اور سخت برائیون سے بھی معمور ہین
ہمکو معلوم ہے کہ مغرب مین عورتون کو آزادی سے کیا حاصل ہوا۔ مین دوبارہ اسکا خیال کرکے تھرّاتا ہون
اور اب ہمکو وہی زہر ایک بوتل مین جسپر شہد کی چھٹی لگی ہے دیا جارہا ہے۔ مناسب نصیحت یہی ہے کہ

"ہوشیار"! بامحل دعا یہی ہے کہ "خدا ہماری مدد کرے"! ٹرکی میں عورتوں کو آزادی ملتے ہی وہاں کی راتیں بھی ہو بہو ویسی ہی ہوگئیں جیسی کہ لندن اور نیویارک کے کلبوں اور فرانس کے قہوہ خانوں کی ہیں اور انجام کار مصطفیٰ کمال کو نہایت شدید ترین پابندیاں عائد کرنا پڑیں۔ بعد یہ بھی تحقیق ہوا کہ عورتوں میں خودکشی خطرناک حد تک ہونے لگی ہے اور گھٹتی ہوئی آبادی کے مخدوش احتمالات ایسے قابل لحاظ تھے کہ مصطفیٰ کمال کو معاملات سے باخبر ہونے کے لئے ایک شاہی کمیشن مقرر کرنا پڑا اور وہی ملا جو ابتدا میں آزادی کے طغیان کو روکنے کی وجہ سے سزا یاب ہوئے تھے اب تبلیغ کرنے کے لیے کہ خودکشی خلاف شریعت اسلام ہے پھر بلائے گئے۔ تو کیا میں ان الفاظ میں یہ کہنے کی جرأت کروں کہ مغربی تہذیب ترک عورتوں کیلئے موجب خودکشی ہوئی ورنہ اپنے حقوق اور آزادی حاصل کرنیکے بعد انکے خودکشی کرنیکا کیا سبب!؟ اسلئے ہمکو پہلے **تہذیب اور آزادی** کے حقیقی معنی سمجھنا چاہیئے۔ مغربی آزادی حقیقی آزادی نہیں ہے وہ بگڑی ہوئی آزادی ہے۔ مغربی تہذیب حقیقی تہذیب نہیں ہے وہ خراب شدہ تہذیب ہے۔ آزادی کے معنی یہ نہیں ہیں کہ قدیم چیزیں یک لخت ترک کردیجائیں محض اس وجہ سے کہ وہ قدیم ہیں اور جدید باتیں کلیتہً اختیار کیجائیں صرف اسلئے کہ وہ جدید ہیں۔ نئے نئے دوستوں پر اعتماد نہیں کرسکتے۔ یہ ہمیشہ کیلئے بہتر ہے کہ ایک قدیم دوست سے دوستی قائم رکھی جائے بجائے اسکے کہ ایک نئے دوست سے ملنے کے عارضی خیال پر اسکو چھوڑ دیا جائے پردہ کی عمر تیرہ سو برس نہیں ہے۔ وہ اپنی قدامت میں دنیا کے برابر ہے اور یہی سب سے بڑا سبب ہے، اسکے نہ ترک کرنیکا اسلئے کہ "**قدیم رواج تبدیل ہوتا ہے اور جدید اسکی جگہ لیتا ہے**" اگرچہ اصلاً ایک مغالطہ آمیز اور گمراہ کن عبارت ہے۔ قدیم رواج کلیتہً کبھی نہیں بدلتے اور نہ در اصل وہ کبھی بدلینگے۔ فرانس میں ان موجدین طوفانوں کے لیئے جنھوں نے ۱۷۸۹ء کی قدیم طرز حکومت کو مغلوب کردیا آزادی مساوات اور اخوت کلمات متعارف ہوگئے تھے چند مہینوں میں قدیم طرز حکومت خاک میں مل گیا اور اس مکمل تباہی میں فرانس کے بہت سے بہترین ادارے بھی فنا ہوگئے۔ مٹی کے ساتھ سونا بھی گیا آخرکار جب نپولین قدیم خوبیوں کی مشعل دکھاتا ہوا آگے بڑھا اور اُسنے کچھ پرانے اداروں کا احیا کیا تو امن و امان نظر آیا۔ ایسا ہی اس سے قبل کے انقلاب میں ہوا تھا۔ ممکن ہے کہ مغرب کیلئے یہ علوم و اقوام کی تجدید حیات کا سبب ہو لیکن ہمارے مشرقی اخلاق کی رو سے انقلاب یورپ کی تاریخ ایک تاریک یورپ کے سیاہ ترین عہد کی تاریخ ہے۔ ترقی کو روکنے والے قیود کو توڑنے کی ناقص کوشش

میں اپنے آن عاقلانہ پابندیوں کو بھی توڑ ڈالا جو ادب اور انتظام کے لیے قائم تھیں بیشک ہم ایسا انقلاب ہندوستان کے لیے نہیں چاہتے اور بغیر پردہ کے نہ ادب رہ سکتا ہے نہ انتظام کوتاہ آستین عورتیں بے روح عورتیں ہیں اور آزاد شدہ ہندوستان کے لیے ضروری ہے کہ اوسکی عورتیں روح رکھتی ہوں کیونکہ بغیر اچھی عورتوں کے ہم کو اچھے گھر میسر نہیں آسکتے اور بغیر اچھے گھروں کے اچھی تہذیب ناممکن ہے۔ تہذیب کی موثر ترین تعلیم گاہ گھر ہے اور سب سے پہلا فرض ان لوگوں کا جو اپنی قوم کو ترقی و تہذیب یافتہ دیکھنا چاہتے ہیں یہ ہے کہ ان میں "ماؤں" کی کمی نہو کیونکہ گھر ہے تو ماں سے ہے اور ہم کو سچی مائیں بغیر پردہ کے نصیب نہیں ہو سکتیں مغرب کے زوال کی خاص وجہ قابل ماؤں کی کمی ہے بعض لوگوں کو خیال ہوگا کہ میں عورتوں کو پردہ میں رکھکر جاہل رکھنا چاہتا ہوں لیکن وہ اسلامی پردہ کے اصل معنی نہیں سمجھے ہیں۔ یہ خوب ممکن ہے کہ حقیقی اسلامی پردہ بھی رہے اور تعلیم بھی ہو۔ یہاں عورتوں کی تعلیم کا سوال نہیں ہے یہاں سوال یہ ہے کہ ان کو کس قسم کی تعلیم دیجائے ایسی تعلیم جو ان کو سچی مائیں بنادے جو پردہ کی خوبیاں پہچان گئی ہیں اور اسپر صحیح سے عامل ہیں۔ میں سب سے قبل یہ ظاہر کر دینا چاہتا ہوں کہ اسلامی پردہ کا کوئی ایسا قانون نہیں ہے جو عورتوں کو حج کے فرائض ادا کرنے سے باز رکھے لیکن یہ بات بہت ضروری اور اہم ہے کہ وہ اپنا بیش قیمت وقت گھر کے شریف ترین فرائض کی ادائگی میں صرف کریں عورتوں کو جاننا چاہیے کہ زندگی کی تنازع للبقا بہت ہی ذلیل اور خودغرضانہ تنازع ہے۔ انھیں اپنے بےگناہ قلوب کو ان معاملات میں پڑکر ناپاک نہ کرنا چاہیے اسلئے کہ اگر روئے زمین پر جنت ہے تو وہ گھر میں ہے ایسے گھر میں جس کو ایک سچی ماں نے متبرک بنایا ہو۔ یہ افسوسناک قسمت کی خوبی ہے کہ عورتوں کو ووٹوں کے لئے اور دفتر کی دال روٹی کے لئے لڑتے ہوئے دیکھا جائے حالانکہ وہ اپنے گھر میں اور نیز بیرون خانہ اپنے حسب دلخواہ آزادی حاصل کر چکی ہیں۔ بیشک عورتیں اس تنازع میں دخل دینے کی پرواہ نہ کریں اگر وہ سمجھتیں کہ ان کے حقوق مردوں کے حقوق سے زیادہ ہیں اور ان کے فرائض خانہ داری قوم کے بیرونی فرائض سے گراں قدر اور شریف تر ہیں۔ جنگ کے مصائب و آلام بیرون خانہ مرد کی قسمت میں آئے ہیں لہذا کوئی وجہ نہیں کہ عورتیں اس بار کو اٹھانے کی اصرار کریں جس کے واسطے نہ تو وہ موزوں ہیں نہ ان کی بلندی مرتبہ اس بات کی اجازت دیتی ہے کہ وہ ایسے ذلیل کاموں میں دخل دیکر اپنے کو پست اور ذلیل کریں صرف وہی عورتیں ایسا کر سکتی ہیں جنھوں نے اوصاف شریفانہ مادری کو گھر میں

بیکار چھوڑ رکھا ہے تاکہ وہ گھر ضائع اور برباد ہو اور وہ مقدس آسمانی نور جو کبھی خدا کی طرف سے اسکو ودیعت ہوا تھا اُس سے چھن جائے۔ وہ جو مرد نہ زندگی کی ظاہری چمک دمک پر فریفتہ ہو جاتی ہیں کیا ہمیں اپنی عورتوں کی تعلیم و زندگی مغربی اصول پر مبنی کرنا چاہیئے ؟

مسز کملا ستھیاندن اس بہت اہم سوال کا جواب رسالہ "تعلیمی ہند" میں اس طرح دیتی ہیں :-

"ہرگز نہیں۔ ہم اپنی عورتوں کو جنگجو بنانا نہیں چاہتے جیسا کہ تھوڑے دن ہوئے استحقاق رائے زنی کی جنگ میں انگلستان میں ہوا۔ نہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ وہ ہندوستانی نسائیت کے مخصوص رسوم کی طرف سے متنفر اور بے تعلق رہیں حیاداری و تمیز داری و سلیقہ مندی شوکت و عظمت خرد مندی و نفس کشی۔ خانہ داری و سادہ مزاجی خیرات و مہمان نوازی۔ مردوں کی عزت اور اُن کے ساتھ حسن اخلاق نہ کہ اُن کی مخالفت زوجہ ہونے اور ماں ہونے کے فرائض میں سرگرمی جس نے زمانہ قدیم کی ہندوستانی دیویوں کو ایسی بزرگ اور مضبوط شخصیت عطا کی۔ عورتوں کی تعلیم کالجوں کی انتہائی تعلیم ہونا چاہیئے۔ اُن کو مختلف شعبوں میں جنمیں مضامین ذیل شامل ہوں خاص مہارت حاصل کرنا چاہیئے (۱) اُن کی مخصوص زبان (۲) زبان رائج الوقت (۳) علم الحساب (۴) مصوری (۵) علم حفظان صحت (۶) تیمارداری (۷) طریقہ خانہ داری (۸) سینا پرونا (۹) کھانا پکانا"

تم خود اندازہ کر لو گے کہ یہ سب چیزیں عورتوں کو خاص طور پر امور خانہ داری کیلئے تیار کرنے کے واسطے ہیں۔ جو اُس کا اصلی مرکز ہے۔ ہر ہٹلر نے کم از کم اس بات کو سمجھ لیا ہے اور وہ عورتوں کو پھر اُنکے گھروں میں واپس بھیج رہا ہے تھوڑے دن ہوئے ہندو مہاسبھا کے پریسیڈنٹ نے کہا کہ عورتوں کا اصلی مقام اُن کا گھر ہے اور اُن کو اسکول یا کالج نہیں بھیجنا چاہیئے۔ بیشک اگر ہمارے اسکول اور کالج ہماری عورتوں کو اُنکے فرائض زوجیت یا فرائض مادری ادا کرنے کے قابل نہ بنا سکیں جیسا کہ واقعہ ایسا ہی ہے تو اُن کا جاہل رہنا ہزار گنا بہتر ہے۔

حال میں یہ دہشتناک خبریں سننے میں آ رہی ہیں کہ نوجوان ہندو لڑکیوں کو گنڈے دق کرتے ہیں میرے خیال میں یہ بالکل فطری بات ہے۔ ہندوستانی عورتیں ہرگز اس قابل نہیں ہیں کہ وہ مغربی عورتوں کی طرح بے شرمی سے سڑکوں پر زندگی کی چیزیں۔ ہوروتی حیاداری دلکشی اور شرم و حجاب ہماری عورتوں کو اجازت نہیں دیتا۔

کردہ آزادی سے بازاروں میں گھومیں۔ اور ہم جو بہ اغوا کے واقعات سنتے ہیں اسکی وجہ یہی ہے کہ ہندوستانی عورتیں ابھی تک اپنی مغربی بہنوں کی طرح نفس پرستی میں اسقدر پست نہیں ہوئی ہیں جس سے کہ وہ آزادی اور گناہگاری کے ساتھ عام مردوں سے ملنے کے قابل ہوسکیں۔ یورپ اور امریکہ میں یہاں سے زیادہ واقعات ہوتے رہتے ہیں صرف ہمکو اطلاع نہیں ہوتی کیونکہ ایک مغربی گنڈے کو کسی عورت سے اپنی مطلوبہ چیز ملنے میں کوئی دقت ہی نہیں ہوتی جیسا میں نے بیان کیا کہ ہندوستانی عورتوں کا رواج انھیں اجازت نہیں دیتا کہ وہ اپنی مغربی بہنوں کی تقلید کریں اور پھر بھی ہندو لوگ اپنی لڑکیوں کو کوتاہ آستین اور برہنہ پشت لباس سے آراستہ کرکے پبلک میں لیجانے پر مصر ہیں عورتیں تیار نہیں ہیں مگر مرد ان کو گھر سے باہر نکلنے کے لئے مجبور کررہے ہیں۔ ایک وقت آرہا ہے کہ جب عورت نہ اپنے گھر کی مختار رہیگی نہ مردوں کے حلقہ کی مالک کیونکہ یہ امر خلاف امید ہے کہ مرد کبھی بھی بشریت سے بالاتر فیاض ہوکر اپنے نازک تر شریک کے حق میں دستبردار ہوجائیگا۔ ہندو لیڈر پبلک میں آنیسے عورتوں کی ناراضگی کے منکر ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ مسلم گنڈے ہی ہندو عورتوں کے لئے باعث زحمت ہیں۔ یہ ان لیڈروں کی شرارت اور تعصب ہے کہ یہ صرف ملک کے اہم مسئلہ کو فرقہ وارانہ مخالفت کا مسئلہ بنانا چاہتے ہیں۔ اب ہم اعداد و شمار کا حوالہ دیکر یہ دکھاتے ہیں کہ ہندو عورتوں کو گنڈے کسی فرقہ وارانہ مخالفت سے نہیں دق کرتے بلکہ ہندوستانی نسائیت کا متبرک دستور ہماری عورتوں کو اجازت نہیں دیتا کہ وہ خاموشی سے ان ذلتوں کو برداشت کرلیں جو ان کو بے شرمی کیساتھ پبلک راستوں پر چلنے سے فطرتاً پیش آتی ہیں۔ ایک امریکن یا یوروپین لڑکی اور ہندوستانی لڑکی میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اعداد و شمار کی طرف واپس آتے ہوئے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ مسلمان مردوں کے حملے ہندو عورتوں پر سنہ ۱۹۲۶ء سے ۱۹۳۱ء تک سال بسال تعداد میں ۱۱۴، ۱۲۲، ۱۰۵، ۱۱۴، ۱۰۹، اور ۱۲۵ ہوئے اور جو حملے ہندو مردوں نے ہندو عورتوں پر کئے انکی تعداد ۲۰۵، ۲۰۱، ۲۹۸، ۲۳، ۲۳۴۔ اور ۱۹۴ ہے

بالآخر مجھے تو یقین ہے۔ اگرچہ دوسروں کے یقین کیلئے زیادہ مدت درکار ہے کہ ہماری دنیا کی نجات حقیقی اسلامی برکتوں سے ہی ہے۔ اسکے متعلق یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ ایک وہمی اور خیالی بیان ہے لیکن یہ بھی ویسا ہی خیال ہے جیسا کہ اٹھارویں صدی کے آخر میں کسی سے یہ سنکر بانجیر ذمین لندن سے اڑکر کوئی شخص بمبئی یا کراچی پہونچ جائیگا" وہمی اور خیالی معلوم ہوتا۔ معجزات بالکل معمولی بات معلوم ہونگے اگر ہم صرف مستقبل کے رخ سے زمانہ کی نقاب ہٹا سکیں لیکن مستقبل جبتک کہ وہ مستقبل رہے ایک لعبہ جواب معلوم ہوتا ہے اور انہی ۔

مسلمانون کی اخلاقی اصلاح

(نمبر ۲)

(نوشتہ عالیجناب سید خورشید حسین صاحب نقوی ازکانپور)

کاش ہمارے آئینہ دل مین اتنی جلا باقی رہ گئی ہوتی کہ ہم کو اپنے اخلاق کی ناگزیر پست حالی آئین نظر آجاتی اور شاید ہم متنبہ ہوکر میدان عمل مین گامزن ہوتے اور اپنی اصلاح کی طرف ملتفت۔ یا کم از کم شرمندہ و پشیمان ہوکر دوسرون کی عیب جوئی سے اس وقت تک باز رہتے جبتک ہمکو یہ یقین نہ ہوجاتا کہ اب ہمارے پوست کندہ حالات بھی ایسے نہین کہ جن کو ہم چھیڑتے ہین وہ جواب دینے پر آمادہ ہون تو ہمارے طرز عمل اور ہمارے اخلاق و اوصاف کا جائز مضحکہ اڑا سکین۔

مگر آہ۔ ہمارے عیوب ہمکو تو خیر ہماری قوم کے بہت سے ایسے ذمہ دار افراد کو بھی نظر نہین آتے جنکو مصلح قوم ہونے کا حق حاصل ہے یہ سمجھ مین نہین آتا کہ آخر اسکی کیا وجہ ہے کہ قوم پستی کی طرف اسدرجہ مائل اور انکی نکتہ رس نگاہون کو اسکے احساس مین تامل۔

کیا حضرات ہمارے ناگفتہ بہ حالات پر مطلع نہین؟ ہمارے عیوب محتاج اصلاح نہین؟ یا انکی اصلاح کی ذمہ داری ہماری ذات کے سوا کسی دوسرے پر عائد نہین اور ہماری حالت اسدرجہ خراب ہوچکی ہے کہ اسکی اصلاح کی فکر کرنا تضییع اوقات کے مرادف قرار پاچکا ہے؟

بہر حال ہمین اس سے بحث نہ ہونا چاہیئے کہ ہمارے اصلاح کی زیادہ ذمہ داری کس سے متعلق ہے اسلئے کہ ہمارا نصب العین یہ ہونا چاہیے کہ پہلے ہم اپنے فرائض سے کماحقہ سبکدوش ہولین پھر دوسرون کے متعلق اعتراض کرنے کی جسارت کرین۔ ہمکو خاطر خواہ کوشش کر لینے سے پہلے یہ نہ سمجھ لینا چاہیئے کہ ہماری حالت قابل اصلاح نہین رہی اور اب ہمارے لئے میدان عمل سے کنارہ کش ہوکر ناکامیون اور مایوسیون کا شکار رہنے کے سوا کوئی چارہ نہین۔ اور نہ یہ کہ ہم محتاج اصلاح نہین اسلئے کہ تاریخ کے صفحات پر ہماری ہدایت کے لئے سچے مسلمانو ںکے

سوانح محفوظ ہین جن سے انکی عادات اور اپنے اخلاق کا تطابق کرنے پر ہمین اسبات کا اچھی طرح اندازہ ہوسکتا ہو کہ ہم کس پایہ کے مسلمان ہین اور واقعاً ہمارے اعتقادات کیا ہین اس لئے کہ انسان کے اطوار ہی اُسکے اعتقادات کا آئینہ قرار دیے جاسکتے ہین ۔ ہماری زبان سے ہماری اعتقادی حیثیان سنکر دنیا اُسپر یقین بھی کرلے یہ محال ہو۔ البتہ بمصداق " مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار گوید " ۔ وہ ہمارے اخلاق اور ہماری عادات سے ہمارے اعتقادات کا پتہ چلاتی ہے اور ہمارے مذہب کے متعلق رائے قائم کرنے مین ناش غلطی کرتی ہو کیونکہ کسی مذہب مین داخل شدہ افراد کی کوتاہ بینیون اور غلط کاریون کی بنا پر اُس مذہب کے اصول ناقص قرار نہین دئے جاسکتے ۔

واقعہ کربلا نے اس ضمن مین اسلام کی وہ عظیم الشان خدمت انجام دی ہے کہ اس سے واقفیت حاصل کرنے کے بعد ایک سچے اور ایک نام نہاد اور ان دونون کے درمیانی حیثیت کے مسلمان کا مرقع تین طریقے پر ہمارے پیش نظر ہو جاتا ہے ۔ اس لئے کہ اخلاقیات کا وہ کونسا باب لیا ہو جسکی اس عدیم المثال واقعہ نے مکمل تشریح نہین کی ۔

(۱) اپنے پیدا کرنے والے کی یاد کو ہمین کس طرح تازہ رکھنا چاہیئے ۔

(۲) اُسکے انبیا و مرسلین کا ہمین کیونکر اتباع کرنا چاہیئے ۔

(۳) خدانخواستہ اگر اصول مذہب کی تخریب کی صورت پیش آجائے تو ہمکو راہ حق مین کیا کیا قربانیان کرنے کیلئے طیار رہنا چاہیئے اور ایسے موقع پر ہر آنے والی مصیبت پر کیونکر ثبات قدم کے ساتھ قائم رہنا چاہیئے ۔

(۴) باطل کے مقابلہ مین کس طرح ہمکو اپنی عزت نفس کی حفاظت کرنا چاہیئے ۔

(۵) کیونکر ہمکو اپنے آباؤ اجداد کی نیک کمائی کو بربادی سے محفوظ رکھنا چاہیئے ۔

(۶) اپنی اولاد اور آئندہ آنے والی نسلون کے لئے ہمکو کیسی مثال چھوڑ جانا چاہیئے اور اُنکی تعلیم اور ہدایت کی خاطر ہمکو کیا کیا مصیبتین گوارا کرنی چاہیئین ۔

(۷) اپنے عزیزون اور دوستون کیساتھ ہمارا کیا سلوک ہونا چاہیئے ۔

(۸) اپنے ساتھیوں یا ہمسایوں کی غفلت، غلط فہمی اور ناعاقبت اندیشی سے فائدہ اٹھانے سے کس طرح ہمکو پرہیز لازم ہے اور اپنی باخبری اور بیدار مغزی سے کہاں تک اُن کو فائدہ پہونچانا واجب ہے۔

(۹) اپنے ملک اور اہل ملک کو فتنہ و فساد، خونریزی و بدامنی سے محفوظ رکھنے کیلئے ہمکو کیا کیا تدابیر اختیار کرنا چاہئیں اور کہاں تک اسکی پرواہ نہ کرنا چاہیے کہ ایسا کرنے میں ہماری ذات پر کیا کیا اتہامات رکھے جاتے ہیں۔

(۱۰) ہمارے ہم مذہب اگر گمراہ ہوگئے ہوں تو اُن کو راہ حق کی طرف واپس لانے کی ہمکو کس حد تک کوشش کرنا چاہیے اور کب تک یہ سمجھ کر کہ اُنکی اصلاح ناممکن ہے تھک کر بیٹھ نہ جانا چاہیے۔

(۱۱) کس طرح ہمکو یتیموں اور بیواؤں کی جائز خواہشات اور ضروریات کو خود اپنی اور اپنی اولاد و ازواج کی خواہشات اور ضروریات پر ترجیح دینا چاہیے اسلئے کہ اُن کے دل آبگینہ سے زیادہ نازک ہوتے ہیں۔

(۱۲) غیروں اور نیز خون کے پیاسے دشمنوں کے ساتھ ہمارا کیا طرز عمل ہونا چاہیے۔

اگر ہمیں یہ سبق لینا ہیں تو چشم بصیرت سے واقعہ کربلا کا مطالعہ کرنا چاہیے اور صرف دو آنسو بہا کر یہ نہ سمجھ لینا چاہیے کہ مجالس عزا میں عباسؑ و حسینؑ کو داد شجاعت اور فاطمہؑ زہرا کو اُن کے ہونہار فرزندوں کا پرسا دے کر ہم جنت کے مستحق قرار پا گئے اور اب اگر کسی بڑے سے بڑے گناہ کے مرتکب بھی ہوں گے ہم سے کسی قسم کی بازپرس نہیں ہوسکتی اسلئے کہ معاذ اللہ خود حسینؑ ہمارے گناہوں کا کفارہ نہ تھا جس کے ادا ہوچکنے کے بعد ہم آزاد ہو جاتے۔

قریب تیرہ سو برس کا زمانہ گذر چکا مگر کیا مجموعی حیثیت سے آجتک ہم نے بجائے خود اس عظیم الشان واقعہ کے اسباب و علل پر غور کیا ہے۔ ہم نے کبھی اپنے مقام پر بیٹھ کر اسباب پر بھی غور کیا کہ آخر حسینؑ کو ہو کیا گیا تھا کہ اتنی بڑی حکومت کا مقابلہ کرنے پر تل گئے۔ کیا وہ اپنے ان معدودے چند ہمراہیوں کے بھروسے پر میدان میں نکل آئے تھے جن میں سے ہر فرد سچے معنی میں وفادار و حق کوش غیور دلیر تھی مگر لاکھوں کی تعداد کے مقابلہ میں اور ایسے مقابلہ میں جہاں فریق مخالف کے افراد اس درجہ مجہول الحسن کہ جن کو اس قلیل تعداد کے

ایک ایک متنفس کو ہزاروں کے نرغہ میں لیکر تیر و تبر۔ نیزہ و شمشیر کا نشانہ بنانے میں ننگ و عار نہ ہو۔ یہ بہتر بچے بوڑھے اور جوان کب تک داد شجاعت دیتے۔ آخر سب کے سب شہید ہو کر حسینؑ کو داغ مفارقت دے گئے۔ کیا حسینؑ اپنے ساتھیوں سے کچھ اس سے زیادہ توقع رکھ سکتے تھے ہرگز نہیں۔

پھر کیا ان حسینؑ کی بابت جن کی غیرت و ہمت شجاعت و استقلال کا یہ عالم ہو کہ ادھر کسی گرنے والے نے آواز دی کہ یا حسینؑ غلام نے جان آپ پر سے نثار کی اور ادھر حسینؑ باوجود اس کشمکش اور پریشانی کے جس میں ان کا مبتلا ہونا ایک حقیقت ظاہر ہے۔ نرغۂ اعدا کو کائی کی طرح پھاڑتے۔ گرتے پڑتے آن واحد میں اس شہید جفا تک پہنچ جاتے۔ یہ وہم بھی ہو سکتا ہے کہ معاذ اللہ وہ دانستہ بلا وجہ انھوں نے اپنا اور اپنے ایسے قابل قدر رفیقوں اور فدائیوں کا ایک ایک کر کے گلا کٹوا دیا۔ نہیں تو پھر اس عدیم المثال قربانی کی غایت غائی کو بھی اتنی ہی اہمیت دینا ہو گی۔

تاریخ شاہد ہے کہ یزید کے تخت حکومت پر بیٹھتے ہی اسلام کے پردہ میں لامذہبی اور دہریت کو علانیہ طور پر رواج دیا جانے لگا۔ شب و روز شراب و کباب کے جلسے۔ ناچ، رنگ کی محفلیں تھیں سیر و شکار کے چرچے۔ عیاشی کا بازار گرم تھا حرام کو حلال اور حلال کو حرام قرار دیا جا رہا تھا۔ شاہ وقت کی دیکھا دیکھی درباریوں میں سے کچھ تو فطرتاً اور کچھ مصلحتاً اسی رنگ میں رنگ گئے تھے اور نوبت یہاں تک پہونچ چکی تھی کہ عوام میں جو خود ہی راسخ العقیدہ نہ تھے یہ وبا شد و مد کے ساتھ پھیلنے لگی تھی۔ کیونکہ سادہ لوح مسلمان "خلیفۃ المسلمین" یزید ابن معاویہ کے اتباع کو نجات دارین کا ذریعہ تصور کرتے تھے۔ اگر کہیں حسینؑ اسوقت اپنی اور اپنے عزیزوں اور رفیقوں کی جانوں کو عزیز رکھتے ہوئے سکوت اختیار کر لیتے تو یہ چڑھتا ہوا پانی سر سے گذر جاتا اور نسل آدم کل کی کل اس نامبارک گرداب گمراہی میں پھنس کر رہ جاتی اور پھر اسکا ابھرنا یا بچانا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ناممکن ہو جاتا۔ مگر حسینؑ کی غیرت اور حمیت اسبات کو کب گوارا کر سکتی تھی۔ انھوں نے اپنی جان پر کھیل کر اپنے ثبات قدم کے جھنڈے گاڑے اور اس شیطانی طوفان کے زور کو توڑا اور باطنیان تمام حق و باطل کے درمیان ایک ایسی حد فاصل قائم کر دی جسکو خود ابلیس بھی تا قیام قیامت گزند نہیں پہونچا سکتا اور ایک ایسی کسوٹی بنی آدم کو عطا کر دی جس پر کس لینے کے بعد مسلمانوں میں نہایت آسانی سے کھرے اور

گھوڑے کی تمیز ہو سکتی ہے۔

یہ معلوم کر کے ہمیں شرم آنا چاہیئے کہ آج بھی ہماری ایک کثیر تعداد اپنی جہالت اور ناخواندگی کی بنا پر احکام شرع تو درکنار اپنے دین کے اصول و فروغ ہی سے ناواقف تھے۔ قوم کا بھی وہ طبقہ ہے جس کی اصلاح ہم میں سے ہر اس فرد کے ذمہ جو ذی علم ہونے کی حیثیت سے ہدایت کے گرانقدر منصب کی اہل ہے واجب و لازم قرار پاتی ہے۔

ان کے ماسوا ہمارے تعلیم یافتہ طبقہ میں بھی بیشتر ایسے افراد ہیں جو اپنے مخصوص مشاغل میں پھنسکر رہ گئے ہیں اور جن کو اسبات کی توفیق نہیں ہوتی کہ وہ اپنی عادات کا جائزہ لیں اور یہ دیکھیں کہ آیا جس پایہ کا مسلمان ہم اپنے کو سمجھے ہوئے ہیں حقیقتاً ویسے ہیں بھی یا خود ستائی نے ہماری عقلوں کو معطل اور ناکارہ کر دیا ہے جو ہم کو حقیقت حال نظر نہیں آنے دیتیں۔

کیا ہم کو یہ نہیں دکھائی دیتا کہ ایک طرف ہم کاہلی اختیار کر کے عضو معطل کی طرح نقل و حرکت میں اپنی قوم کے مزاحم ہو رہے ہیں جسکو چار و ناچار ہمارا بار اٹھانا پڑتا ہے حالانکہ یہ ظاہر ہے کہ ہم اس مراعات کے مستحق اور اس پاسداری کے اہل نہیں کیونکہ جہاں اسلام نے حقوق ناس کی بابت زور دیا ہے اور یہ تبلایا ہے کہ اگر اپنی روزمرہ زندگی میں ہم حقوق ناس کا کماحقہ لحاظ نہیں رکھتے ہیں تو ہماری کوئی عبادت قابل قبول اور کوئی دعا شرف اجابت کی مستحق قرار نہیں پا سکتی وہاں یہ بھی سکھایا ہے کہ خدا کے سوا ہم کسی اور کے دست نگر نہ رہیں اور اُسکے سوا کسی دوسرے سے طلب حاجت نہ کریں۔ اگر واقعاً مستحق بھی ہوں تو ہم کو دست احتیاج پھیلانا نہ چاہیئے اسلئے کہ ایسی حالت میں ہماری امداد اور خبر گیری ہمارے خدا نے دوسروں پر فریضہ قرار دیدی ہے جو اگر اپنے اعمال درست کرنا چاہیں گے تو ڈھونڈھ کر ہم تک پہونچیں گے اور بلا طلب ہماری دستگیری کریں گے۔

دوسری طرف گو ہماری آمدنی کے ذرائع معقول ہیں مگر ہم بٹیر بازی، کبوتر بازی، کنکوے بازی شوقینی، تماش بینی، عیاشی، شراب نوشی اور جٹے بازی میں مبتلا رہ کر ریس کورس، تھیٹر، بائسکوپ اور گراموفون کی دلدادگی میں پھنسکر اپنے متعلقین کے حقوق کے متعلق جو ہمارے ذمہ ہیں ناقابل عفو غفلت

عمل مین لاتے ہین اور اسی عاقبت اندیش طرز معاشرت کی بنا پر اپنی اولاد کو حسب حیثیت تعلیم دینے مین کوتاہی کرتے ہین اور اپنی لڑکیون کی شادی کرنے مین تساہل۔ اسلئے کہ ہمارے ان ناجائز اخراجات کیلئے اگر قارون کا خزانہ بھی ہو تو کفایت نہ کرے کجا یہ کہ محدود آمدنی مین سے اتنا پس انداز ہو سکے کہ لڑکیون کے جہیز کی فراہمی اور لڑکون کی تعلیم کی تکمیل کے کام آئے۔ پھر اگر عزیزون کی نکتہ چینی اور ہمسایون کی انگشت نمائی سے مجبور ہو کر لڑکی کے فرض سے سبکدوش ہوتے بھی ہین تو اسقدر مہملات کیساتھ کہ بجائے ایک نیا رشتہ اخوت قائم ہونے کے صاحب سلامت تک ترک ہو جاتی ہے اور بسا اوقات کشیدگی بڑھتے بڑھتے دشمنی کی شکل اختیار کرلیتی ہے۔ ع۔

برین عقل و ہمت بباید گریست

اگر ہم طوعاً و کرہاً کبھی کسی صاحب احتیاج کیساتھ کوئی چھوٹے سے چھوٹا سلوک بھی کر دیتے ہین تو آگے چل کر اس غریب پر اتنا احسان جتاتے اور یہانتک اسکو ذلیل کرتے ہین کہ وہ احسان مندی بھول کر ہماری صورت سے نفرت کرنے لگے اور ہمارے سایہ سے گریز۔

غرض ہماری قوم کے بیشتر افراد کا کچھ ایسا طرز عمل ہے کہ دنیا نے مجبور ہو کر ہماری کل کی کل قوم کو کاہل و مجہول ناکارہ اور بے فکر مسرف و ناعاقبت اندیش حریص اور طامع وغیرہ وغیرہ سمجھ رکھا ہے اور جہانتک ممکن ہوتا ہے ہم سے کسی قسم کی بھی معاملت کرنے سے پرہیز کرتی ہے اور ہمارے سایہ سے بھاگتی ہے۔

اگر ان واقعات کو دیکھتے ہوئے بھی ہم اپنے کو سچا اور راسخ العقیدہ مسلمان شمار کرتے ہین اور اپنی اصلاح کے متعلق جد و جہد عمل مین نہین لاتے تو یقیناً بزم عزا مین بیٹھ کر گریہ و بکا سینہ زنی اور سر کوبی کرنا ہماری نجات کے لیے کافی قرار نہین پا سکتا۔ اور یون تو خدا بڑا غفور رحیم ہے۔ مگر ہمارے عقیدہ کے مطابق عدل کی صفت ہم اسکے دریائے رحمت کو حصار مین لئے رہتی ہے اور حقوق ناس کے متعلق بدمعاملگی برتنے والے کے حق مین اپنی رحمت کو دخل دیکر مظلومین کی فریاد کو نہ سننا اور ان کی داد کو نہ پہونچنا ہمارے خدائے جبار و قہار کی شان نہین ہے

تاریخی یادداشت

نصف ذی القعدہ سے نصف ذی الحجہ تک کے اہم واقعات

(نوشتۂ فاضل اجل مولانا سید آغا مہدی صاحب رضوی)

۲۵۔ ذی قعدہ۔ عید دحوالارض ہے۔

۲۶۔ ذی قعدہ۔ ہجرت کے دسویں سال جناب رسالتمآبؐ بغرض حجۃ الوداع مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے۔

آخر ذی قعدہ۔ بنا بر بعض اقوال امام محمد تقیؑ کی وفات ہوئی۔

یکم ذی الحجہ۔ اسی تاریخ ہجرت کے دوسرے سال جناب رسالتمآبؐ نے حضرت فاطمہ زہراؑ کا عقد امیر المومنین کے ساتھ کیا۔

۳۔ ذی الحجہ۔ امام حسینؑ مکہ معظمہ سے عازم عراق ہوئے۔ بنا بر بعض روایات کے حضرت ساتویں کو اور بعض کی بنا پر روز عرفہ عراق کی طرف روانہ ہوئے تھے۔

۴۔ ذی الحجہ۔ اس تاریخ جناب رسالتمآبؐ حجۃ الوداع کے سلسلہ میں وارد مکہ معظمہ ہوئے

۶۔ ذی الحجہ۔ جناب مسلم بن عقیل سے کوفہ میں جنگ کا سلسلہ شروع ہوا۔

۷۔ ذی الحجہ۔ اس تاریخ ۱۱۶ھ میں امام محمد باقرؑ نے وفات پائی۔

۸۔ ذی الحجہ۔ روز ترویہ ہے۔

۹۔ ذی الحجہ۔ یہ شب منجملہ اُن سات شبوں کے ہے جن میں عبادت اور شب بیداری کی تاکید ہے اس دن کو روز عرفہ کہتے ہیں۔ اسی دن حضرت مسلم بن عقیل کوفہ میں شہید ہوئے۔

۱۰۔ ذی الحجہ۔ عید اضحیٰ ہے۔ اسمٰعیل کے فدیہ میں قربانی کا آنا قدرت کی طرف سے بطور یادگار قائم کر دیا گیا اور ہمیشہ قائم رہیگا۔

۱۴۔ ذی الحجہ۔ اس شب کو ہجرت کے آٹھ برس پہلے مطابق ۵ یا ۶ اکتوبر ۶۱۶ء معجزہ شق القمر ہوا۔

۱۵۔ ذی الحجہ۔ اس تاریخ ۲۱۲ھ میں امام علی نقیؑ کی ولادت ہوئی۔

عیدِ غدیر

(نتیجۂ فکر فاضل مشرقیات مولانا سید مجتبیٰ حسن صاحب موسوی کاموںپوری)

حسن جب مستغرقِ گرمیِ صحبت احباب تھا — گنجِ مخفی پردہ دارِ گوہرِ نایاب تھا
تھی خود آرائی فقط خلوت گہِ لاہوت میں — عاشقِ گیسو تھا گیسو میں پیچ و تاب تھا
حسن عارض کی شعاعوں میں الجھکر رہ گیا — دیدۂ حق بیں نہ تھا تا زنانہ نایاب تھا
کون کہتا برقِ تابندہ سے راز افشا ہوا — خود نہ تھا موجود وہ جو ہجر میں بیتاب تھا
تابشِ رخسار خواہانِ نگاہِ شوق تھی — عاشقِ عارض عدم کے بحر میں غرقاب تھا
جا گتا تھا مسندِ ہستی پہ دلدارِ ازل — نیستی کے فرش پر دلدادہ محوِ خواب تھا
شمعِ وحدت جل رہی تھی بارگاہِ قدس میں — قلزمِ کثرت مگر آئینہ بے آب تھا
اس ادا سے پھر لبِ قدرت ہوئے محوِ سخن — گوشِ ہستی جسکے سننے کیلئے بیتاب تھا
پیکرِ مخلوق تھا عہدِ عدم میں مضطرب — شوق میں ہستی کے عالم صورتِ سیماب تھا
ہو گئیں القصہ لفظِ کن سے بزم آرائیاں — آدمِ خاکی کا نقشہ جس کا پہلا باب تھا
مل کے اجزائے پریشاں پیکرِ آدم بنا — ان کا آنا خلق میں الفت کا فتح باب تھا
پھر جبینِ پاکِ آدم بن گئی اک لوحِ نور — دیکھکر جس کو خجل خورشیدِ عالمتاب تھا
ہو گئے دو حصے پھر اس نورِ پر تنویر کے — شہر تھا اک علم کا اور ایک اسکا باب تھا
الغرض پھر انتظامِ آیۂ تبلیغ سے — نور دونوں کا فروغِ ممبرِ آفتاب تھا

دشت میں پالان کا ممبر رکھا تھا اک طرف   موجزن اک سمت آبِ صاف کا تالاب تھا
سرنگون خاموش کل حضارِ بزم اور سربلند   عرشۂ منبر جو حشمت گاہ رعب و داب تھا
نقشِ پائے احمدِ مرسل سے سینہ طاہر ہوا (غالب)   جلوۂ گل وان بساطِ صحبتِ احباب تھا
سامعین بیٹھے تھے فرشِ ریگ پر آرام سے (غالب)   پہلوئے اندیشہ وقفِ بسترِ سنجاب تھا
سن رہا تھا وجد میں من کنت مولا کی صدا   دل جو خوانِ نطق کی نعمت سے لذت یاب تھا
ہاتھ جب دونوں اٹھے کلیاں مسرت کی کھلیں   منظرِ اعلیٰ ہلالِ عیدِ شیخ و شاب تھا
پھول جب نخلِ نبوت میں امامت کا کھلا   گل نہ تھا افلاکِ دین پر مہرِ عالمتاب تھا
یا شبِ کفر و ضلالت میں سرِ منبر کوئی   مہرِ امت رہنمائے صورتِ مہتاب تھا
دھوپ کی چادر پڑی تھی روئے روشن پر مگر   جوش زن نورِ جبین سے حسن کا سیلاب تھا
تھے گلِ رخسار کملائے ہوئے گو دھوپ میں   پھول عشرت کا مگر سرسبز تھا شاداب تھا
اسقدر اونچا ہوا تھا طائرِ بختِ بلند   جس کا سایہ پشتِ بامِ عرش پر نایاب تھا
مہرِ عارض کی شعاعیں پھر گردونکی کرن   مالکے دونوں میں مثالِ زلف پیچ و تاب تھا
چہرۂ رشکِ قمر کے گردِ ہالہ نور کا   کشتیِ بختِ عدو کے واسطے گرداب تھا
قسمتِ دینِ خدا بیدار تھی ہشیار تھی   قعرِ ذلت میں نصیبِ کفر محوِ خواب تھا
جل رہے تھے دیکھکر یہ شان و شوکت اہلِ کین   کاکلِ چرخِ ستم پیشہ میں پیچ و تاب تھا

یہ وصیت تھی جب آیا موسمِ وقتِ وفا
جو سنا افسانہ تھا جو کچھ کہ دیکھا خواب تھا

"میخانہ ملا عبد النبی"

(نوشتہ عالیجناب مرزا مصطفےٰ علی صاحب ہمدانی بی اے منشی فاضل سکریٹری بزم غالب لاہور)

"میخانہ" مولفہ ملا عبد النبی فخر الزمانی مرحوم ایک ایسی قابل قدر تالیف اور عظیم الشان علمی و ادبی خدمت ہے جو بعض خصوصیات کی وجہ سے اپنی مماثل تالیفات مین ایک امتیازی شان کی حامل ہے۔ مگر حیرانی اور تعجب اس امر پر ہے کہ باوجود ایسی عظیم الشان تالیف ہونے کے یہ کتاب گوشہ گمنامی و تغافل مین کیون پڑی رہی۔ اور ایک عرصہ تک مبصرین کی نگاہ مین اس سے روشناس نہ ہو سکین۔ جب کتاب کا یہ حال ہو تو صاحب کتاب کے حالات زندگی سے تو بہت کم لوگ واقف ہونگے۔ خدا جانے اس بے اعتنائی اور عدم توجہ کا کیا سبب تھا۔ بہر حال یہ ایک امر مسلم ہے کہ میخانہ کو اسکی ارفع و اعلیٰ حیثیت کے مطابق شہرت و مقبولیت حاصل نہ ہو سکی۔ اب بھی السنہ شرقیہ کے معدودے چند طلبہ کے سوا بہت کم اصحاب اسکے نام سے آشنا ہین۔ اسلئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میخانہ اور مولف میخانہ کے حالات سے اردو دان طبقہ کو روشناس کرایا جائے۔

مولف کے حالات زندگی

ملا عبد النبی فخر الزمانی مولف میخانہ شہر قزوین (ایران) مین پیدا ہوئے۔ انکے والد کا نام خلف بیگ تھا۔ جو اسی شہر مین تجارت کرتے تھے ملا عبد النبی "فخر الزمانی" اپنے نام کیساتھ اسلئے لکھتے تھے کہ انکی والدہ کے جد گرامی کا نام فخر الزمان تھا جو شہر قزوین کے قاضی تھے فخر الزمان ایک عالم و فاضل بزرگ تھے۔ اُن کا سلسلہ نسب خواجہ عبد اللہ انصاری تک پہنچتا تھا۔ ملا عبد النبی کے والد حج بیت اللہ سے واپس آکر درویش ہو گئے تھے اور آخر سنہ ۱۰۰۲ھ مین قزوین مین طاعون کا زور تھا۔ اسوقت مولف کی عمر مشکل چار یا پانچ برس کی ہوگی۔ انکے والد خلف بیگ اسی مرض سے رنگرائے عالم جاودانی ہوئے۔

ملا عبد النبی نے ایک واقعہ نقل کیا ہے جس سے انکے والد خلف بیگ کی پاک باطنی کا پتہ چلتا ہے۔ فرماتے ہین

جن دنون شہر مین طاعون کا زور ہوا تو تمام اعزا و اقربا مضطرب الحال ہو گئے خلف بیگ نے انھین تسلی و تشفی دی کہ تم سب خاطر جمع رکھو صرف مین ہی اس مرض کا شکار ہون گا تم مین سے کسی کو بھی گزند نہ پہنچے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا خلف بیگ چند دنون کے بعد اسی مرض سے فوت ہو گئے۔

ملا عبد النبی قزوین ہی مین سن رشد و تمیز کو پہنچے یہین تعلیم حاصل کی شعر و سخن کا شوق بچپن ہی سے تھا اسلئے اکثر شعرا کی مجلسون مین حاضر ہوا کرتے پہلے پہل عزتی تخلص اختیار کیا۔ مگر بعد مین نبی تخلص کرنے لگے۔ ساقی نامہ مین بھی نبی ہی تخلص کیا ہے شعر گوئی کے علاوہ قصہ دانی کے بھی دلدادہ تھے اور یہ کوئی عجیب بات نہین ایران مین شعر گوئی کے پہلو بہ پہلو قصہ دانی و قصہ خوانی کا چرچا بھی ہمیشہ سے رہا ہے۔ قوت حافظہ کا یہ حال تھا کہ اوائل عمر مین ایک ہی بار سننے پر قصہ امیر حمزہ ازبر کر لیا۔ کسی مجلس مین اگر سو اشعار پڑھے جاتے تو کم از کم نشتر اشعار بلا تکلف انکے کنج دماغ مین محفوظ ہو جاتے۔ ۱۹ برس کی عمر مین روضہ مطہرہ امام ضامن کی زیارت کے لئے مشہد مقدس حاضر ہوئے چنانچہ خود لکھتے ہین کہ۔

"الحاصل چون این مسود اوراق پریشان بنوزده رسیده بعزم زیارت امام الانس و الجن امام رضا علیہ التحیۃ و الثنا بمشہد مقدس آمده بسعادت آستان بوسی آن روضہ متبرکہ منورہ مقدسہ مطہرہ مستسعد گردیده قریب بیک ماه در آنجا بسر برد۔"

یہان مشہد مقدس مین انھین ہندوستان سے آنے جانیوالون سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ ان لوگون نے ہندوستان کی اس قدر تعریف کی کہ ملا عبد النبی رخت سفر باندھکر عازم ہند ہو گئے۔ چنانچہ اواخر ۱۰۱۷ھ مین وہ لاہور قندھار کی راہ سے پہنچے سفر کی صعوبتون سے صاحب فراش بھی ہوئے۔ یہ جہانگیر کا زمانہ سلطنت تھا اور ابھی جہانگیر کو تخت نشین ہوئے تین ہی برس گزرے تھے۔ (جہانگیر سنہ ۱۰۱۴ھ مین تخت نشین ہوا تھا) لاہور مین چار ماہ قیام کیا۔ اس زمانہ کے لاہور کی کیفیت مولف کے الفاظ مین سن لیجئے۔

"بعد از آن بسیر لاہور مشغول شد عجب ملکے بنظر این حقیر در آمد۔ ارزانی و فراوانی دیگر یکے از خوبیہائے ہندوستان این کہ ہر کس در ہر محل بہر طریقے کہ زیست کند ہیچ کس را قدرت آن نیست کہ نہی آن امر نماید با خود قرار داد کہ جائے توطن تو این ملک است۔"

مندرجہ بالا سطور کے مطالعے سے یہ حقیقت منکشف ہو جاتی ہے کہ شاہان مغلیہ کے زمانہ مین رعایا کو کس قدر آزادی اور فارغ البالی حاصل تھی ۔نئی روشنی کے دلدادگان کیلئے یہ الفاظ دلچسپی سے خالی نہ ہونگے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایران مین بھی ان دنون ایسے حالات نہ تھے جبھی تو ملا عبدالنبی ہندوستان کو اپنا وطن بنانے پر آمادہ ہو گئے ۔

سنہ ۱۰۱۷ھ مین وہ آگرہ پہنچے ان دنون آگرہ دارالسلطنت تھا ۔وہان ملا کے ایک قرابت دار میرزا نظامی دربار کے واقعہ نویس تھے جو بعد مین صوبہ بہار کے دیوان مقرر ہو گئے تھے ۔میرزا نظامی نے مولف کو اپنے پاس رکھ لیا۔

سنہ ۱۰۲۲ھ مین جہانگیر آگرہ سے اجمیر آیا۔ ملا عبدالنبی بھی میرزا نظامی کی وجہ سے ہمرکاب تھے اجمیر مین ملا عبدالنبی کو اپنے ایک ہم شہر اور دوست سے ملنے کا اتفاق ہوا ۔اس کا نام مسیح بیگ تھا اور مہابت خان کے بیٹے میرزا امان اللہ کا مدارالمہام تھا ۔

اسی کے توسط سے ملا کو میرزا امان اللہ کی ملازمت حاصل ہوئی چونکہ میرزا کو بھی شعر و سخن کا شوق تھا میرزا امانی تخلص کرتا تھا اور اسکا دیوان مغربی کے بعض مشہور کتبخانون مین موجود ہے) اسلئے ملا عبدالنبی جو شعر گوئی بھلا بیٹھے تھے پھر سے شعر گوئی کی طرف متوجہ ہوئے ۔میرزا امان کی مولف سے شیفتگی اور انس کا واقعہ بھی بے حد دلچسپ ہے جسے خود مولف نے میخانہ مین بیان کیا ہے ۔

ایک روز چشمہ نور پر میرزا مع مصاحبین بیٹھے ہوئے تھے شعر و شاعری کا ذکر چھڑا ہوا تھا ۔مرزا نے ایک مصرع پڑھا ۔ع چون چشمۂ نور نیست جائے بحضور

اور اُسپر گرہ لگانے کی فرمائش بھی کی ۔سب سے پہلے ملا عبدالنبی نے دوسرا مصرع لگایا ع ۔

موحش نو حبیت گوئی از غمزۂ حور

مرزا ملا کا مصرع سنکر پھڑک اٹھا ۔پس یہی مصرع ملا کی ترقی کا سبب بن گیا ۔ افسوس اب ایسے قدردان کہان مصرع یا نظم تو کیا ایک مکمل دیوان پڑھ دیجیے ۔کوئی پوچھتا نہین ۔ملا کے بخت نے یاوری کی مرزا نے انھین اپنا کتابدار مقرر کر دیا ۔مولف کا بیان ہے کہ دو مصرعے اور بھی کہے تھے مگر وہ اس تذکرہ مین کہین نہین ملتے ۔کتابداری کا منصب ملنے پر ملا کو مطالعہ کا کافی موقع ملا چنانچہ ان دنون ملا نے تین کتابون کا خاکہ

طیار کیا۔ - ا دستور الفصحا نوادر الحکایات یا بحر النوادر میخانہ - یہ ۱۰۲۴ھ کا واقعہ ہے۔

(۱) دستور الفصحا - فن قصہ گوئی سے متعلق ہے اس زمانہ میں روسا و امرا کو داستانیں سننے کا بہت شوق تھا بظاہر یہی سبب اس کتاب کی تالیف کا ہوا۔

(۲) نوادر الحکایات - اسمین قصے کہانیاں جمع کی گئی ہیں - یہ کتاب غالباً ۵ جلدوں میں تھی۔

(۳) میخانہ - اسمین شعرا متقدمین و متاخرین کے ساقی نامے اور انکے حالات درج کئے گئے ہیں ان دنوں عوام و خواص ساقی ناموں کے بے حد دلدادہ تھے۔

ملا عبد النبی ابھی ان کتابوں کی طیاری ہی میں مشغول تھے کہ دفعتاً انھیں ایک ایسا مرض لاحق ہوا جسکی وجہ سے اجمیر سے رخصت ہونا پڑا - چنانچہ ۱۰۲۴ھ کے وسط میں وہ لاہور کی طرف روانہ ہوئے ۱۰۲۵ھ کے ابتدا میں لاہور پہونچے۔ لاہور میں ان دنوں مرض طاعون پھیلا ہوا تھا۔ اسلئے وہ فوراً کشمیر چلے گئے میرزا نظامی بھی ان دنوں کشمیر ہی میں تھا - یہاں ملا نے کتاب دستور الفصحا کو مکمل کیا - اسکے بعد ۱۰۲۷ھ میں میرزا نظامی کے ساتھ پٹنہ آگئے یہاں ۱۰۲۸ھ میں سردار خان خواجہ یادگار برادر عبد اللہ خان فیروز جنگ کی ملازمت اختیار کی۔ موصوف کی عنایات بے غایات سے متاثر ہوکر مولف نے میخانہ کو سردار خان ہی کے نام پر ختم کیا۔ گویا میخانہ ۱۰۲۸ھ میں پایہ تکمیل کو پہنچا۔ اتمام کتاب کی تاریخ یہ ہے ؎

عقل آورد از پے تاریخ آن
بادہ در میخانۂ رندانہ ۱۰۲۸ھ

مولف نے میخانہ میں اپنا ساقی نامہ بھی درج کیا ہے جو کم و بیش دوسو اشعار پر مشتمل ہے۔ اسکے علاوہ میخانہ میں بعض مقامات پر اسکے مختلف اشعار بھی ملتے ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ وہ اچھا شاعر تھا۔ ساقی نامہ اور چند دوسرے اشعار کے علاوہ کہیں دوسری جگہ اسکی منظومات نہیں ملتیں۔ ممکن ہے تلف ہوگئی ہوں یا جیسا کہ نوادر الحکایات سے معلوم ہوتا ہے کہ تکمیل میخانہ کے بعد ۱۰۲۹ھ میں جبکہ وہ پٹنہ ہی میں مقیم تھے گھر میں آگ لگ گئی۔ اس آتش زدگی میں بعض کاغذات بھی جل گئے۔ ممکن ہے انہی کاغذات میں انکی منظومات بھی نذر آتش ہوگئی ہوں۔ مگر مولف نے کہیں اسکا صراحتاً ذکر نہیں کیا۔ ۱۰۴۱ھ تک مولف کے زندہ ہونے کا ثبوت ملتا ہے اسکے بعد معلوم نہیں کہ وہ کب اور کہاں فوت ہوئے تاریخ وفات کسی ماخذ سے نہیں ملتی۔

مولّف میخانہ کا مذہب

پروفیسر محمد شفیع صاحب ایم اے وائس پرنسپل اورینٹل کالج لاہور جنہوں نے میخانہ کے مطبوعہ نسخہ کو بعض قلمی نسخوں کی مدد سے ترتیب دیا ہے ملّا کے مذہب کے متعلق لکھتے ہیں ۔

"مؤلف نے اپنے مذہب کا صراحتہً کہیں ذکر نہیں کیا ۔ مگر گمان ہوتا ہے کہ وہ شاید مذہب امامیہ رکھتا تھا ۔ اسکا آغاز جوانی میں مشہد مقدس کی زیارت کو آنا نیز اسکے ساقی نامہ کے بہت سے اشعار جو حضرت علیؑ اور امام رضا کی تعریف میں ہیں ...... اور بہت سے قصے شاعروں کے حضرت علیؑ سے امداد پانے کے جو میخانہ میں جا بجا آئے ہیں ...... یہ سب باتیں اس گمان کی تائید کرتی ہیں ...... لیکن بظاہر مولف تعصب مذہبی کا قائل نہیں جیسا کہ ...... اسکے انداز بیان سے مترشح ہوتا ہے"۔

پروفیسر صاحب نے مولف کے مذہب کے متعلق جو باتیں درج کی ہیں وہ یقیناً انکے امامیہ ہونے پر دال ہیں ۔ مولف کے مذہب کے متعلق پروفیسر صاحب کی سراسیمگی قابل غور ہے دبی زبان سے اعتراف کرنے کے باوجود ۔ آخری فقرہ بے حد عجیب معلوم ہوتا ہے فرماتے ہیں کہ "بظاہر مولف تعصب مذہبی کا قائل نہیں" گویا یہ الفاظ دیگر شیعہ عموماً متعصب ہوا کرتے ہیں یہ تعصب کوئی بری چیز نہیں ہر شخص کو اپنے مذہب میں متعصب ہونا چاہیئے ۔ البتہ تعصب بے جا کسی ہوشمند کے نزدیک بھی مستحسن نہیں ۔

اب ہم مولف میخانہ کے ساقی نامہ سے جستہ جستہ مقامات کے چند اشعار نذر ناظرین کرتے ہیں تاکہ موصوف کا طرز تحریر اور اسلوب بیان واضح ہو سکے ۔

ساقی نامہ ملّا عبد النبی

شبے با خرد گفتم اے پیر کار | زمانہ جوان شد ز فصل بہار
بیا تا بہ گلگشت بستان رویم | زمانے بگلگشت گلستان رویم
کہ شاید ز شوق تماشائے باغ | غم از دل برآید چو دود از چراغ

پھر ۹ - اشعار کے بعد ساقی سے یون خطاب کرتے ہین ؎

بیا ساقی آن رشک آب حیات ۔۔۔ کہ ہستم گرفتار لات ومنات
بمن دہ کہ تا بشکنم لات خویش ۔۔۔ ہم برزنم زرق وطامات خویش
در اجمیر شاہے بفصل بہار ۔۔۔ شدم مست از یاد لبہائے یار
زمستی شدم عازم کوئے دوست ۔۔۔ بدیدم چو سرناگہان روئے دوست

اسکے بعد شراب کی تعریف مین یون لکھتے ہین ؎

بشیشہ درون دہشت آب چنان ۔۔۔ کہ از بوئے او مست گشتے جہان
شرابے چو خون دل عاشقان ۔۔۔ ز چشم صراحی ہمیشہ روان

اسی طرح بے شمار اشعار کے بعد فرماتے ہین ؎

بحق مقیمان باغ نعیم ۔۔۔ بسوز دل ساکنان جحیم
بقلبے کہ قابل بہ الہام نیست ۔۔۔ بگوشے کہ در خورد پیغام نیست
بہرے کہ دارد نبی با علے ۔۔۔ بصدقے کہ دارد علے با نبی
کہ عبد النبی را بہ ایران رسان ۔۔۔ بدرگاہ شاہ خراسان رسان
کزان آستان تا جدا ماندہ است ۔۔۔ چو گل در تہ دست و پا ماندہ است

معلوم نہین کہ موصوف کی یہ تمنا کبھی پوری ہوئی یا نہین۔ کیونکہ اسکا کہین پتہ نہین چلتا کہ موصوف واپس ایران گئے ہون۔ یہ امر بھی قابل غور ہی کہ ورود ہند کے موقع پر ملّا عبد النبی نے ہندوستان سے اپنی شیفتگی کا کن شاندار الفاظ مین اظہار کیا تھا۔ ان الفاظ کے پیش نظر مندرجہ بالا اشعار بھی جذبہ حب وطن کے آئینہ دار ہین۔ ع۔

خار وطن از سنبل و ریحان خوشتر

درگاہ شاہ خراسان کی طرح یون فرماتے ہین ؎

زبان خواست تا مدح شاہ رضا ۔۔۔ بگوید اخرد گفت اے بے حیا

ترا نیست یارائے وصف امام | مگر در فسونِ تو شرح کلام
ترا نیست یارائے این گفت وگو | نہ ہر گفت وگو ہست درخورد او
اگر میل داری کہ بہر امام | کنی خدمتے تا شوی نیک نام
بکن وصفِ درگاہِ والائے او | کہ افزون ز چرخ است پہنائے او
بہ روزے کہ شد راست آن آستان | زمین کرد صد فخر بر آسمان
در آن آستان گو ید از فخر خشت | کہ خاکم بود بہ ز خورِ بہشت

اسی طرح درگاہ امام کی تعریف میں ۱۳ شعر اور ہیں پھر اپنے محسن سردار خاں کی مدح کرتے ہوئے ساقی نامہ کو اس شعر پر ختم کیا ہے ؎

پدر بر پدر بر پدر بر پدر | پسر بر پسر بر پسر بر پسر

میخانہ کی خصوصیات

مؤلف نے اپنی تالیفات و تصنیفات میں سب سے پہلے میخانہ ہی کی طرف توجہ مبذول کی اس کتاب کو ملا نے ٹھٹیہ میں مکمل کیا وہ اسے "حاصل عمر" کے نام سے یاد کرتے ہیں جو کسی حد تک درست بھی ہے۔ میخانہ میں مجموعی طور پر ۱ ، شعرا کے حالات درج ہیں۔ دوسرے تذکروں کی نسبت میخانہ میں شعرا کے حالات زیادہ تفصیل سے ملتے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض غیر معروف شعرا کے حالات بھی کافی شرح و بسط کر پائے جاتے ہیں چند شعرا ایسے بھی ہیں جن کا کسی دوسرے تذکرہ میں نام تک نہیں آیا۔ صاحب میخانہ نے انکی نام اور کلام اس کتاب میں محفوظ کر دیا ہے۔

صاحب میخانہ نے شعرا کے حالات لکھتے جو وقت مندرجہ تحت امور کے متعلق معلومات بہم پہنچانے کا التزام کیا ہے۔

شاعر کا نام و نسب۔ تخلص۔ آبا و اجداد۔ علمی قابلیت۔ فن شعر میں استحکام رتبہ۔ بادشاہوں اور امرا کی خدمت کا حال۔ مولف سے ملاقات ہوئی یا نہیں۔ شاعر کے حالات کا ماخذ۔ براہ راست یا کسی

عزیز اور دوست ہیے ۔ شاعر کی عمر ۔ تاریخ وفات ۔ مدفن ۔ ساقی نامہ ۔ اور نمونہ کلام وغیرہ وغیرہ ۔

یہ ایسی باتیں ہیں جو دوسرے تذکروں میں مشکل سے نظر آئیں گی ۔ یہی وجہ ہے کہ "میخانہ" ایک امتیازی شان کا حامل ہے ۔ میخانہ تین مرتبوں پر مشتمل ہے ۔

(۱) **مرتبہ اول** ۔ اسمیں ۲۶ شعرا کے حالات درج ہیں جو اس تالیف کے اختتام کے وقت زندہ نہ تھے ۔ اس مرتبہ کے شعرا کے حالات تفصیل سے لکھے گئے ہیں ۔ چند مشہور و معروف شعرا کے اسما درج ذیل ہیں :۔ نظامی ۔ عراقی ہمدانی ۔ خسرو دہلوی ۔ خواجوئے کرمانی ۔ حافظ ۔ جامی ۔ اہلی ۔ پرتوی عرفی ۔ فیضی ۔ ظہوری ۔ اس مرتبہ کے شعرا میں سے صرف شکیبی سے مولف نے ملاقات کی ہے ۔

(۲) **مرتبہ دوم** ۔ اسمیں ۲۰ شعرا ہیں جنکے حالات شرح و بسط سے لکھے گئے ہیں مگر مرتبہ اول سے کسیقدر کم ۔ اس مرتبہ میں وہ شعرا شامل ہیں جو تالیف میخانہ کے وقت زندہ تھے ۔ ان میں سے اکثر سے مولف خود ملا ہے ۔ بعض کے اسما درج کئے جاتے ہیں ۔

مسعود کاشانی ۔ شفائی ۔ طالب زندرانی ۔ نصیحی ۔ ذکی ہمدانی ۔ دوستی ۔ غروری ۔ کامل جہرمی ۔ عسکری ۔ ادجی ۔

مولف کتاب کے حالات زندگی بھی اسی مرتبہ میں ہیں ۔

(۳) **مرتبہ سوم** ۔ اسمیں چھبیس شعرا ہیں جن میں سے (شاید سب سے) مولف نے خود ملاقات کی ہے ۔ ان میں سے صرف تین حضرات نے ساقی نامہ کہے ہیں ۔ بعض کے اسما یہ ہیں ۔

نظیری نیشاپوری ۔ شرازی ہمدانی ۔ حیاتی ۔ قدسی ۔ رونقی ہمدانی ۔ صفی صفاہانی ۔ عطائی جوینی ۔ محوی اردبیلی ۔ کیفی نومسلمان ۔ ذہنی کشمیری ۔ درویش جاوید وغیرہ وغیرہ ۔

اس مرتبہ میں سوائے نظیری تمام شعرا کے حالات مختصراً درج کئے گئے ہیں ۔

قریب ۲ بجے دن کے جہاز بوشہر پہونچا اور ساحل سے دور ہٹ کر قیام کیا۔ مسافروں کو آمد و رفت کے لئے کشتیوں کی ضرورت پڑی تقریباً ۱½ گھنٹہ قیام کے بعد ۳½ بجے پھر چلے۔ انشاء اللہ کل بصرہ پہونچنے کا دن ہے۔

جہاز پر سب کچھ ہے۔ طہارت دل کو نہیں لگتی۔ وہ لوگ وسواسی ہیں جو بالکل اپنے تئین نجس سمجھ لیتے اور شرعی حیثیت سے اپنی نمازوں کو باطل خیال کرتے ہیں۔

ایسا نہیں ہے۔ اگر انسان وسواس میں گرفتار نہ ہو تو شرعی حیثیت سے وہ طاہر ہی رہیگا اور نجس نہ ہوگا۔ نہ نمازوں کے قضا کی ضرورت ہوگی۔

لیکن طہارت واقعیہ کی تلاش کرنیوالوں کے لئے کوئی چارہ کار نہیں۔ دیوار و در کھمبے۔ زمین۔ چھت ہر شئے نجس روزانہ کافر خلاصی جہاز کو دھوتے اور صاف کرتے ہیں۔ بیت الخلاء ایسے تنگ ہیں کہ جسم کا دیوار سے نہ لگنا دشوار ہے اور لگا تو نجس اسلئے کہ روغن بھرا ہوا کافروں کا ہے۔ ہر طرف نجاست پھر اس صورت میں انسان احتمال نجاست سے بچے تو کیونکر ؎

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ | باز میگوئی کہ دامن ترمکن ہشیار باش

۱۴ شعبان پنجشنبہ

۲ بجے شب سے جہاز رک گیا ہے معلوم ہوا کہ دریا میں جزر آگیا۔ پانی کی کمی سنگ راہ ہے۔ اب ہو تو جہاز روانہ ہوسکے بصرہ کے قریب ہونے پر جہاز کا ٹھہرنا بڑی تکلیف کا باعث ہے حقیقۃً

وعدۂ وصل چون شود نزدیک | آتش شوق تیز تر گردد

کئی گھنٹے قیام ہونے کے بعد قریب ۱۱ بجے دن کے جہاز روانہ ہوا مگر کس کام کا، قدم قدم پر پانی کی کمی ٹھہرا دیتی تھی۔ آخر ۱۲ بجے "عبادان" پہونچا یہاں تیل کے چشمے ہیں جو ایران کی ملکیت ہیں لیکن اُن پر انگریزوں نے قبضہ کر رکھا ہے۔ بہرحال ایران اس کو زیادہ دن تک برداشت نہیں کر سکیگا اور یقیناً کچھ نہ کچھ ہوکے رہیگا۔

اسکے آگے تقریباً ایک بجے سے دو رویہ خرمے کے درختوں کی قطار نظر آنے لگی یہ ملک عرب کی

خاص چیز ہی۔ اسکو دیکھکر دل باغ باغ ہو گیا۔

۲ بجے جہاز "محمرہ" پہونچا اور وہان دو گھنٹہ قیام کے بعد روانہ ہوا۔ الحمد للہ کہ ۵ بجے جہاز ساحل بصرہ پر پہونچ گیا اور گودی مین جا کر لگا۔ تھوڑی دیر مین عرب حمالون کی آمد ہوئی۔ انکی عجیب و غریب عربی زبان جس سے طبیعت جلنے لگی۔ بجلا عربی اور سمین گاف اور چ کی بھرمار۔ ہم اگر باقاعدہ فصیح عربی بولین تو وہ سمجھین بھی نہ۔ غنیمت یہ ہی کہ زائرین کی آمد و رفت اور ہندوستانیون سے روزانہ سابقہ پڑنیکی بدولت وہ ٹوٹی پھوٹی اردو سمجھ اور بول لیتے ہین۔ نہین تو بڑی دقت کا سامنا ہوتا۔ ایک قلی سے اسباب لیجانے کو دریافت کیا۔ اُس نے دس روپیہ علیم سنائے۔ بڑی مشکل سے چار روپیہ پر آمادہ ہوا۔ تین ہی پھیرون مین اُسنے تمام اسباب گمرک خانہ یعنی چنگی کے محکمہ مین پہونچا دیا۔ اسباب جا چکنے کے بعد ہم لوگ ٹکٹ دکھاتے ہوئے جہاز سے نیچے اُترے۔ کسٹم مین گئے، اپنے اسباب کو ڈھونڈھا اور ایک چٹائی بچھا کر اُس پر نماز مغرب مین پڑھی۔ پھر مین بازار سے کھانا منگوا کر کھایا۔ خمیری روٹی۔ بادنجان (بینگن) کا سالن اور مچھلی۔ یہ ملک عرب کا اس سفر مین پہلا رزق تھا۔ سیر ہو کر کھایا اور شکر خدا ادا کیا۔ اب انتظار مین بیٹھے کہ تفتیش ہو تو رہائی ملے۔

بعد طویل انتظار کے ہمارے اسباب کی تلاشی ہوئی جس سے بہت جلدی فراغت ہو گئی۔ شکر ہی کہ بہت سرسری تفتیش ہوئی ورنہ بہت دیر لگتی۔

دوسرے لوگون کی تلاشی مین بڑی سختی کی گئی۔ ہمارے ساتھ کوئی ایسی چیز تھی بھی نہین۔ ایک صاحب کے پاس تین سیر خورمانی تمبا کو تھی۔ اُن سے پچاس روپیہ محصول کے کھڑے کھڑے بھر لئے۔

ریل کا اسٹیشن یہان سے بالکل متصل ہی۔ ۹ بجے شب کے قریب ہمارا اسباب ایک ریل کے ڈبہ مین لیجا کر رکھ دیا گیا اور ہم لوگ بھی وہان پہونچ گئے ریل۔ تو بہ قفس۔ تنگ اور دل تنگی کا باعث۔ پھر اُس پر اندھیرا چراغ کا نام نہین۔ سردی وہ کہ توبہ بھلی۔ پاؤن اپنے نہین معلوم ہوتے۔ اسپر طرہ کہ رات بھر پڑے رہنا۔ کہین صبح کو جانا ہوگا۔ بڑی تکلیف ہی۔ کیا زوارون کے لئے اس سے بہتر انتظام ممکن نہین۔

۱۵ شعبان جمعہ

یہ شب ۱۵ سبحان اللہ شب نیمہ شعبان اور پھر شب جمعہ۔ کربلا میں کیسی مخصوص ہو گی ہزار دن۔ لاکھوں کا مجمع۔ ہم اتنے قریب پہونچے مگر پھر بھی دور۔ دل پر سانپ لوٹ رہا ہے مگر ہو ہی کیا سکتا ہے۔

رات جاگتے سوتے کسی طرح گذری۔ نماز صبح کے وقت ریل کے پاخانہ میں جسکی تنگی کا خود ریل کی تنگی سے اندازہ ہو سکتا تھا صرف استنجا کے لیے گئے۔ بڑے استنجا میں مبتلا ہو گئے۔ کچھ نہ سوجھا استنجا کر کے نکلے فاقد الماء ہونے کے سبب تیمم پر قناعت کر کے نام نہاد پلیٹ فارم پر نماز پڑھی۔ روز روشن ہوا دیکھتے کیا ہیں؟ کیا بتائیں سلیپر خراب۔ جراب خراب۔ قبا پائجامہ مختصر تمام کپڑے خراب۔

لاحول ولا قوۃ۔ ریل کے رفقا میں ایک ضعیف العمر بیچارے بڈھے ہیں یہ انکی کرامات تھی۔ اصل محل قضائے حاجت تک جانا ناگوار ہوا۔ راستہ ہی میں فراغت کر لی۔ اب کیا ہو؟ قصد کیا کپڑے بدلیں، دوسری آفت آئی۔ ریل کے مہتمم نے آکر کہا کہ یہ گاڑی کاظمین نہ جائے گی۔ کربلا جانیوالی ہے کاظمین جانا ہو تو اسکے سامنے والی گاڑی پر جو کچھ فاصلے سے کھڑی ہے جاکر سوار ہو۔

"یک نہ شد دو شد" تمام اسباب پھر اٹھایا گیا۔ دوسری گاڑی میں پہونچانے اسباب کے ٹھکانے سے رکھے جانے کے بعد ہم نے پیٹی سے سلیپر، جراب، پائجامہ، قبا تمام چیزیں نئی نکالکر پہنیں اور ان کپڑوں کو اتار کر پھینکا۔ جان میں جان آئی غنیمت تھا کہ جسم محفوظ رہا ورنہ سخت دشواری ہوتی۔ پانی کہاں سے دستیاب ہوتا۔

دہی روٹی اور پنیر منگا کے کھایا جس نے مسافرت میں بہت مزہ دیا۔ قریب ۱۱ بجے دن کے ریل روانہ ہوئی۔ ڈاک تھی مگر ہمارے یہاں کے پسنجر سے بدتر۔

راستہ بھر جناب مفتی صاحب قبلہ اور نجشتر صاحب سے بہت دلچسپ اور پر لطف شعر و سخن اور دیگر ظرائف و لطائف کی باتیں ہوتی رہیں۔

کل انشاء اللہ روضۂ کاظمین کی زیارت سے مشرف ہونے کی امید ہے۔

برین مژده گر جان فشانم رواست

جہاز پر ہم نے کاظمین، سامرا۔ کربلا۔ نجف چار دن مشاہد کے لحاظ سے چار عربی قصیدے نظم کر لئے تھے جنمین سے کاظمین والا قصیدہ آج کے دن سے تعلق رکھتا ہے۔ ذیل مین درج کیا جاتا ہے۔

(۱) ازور بعد ایام الکاظمین — فیفرح خاطری وتقر عینی
(۲) اراہ بعد ان جبت البراری — وقد طوّفت بین المشرقین
(۳) وخضت البحر بحرا قد تفانی — بظلمتہ سواد المقلتین
(۴) احاط بمنظر الدنیا جمیعا — فاغرق فیہ نور الناظرین
(۵) تراہ اخضرا وازری سماء — فصرنا نحن بین الاخضرین
(۶) ومهما رمت حدّ المتجدد — فلا تذکر حدیث الساحلین
(۷) رکبنا فیہ باخرة تجاری — مع الامواج لا تعیی باین
(۸) غدت تجری بنا حتی وصلنا — لعراق فرمت قبر السیدین
(۹) اما می الهمامین اللذین — بکفهما زمام النشأتین

(۱) شرف ملیگا زیارت سے کاظمین کی کل (ترجمہ) خوشی اور آنکھون کی خنکی کا میری ہوگا محل
(۲) بڑے بڑے لق و دق جنگلون کو طے کر کے — طواف مشرق و مغرب سے آیا دل بھر کے
(۳) کیا ہے قطع سمندر بھی وہ! خدا کی پناہ — فنا سیاہی مین جسکی ہوا سواد نگاہ
(۴) محیط منظر آفاق ہے جو سرتا سر — اُسی مین ہوتا ہے ہر بھر کے غرق تار نظر
(۵) ہے نیلگون وہ مقابل سپہر اخضر کا — ہین درمیان مین ہم، فوق و تحت اک نقشہ
(۶) لگیگی حد نہ کوئی کتنی ہی کرو کاوش — تو دونون ساحلون کی کیسی پھر بھلا خواہش
(۷) سوار ہم ہوئے دودی جہاز پر جو سدا — چلا مقابل امواج اور رکا نہ تھکا
(۸) روان رہا وہ یہانتک کہ آیا ملک عراق — اُتر کے بہر زیارت چلے بصد اشواق
(۹) وہ دو شہنشہ دوران امام کون و مکان — ہے جن کے ہاتھ مین یکسر نظام ہر دو جہان

(۱۰) اتیت ازور قبرهما بقلب — لقد نال الثّریا حقّ قبل غبنی
(۱۱) کان الشّوق اودع کل روحی — لعینی حین شمت القبّتین
(۱۲) هما قد ازهرتا شرفا ونورا — اذا ما لاحتا بالنّیّرین
(۱۳) هما نوران لمّاعان ضیاءً — علی افق الهدی کالفرقدین
(۱۴) وطاولت السّماء الارض حقا — مباهاة بهذین المرقدین
(۱۵) فهذا قبر موسیٰ من احاطت — بحار علومه بالخافقین
(۱۶) فیا للجنبتین له احاطت — بحجری علمه متفجرین
(۱۷) امام لم یزل فی السّجن ظلما — له التّرب مثوی الجانبین
(۱۸) فان سجنوه کان له بهذا — تأسّ فی علیّ بن الحسین
(۱۹) وذلک یوسف سجنوه ظلما — فزاد الاسر رتبته بزین

---

(۱۰) گیا زیارت مرقد کو انکی اُس دل سے — جو کر چکا تھا زیارت نگاہوں سے پہلے
(۱۱) یہ سمجھو آگئی آنکھوں میں کھنچکے روح تمام — جو ہیں دکھائی دیئے قبّے اُسے ہر دو انام
(۱۲) وہ قبے دونوں شرف اور ضیا میں فرد ہوئے — مقابل اُنکے مہ و مہر چرخ گرد ہوئے
(۱۳) وہ دونوں نور الٰہی ضیا فگن تاباں — افق پہ دین کے جو ہیں مثل فرقدین عیاں
(۱۴) زمین کرتی ہے نازش سپہر دوران پر — کہ ہیں یہ دونوں مقدس مزار امان پہ
(۱۵) یہ قبر موسیٰ کاظم امام عرش مقام — کہ جن کے علم کا دریا محیط خلق تمام
(۱۶) وہ فاش سینہ و پہلو بجانبین کیسے تھے — کہ جن میں ایسے سمندر علوم کے آئے
(۱۷) وہ شاہ عمر کٹی حبس کی زندان میں — سوائے خاک نہ تھا فرش جسکے پہلوئین
(۱۸) نہیں تھا قید سے کچھ انکی عز و شان پہ اثر — نمونہ سید سجاد کا تھا پیش نظر
(۱۹) وہ دیکھو یوسف کنعان ہوئے اسیر مگر — اسیر ہو کے ہوئی شان اور بالاتر

(٢٠) سما علياؤه فوق الثريا — ولم تدنس مناقبه بشين

(٢١) وقبر للتقي امام خلق — ليقوم بامره في العالمين

(٢٢) امام تاسع من نسل طٰه — رفيع المجد ازكى المحتدين

(٢٣) نأى عن زبرج الدّنيا اذا ما — رأى اخلاقها سيطت بعين

(٢٤) وماضي العزم في كل الرّزايا — كصمصام صقيل الشفرتين

(٢٥) من القوم الّذين لقد تجلّت — فضائلهم لكلّ بصير عين

(٢٦) احبّهم ويبغضهم اناس — فيقضي اللّٰه بينهم وبيني

(٢٧) كانّي حين جئت الكاظمين — فقد نلت الحلول بجنتين

(٢٨) اتيتهما ضعيفا مستكينا — كئيبا راجيا صفر اليدين

(٢٩) فيا رحمٰن يسّر لي مرادي — والهمني العلوم بحقّ ذين

---

(٢٠) بلند ہوگئی جا منزل ثریّا سے — نکل سکا نہ کوئی انمین عیب دنیا سے

(٢١) ہے قبر امام محمد تقیؑ کی بھی اس جا — جو تھے مدبر عالم بحکم ربّ علا

(٢٢) نویں امام وہ اولاد سے پیمبر کی — بلند مرتبہ و ہاشمی و مطلبی

(٢٣) رہے الگ وہ ہمیشہ جہان کی زینت سے — جو دیکھا اس کا رویہ الگ حقیقت سے

(٢٤) ارادہ ان کا تھا مضبوط قاطع و بران — لبان برش شمشیر صاف و تیز زبان

(٢٥) وہ اس گھرانے کے ہیں جنکی قدر عزت و شان — ہر ایک پردہ بنا یہ مثل مہر عیان

(٢٦) میں دوست رکھتا ہوں انکو بہت سے ہیں اعدا — خدا ہی فیصلہ مجھ میں اور انمیں کردیگا

(٢٧) میں کاظمین میں جب آ گیا تو یہ سمجھا — کہ باغ خلد میں پایا ہے منزل ہادی

(٢٨) یہاں میں آیا ہوں کمزور و عاجزی کیساتھ — "جگر فگار لگائے امید خالی ہاتھ

(٢٩) مرے خدا تو ہی میری مراد کو بر لا — انہی کے صدقہ میں کر مجھکو رزق علم عطا

(۳۰) ولاکن الّذی فاتت مناہ فولّی قابضاً خفی حنین

(۳۱) ووفقنی لاحمی دین ربّی بسیف الھند والرّمح الرّدینی

۱۶ شعبان شنبہ

۹ بجے صبح کو ریل بغداد کے اسٹیشن پہونچی۔ شیخ محمد کاظم صاحب خادم کاظمین جو ہمارے لکھنؤ کے رؤسا میں شمار ہوتے ہیں اُنکے نمائندہ شیخ محمد حسن صاحب ایک ہندوستانی بزرگ اور بعض خادم اسٹیشن پر موجود ملے، اسباب ریل سے نیچے اتارا اور ایک ٹھیلے پر لادا گیا۔ یہاں ٹھیلے میں بھی گھوڑے جوتے جاتے ہیں۔ سچ ہے ؎

اسپ تازی شدہ مجروح بزیر پالان

ہم لوگ ایک فٹن پر بیٹھے اور کاظمین روانہ ہوئے۔ ہوا کی تیزی اور سردی کی شدت سے بہت تکلیف تھی۔ تھوڑی دیر میں سامنے روضۂ کاظمینؑ کے قبہ پر نظر پڑی جو آفتاب کی شعاعوں سے مثل ستارہ کے چمک رہا تھا۔ بس اب نہ پوچھنا چاہیئے کہ دل کی کیا حالت ہوئی؟ رگ رگ میں اشتیاق کا خون دوڑنے لگا۔

السلام علیکما یا ابنی رسول اللہ و رحمۃ اللہ و برکاتہ، چند مرتبہ صلوات پڑھی اور اب ہر قدم کرب کا گران معلوم ہونے لگا۔ خیر تھوڑی دیر میں منزل مقصد پر پہونچ گئے۔ یہاں شیخ محمد کاظم صاحب کا ایک مکان ہے جو زائروں کے قیام کیلئے تیار رہتا ہے،

آپکا خود قیام تو اب ایک عرصہ سے مستقل طور پر لکھنؤ میں ہے۔ یہاں آپکے داماد سید ناصر صاحب کا انتظام ہے جو اس موقع پر کاظمین میں موجود نہیں تھے، کربلا گئے ہوئے تھے، شیخ محمد حسن صاحب نے جو آپکے

---

(۳۰) نہ ہوں میں خائب و خاسر نا امید پھروں در کریم سے آؤں تو باامید پھروں

(۳۱) عطا ہو مجھکو اک ایسا قلم اک ایسی زبان کروں میں نصرت مذہب مثال تیغ و سنان

وکیل میں اسباب وغیرہ اتروا کے کوٹھے پر ایک کشادہ مناسب طاق (کمرہ) میں رکھوایا۔

ہم۔ جناب مختشر صاحب، حسین بخش اور پیارے صاحب ایک جگہ اور تھوڑی دور پر جناب مفتی صاحب قبلہ دوسری جگہ اسی مکان میں مقیم ہوئے۔ اسباب قرینے سے رکھا اور بازار سے کھانا منگوایا۔ روٹی نخود قیمہ، سیخ کے کباب کھانے میں آئے۔ روٹی ان اطراف کی بہت خوب ہوتی ہے جس کا مزہ مستقل لذت رکھتا ہے۔ نخود قیمہ و کباب سے بھی مرچ نہ ہونے کے سوا کوئی شکایت نہیں پیدا ہوئی کھانا کھایا۔ شکر خدا ادا کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد حمام گئے۔ یہاں کے حمام گرم بہت گرم ہوتے ہیں میں پہلے اصلی گرم حوض کی طرف گیا، ہاتھ ڈال کے دیکھا تو ہاتھ جل کر بھسم ہونے لگا۔ ہمت اترنے کی نہیں ہوئی۔ میں دوسرے حوض میں جو ٹھنڈا کہلاتا تھا مگر میرے لئے وہی گرم تھا اترا اور غسل کیا۔ نہانے کے بعد جامہ خانہ میں آئے۔ کپڑے پہنے۔

حقیقۃً یہاں کے حماموں کا کیا کہنا۔ دو درجے بہت وسیع پہلے درجہ میں جو بیرونی ہے چاروں طرف چبوترے بنے ہوتے ہیں جن پر کاشی کا کام ہے اور روغنی پتھر لگے ہوئے ہیں۔

ادہر کوئی شخص حمام میں وارد ہوا حمام کے کسی کارکن نے دوڑ کر ایک لنگی اس پتھر کے اوپر کچھ دیر کے لیے ایک لنگ باندھنے کو دیا۔

ان لوگوں نے سب کپڑے اتار کر رکھے اور لنگ باندھ لیے۔ اب دوسرے درجہ میں داخل ہوا یہاں ایک طرف نہانے کے موجود ہوتے ہیں اور ایک حوض بنا ہوتا ہے جس پر پتھر کے بڑے بڑے صوفے لگے ہوتے ہیں اگر منجنے کی ضرورت ہوئی۔ آدمی نے وہ حوض سے بھر کر دیتے ہیں منجنے سے فراغت کے بعد اس حمام میں پہونچے۔ بڑے بڑے حوض ایک گرم [illegible] زیادہ گرم [illegible] کے [illegible] سے [illegible] عادت نہیں گرم نہیں بہت سے [illegible] ہیں اگر تو بہت گرم کچھ [illegible] جیسے بھنے ہیں تو غش آ جاتا ہے۔ اس میں اترنے کا جگر [illegible] بہت تھوڑا [illegible] رہے۔ پھر تھوڑا اور تھوڑا [illegible] حیثیت سے [illegible] اس میں [illegible]۔

[illegible] دوسرا حوض ہوتا ہے جو ٹھنڈا کہلاتا ہے۔ وہ بھی گرم ہوتا ہے اور میرے خیال میں [illegible] حماموں سے وہ بھی زیادہ گرم ہوتا ہے۔

مسرت کا طالب

(از قلم شیخ فرخ متعلم ایف سی کالج لاہور)

دن ختم ہوا ——— رات ہوئی ——— اور خاموشی چھا گئی۔

اسکی طبیعت کچھ پریشان سی تھی۔ اور یہ پریشانی اُسے سونے نہ دیتی تھی۔ وہ قدرتی شاہانہ اطلس کے نیچے بستر پر لیٹا اوپر کی جانب ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا تھا۔

دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر اپنے تخیل میں غرق ہو گیا۔

بارش خوب زور سے ہو رہی تھی۔ بجلی چمک رہی تھی۔ اور بادل کی گرج سے دل کانپتے تھے۔

مسرت کے طالب کے کپڑے پانی سے شرابور تھے۔ وہ سہما ہوا دل کڑا کر کے لمبے لمبے قدم رکھتا ہوا جنگل میں مارا مارا پھر رہا تھا۔

بجلی زور سے چمکی اور ایک لمحہ کے لئے سارا جنگل بقعۂ نور بن گیا ———

سامنے ایک جھونپڑی تھی ——— خوشی سے اچھل پڑا کہ مسرت یہاں ہے۔ اندر گیا اور ناکام واپس لوٹا۔

وہ ایک ٹوٹا ہوا پرانا جھونپڑا تھا۔ اندر سے کھوکھلا۔ صرف ایک سانپ اور نیولا آپس میں لڑ رہے تھے۔

بہار کا موسم تھا ——— سب خوش تھے ——— ناپائدار خوشی مگر مسرت کا طالب ——— اُس کے دل میں ایک اضطراب تھا۔ ایک تڑپ تھی۔ اسی حال میں وہ ایک خوشنما وادی میں جا نکلا۔ یہاں کچھ اور ہی سماں تھا۔

اُس نے ایک شخص کو دیکھا۔ جو آبشار کے کنارے پاؤں لٹکائے چپ چاپ بیٹھا تھا۔ ننھے ننھے پرندے اُسکے گرد اڑ اڑ کے پرسوز نغمے گا رہے تھے۔ صاف اور شفاف پانی اُسکے قدموں کو چومتا ہوا ایک دلکش ترنم کے ساتھ بہہ رہا تھا۔

وہ بولا ــــ مسرت ہے ؟ اسکے جواب مین وہ مسکرا دیا۔ شاید اُسکی ناکامی کا
پیش از وقت بھانپ کر اُس کا تمسخر اڑانا چاہتا تھا۔ کیونکہ وہ بھی تو مسرت ہی
کی تلاش مین تھا ۔

بیک ایک شاہی محلات اُسکی آنکھون کے سامنے آ گئے ۔
وہ دوڑا ــــ مسرت یہان ہے ــــ مگر وہان کیا تھا ؟
بادشاہ ــــ بیگمات ــــ غلام اور لونڈیان ۔
مگر ــــ سب کو فکر تھی ۔
مایوس اور ناکام واپس لوٹا ۔

اتنے مین وہ ایک اُجڑی ہوئی بستی مین جا نکلا ۔
تمام بستی مین ایک دیا تک جلتا نظر نہ آتا تھا ۔
یہ بستی نہ تھی ــــ یہ ایک شہر تھا ــــ شہر خموشان ــــ گورستان شاہی
چارون طرف شاہان گذشتہ کی قبرین تھین ۔
چند صحیح وسالم ــــ چند ٹوٹی پھوٹی ــــ چند سطح زمین مین گم
انسان کی بے بسی کے تصور نے اُسے بے بس کر دیا ۔
جب کسی جگہ اُس نے سطح ارض پر مسرت کو نہ پایا۔ تو ناچار آسمان کی طرف
سر اٹھایا ۔ دیکھا تو ایک بادل کا ٹکڑا اُسے دیکھکر ہنس رہا تھا ۔
اُسکی آنکھون مین آنسو تھے ۔ وہ چلایا ــــ مسرت ! مسرت !!
آواز آئی ۔
قلب کی گہرائیون مین غوطہ لگا ۔ مسرت خواہشات کے محدود ہو جانے کا
نام ہے "

آپس کی شادی

نوشتۂ قلم عالیجناب میر حیدر علی صاحب (حیدر آباد دکن)

نو عمروں اور کچھ ہم سے معمروں میں یہ بات نوک زبان ہے کہ اپنے عزیزوں میں عقد مناکحت کرنے سے اولاد ضعیف الجثہ پیدا ہوتی ہے آیا اس کی کوئی اصلیت بھی ہے ڈاکٹر یا طبیب یا وید کی رائے کسی اصول کے تحت ہے اور اگر ہے تو کیوں اگر کسی نے کہا بھی ہے تو دیکھنا یہ ہے کہ وہ ڈاکٹر یا طبیب ایسا ہے کہ اوسکی رائے عام طور پر قابل وقعت ماننے کے قابل ہے یا یہ کہ غلط اور محض لغو ہے یا ایک نے دل لگی سے یا کسی غرض کے تحت میں کہا ہوا اس نے دوسرے سے اور دوسرے نے تیسرے سے کہا اسی طرح ایک غلط اصول دماغوں میں رہ گیا۔ میری نظر میں باوجود جستجو کسی کا قول جو اس مثال کی تائید اوس سے ہوتی ہو نہیں گذرا اگر میں ہی کیا اور میری نظر ہی کیا کوئی صاحب جو اسکے موئید ہیں تبلا سکتے ہیں تو میں اون کا ممنون ہوں گا۔

ان دنوں تو اخباروں کے کالموں میں یہ مضمون دیکھا جا رہا ہے کہ یورپ میں جو کسی مذہب کے پابند نہیں ہیں اور اگر پابند بھی ہیں تو اس قسم کی پابندی پر مجبور نہیں ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ حقیقی بھائی بہنوں میں مناکحت ہونی چاہیئے جیسے کبوتر اور چڑے یا جوڑا ہو جاتے ہیں انہیں خیال یہ کیا جاتا ہے کہ بچے قوی ہوں نسل گبڑنے نہ پائے۔ اگر مذہب مانع نہ ہوتا تو یہ عمل صحیح ہوتا بالفرض غلط پہلے اگر ڈاکٹروں نے اگر کسی غلط اصول پر یہ رائے قائم کی تھی کہ قرابتداروں میں مناکحت اولاد کو ضعیف کرتی ہے۔ اب تو اسکے خلاف رائے دیجا رہی ہے اور عمل بھی غالباً شروع ہو گیا ہے تو ترجیح کس کو ہونی چاہیئے۔

زمانہ چونکہ ترقی پر گامزن ہے اسلئے اب کی تحقیق کو ترجیح ہونا چاہیئے۔ میں تمثیلاً کہوں گا کہ حکیم فیثاغورس جو ایک فلاسفر تھا وہ کہتا ہے کہ زمین ساکن ہے اور اوسنے اپنی رائے کی تائید میں کثرت سے مثالیں بھی پیش کی ہیں اوسکے زمانہ میں سب کا یہی عقیدہ تھا اوسکے بعد اوسکے مقلدین اسی کے قائل تھے مگر اب کی تحقیق بالکل الٹی بات تبلاتی ہے یہ کہتے ہیں کہ نہیں نہیں زمین متحرک ہے اور وہ گھومتی ہے۔ اب اوس عقیدے کے لوگ کہیں نظر نہیں آتے جو زمین کو ساکن تبلایا کرتے تھے۔

اسی طرح اگر کسی خوش فہم کا یہ سمجھے بوجھے یہ عقیدہ ہو کہ عقد مناکحت عزیزون مین اولاد کو ضعیف کرتی ہی تو یہ عقیدہ تقویم پارینہ کی حیثیت رکھتا ہی اسلئے کہ دعویٰ بے دلیل ہے۔

اگر ہم (فرقہ اسلام) یہ تسلیم کرلین کہ عزیزون مین عقد مناکحت جن سے عقد جائز ہے موجب ضعف بشری ہی تو یہ صورت اسلام کے اعتقاد کے سراسر خلاف ہی اسلام مین سب سے بہترین عمل یہ ہے کہ وہ صلۂ رحم اختیار کرے۔ خدا کا حکم ہے کہ صلہ رحم کرو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اسی کی تاکید فرماتے ہین۔ کیونکہ صلہ رحم کرنے کا اور رکھو کے قائم کرنے کا یہ قوی طریقہ ہے کہ عزیزون مین مناکحت رہو۔

مذہبی پابندی کو اگر تم چھوڑنا چاہتے ہو چھوڑ دو۔ اصول کے لحاظ سے دیکھو تو قرابت دارون مین عقد مناکحت ہوتی ہے تو باہمی معیت کا ایک جدید سلسلہ قائم ہوتا ہے۔ یا یون کہو کہ محبت مستحکم ہوتی ہی مین تفصیلی بحث اس موقع پر چھوڑتا ہون۔ ضمنی بحثین اصول کے ماتحت ہوا کرتی ہین یہ ایک مثل مشہور ہے کہ جس کا اصول غلط اوس کا فروع غلط اب یہ دیکھنا ہے کہ کس طرف سے کیا آواز آتی ہے ڈاکٹر طبیب اہل الرائے کیا کہتے ہین۔

نقد و تبصرہ

(رکن ادارت کے قلم سے)

کائنات قبل اسلام مصنفہ فاضل شہیر قیات مولانا سید مجتبیٰ حسن صاحب موسوی کامونپوری حجم ۵۰ صفحہ قیمت ۵ ر ملنے کا پتہ:۔ گوڈن پریس بیکاپور کانپور۔

مولانا موصوف کے قلمی خدمات بر ابر ملکی جرائد میں نظرافروز ناظرین ہوتے رہے ہیں۔ آپکے قلم میں روانی ہے اور انداز تحریر میں شگفتگی اور نگاہ مطالعہ میں وسعت۔

زیر تبصرہ رسالہ جو درحقیقت "الواعظ" کے متعدد نمبروں میں شایع شدہ ایک مضمون کی مدون شکل ہے مذکورہ ۱۱ خصوصیات کا پورے طور سے حامل ہے۔

آپنے محنت اور کاوش کے ساتھ اسلام کے قبل دنیا کا جو نقشہ تھا اور مختلف ممالک عالم میں جو گمراہی اور بداعمالی کی باتیں شایع تھیں انکی تاریک مرقع پیش کرتے ہوئے اسلام کی اصلاحی جدوجہد اور آسکے بیش از قرار نتائج پر اجمالی روشنی ڈالی ہے۔ کتاب بہرحال مفید ہے اور قابل مطالعہ۔

ہمارے شہید مصنفہ عالیجناب سید تجمل حسین صاحب ایم اے۔ حجم ایک سو چار صفحہ ۱۰۴ ملنے کا پتہ:۔ سید مقبل حسین صاحب مہمان منزل علیگڈھ مسلم یونیورسٹی۔

اس کتاب میں واقعات کربلا کو نہایت صاف اور آسان انداز تحریر میں بچون کی ابتدائی تعلیم کے لئے تحریر کیا گیا ہے اور ہر سبق کے آخر میں امتحانی سوالات بھی جیسا کہ نصاب کی کتابون میں عام طور سے رائج ہیں درج کئے گئے ہیں۔ ہمارے خیال میں کوشش کرنا چاہیئے کہ یہ کتاب نصاب تعلیم میں داخل ہوجائے۔

ہمیں امید ہے کہ اس کتاب کے مصنف یا کوئی دوسرے اہل قلم بزرگ دوسرے امامون کے حالات اور اسلام کے اہم تاریخی واقعات کے متعلق اس قسم کے دیگر رسائل بھی تحریر فرمائیں تو نہایت مفید اور کارآمد ہون گے۔ ہمارے خیال میں اس مقصد میں پوری کامیابی اس رسالہ کی اشاعت و خریداری کے سلسلہ میں ہمت افزائی پر موقوف ہے اور اس کا تعلق افراد قوم کے شوق و ذوق کے ساتھ ہے۔ قیمت ۵ ر ہے جو طباعت کتابت

حجم کو دیکھتے ہوئے بہت کم ہے کتاب میں متعدد تصاویر بھی موجود ہین جنھون نے اُس کی دیدہ زیبی
مین اضافہ کر دیا ہے۔

قاتلان عثمان کا مذہب — مصنفہ عالیجناب مولانا سید محمد صاحب ابن جناب علامہ ہندی دام ظلہم
قیمت ۲ر ملنے کا پتہ :- دفتر دار التبلیغ ڈیوڑھی آغا میر لکھنؤ
اس مین قاتلان جناب عثمان بن عفان کے متعلق تبصرہ کیا گیا ہے کہ وہ کس مذہب سے
تعلق رکھتے تھے۔

میزان محبت / **رسالہ التقیہ** — یہ دونوں تبلیغی رسالے ہین جو شیعہ مشن لکھنؤ نے اپنے انداز پر شائع کئے ہین
پہلے رسالہ کی قیمت ۲ر دوسرے رسالہ کی ۱۰ر
ملنے کا پتہ :- سکریٹری شیعہ مشن امام باڑہ غفرانمآب لکھنؤ

جلوۂ اجتماعی — مصنفہ حضرت حکیم الامۃ علامہ ہندی دام ظلہ — قیمت ۴ر
ملنے کا پتہ :- دار التبلیغ ڈیوڑھی آغا میر لکھنؤ
اسکے مصنف دام ظلہ کا زور قلم اور انداز تحریر آپکے کثیر التعداد بڑے اور چھوٹے مصنفات کی بدولت
جو ملک مین شایع ہو چکے ہین محتاج تعارف نہین ہے۔
یہ رسالہ جو ہیئتِ اجتماعیہ کی تشکیل کی ضرورت اور افتراق و انتشار کی مہلک مضرتون کو ثابت
کرنے کے لئے تحریر کیا گیا ہے اُن تمام خصوصیتون کا حامل ہے جو اسکے مصنف کی تحریر مین خاص طور سے
موجود ہوتی ہین۔
امید ہے کہ افراد قوم اس رسالہ کو بیش از بیش تعداد مین خرید کرینگے اور اُس سے صحیح فائدہ اٹھائینگے۔

العصر — یہ اڑتالیس صفحہ کا ماہوار رسالہ ہے جو امرتسر سے شایع ہوتا ہے۔
لکھائی، چھپائی، مضامین کوئی چیز قابل اعتراض نہین، مضامین کی نوعیت مفید
اور فیض رسان،
افراد شیعہ کو اپنے پریس کو مضبوط کرنے کے لئے ایسے ہر اخبار اور رسالہ کی ہمت افزائی کرنا
چاہیے۔ جو کسی شیعی حلقہ سے جاری کیا گیا ہو۔ قیمت سالانہ دو روپیہ ۲عہ
دفتر العصر امرتسر سے طلب فرمائیے

"اسد" کا شاندار باتصویر محرم نمبر

مشتہرین کی توجہ کیلئے

لکھنؤ کے ممتاز و مشہور اخبار "اسد" کا محرم نمبر بڑی آب و تاب سے ہزاروں کی کی تعداد مین امسال شایع ہونے والا ہے۔ اس نمبر کیلئے نہ صرف ہندوستان بلکہ عالم اسلامیہ و بلاد مغرب سے بھی مضامین حاصل کئے جا رہے ہین اور یہ محرم نمبر اپنی نوعیت مین یادگار محرم نمبر ہوگا مشتہرین اس نمبر مین اشتہار دیکر فائدہ اوٹھائین کیونکہ اشتہار کی کامیابی کا راز اخبار کی کثرت اشاعت و وسیع حلقہ اثر ہی پر منحصر ہے۔

اجرت اشتہار { فی صفحہ ۲۰×۳۰/۸ عہ ؛ نصف صفحہ ۸/ } ایک کالم ۲۰×۳۰/۸ للعہ ؛ نصف کالم ۸/

قیمت فی پرچہ ۴ (علاوہ محصولڈاک)

دین حق کی نصرت کیلئے

کیا آپ تھوڑی سی مالی قربانی بھی نہین کر سکتے؟ اگر ایسا نہین ہے تو جلد از جلد امامیہ مشن کی ممبری قبول فرما کر ناصرین اہلبیت علیہم السلام کی فہرست مین اپنا نام بھی درج کرالیجیے۔

چندہ لائف ممبران	کم از کم پچاس روپیہ یکمشت
چندہ ممبران خصوصی	کم از کم پانچ روپیہ سالانہ
چندہ ممبران عمومی	کم از کم ایک روپیہ سالانہ

نوٹ:- لائف ممبران کی خدمت مین موجودہ اور آیندہ کے تمام رسائل بلا طلب بلا قیمت ارسال ہونگے

ممبران خصوصی کی خدمت مین ممبر بننے کے بعد شایع ہونیوالے تمام رسائل مفت اور قبل کے رسائل اگر خریدنا چاہین تو صرف نصف قیمت چارج ہوگی۔

ممبران عمومی کو ممبر بننے کے بعد جو رسائل شایع ہونگے (بشرطیکہ وہ طلب فرمائین) نصف قیمت پر دئے جائینگے اور قبل کے رسائل اگر خریدنا چاہین تو پوری قیمت چارج کیجائیگی۔ دستور العمل و فارم ممبری وغیرہ مندرجہ ذیل پتہ سے طلب فرمائیے:-

آنریری سکریٹری امامیہ مشن حسین آباد لکھنؤ

باہتمام سید محمد رضی پرنٹر و مرزا حیدر حسین پبلشر سرفراز قومی پریس لکھنؤ مین طبع ہوکر دفتر "حقایق" لکھنؤ سے شایع ہوا

رجسٹرڈ نمبر ا/ (۲۶۰۷)

امامیہ مشن کے تبلیغی رسالے

۱	قاتلان حسینؑ کا مذہب	(تیسرا اڈیشن)	۴/	۱/
۲	تحریف قرآن کی حقیقت	(دوسرا اڈیشن)	٦/	۱/
۳	مولود کعبہ		۱/	-/
۴	وجود حجت		۴/	۱/
۵	اصول دین اور قرآن		۴/	۱/
٦	اتحاد الفریقین حصہ اول		۴/	۱/
۷	حسینؑ اور اسلام اردو		۱/	-/
۸	" " ہندی		۱۰/	-/
۹	" " انگریزی		۲/	-/
۱۰	متعہ اور اسلام		۸/	۱/
۱۱	امامت ائمہ اثنا عشر اور قرآن	(دوسرا اڈیشن)	۸/	-/
۱۲	تجارت اور اسلام		۳/	-/
۱۳	اتحاد الفریقین حصہ دوم		۴/	۱/
۱۴	علیؑ اور کعبہ		۱/	-/
۱۵	رجال بخاری حصہ اول		٦/	۱/
۱٦	مذہب باب و بہا حصۂ اول		۵/	۱/
۱۷	نوروز و غدیر	(دوسرا اڈیشن)	۱/	-/
۱۸	مجاہدۂ کربلا		۲/	-/
۱۹	کربلا کا آتم بلیدان (ہندی)		۲/	-/
۲۰	دی مارٹیڈم آف حسینؑ (انگریزی)		۲/	-/
۲۱	اسوۂ حسینی		۷/	۱/
۲۲	جنگ صفین		۳/	-/
۲۳	تذکرۂ حفاظ شیعہ حصہ اول		٦/	۱/
۲۴	" دوم		۵/	۱/
۲۵	مقصود کعبہ		۱/	-/
۲٦	مذہب باب و بہا حصۂ دوم		(زیر طبع)	
۲۷	مذہب اور سائنس		۱/	-/
۲۸	معرکۂ کربلا		۲/	-/
۲۹	کربلا کا مہایودھ (ہندی)		۲/	-/
۳۰	دی مارٹیڈم آف کربلا (انگریزی)		۲/	-/

ملنے کا پتہ:- آنریری سکریٹری امامیہ مشن حسین آباد۔ لکھنؤ

أَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا

قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم

لکھنؤ

مدیر ابن حسین نقوی

مقاصد

(۱) لامذہبیت کے مقابلہ مین مذہب کی حمایت

(۲) اسلامی اصول کی تبلیغ اور مخالفین اسلام کے جارحانہ حملون کا دفعیہ

(۳) مذہب حق کے تعلیمات کی نشر و اشاعت اور قوم کے اخلاقی و تمدنی اوصاف کی اصلاح۔

(۴) علم ادب کی صحیح خدمت

(۵) سلف صالحین اور مفید ماضی واقعات کے تاریخی حالات

(۶) اکتشافات جدیدہ و اخبار علمیہ وغیرہ وغیرہ

قواعد

یہ رسالہ ہر عربی ماہ کے دوسرے ہفتہ مین شایع ہوا کریگا

ہر خریدار کو کم از کم چھ ماہ کیلیے خریدار ہونا پڑے گا۔

نمونہ کا پرچہ چھ آنے کے ٹکٹ آنے پر روانہ ہوگا

جواب طلب امور کے لیے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیے

اشتہارات کی اجرت کا نقشہ کسی دوسری جگہ درج ہے

علمی معاملات کے متعلق خط و کتابت بنام مدیر اور دیگر امور کے متعلق بنام منیجر ہونا چاہیے

شرح قیمت

رؤسا و والیان ملک سے جو رقم بھی مرحمت فرمائین

عام خریدارون سے چار روپیہ سالانہ اور دو روپیہ آٹھ آنہ ششماہی،

چندہ ممالک غیر پانچ روپیہ سالانہ

ہدایات

مضمون نگار حضرات مقاصد رسالہ کا لحاظ رکھکر مضمون تحریر فرماوین ورنہ درج حقایق نہو سکین گے مضامین عموماً مختصر ہونا چاہئین ایڈیٹر کو تغیر و تبدل اور اصلاح کا اختیار رہیگا۔

عبارت حتی الامکان سلیس اور عام فہم ہونا چاہیے۔

مضامین خوشخط تحریر کیے جاوین اور عربی عبارت کا ترجمہ ہونا چاہیے،

کتب منقول عنہا کا حوالہ مع نمبر صفحہ و سطر ضرور ہونا چاہیے، ناقابل اشاعت مضمون واپس نہوگا۔ اگر ضرورت ہو تو صاحب مضمون کو ٹکٹ بھیجنا چاہیے

پتہ:۔ دفتر حقایق حسین آباد۔ لکھنؤ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حقائق

جلد ۱ — ماہ محرم الحرام ۱۳۵۴ھ — نمبر ۶

فہرست مضامین

کربلا

(عالیجناب ملک آل محمد مرزا کاظم حسین صاحب محشر دام ظلہ کے قلم سے)

روز آتے ہیں ملک بہر نثار کربلا — کعبۂ اسلام و ایمان ہے دیار کربلا
بنگیا زینب کی چادر اور کفن شبیر کا — بیکسی میں کام یوں آیا غبار کربلا
زندگی پر ہر نفس میں موت کو ترجیح دی — کس کلیجے کا تھا ہر اک جاں نثار کربلا
دو عالم میں بڑھے زور ہوائے انقلاب — مٹ نہیں سکتا کبھی رنگ بہار کربلا
زائروں کو جوہر باطن نہ کیوں آئیں نظر — رحمت معبود ہے آئینہ دار کربلا
خاک میں یہ اکیا قدرت نے اعجاز مسیح — یوں بڑھا خون شہیدان سے وقار کربلا
ہستیٔ ظاہر فدا کی پائی غیبی سلطنت — گھر لٹا کر ہو گئے شہ تاجدار کربلا
روضۂ رضوان کی اب کوئی ایسی پروا نہیں — جنتی وہ ہے جو دیکھ آیا بہار کربلا
ساکنان عرش اعظم آتے ہیں بہر طواف — تربت شہ سے بڑھا ایسا وقار کربلا
آج تک ذرات دیتے ہیں صدائے یا حسین — جب ہوا سے ملکے اڑتا ہے غبار کربلا
ایک جانب چند غازی اک طرف لاکھوں شریر — غم کا افسانہ ہے حال گیر و دار کربلا
خوبیٔ قسمت انھیں اس غم میں روتا ہی رکھے — جنکے اشکوں سے ہے قائم یادگار کربلا
عقل انسان راز غیبی کو سمجھ سکتی نہیں — پوچھئے قرآن سے عز و وقار کربلا
اسقدر شوق شہادت تھا حسینی خون میں — ہو گیا تشنہ لبی سے بھی نثار کربلا

ہر نفس میں انتظار جذبۂ لبیک ہے
چل کے محشر دیکھ آئیں پھر دیار کربلا

سلام

(نتیجۂ فکر یادگار انیس جناب ابو صفا فائق دام ظلہ)

نہ پھر آیا جو آیا کربلا میں میہماں ہو کر
دکھایا اوج صحرا کی زمیں نے آسماں ہو کر

کہا بانو نے ہے ہے مر گئے اکبر جواں ہو کر
مری قسمت کہ میں بیٹھی رہی دکھیا ماں ہو کر!

تصور تو ذرا کیجے سوا سجاد بیکس کے
چلا ہے منزلوں بیمار کوئی ساربان ہو کر؟

بہا میں گر غم شبیر میں دیدار آنکھوں سے
دکھائے راستہ کوثر کا ہر آنسو رواں ہو کر

ہوئے اکبر جو پیدا ماں نے خوش ہو کر کہا دل میں
یہ مہ طلعت بنے گا اپنے دادا سا جواں ہو کر

عیاں ہوتا تھا گویا ناگنیں لہراتی پھرتی ہیں
اڑے تھے رن میں بن کے پھریرے دھجیاں ہو کر

چلے مرنے کو ہمشکل پیمبر جب کمر کس کے
بلائیں مادر ناشاد نے لیں شادماں ہو کر

اثر اتنا تو ہو سوز غم سرور کا آہوں میں
نہاں ہوں دل میں آتش بن کے ظاہر ہوں دھواں ہو کر

کھلے تھے پھول زخموں کے تنوں پر مرنے والوں کے
بہار آئی تھی گلزار زہرا میں خزاں ہو کر

زباں پر آرہی ہیں مدح سیف اللہ میں مضموں
نہ کیوں چمکیں مری شمشیر کے جوہر عیاں ہو کر

لکھی تو نے جو عرش حق کے تاروں کی ثنا فائق
زمین شعر نے رفعت دکھائی آسماں ہو کر

شذرات

اسوقت جبکہ ہم یہ سطور حوالۂ قلم کر رہے ہین دنیا مین رنج والم کا دور ہی جسم پر سیاہ لباس آچکا ہی اور گھر دن مین صف ماتم بچھ گئی ہے۔ یہ سب کیون ہی؟ اسلئے کہ یہ مہینہ ایک ایسی ہستی کی یاد دلاتا ہی جس کے سامنے کربلا مین مصائب کے عظیم پہاڑ آ گئے تھے وہ ہستی پیغمبر اسلام کے نواسے، شہیدون کے سردار حضرت حسین بن علیؑ کی ہی ہمارا یقیناً دل چاہتا تھا کہ ہم اس مہینہ مین شہید کربلا کے ساتھ اپنے حسن عقیدت کے اظہار مین "حقائق" کا ایک مخصوص نمبر شائع کر دین مگر "طاؤس" نے پیرون پر نظر ڈالی اور کمھلا کر رہ گیا" رسالہ کی کم عمری کہ اسکے اجرا کو ابھی ایک سال نہین گذرا ہی اور اسکے دائرہ اشاعت کی ابھی تک تنگی ہمکو اس مقصد کے انجام دینے سے سد راہ ثابت ہوئی پھر بھی اس نمبر مین آپکو بہت زیادہ نظم و نثر کا ذخیرہ حضرت سید الشہداؑ ہی کی نسبت نظر آئیگا جس کا خاص طور پر خیال رکھا گیا ہی۔ آپ اس کو محرم نمبر نہ سمجھیے لیکن آئندہ سال انشاءاللہ ہمارا ذمہ کہ "حقائق" آپکے سامنے ایک ممتاز محرم نمبر پیش کریگا۔ اسکی توسیع اشاعت مین کوشش کرنا آپ کا کام ہے۔

———— ❖ ————

دنیا مسرت اور رنج سے مخلوط ہی ہمین جس طرح اس کا رنج ہی کہ بہت سی حضرات نے "حقائق" کی توسیع اشاعت کی جانب ابھی تک کچھ بھی توجہ نہین فرمائی وہان اسپر اظہار مسرت بھی ضروری ہی کہ ہماری اپیل بالکل "صدا بصحرا" ثابت نہین ہوئی اور بعض حساس دل رکھنے والے افراد نے اسکی طرف توجہ فرمائی ہی چنانچہ فخر قوم عالیجناب سید تصدق حسین صاحب کاظمی سب پوسٹماسٹر دیجانہ ضلع رہتک (جو اسکے قبل امامیہ مشن کے لائف ممبر ہو چکے ہین اور حقائق کے خریدار ہین) انھون نے پانچ خریدارون کا چندہ مبلغ ۲۰ روانہ فرماتے ہوئے اختیار دیا ہی کہ ہم جن اشخاص کے نام چاہین بلا قیمت پانچ رسالے جاری کر دین۔ یا اس رقم کو اعانت مین شمار کرین۔

ہم نے پہلی صورت کو اختیار کرتے ہوئے موصوف کی رقم سے ہندوستان کی پانچ لائبریریون کے نام اخبار جاری کر دیا (۱) امامیہ لائبریری پشاور (۲) مسلم یونیورسٹی لائبریری علیگڈھ (۳) شیعہ مشن لائبریری امروہہ (۴) المجدیہ لائبریری الہ آباد (۵) گنگا پرشاد میموریل لائبریری لکھنؤ۔ امید ہی کہ دوسرے افراد قوم بھی اس طریقہ کو اختیار فرمائینگے اور "حقائق" کے دائرہ کو وسیع فرمانے کی کوشش کرینگے۔

———— ❖ ————

قومی حیثیت سے دو سانحے ہمارے دل پر خاص اثر ڈالا کرتے ہین جنکا تعلق براہ راست قومی کارکنون اور درد دلی

رکھنے والوں کے ساتھ ہو چکا ہے۔ چنانچہ قریبی زمانہ میں قابل تذکرہ ہے بزرگ قوم عالیجناب میر واجد علی صاحب وکیل مرحوم بریلی کے جوان فرزند میر اقبال حسین صاحب کا انتقال جو دفعتہً قلب کی حرکت بند ہو جانے کے سبب سے واقع ہوا۔ جو آپکے نواسہ داماد ناچیز مدیر حقائق کے چھوٹے بھائی) سید ممتاز حسین صاحب بی اے ایل ایل بی وکیل مرحوم کے سانحہ کے بعد ہی اب دوسرا سانحہ ہے مگر مشیت الٰہی سے چارہ کیا ہے۔

دوسرا سانحہ ہمارے دوست مجاہد ملی سید حاجی حسن صاحب اسسٹنٹ سکریٹری انجمن تحفظ مآثر متبرکہ کی ۱۸ سالہ جوان لڑکی کا ہے جس نے خاص روز عاشورا اپنے ایک سہ ماہہ بچی کو اپنی یادگار چھوڑ کر باپ کو صدمہ مفارقت دیا۔ ہمکو اس واقعہ کا جتنا رنج ہے اسکا اظہار قلم سے ممکن نہیں لیکن ہمکو یقین ہے کہ سید حاجی حسن صاحب اس درد ناک سانحہ کے ساتھ جوان کو انہدام جنت البقیع سے دس سال تک گذرنے کے بعد اب تک چین سے بیٹھنے نہیں دیا ہے اس درد مصیبت کا کوئی خاص اثر نہ کرینگے اور سابق کیطرح خدمت ملت میں مصروف رہیں گے

تبلیغ حسینیت کا نیا طریقہ

حسینی کارڈ

اس زمانہ میں کہ جب واقعات کربلا کی تبلیغ کا سلسلہ مختلف صورتوں سے ہوتا ہے ہمارے دوست سید امیر حسین شاہ صاحب بھیروی نے ایک خاص طریقہ یہ اختیار کیا ہے کہ اس صورت کا ایک کارڈ جو اس صفحہ پر درج ہے ماہ محرم میں چھپوا کر اس طرح روانہ کیا جا کہ وہ خاص عاشورا کے دن لوگوں کے ہاتھوں میں پہونچے یقیناً یہ بہت اچھی صورت ہے اگر اس امر میں وسعت پیدا ہو اور کارڈ کی عبارت میں بھی مختلف قلم اپنے اپنے نقطۂ کمال کے مطابق ندرت پیدا کرتے رہیں اور کارڈ ہزاروں آدمیوں کے ہاتھوں میں مختلف اشخاص کی طرف سے پہنچ سکا کرے تو حقیقۃً واقعہ کربلا اور حسینی مظلومیت نیز اسوۂ حسینی کی انتہائی تبلیغ ہو سکتی ہے۔

> بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
>
> اعظم اللہ اجورنا واجورکم بمصابنا علی الحسین المظلوم علیہ السلام
>
> شاہ است حسین بادشاہ است حسین
> دین است حسین دین پناہ است حسین
>
> سر داد نداد دست در دست یزید
> حقا کہ بنائے لا الہ است حسین
>
> لا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا
>
> بیشک شہدائے راہ حق زندہ ہیں۔ ان کی ظاہری زندگی فنا ہو جاتی ہے مگر وہ ہمیشہ باقی رہتے ہیں اور خدا کے یہاں زندگانی جاوید رکھتے ہیں۔ بیشک عام بندگان الٰہی کا بھی یہ فرض ہے کہ وہ انکی یاد کو ہمیشہ زندہ رکھیں اور یادگار کو قائم۔
>
> آج کا دن ایک شہید اعظم کی طرف نسبت رکھتا ہے جو جگر گوشۂ رسول ہونیکی وجہ سے تمام مسلمانوں کیلئے بلند ترین عزت کا مستحق ہے۔ کیا اسکی یادگار قائم کرنا مسلمانوں کا اہم فرض نہیں ہے؟ پھر کیا آپنے اسکی یادگار کو بیش از بیش ترقی دینے کے لئے کوئی عملی کوشش اور پیغمبر اسلام کے سامنے سرخرو ہونیکا کچھ سامان کیا ہے؟
>
> الداعی الی الخیر
> سوگوار شہید کربلا سید امیر حسین شاہ نقوی بھیروی

فرات سے خطاب

اے دریائے فرات! افعی کی طرح بل کھاتے ہوئے بہنے والے فرات! تیری ظالم موجوں نے کیا کچھ نہیں دیکھا!
تیرے کنارے کس کس کا خون نہ بہا۔

آل ہاشم اولادِ علیؓ جگر گوشہ بتولؓ نورِ دیدہ رسولؐ امام مظلوم حضرت حسین علیہ السلام اور اُن کا تمام قبیلہ ایک بوند پانی کے لئے ترس ترس کر تشنہ لب تیرے کنارے شہید ہوا۔

علی اکبرؓ کی جوانی، اصغر کی معصومی، قاسم کی شادی کے سامان تیری خاک میں ملے۔ فاطمۃ الزہراؓ خاتون جنت کا لال شمر ذی الجوشن کی تیغ جفا کار سے تیری خاک پر عین سجدے کی حالت میں بھوکا پیاسا، بے یار و مددگار شہید ہوا، حرم پاک کو لوٹا گیا خیمے جلائے گئے۔ کہاں؟ اے فرات تیرے کنارے! تیری خاک پر! حسین علیہ السلام کا گناہ کیا تھا؟ تم جانتے ہو! وہ ذات گناہوں سے پاک تھی۔ ان کی جنگ جاہ و حشمت یا حصول تخت و تاج کے لئے نہیں تھی۔ وہ صرف استبدادیت کے خلاف نبرد آزما ہوئے۔ انہوں نے طاغوتی طاقتوں کی پروا نہ کی۔ اپنی بے بسی اور بے سروسامانی پر دھیان نہ کیا۔ اور ایک مجاہد اعظم کی حیثیت سے یزیدیوں کے مقابلہ میں ڈٹ گئے۔ اپنی آنکھوں کے سامنے نوجوان بچوں۔ ہاں ان بچوں کو جنہیں فرشتے گود میں لیکر لوریاں دیا کرتے تھے جن کے خوبصورت چہروں کے انوار سے ماہتاب و آفتاب روشنی حاصل کیا کرتے تھے اے فرات! تیرے کنارے صرف اسلام کے ننگ و ناموس کی حفاظت کے لئے شہید کرا دیا۔ خیموں سے پردہ پوش بیبیوں کی آہ و بکا سنائی دیتی تھی معصوم تشنہ بچوں کی جانیں پیاس کے مارے لبوں پر آ رہی تھیں حسین علیہ السلام نے یہ سب کچھ دیکھا لیکن اف تک نہیں کی ان تمام مصائب کے باوجود وہ آخری وقت تک یزیدیوں کو پیغام حق دیتے رہے آپ کی شہادت کے بعد اے فرات تو نے یزیدیوں کے وہ لرزہ خیز اور انسانیت سوز مظالم بھی دیکھے جو ان درندہ صفت انسانوں نے مظلوم خاندان حسین علیہ السلام پر کئے خیموں کو نذر آتش کر دیا گیا بیبیوں کی چادریں چھین لیں۔ ان بیبیوں کی جن کی مقدس اور اطہر شکلیں کبھی فرشتوں کو بھی دیکھنی نصیب نہیں ہوئی تھیں۔ بے پردہ کیا گیا۔ اور مظلوموں کے قافلے کو بے بسی کے عالم میں یزیدیوں کے نرغے میں اے فرات تو نے جاتے ہوئے دیکھا لیکن ظالم! تیری موجوں میں نیل کی طرح طغیانی کیوں نہ آگئی۔ تو نے یزیدیوں کی فوج کو اپنی آغوش میں لے کر لقمہ نہنگ اجل کیوں نہ بنا دیا۔ اے فرات قیامت تک آنے والی نسلیں تجھے اتنے درخونخوار کے نام سے پکارتی رہیں گی۔ (عطا) (احسان لاہور)

رجعتِ شمس

(رشحہ قلم حضرت حکیم الامۃ علامہ ہندی مولانا سید احمد رضا قبلہ دام ظلہ)

(گذشتہ سے پیوستہ)

ب ۔ اسماء ناقل ہیں کہ ۔

اما واللہ لقد سمعنا لھا عند غروبھا صریرا کصریر المنشار فی الخشب" (مناقب ابن شہر آشوب)	قسم بخدا میں نے غروب آفتاب کی حالت میں سنا کہ ایک سخت آواز ایسی آتی تھی جیسے منشار لکڑی کی رگڑ سے آواز دیتا ہے ۔ (منشار لکڑی

کے کاٹنے کا ایک آلہ ہے جسے اردو زبان میں "آری" کہنا چاہیئے)

ج ۔ فقالت اسماء فطلعت الشمس حتی وقعت علی الجبال و علی الارض ۔ (موفق بن احمد)	اسماء ناقل ہیں آفتاب طلوع ہوا یہاں تک کہ پہاڑوں پر روشنی پڑنے لگی اور زمین پر روشنی آگئی ۔"
د ۔ وقد کانت غابت فرجعت حتی بلغت حجرتی و نصف المسجد (امالی شیخ مفید)	سورج غائب ہو گیا تھا پھر پلٹا یہاں تک کہ میرے حجرے اور نصف مسجد میں آگیا "۔

ہ ۔ مجلس شوریٰ میں احتجاجاً خود جناب امیرؑ نے فرمایا ہے کہ

ردت علیہ الشمس بعد ما غربت اوکادت (امالی شیخ مفید)	رد شمس ہوا بعد غروب کرنے کے یا قریب مغرب کے ۔
و فردت علیہ حتی صارت فی موضعھا من السماء وقت العصر (اعلام الوریٰ ارشاد)	پس رد شمس ہوا امیر المومنین کے لئے اور آسمان پر وہ وقت آگیا جو عصر کا ہوتا ہے ۔
(۲) واذا انا فی الاقامۃ اذ تحرکت شفتاہ بکلام کانہ منطق الخطاطیف لم افھم	جویریہ بن مسہر ناقل ہیں کہ میں نے اقامت شروع کی امیر المومنین نے اپنے لبوں کو حرکت دی اور ایسا

ماهو فرجعت الشمس بصرير عظيم
حتى وقفت في مركزها من العصر فقام وكبر
وصلى وصلينا فلما فرغ من صلوته وقعت
كانها سراج في طست وغابت واشتبكت
النجوم (عيون المعجزات - من لا يحضره خصائص)
تفسير ابن، بيار، ثاقب المناقب، اعلام الورى،
ارشاد)

آواز معلوم ہوئی گویا چرخی گاڑی میں بولتی ہیں جو میں نے
نہ سمجھا کہ کیا فرما رہے ہیں پس ایک شدید آواز کیساتھ
آفتاب پلٹا اور اپنے مرکز پر ٹھہر گیا جو عصر کا وقت
ہوتا ہے پس امیر المومنینؑ نے کھڑے ہو کر تکبیر فرما کر
نماز پڑھی اور ہم نے بھی پڑھی جب نماز سے فارغ ہوئے
ایسا معلوم ہوا کہ چراغ طشت میں ڈالدیا جاوے
اور سورج غائب ہو گیا اور ستارے چمک گئے"۔

اسبارے میں بھی جو اخبار میں کیفیت ردشمس میں اختلافات ہیں وہ بھی قابل غور ہیں ۔

الف ۔ حدیث مذکور میں ہے ۔
فرجعت الشمس بصرير عظيم.... فلما فرغ
من صلوته وقعت كانها سراج في طست
وغابت (عيون المعجزات)

سورج ایک شدید آواز کے ساتھ پلٹا جب نماز سے
فارغ ہوئے تو سورج گر گیا گویا چراغ طشت میں
ڈالدیا اور غائب ہو گیا ۔

ب ۔ فنظرت والله الى الشمس قد خرجت
من بين جبلين لها صرير (من لا يحضره)

قسم بخدا دیکھا میں نے آفتاب کو کہ دو پہاڑوں کے
درمیان سے نکلا ایک آواز کیساتھ"۔

ج ۔ فلما انقضت صلوتنا سمعت للشمس
وهي تنحط وهي صرير كصرير المنشار حتى غابت ۔
(خصائص)

نماز ختم ہونے پر ہمنے سنا آفتاب جھکا اور اس سے
آواز پیدا ہوئی جیسے چکی پیسنے میں آواز بلند
ہوتی ہے یہانتک کہ سورج غائب ہو گیا ۔

د ۔ فرجعت الشمس فسمعت لها صريرا
كصرير البكرة حتى عادت الى موضعها
العصر بيضاء نقية (ثاقب المناقب)

پس آفتاب پلٹا اور ہم نے ایک آواز گراری کے
چلنے کی سی سنی یہانتک کہ عصر کے وقت جہاں آفتاب
ہوتا ہے آ گیا جو روشن اور صاف تھا"۔

ه ۔ فاجاب الله تعالى الى ردها عليه
وكانت في الارض على الجبال التي يكون عليها
وقت العصر فلما سلم بالقول غابت فسمع لها

خدا نے دعائے امیر المومنینؑ قبول فرمائی اور سورج
کو پلٹایا اور زمین اور پہاڑوں پر عصر کا سا وقت
آ گیا جب سلام پھیر چکے تو سورج غائب ہو گیا

وجبة شديدة هال الناس ذلك واكثروا من التسبيح والتهليل والاستغفار (ارشاد)

اور ایک آواز شدید سنی گئی جس سے لوگوں پر خوف طاری ہوا اور تسبیح و تہلیل واستغفار کرنے لگے "

(۲)

کیا سورج متحرک ہے

سابق حکماء سورج کو متحرک اور زمین کو ساکن کہتے تھے "کوپرنیک" نے ثابت کیا کہ آفتاب مرکز عالم ہی اور ساکن ہے لیکن سیارات و اقمار گرد سورج کے چکر مار رہے ہیں ۔

لیکن حال کی تحقیقات اسکے خلاف ہی اب ثابت ہوا ہے کہ سورج اس فضا نامحدود میں خود گردش میں ہے چنانچہ آفتاب اپنے کل سیارات اور ان کے اقمار کو لئے ہوئے اس فضا نامحدود میں آہستہ آہستہ حرکت کرتا ہوا چلا جاتا ہی جس کی تمیز حکمائے ہیئت نے اسوجہ سے کی ہی کہ روز بروز نئے نئے ثوابت نظر آرہے ہیں اور بعض جو پہلے نظر آتے تھے وہ غائب ہوتے جاتے ہیں۔

(مثال) کسی شہر میں جہاں ہزاروں لالٹینیں ہر سمت میں روشن ہوں اگر کوئی ان کے درمیان سے آہستہ آہستہ گذر کرے تو اوسکو نئی نئی لالٹینیں نظر آتی جاتی ہیں اور جو سامنے نظر آتی ہیں وہ پیچھے چھوٹتی جاتی ہیں۔ اسی طرح یہ سارا نظام شمسی ایک سمت میں گردش کرتا ہوا چلا جاتا ہے جسکے سبب سے جو ثوابت پہلے نظر نہ آتے تھے وہ بھی اب دکھائی دیتے ہیں اور بعض جو پہلے نظر آتے تھے اب غائب ہو رہے ہیں ۔

لیکن آفتاب بلحاظ اپنے سیاروں کے نقل مکان نہیں کرتا ہی آفتاب کے ساتھ سارا نظام شمسی حرکت کرتا چلا جارہا ہی اگر صرف آفتاب ہی میں نقل مکان ہوتا تو اس نظام کی جو ہیئت موجود تھی بدل جاتی اور دوسری شکل پیدا ہوتی محض اسی اعتبار سے آفتاب کو ساکن کہا گیا ہی۔

دیکھو ہماری زمین مرکز حرکات قمری ہی باوجود اسکے فی نفسہ ایک سیارہ ہی اور آفتاب کے گرد چاند سمیت حرکت کر رہی ہی پس جس طرح سے کوئی شخص سطح قمر سے زمین کو دیکھے تو اوسکو زمین ساکن معلوم ہوگی لیکن اگر دوسرے کرے سے دیکھو تو حرکت محسوس ہوگی ۔ اسی طرح سے کوئی شخص سیارات پر سے کرہ شمس کو دیکھے تو وہ ساکن معلوم ہوگا اسلئے کہ مجموعہ جاذب و مجذوب کا سیار ہی اور ایک ہی سمت جارہے ہیں۔ ان

اگر کوئی اس نظام شمسی سے علیحدہ ہو کر نظر کرے تو اوسکو یہ نظام شمسی حرکت انتقالی کرتا دکھائی دیگا۔

ان متاخرین نے آفتاب کیلئے دو حرکتین ثابت کی ہین۔ باوجودیکہ وہ مرکز عالم ہے۔

(۱) حرکت وضعیہ جو اپنے مدار اور محور پر ہوتی ہے تخمیناً ۲۵ ½ روز مین تمام ہوتی ہے یہ حرکت مغرب سے مشرق کی طرف ہوتی ہے۔

(۲) حرکت انتقالی مع اپنے نظام کے جسکو ہمنے بیان کیا۔

(۳)

اختلاف کیا ہے حکمائے نے حرکت انتقالی کے طول مین، استدارت مین، اور مرکز دورہ آفتاب مین اور سمت حرکت مین۔

(۱) ہمارا نظام شمسی سطح معدل النہار مین داہنی جانب کو جھکا ہوا چڑھا چلا جاتا ہے۔

(۲) نظام شمسی افق کی جانب متحرک ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہین کہ اوسکو میلان ہے مجموع کواکب ہرکیل کی طرف اور مجموع "ہرکیل" جانب افق مین سورج کے اوپر واقع ہے دوسرے اوسکو حرکت ذاتیہ ہے جو ۲۵ روز پانچ ساعت مین تمام ہوتی ہے مغرب سے شرق کی طرف گرد محور عمودی کے فلک البروج مین۔

تفصیل ان مباحث کی مع اختلافات کے ہماری فلسفۃ الاسلام ہیئت سے واضح ہوگی! اس مقام پر ان حرکتون کا اسلئے ذکر اجمالاً کر دیا ہے کہ مسئلہ ردشمس مین زمین کو متحرک اور آفتاب کو ساکن ماننے والے یہ کہتے تھے کہ ردشمس محال اسلئے ہے کہ وہ تو ساکن ہے زمین کو کہنا ہوگا کہ اوس نے اپنی چال بدلی۔

لیکن فلسفی آنکھون سے دیکھنے کے عادی ہمیشہ الٰہی تعلیمات کو اپنے قوانین کے غیر متبدل اور صحیح ماننے کی بنا پر غلط کہین گے لیکن جب اون کے فرضی و قیاسی اصول مسلمہ کا پول کھل جاتا ہے تو بجز شرمندگی اون کو کچھ حاصل نہین ہوتا اور مذہبی تعلیم اپنی حقانیت اور سچائی کا ڈنکا بجاتی ہے۔

اب سنو!! "سلونی عما دون العرش" کا چیلنج دینے والا تیرہ سو سال پیشتر کیا فرماتا ہے۔

الف۔ ابن عباس ناقل ہین جناب امیرؑ نے فرمایا آفتاب کی ۱۸۰ منزلین ہین جن کو آفتاب ۱۸۰ روز مین طے کرتا ہے ہر ایک دن مین انہی منزلون مین داخل ہو کر پلٹتا ہے اس آمد و رفت مین ایک سال تمام ہوتا ہے (بحار الانوار)

ب۔ ابن کوا سے جناب امیرؑ نے فرمایا ہے کہ سورج کے تین سو ساٹھ برج ہین پھر نہ آوے گا

سورج ان برجوں میں مگر جب اوسکے لیے وہ دن آوے (احتجاج طبرسی)

ان دونوں حدیثوں میں بظاہر اختلاف ہے اور جسکا تفصیلی بیان فلسفۃ الاسلام علم ہیئت میں ہے خلاصہ یہ ہے کہ ان حدیثوں میں حرکت میلیہ زمین کی سورج کی طرف بتائی ہے اسلیئے کہ زمین کے محور استوائی کو سورج کی طرف میلان ہے اور اسی میلان کی وجہ سے سال پیدا ہوتا ہے مثل اوس جھولے کے جو اپنے مقام پر اس طرح سے متحرک ہو کہ اوسکی حرکت اوس سمت واقع ہو جس طرف سورج کی کرنیں پڑ رہی ہیں مثلاً جنوب سے شمال کی طرف ۱۸۰ دن میں آوے پھر شمال سے جنوب کی طرف ۱۸۰ میں پہونچے جسکا مجموعہ ۳۶۰ دن ہوں اور برج منزل سے معنی عرفی مقصود ہوں یعنی محل موقع اور ان حدیثوں میں محل و موقع سے وہ قطعات زمین کے مراد ہوں جو دائرہ نصف النہار کے نیچے ہیں جسپر ہر روز سورج کی کرنیں پڑتی ہیں۔ اس صورت میں برج و منازل متعلق سطح ارض کے ہونگے نہ سطح فلک سے۔ اور چونکہ مدار سیارات کے بیضی ہیں جسکی وجہ سے وہ اپنے دورہ گردش میں کبھی تو آفتاب کے قریب آجاتے ہیں اور کبھی دور ہٹ جاتے ہیں اسکا یہ نتیجہ ہے کہ جب قرب ہوتا ہے تو چال تیز ہو جاتی ہے اسلیئے کہ کشش آفتاب کا اثر زیادہ ہوتا ہے اور جب بعد ہوتا ہے تو چال سست ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ۲۲ جون کو جب کرہ زمین بسبب بیضاوی ہونے مدار کے آفتاب سے بعد حاصل کرتا ہے تو اوسکی چال سست اور ۲۳ دسمبر کو جب قرب ہوتا ہے تو چال تیز ہو جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ دسمبر کے مہینہ میں کرہ ارض اور قطب شمالی کا جھکاؤ سورج کے خلاف ہوگا لہذا اس زمانے میں شمالی میدانوں کو آفتاب سے حرارت کم ملے گی اور یہاں برف جمی رہیگی۔ اور جون کے مہینہ میں جب زمین کا محور آفتاب کی جانب ہوگا تو حرارت زیادہ ملے گی اور شمالی میدانوں کی طرف برف گل کر شیریں جھیلیں بنجاوینگی۔

اور اسمیں خود زمین کے جھکے پن کو بھی دخل ہے۔

بہر حال یہ ایک ضمنی بحث تھی جو کی گئی۔

اصل بحث یہ ہے کہ پہلی حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ آفتاب کی ۱۸۰ منزلیں ہیں ہر منزل میں جاتا ہے اور پھر اوتہی منزلوں سے پلٹتا ہے۔

اور دوسری حدیث میں یہ بتایا ہے کہ آفتاب کے ۳۶۰ برج ہیں جس برج سے نکلتا ہے پھر اوسمیں نہیں پلٹتا جبتک سال بھر میں وہی دن پھر نہ آوے۔

ان دونوں حدیثوں نے یہ بتایا ہے کہ سورج جاتا ہے جس خط اور موقع پر پھر اوسمیں پلٹتا ہے۔

لہذا یہ ثابت ہوگیا کہ سورج کو پلٹنے کی عادت ہے جسکو تیرہ سو سال پیشتر بتایا گیا ہے۔

لیکن کوہ ولسن کے رصد خانہ کی ساٹھ انچی شیشہ کی دوربینوں نے جنکو "لارڈ راس" اور "ڈوڈ برسٹر" نے تیار کیا تھا ان قوی دوربینوں کی مدد سے "جارج ای ہیل صاحب" نے سورج کے برقی بگولوں کا انکشاف کیا اور آفتاب کی گردش محوری بھی ثابت ہوئی اور اوسکی حرکت انتقالی بھی جس خط پر بیس ہزار دن سال مین گذرتا ہے اور پھر پلٹتا ہے اس جدید تحقیق نے فلسفہ اسلامی کے بیان پر مہر تصدیق لگادی ہے دیکھو "نوک" "ڈی لارلیو" وغیرہ کے تصانیف کو۔

ہمارے اس کل بیان سے بخوبی دو باتین حدیث اور فلسفہ سے ثابت ہوئین کہ

(۱) سورج بالذات متحرک ہے جو حرکت وضعیہ و انتقالیہ کیساتھ ۔

(۲) آفتاب جس نقطہ سے حرکت کرتا ہے وہان پلٹ کر بھی آتا ہے اگرچہ ہزارون سال درکار ہین۔

لہذا رجعت شمسی پر وہ تمام شبہے جو سکون شمسی کی بنا پر تھے باطل ہوگئے لیکن باوجود اس ثبوت کے دو باتین باقی رہ گئین۔

الف۔ حدیثون نے آفتاب کے پلٹنے کی میعاد چند روزہ بتائی ہے اور فلسفہ نے ابتک نہ زمانہ سیر کا اندازہ کیا ہے نہ خط سیر کی تعیین کی ہے۔

ب۔ اوس خط سیر پر جسمین ہزارون سال صرف ہوتے ہین بنا بر فلسفہ اور بنا بر حدیث ایک سال اسمین سورج کا پلٹ آنا غروب کرکے چند منٹ مین فلسفہ کے کیونکر مطابق ہوگا۔

اوپر ہم نے جو بحث کی ہے اوس بنا پر تو جواب صاف ہے کہ منازل و بروج بحسب سطح ارض مراد ہون نہ بحسب سطح فلک اور صرف روشنی کے آفتاب کے منازل کہے جاوین اور فلسفہ کی حرکت انتقالی کو کرہ شمسی کی حدیث کی مذکورہ حرکت انتقالی سے تعلق نہو تو اس بنا پر حدیث کو رجعت شمسی ثابت نہو گی بلکہ رجعت زمین کہنا پڑے گی۔

لیکن حقیقت کچھ اور ہے جو ذیل کے آرٹکل سے سمجھو۔

(۴)

آفتاب کی حرکت وضعی اور حرکت انتقالی تو فلسفہ سے ثابت ہوگئی لیکن اسکے ساتھ ہی کہنا پڑیگا کہ سورج کی یہ حرکتین بتاتی ہین کہ وہ بھی کسی اور بڑے ثابت تارہ کا سیارہ ہے جو اسکو حرکت دے رہا ہے ورنہ خود

اوسکے حرکات کی کیا وجہ ہوسکتی ہی جس طرح سے سورج اپنے سیارات کو حرکت دے رہا ہی اور سیارات اپنے اقمار کو
اوسی طرح سے سورج مع سیارات و اقمار کسی بہت بڑے ثابت تارے کا تابع ہی اور اوسکی قوت جذب و
کشش اوسکو حرکت محوری و حرکت انتقالی کرا رہی ہی فلسفہ ابھی اس منزل تک نہین پہونچا ہی لیکن وہ بھی
اسکے تسلیم کئے بغیر نہین رہ سکتا فلسفہ اسلام نے تیرہ سو سال بیشتر اسکو بھی بتا دیا ہی کہ نور سورج مین
عرش سے آیا ہی اور حرارت جہنم سے ملی ہی اور یہ بھی بتایا ہی کہ قیامت کے دن وہ جہنم مین جھونک دیا جاویگا
اور بے نور ہو جاویگا جس سے صاف واضح ہوتا ہی کہ جس طرح سے عام صفات سیارون کے ہین کہ وہ معدن
نور ہین نہ معدن نار بلکہ نور و ناریت اون کی اکتسابی ہی اوسی طرح سے سورج کی نوریت و ناریت بھی اکتسابی ہی
اور جس طرح سے ایک زمانہ ایسا آنے والا ہی کہ سیارات و اقمار اپنی قوت دافعہ کو کھو بیٹھین اور سورج مین گر کر بھسم
ہو جاوین اوسی طرح سے سورج اپنی قوت دافعہ کو کھو کر اپنے سے بڑے ثابت مین جا کر بھسم ہو جاویگا جسکو حدیثون
مین جہنم کہا گیا ہی تفصیل کا یہ مقام نہین ہی فلسفۃ الاسلام ہیئت سے یہ تفصیلات معلوم ہونگے ۔

مختصر یہ کہ جب سورج بھی کسی ثابت کا سیارہ ہوا تو اوسکے لئے بھی دن رات اور فصلین ہونگی جیسا کہ
عام سیارات کے واسطے ہی اور اوسی کا ذکر مذکورہ دونون حدیثون مین ہی اون ۱۸۰ منزلون سے مراد سورج
ہی کی منزلین ہین اور دن بھی اون کا شمسی دن ہی نہ کہ ہمارا دن، رات اور بنا بر دوسری حدیث کے ۳۶۰
برج بھی سورج ہی کے ہین جس طرح سے سیارات کے ماہ و سال و روز و شب مین اختلاف ہی مثلاً عطارد کا سال
اٹھاسی روز کا ہی اور دن رات مثل ہمارے دن رات کے ہین ۔ اور زہرہ گرد سورج کے ۲۲۴ دن مین دورہ
تمام کرتا ہی اور گردش محوری ۲۳ گھنٹہ ۲۱ دقیقہ مین ۔

اور ہماری زمین کی گردش سالانہ ۳۶۵ ¼ دن مین تمام ہوتی ہی مریخ کا دورہ سالانہ دو سال
مین تمام ہوتا ہی اور گردش محوری اوسکی ۲۴ ساعت، ۳۷ دقیقہ ۲۳ ثانیہ ہی لہذا اوس کا دن ہمارے دن سے
آدھا گھنٹہ زاید ہی ۔ وغیرہ وغیرہ ۔

لہذا آفتاب کا دن اور ماہ و سال ہمارا دن اور ہمارا ماہ و سال نہین ہی ہمارے ہزار دن سال کا دن
ہوگا ۔ لہذا ہر دو حدیثون مین کوئی اختلاف نہین ہی ایک مین آفتاب کی حرکت محوری بتائی ہی جسکو فلسفہ نے
بتایا ہی کہ وہ ۲۵ دن پانچ گھنٹہ ہی اور دوسری حدیث مین حرکت سنوی کو بتایا ہی وہ جس ثابت کے گرد چکر
مارتا ہی اوسکے ۳۶۰ برج ہین جن، جون سے وہ گذرتا ہی اون مین واپسی اوسکی ہزار دن ہی سال مین ہوگی ۔

لہذا نہ حدیثوں میں اختلاف رہا اور نہ حدیث و فلسفہ میں ۔

اب دوسرا شبہہ یعنی سورج کا جا کر پلٹنا جس سے وقت کا پلٹنا ضروری ہے یہ تو حدیث و فلسفہ سے ثابت ہو گیا لیکن ہزاروں سال کی مدت پلٹنے کی چند منٹ میں کیسے ہو سکتی ہے کہ آفتاب غروب ہو جاوے اور امیر المومنین علیہ السلام کیلئے پلٹ آوے اور پھر غروب کر جاوے ۔ یہی تو معجزہ اور خرق عادت ہے جس چیز کا پلٹنا ممکن ہو گیا اوسکا پلٹا لینا خلاف عادت الٰہی قدرت سے کب محال ہو سکتا ہے ۔ اگر ہو گا تو محال عادی، محال عقلی نہ ہو گا ۔ (باقی دارد)

حسینؑ ابن علیؑ

(از قلم زعیم الاحرار مولانا ظفر علیخان صاحب ایڈیٹر زمیندار لاہور)

حسینؑ ابن علیؑ نے کی ہے قائم اک مثال ایسی
کہ تقلید اسکی تقدیر حیاتِ جاودانی ہے

قناعت ہو تو ایسی ہو نظر ہے آب آہن پر
درانحالیکہ پیاسا ہے دریا میں پانی ہے

زمین کربلا لائی نہ میں میل سکے تیور پہ
کہ یاد اسکو حنین و بدر کی نیک کہانی ہے

چمکتی اس حقیقت کی کرن ہے اسکی آنکھوں میں
کہ زندہ ہے تو اسلام اور جو کچھ ہے وہ فانی ہے

ہوئیں گل سٹر کر جو نہ ہڈیاں اسکے حریفوں کی
مگر لاکھوں دلوں پر اب تک اسکی حکمرانی ہے

حسینؑ ابن علیؑ کی زندگی قرآن کی صورت
رسول اللہؐ کی دنیا میں اک روشن نشانی ہے

پتہ نہیں تھا لیکن وہ کتابیں جو اس نام سے تصنیف ہوگئیں انکی تعداد سو اور اس سے زیادہ تک پہونچگئی اور پھر مسیحی تاریخ کے چارسو سال گذرنے کے بعد ان چار انجیلوں پر اتفاق ہوا جو اسوقت موجود ہیں آخر اسوقت میں ہم کیسے سمجھیں کہ سچی انجیل انہی چار میں منحصر ہے اور پھر جبکہ ان چاروں انجیلوں میں آپس میں کہیں کہیں اختلاف بھی ہے۔

ان میں سے کس پر ایمان لانا ضروری سمجھا جائے اور کس کو معتبر! پھر اسکے کیا معنی کہ یہ چاروں صحیح ہیں اور چاروں الہامی حیثیت رکھتی ہیں۔

(دوسرے) یہ کہ مسیحی مذہب کی نشوونما ناصرہ میں چند ماہی گیروں کے گروہ میں ہوئی تھی جنھیں علم و مذہب سے کوئی بہرہ نہ تھا اور نہ یہودیوں کے غلبہ کی وجہ سے اُن کو آزادی حاصل تھی۔ مسیح کے واقعات و حالات خود مسیح کے زمانہ میں قلمبند نہیں ہوئے اور نہ مسیح ہی کو کبھی خیال آیا کہ وہ اُن واقعات کو قلمبند کرالیں نہ وہ انجیل جو عیسیٰ پر نازل ہوئی تھی اُسکی نقل کسی نے محفوظ کی اور نہ اُس کو پورے طور پر حفظ اور از بر یاد کیا مسیح کے اٹھائے جانیکے بعد جنگ و جدال کا بازار گرم ہوگیا اسلئے مذہبی بنیادوں کے مضبوط کرنیکی فکر نہو سکی۔

چند فقرے انجیل کے بعض اشخاص کو کہیں کہیں پر سے یاد تھے اُن میں بھی مرور زمانہ نے تغیر و تبدل (۳۷)
پیدا کردیا جس کے بعد ہر ایک شخص نے ایک انجیل تیار کرنا شروع کردی جسکی صحت کی بنیاد صرف اس شخص کے قول پر تھی جس نے اُس کو بنایا ہے۔

(تیسرے) موجودہ اناجیل میں سب سے زیادہ معتبر انجیل متی سمجھی جاسکتی ہے اسلئے کہ وہ متی شاگرد حضرت مسیح کی لکھی ہوئی اور تمام انجیلوں سے پہلے تصنیف ہوئی ہے لیکن افسوس ہے کہ اس انجیل کا اصلی نسخہ جو عبرانی زبان میں تھا اب دنیا میں باقی نہیں ہے وہ شروع ہی میں مفقود ہوگیا تھا، اُسکے مفقود ہونیکے بعد یہ اُس کا ترجمہ نکلا ہے جو یونانی زبان میں ہے اور جو اب تمام دوسری زبانوں کے تراجم کی اصل ہے لیکن اس ترجمہ کے مترجم کا کوئی پتہ نہیں ہے کہ وہ کون تھا اور کس مذہب و ملت کا شخص اور اُس کا مقصد اس ترجمے سے کیا تھا؟

انجیل متی کے علاوہ جو انجیلیں ہیں اُنکے مصنفین نے حضرت عیسیٰ کی صورت تک نہیں دیکھی اُنکی شخصیت بھی کوئی معین حیثیت نہیں رکھتی۔ لوقا کے متعلق ابتک تحقیق نہیں ہوا کہ وہ تھا کون شخص۔ یوحنا کی انجیل کے متعلق اکثر علمائے مسیحیین کا یہ خیال ہے کہ وہ مدرسہ اسکندریہ کے ایک طالب العلم کا نتیجہ قلم ہے۔

(چوتھے) موجودہ اناجیل سے خود یہ ظاہر ہے کہ اُن مین سے کوئی عیسیٰ پر نازل شدہ کتاب انجیل نہین ہے۔ وہ ایک تاریخ زندگی ہے جس کو مختلف اشخاص نے اپنی اپنی یادداشت اور نقطۂ نظر کے مطابق تحریر کیا ہے۔ ان مین اول یا آخر مین صراحت کے ساتھ لکھدیا گیا ہے کہ یہ واقعات ہم کو معتبر راویون سے معلوم ہوے یا انکو عیسیٰ کے ایک شاگرد نے اپنی آنکھ سے دیکھا اور اپنے قلم سے تحریر کیا ہے۔ اس صورت حال کے بعد کون عقلمند ہوگا جو ان اناجیل کو الہامی ماننے پر تیار ہوگا۔

"ویدمقدس کی اصلیت" کے بارے مین ہم نے بہت لبسط و تشریح کیساتھ تحریر کیا ہے کہ ان ویدون کی اصلیت اتنے پردون مین مخفی ہے جن کا اٹھانا کسی طرح اسکے عقیدت مندون سے ممکن نہین ہے۔

(پہلے) یہ کہ "وید کس پر نازل ہوے"؟ یہی امر بہت مبہم ہے اور مسلمہ طور سے طے نہین پایا ہے ہم نے اس سلسلہ مین تمام وہ اختلافات تحریر کردئے ہین جو اس بارے مین پائے جاتے ہین اور پھر لکھا ہے کہ بھلا ایسی کتاب کا کیا وزن ہو سکتا ہے جس کے متعلق خود اسکے ماننے والے ابتک طے نہ کرسکے ہون کہ وہ نازل کس پر ہوئی تھی؟

(۴۷) (دوسرے) یہ کہ وید خدائی کلام ہے یا مخلوق کا ساختہ؟ یہ بھی ابتک ہندوؤن اور آریون مین مسلمہ حیثیت سے طے نہین پایا ہے؟ اسکے شواہد ہم نے تفصیل سے تحریر کئے ہین۔

(تیسرے) یہ کہ وہ افراد جن کی طرف ان ویدون کے تصنیف کی نسبت ہے بہت اچھے صاحب اخلاق و اوصاف لوگ نہین تھے بلکہ اُن کی نسبت اسکے خلاف اوصاف کا تذکرہ ہوا ہے جس سے اُنکی شخصیت پر بہت برا اثر پڑتا ہے۔

(چوتھے) یہ کہ وید جس صورت سے ابتدا مین ظاہر ہوا تھا وہ اُس صورت پر باقی بھی نہین رہا اور اُس مین حسب دلخواہ تصرفات ہوتے رہے۔

(پانچوین) وید کسی غیر محدود زمانہ کے تعلیمات پر مشتمل تھا؟ ایسا بھی نہین بلکہ اکثر ہندوؤن کی کتابون سے پتہ چلتا ہے کہ وید کے تعلیمات اب بالکل معطل بیکار اور بے اثر ہین۔

ان تمام کمزوریون کے باوجود کیونکر سمجھا جا سکتا ہے کہ وید حقیقۃً خدا کا کلام اور موجودہ زمانہ مین واجب العمل اور لازم الاتباع ہے۔

مذکورۂ بالا تمام کتب کے برخلاف جب ہم اسلامی کتاب "قرآن کریم" پر نظر ڈالتے ہین تو وہ ایسی

تمام کمزوریوں سے بلند نظر آتی ہے اور اُس کی تاریخ ایسے خصوصیات پر مشتمل ملتی ہے جو اُسکے استناد و اعتبار کے ضامن ہیں ۔

پہلی خصوصیت امت اسلامیہ کہ جو قرآن مجید کی امانت دار اور اسکی حفاظت و نگہداشت کی براہ راست ضامن سمجھی جا سکتی ہے وہ حقیقی معنی میں باختلاف زمانہ اُسکے صحیح تعلیمات سے کتنی ہی دور ہو گئی ہو اور اسکی بنا پر اہل مفتی اُس پر ارتداد کا حکم لگا دیں لیکن ایسا کوئی وقت نہیں آیا کہ اُس نے ظاہر بظاہر قرآن کا دامن اپنے ہاتھ سے چھوڑا ہو اور اسلام کے اصول اساسی کو چھوڑ کر کفر و شرک اختیار کیا ہو بلکہ جس وقت سے مسلمانوں نے دنیائے وجود میں قدم رکھا اُنکی تعداد زیادہ سے زیادہ ہوتی رہی اور وہ برابر اسلام کو اپنا نشان قومیت اور قرآن کو اپنا طرۂ دستار بنائے رہے ۔

ساڑھے تیرہ سو صدی میں تاریخ کسی ایسے وقت کا پتہ نہیں دے سکتی جس میں مسلمانوں نے قرآن مجید سے روگردانی اور اسلام سے کنارہ کشی کی ہو ۔

دوسری خصوصیت قرآن مجید کے متعلق ابتدا ہی سے کوئی پابندی عائد نہیں کی گئی کہ اُس کا نسخہ کسی خاص شخص یا جماعت کے پاس محدود رہے بلکہ عام طور سے مسلمانوں کو یہ حق حاصل رہا کیا (۷۵)
کہ وہ اُسے لکھیں نقل کریں اور از بر یاد کریں ۔

تیسری خصوصیت قرآن اپنی اصلی زبان (عربی) میں موجود ہے اور صرف اتنا نہیں بلکہ ہر مسلمان قرآن بس اسی کو سمجھتا ہے جو مخصوص الفاظ پر مشتمل ہے۔ اُنکے شرعی احکام بھی اسی قرآن سے تعلق رکھتے ہیں۔ نماز میں اُس کا پڑھنا لازم اور دوسرے اوقات میں اُسکی تلاوت اجر و ثواب کی باعث قرار دی گئی ہے۔ تراجم کو قرآنی احکام سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ وہ قرآن سمجھے جا سکتے ہیں ۔

یہ بات توریت و انجیل میں نہیں ہے۔ انجیل متی کا تو اصلی زبان والا نسخہ ہی دنیا میں موجود نہیں اور دوسرے اناجیل و کتب عہدین اگرچہ بظاہر اصلی زبانوں میں موجود ہیں لیکن خود اُنکے ماننے والے اُنکے الفاظ کو کوئی اہمیت نہیں دیتے اس لئے ہر سال ہزاروں زبانوں میں اُنکے ترجمے شائع ہوتے ہیں اور عیسائی مبلغین ہر شخص کو جو عیسائی جماعت میں داخل ہو اسی زبان کی بائبل دیتے ہیں جو اس شخص سے تعلق رکھتی ہے لیکن اصلی نسخہ توریت اور انجیل کا اُسکو عام طور پر مسیحی افراد پڑھنا تو درکنار صورت تک نہیں دیکھتے ۔

چوتھی خصوصیت قرآن مجید کے آیات کو متفرق طور پر خود رسالتمآبؐ بوقت ورود ہی قلمبند کرا لیا کرتے تھے

اور پھر ان متفرق آیات کو بعد حضرت کی وفات کے کتابی صورت مین جمع کیا ایسے اشخاص نے جو خود حضرت کے صحابہ مین داخل اور حضرت سے براہ راست آیات قرآن کی سماعت کرنے والے تھے اور اس طرح وہ کمزوری جو اناجیل مین اس طرح پیدا ہو گئی تھی کہ انکے لکھنے والون مین سے بیشتر نے عیسیٰ کی صورت بھی نہ دیکھی تھی قرآن مین پائی نہین جاتی ۔

پانچوین خصوصیت قرآن مجید کی ابتدا انتہا اسلوب اور طریقۂ بیان سب اسکے کلام الٰہی اور منزل من اللہ ہونے کا منادی ہے ۔

وہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاریخ زندگی نہین ہے جس مین انکی ولادت سے لیکر وفات تک کے تفصیلی حالات کا تذکرہ ہو اور نہ اسمین ایسے واقعات کا تذکرہ ہے جو رسولؐ کی وفات یا اسکے بعد کے حالات سے تعلق رکھتے ہون اور نہ اس مین غیر خدا کی زبان سے اس قسم کے فقرات ہین کہ اسکو مین نے مستند راویون کے کلام سے اخذ کر کے لکھا ہے یا یہ وہ واقعات ہین جنھین کسی صحابی نے چشم دید مشاہدہ کی بنا پر نقل کیا ہے جیسا کہ عیسائیون کی انجیل مین پایا جاتا ہے بلکہ اس مین ہر جملہ اور ہر فقرہ اس خصوصیت کا مظہر ہے کہ وہ خدا کی جانب سے نازل شدہ ہے اور اس مین ہر موقع پر ماضی وحال کے واقعات مین توازن کو ملحوظ رکھکر اپنے زمانۂ نزول کی تعیین مین وہم پردازیون کا سدباب کیا ہے ۔ (۷۶)

چھٹی خصوصیت قرآن کی اصلیت وحقیقت کے متعلق مسلمانون مین باوجود آپس کے ہزارہا اختلافات کے کوئی اختلاف نہین ہے بلکہ وہ متفقہ حیثیت سے قرآن مجید کو خداوند عالم کا نازل کردہ تسلیم کرتے ہین اور اسمین کسی انسان کی ساخت و پرداخت کا دخل نہین سمجھتے ہین ۔

ساتوین خصوصیت قرآن کے متعلق اس ماننے والے اس نقطہ پر متفق ہین کہ وہ دنیا کے آخری دور تک رہنما بنا کر بھیجا گیا ہے اور اسکے تعلیمات کسی خاص زمانہ سے مخصوص نہین ہین ۔ وہ بقا و دوام کے مالک ہین اور ہر دور زمانہ کیلئے مساوی طور پر فائدہ مند اور صلاح وفلاح کے ضامن ہین ۔

آٹھوین خصوصیت قرآن جب سے مدون صورت مین آیا اور مسلمانون مین منتشر ہوا اسکے ہر ہر لفظ اور جملہ کی جانچ پڑتال ہوتی رہی اور تمام مسلمان اسکی کتابت، تفسیر، تشریح، قرأت کی طرف متوجہ رہے ۔ انھون نے اسکے ذرا ذرا سی خصوصیات حتیٰ کہ اعراب و طریق ادا وغیرہ کے متعلق ذرہ بینی سے کام لیا اور اس طرح قرآن مجید مین کسی غیر معلوم تصرف یا تحریف کا امکان باقی نہین رہا جو اسکے استناد و اعتبار کو صدمہ

ہوپنچانے کا باعث ہو۔

نویں خصوصیت یہ ہے کہ قرآن مجید اپنے اجزا کے صحت و اعتبار کے لحاظ سے خود ہی اپنا معیار ہے یقیناً ارباب قلم کی علمی و ادبی شاہکارین جو کسی پہلو سے امتیاز کا درجہ حاصل کر لیتی ہین ان مین قلم کا رنگ ڈھنگ اہل نظر کی نظر کو ایک خاص پیمانہ کا عادی بنا کر ان کی قوت ادراک کو امتیاز کا جوہر دیدیا کرتا ہے جس کی بنا پر ایک دیدہ عبارت بھی انکے سامنے پیش ہو تو وہ فیصلہ کر دیتے ہین کہ یہ اُس کتاب یا مضمون کا جزو ہے یا نہین جہ جائیکہ قرآن مجید جو اپنے مخصوص طرز ادا اور اسلوب بیان مین اہل امتیاز کو لیکر دنیا کے سامنے آیا تھا جس نے عالم انسانیت کے جزو و کل کو اپنے معارضہ کی دعوت دیکر ان سے عجز کا اعتراف کرا لیا اور جس کے سامنے تمام قوائے عمل و رانسانی ذرائع و اسباب نے اپنی شکست کا اقرار کر کے اُس کی کامل فتحیابی کی تصدیق کر دی۔ اُسکا مخصوص طرز بیان اور طریقۂ ادا صرف آیات کے فصل و وصل و ر انکے اختتامی فواصل مین مضمر نہین ہے جس کا تتبع ایک نشانگار کے لئے دشوار نہو۔ ورنہ علی محمد باب کی کتاب البیان اور حسین علی بہا کی ایقان اور کتاب اقدس اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی حمامۃ البشری و خطبہ عید الاضحیٰ مین اس جوہر کی کمی نہین ہے بلکہ وہ اُسکے الفاظ کی نشست اور جملون کے جوڑ بند اور عبارت کی ساخت اور الفاظ و معانی کے مخصوص تعلقات (۷۷ ا)
مین اس حیرت انگیز پیرایہ کا نام ہے جس نے غیرون کو جادو اور اپنون کو معجزہ کہنے پر مجبور کیا۔ اس کا نتیجہ ہے کہ جب فصیح سے فصیح عبارت مین قرآن مجید کا ایک جملہ آجاتا ہے تو وہ اس طرح نمایان ہوتا ہے جیسے سنگریزون مین موتی اور نہین تو ستارون مین ماہتاب۔

اس موقع پر بے اختیار میرا دل چاہتا ہے کہ جامع نہج البلاغہ علامہ سید رضی طاب ثراہ کا کلام نقل کردون جو ممدوح نے اپنی کتاب "تفسیر حقائق التاویل و دقائق التنزیل" مین تحریر فرمایا ہے۔ اس بحث مین کہ قرآن مین حروف زائدہ کا وجود نہین ہے۔ وہ لکھتے ہین کہ

انی لا قول ابداً انہ لو کان کلام یلحق بغبارہ
و یجری فی مضمارہ بعد کلام رسول اللہؐ
لکان ذلک کلام امیر المومنین علی علیہ السلام
اذ کان منفرداً بطریقۃ الفصاحۃ لا تزاحمہ
علیہا المناکب و لا یلحق بعقوۃ فیہا الکادح

مین ہمیشہ کہا کرتا ہون کہ اگر کوئی کلام ہوتا جو قرآن کے
گرد قدم کو پاجاتا یا اُسکے میدان مین چل سکتا تو وہ
رسالتمآبؐ کے کلام کے بعد بھر کلام ہو سکتا تھا امیر المومنین
حضرت علیؑ کا اسلئے کہ حضرت فصاحت کے ایک ایسے
طریقہ کے ساتھ مخصوص تھے جسمین دوسرے لوگون کے

المجاهد ومن اراد ان يعلم برهان ما
اشرنا اليه من ذلك فليمعن النظر في كتابنا
الذي الفناه وسميناه نهج البلاغة وجعلناه
يشتمل على مختار جميع الواقع الينا من كلام
امير المومنين عليه السلام في جميع الانحاء والاغراض
والاجناس والانواع من خطب وكتب
ومواعظ وحكم وبوبناه ابوابا ثلثة لتشتمل
على هذه الاقسام مميزة مفصلة وقد عظم
الانتفاع به وكثر الطالبون له لعظيم قدر
ما ضمنه من عجائب الفصاحة وبدائعها وشرائف
الكلم ونفائسها وجواهر الفقر وفرائدها وكلامه
(۷۸) مع ما ذكرناه من علو طبقته وخلو طريقته وانفراد
طريقته فانه اذا حصل التحدي غاية من ادنى
غايات القرآن وجدناه ناكصا متقاعسا وقهقرا
راجعا ووقفا بليدا ووقعا بعيدا على انه
الكلام الذي وصفناه بسبق المجارين
والعلو على المسامين فما ظنك بدون
ذلك من كلام الفصحاء وبلاغات البلغاء
الذي يكون بالقياس اليه هباء منثورا
وسرابا غرورا وهذا الذي ذكرناه ايضا من
معجزات القرآن اذا تأمله المتأمل وفكر
فيه المفكر اذا كان الكلام المتناهي في الفصاحة
العالي الذروة البعيد المرمى والغاية اذا

کا ذرّے آپس میں ٹکراتے نہیں اور بڑے سے بڑے
انتھک کوشش کرنے والے اس تک پہونچ
نہیں سکتے اور جو شخص ثبوت ڈھونڈھتا ہو ہمارے
اس کلام کا وہ غور کی نگاہ ڈالے ہماری اس کتاب پر
جسے ہم نے جمع کیا ہے اور "نہج البلاغہ" نام رکھا
ہے اور اس میں ہم نے امیر المومنینؑ کے کلام سے جو
ہم تک پہنچ سکا ہے خطب، کتب، مواعظ و حکم
مختلف ابواب اور شعبوں کے متعلق انتخابات درج
کئے ہیں اور اسے مندرجہ بالا شعبوں کی تعداد کے مطابق
تین بابوں پر منقسم قرار دیا ہے۔ یہ کتاب بڑی مفید
ثابت ہوئی ہے اور عام طور سے لوگ اسکے طالب
ہوے ہیں اسلئے کہ اس میں فصاحت کے عجیب
الوکھے اور بے مثال رموز و اسرار اور بہترین الفاظ
و فقرات کے جواہر ریزے ودیعت ہیں لیکن باوجود
ان خصوصیات کے جو حضرت کے کلام کو حاصل ہیں
جب اسے لایا جائے قرآن کے سامنے کہ اس کے
کسی معمولی نقطۂ فصاحت کا مقابلہ کر سکے تو ہم
دیکھتے ہیں اس کلام کو کہ وہ قدم پیچھے ہٹاتا اور
الٹے پاؤں واپس ہوتا اور اپنی کمزوری کا اعتراف
کرکے ٹھہر جاتا اور دور ہی پر ہاتھ پاؤں ڈال دیتا ہے
حالانکہ یہ وہ کلام ہے جس کے متعلق ہم نے بیان
کیا کہ تمام فصحاء و بلغاء کے کلمات میں بلند ترین درجہ
رکھتا اور سب سے آگے ہے تو پھر اب کیا خیال کیا جا سکتا ہے

فيه اليه وقربت به شال في مسنا نه قصر عن رهانه وصاله بالاضافة اليه فالصا بعد السبوغ وقاصر بعد البلوغ ليصدق فيه قول صدق القائلين سبحانه اذ يقول وانه لكتاب عزيز لا يأتيه الباطل من بين يديه ولا من خلفه تنزيل من حكيم حميد ۔

دوسرے فصحاء کے کلام کے متعلق جو اسکی نسبت اڑتے ہوئے ہوا کے ذرون سے اور نظر فریب سراب سے زیادہ حقیقت نہین رکھتا۔ اور یہ جو ہمنے بیان کیا یہ بھی اگر انسان غور کرے تو قرآن مجید کے اعجاز کا ایک نتیجہ ہی اسلئے کہ انتہا درجہ کا فصیح کلام جس کا کنگرہ کمال بلند حیثیت رکھتا ہو جب قرآن کیساتھ ملا کر دیکھا جاتا ہی تو اُس کا پلہ سبک ہو جاتا ہے اور وہ قرآن کے لحاظ سے باوجود وسیع الذیل ہونے کے کوتاہ دامن اور باوجود کامیاب ہونیکے ناکامیاب معلوم ہونے لگتا ہی تاکہ سچ ثابت ہو خداوند عالم کا قول کہ یہ مظفر و منصور کتاب ہے جسکے پاس باطل کا گذر نہین ہو سکتا نہ سامنے سے نہ پس پشت سے یہ اتاری ہوئی ہے خدا کی جو بڑی حکمت والا اور مستحق حمد و ستائش ہی۔

اس بنیاد پر جو ہم نے بیان کی ہی کسی ایک کلام کے متعلق جس کے جزو قرآن ہونے کی روایت بیان کیجائے یہ سمجھ لینا بہت آسان ہی کہ حقیقۃً وہ قرآن کا جزو ہی یا نہین اور اسی لحاظ سے ہم نے یہ کہا ہے کہ قرآن خود اپنا معیار ہی۔ (۷۹)

اگر درایت کوئی چیز ہی اور روایت کا درایت پر منطبق ہونا عقلی لحاظ سے ضروری ہی تو کسی راوی کا قول کہ فلان سورہ یا آیہ قرآن کا جزو تھا اسوقت تک قابل اعتماد نہین جبتک وہ خود اپنے جزو قرآن ہونیکی گواہی نہ دے رہا ہو اور اس طرح خواہ اہلسنت کا روایتی سورہ حفد و خلع ہو یا بعض شیعون کا سورہ ولایت کسی صورت پر جزو قرآن تسلیم کرنے کے قابل نہین ہی اسلئے کہ جب ہم اُسکو مسلمہ آیات قرآنی کے پہلو میں رکھکر دیکھتے ہین تو وہی نسبت معلوم ہوتی ہی جو سنگریزون کو گوہر شاہوار سے۔ اس طرح کثر ان آیات کی حقیقت کھل جاتی ہے جنکے متعلق رطب و یابس جمع کرنے والے محدثین نے یہ لکھدیا ہے کہ وہ جزو قرآن مجید تھے اور نسخ تلاوت یا تحریف کی حیثیت سے حذف ہو گئے ہین ۔

یہ خصوصیت قرآن مجید کی ایسی ہے جو اسکے علاوہ دوسری آسمانی کتابون مین پائی نہین جاتی ہی اسلئے کہ ان کتابون مین کوئی یقینی مقدار تعیین کے ساتھ ایسی بتائی ہی نہین جاسکتی جو یقیناً خدا کا کلام ہو جس کو ہم شک و شبہہ کی صورتون کا معیار قرار دین ۔

لیکن قرآن مجید مین اتنی مقدار کہ جو مسلمانون کے ہاتھون مین موجود ہے وہ باتفاق کل و روایت و درایت دونون کے لحاظ سے خدا کا کلام ہے اور وہ مشکوک و مشتبہ صورتون کے لئے معیار بننے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اسکے علاوہ دوسری کتابون مین لفظ و معنی اور انداز بیان کے اعتبار سے کوئی ایسی ندرت بھی نہین ہے جو کسی دوسرے کلام مین پائی نہ جا سکے۔ لیکن قرآن مجید اپنے ذاتی خصوصیات کی بنا پر بے شک ایسا معیار بننے کے قابل ہے اور اس طرح وہ بے اصل تو ہمات کا قلع و قمع اور بے بات کی بات بنانے والونکی زبان بندی کرنے کے لئے خود بہت کافی ہے۔

چھٹا تبصرہ

"جمع قرآن"

(۸۰) قرآن مجید تدریجی حیثیت سے تقریباً بیس برس کے عرصہ مین رسالتمآبؐ کے اوپر نازل ہوا اور مختلف حالات اور واقعات کی مناسبت سے کبھی آیاتؔ اور کبھی مستقل سورے آپ پر اترتے اور آپ انکی تبلیغ فرما دیتے تھے۔ درحقیقت اس صورت سے نازل ہونا اعجاز کے پہلو کو زیادہ نمایان اور روشن بنانے کا باعث تھا ایک پوری مکمل کتاب جسمین مختلف ابواب و فصول، مختلف رنگ کے مضامین اور مختلف علوم و فنون کے شعبے ہون اُس کا جواب بنانا زیادہ مشکل اور اُسکے جواب مین اجتماعی حیثیت کو مدنظر رکھتے ہوئے سیر انداختہ ہو جانا زیادہ قرین قیاس ہے بہ نسبت اسکے کہ تھوڑا تھوڑا کلام ایک ایک سطر یا اس سے زیادہ پیش ہوتا ہے اور ہر ٹکڑے کے متعلق جواب دینے کا مطالبہ مساوی حیثیت سے قائم ہو۔ یقیناً اس صورت مین عام انسانی کلام کے حدود کو دیکھتے ہوئے جواب تیار کرنے کا موقع زیادہ پیدا ہو جاتا ہے۔

پھر اُن کو ہر ہر جز و کے متعلق سنجیدگی سے غور کرنے اور تمام پہلوون پر نظر ڈالنے کا موقع بھی حاصل ہوتا رہتا تھا۔ ایک جاہل و امی قوم کو یہ موقع اُسوقت نہ حاصل ہوتا جب وہ مجموعی طور پر کتاب کی صورت سے نازل ہوتا۔ اسکے علاوہ مصالح تبلیغ اور اسباب تشریع کے لحاظ سے بھی اس تدریجی حیثیت کا قائم رہنا بہت اہم اور ضروری تھا اسلئے کہ بہت سے احکام ایسے ہین جنکے تشریع کی مصلحت ابتدائی زمانہ نبوت مین

نہیں تھی اور پھر کچھ زمانہ گذرنے کے بعد اُنکی مصلحت پیدا ہوئی ۔

جیسا کہ ہم نے اپنے رسالہ "تذکرہ حفاظ شیعہ" میں لکھا ہے اسلام آیا تھا اُمّی گروہ میں جو زیادہ تر کتابت و قرات سے عاری تھے اور کسی چیز کو لکھنے اور اُس کو لکھکر پڑھنے کے عادی نہیں تھے اسلئے ذوق حفظ اُن میں ترقی پر تھا شعرا کے سو سو دو دو سو شعر کے قصیدے از بر حفظ کر لیتے تھے اور بڑے بڑے مقررین کی تقریریں زبانی سنا دیتے تھے ۔

قرآن کو تواتر کی ضرورت تھی ۔ اسکے علاوہ چونکہ وہ مذہبی تعلیمات کا سرچشمہ تھا مسلمانوں کو احکام مذہبی اور حقائق اسلامی سے واقف کرنے کے لئے بھی اُن میں قرآن مجید کے شائع ہونیکی ضرورت تھی ۔

اُن کی زبان عربی ہی تھی اور قرآن اُنہی کے روزمرہ اور محاورات کے مطابق نازل ہوا تھا اسلئے وہ اگر صرف قرآن کو حفظ ہی کر لیتے تب بھی اُسکے ظواہر الفاظ اور مندرجہ احکام سے واقف ہو جاتے ۔ لہذا اُنکو احکام سے باخبر کرنے کی صورت یہی تھی کہ وہ زیادہ سے زیادہ مقدار میں قرآن کو حفظ کریں اور اس وجہ سے رسالتمآب کی جانب سے قرآن کی تعلیم کے لئے لوگ روانہ کئے جاتے تھے اور مختلف اشخاص متفرق حیثیت سے جتنا ممکن ہوتا تھا قرآن مجید کے آیات کو یاد کرتے تھے ۔ (۸۱)

لیکن اسمیں کوئی شبہ نہیں کہ کسی شے کا لوگوں کو محفوظ ہونا مضبوطی و استحکام میں کسی طرح اُسکے کتابی صورت میں شائع ہونیکے برابر نہیں ہے ۔

کتاب اگر ایک دفعہ لکھ لی گئی اور اُس کا پورے طور سے مقابلہ کر کے تصحیح کا کام انجام دیدیا گیا تو وہ اب ہمیشہ کے لئے صحیح ہے جب تک خاص طور سے کوئی اُسکو مسخ نہ کرنا چاہے وہ غلط نہ ہو جائے گی لیکن حفظ ہر روز خطرہ کا مرکز ہے فرض کیا جائے کہ ایک دفعہ کسی حافظ نے بڑی جانفشانی و اہتمام کے ساتھ کسی بڑے حافظ سے قرآن یاد کر کے اُس کو سنا بھی دیا اور شروع سے آخر تک کہیں غلطی نہ ہوئی اور اُس نے تصدیق بھی کر دی لیکن طبع انسانی ہر وقت معرض تغیرات و انقلابات ہے ۔ ایک تھوڑے دن کے فاصلہ میں بہت جگہ واؤ کی جگہ ف اور ف کی جگہ واو ۔ مقدم کا موخر اور موخر کا مقدم ہو گیا ۔ اب انسان نے جو اپنے حفظ کے رو سے پڑھا اگر اُس کو تردد اور شبہہ پیدا ہو گیا کہ یہاں پر واؤ ہے یا ف تو خیر ممکن ہے کہ وہ اپنے استاد سے جا کر تجدید کرے لیکن اگر غلطی نے حفظ کی صورت اختیار کر لی اور توجہ بھی نہ ہوئی کہ یہاں کچھ کا کچھ ہو گیا تو وہ اسی غلطی پر قائم رہ گیا اور اسے تو یہ بھروسا ہے کہ میرا حفظ معیار امتحان میں کامل ثابت ہو چکا ۔ استاد کی طرف

سے سند حاصل کر چکا ہے۔ یہاں اُس میں کتنے انقلابات و تغیرات ہو گئے ہیں جن کی اُسے خبر بھی نہیں۔
یہ صورتیں انسان کے محفوظات میں اکثر پیدا ہوتی ہیں جن کی ہر شخص تصدیق کر سکتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ تمام متمدن قومیں جو زیورِ علم و ادب سے آراستہ ہو گئیں وہ کتابت و تحریر کی پابند ہیں۔
کتاب بےشک معلومات کیلئے ایک محفوظ قلعہ اور مضبوط جائے پناہ ہے جس کی ضرورت علم و تمدن کی ترقی
کے ساتھ ساتھ محسوس ہوئی ہے۔

رسالتمآبؐ اگرچہ ایک اُمّی قوم میں مبعوث ہوئے تھے اور آپ نے ان پڑھ جماعت کے اندر نشو و نما
پائی تھی اور آپ بھی اپنی انسانی فطرت کی بنا پر اُن کے اخلاق و اوصاف سے متصف اور اُنکے شریک و
حصہ دار تھے لیکن روحانی تعلیم اور خداوندی وحی کے فیض و برکت سے آپ حکیم کامل اور عظیم فلسفی کا درجہ رکھتے تھے
اور آپ اس حکیمانہ رمز سے پورے طور پر مطلع تھے جو آپ کے ساختہ و پرداختہ شاگرد اور روحانی فرزند امیر المومنین
علی بن ابیطالبؑ نے آپکے بعد فرمایا تھا کہ قیدوا العلم بالکتابۃ "علمی فوائد کو کتاب کے ذریعہ سے مقید
محفوظ کرو"۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ رسالتمآبؐ نے نہ صرف اس عادت کے مطابق جو عام ابنائے زمانہ کی تھی
قرآن مجید کے متعلق زبانی محفوظ ہونے پر اکتفا نہیں کی بلکہ اہتمام فرمایا کہ جو کچھ نازل ہو وہ فوراً قید تحریر میں لایا (۸۲)
جائے اور اسلئے ایک جماعت کاتبانِ وحی کی مقرر فرمائی جو ہر آیت کو نزول کے بعد ہی حضرتؐ کے ارشاد کے
مطابق فوراً لکھ لیا کرتے تھے جس چیز پر بھی کہ وقتی حیثیت سے ممکن ہو پتھر یا چمڑے کے ٹکڑے یا درخت خرما کی
چھال یا کوئی اور چیز جو اس وقت موجود ہو۔

یہ قرآن مجید کے تمام آیات کا ایک مکمل نسخہ تھا جو متفرق اور غیر مرتب صورت پر موجود تھا اسکے لئے
ضرورت تھی کہ وہ یکجا ترتیب کے ساتھ کتابی صورت میں مدون کر دیا جائے۔

اُس کا اس ترتیب کے ساتھ کہ جس طرح وہ نازل ہوا تھا مرتب کرنا عام صحابہ کے بس کی بات نہیں تھی
اسلئے کہ وہ مکتوبی حیثیت سے جو موجود تھا تو اجزاء، اوراق، اور کاغذ کے صفحات پر نہیں تھا کہ صرف
اُسکی ترتیب ملالی جائے اور بس۔ بلکہ وہ آیتیں تھیں متفرق اور پراگندہ چھوٹے چھوٹے چمڑے کے حصوں پر
پتھر کے ٹکڑوں پر اور درخت خرما کی چھالوں پر۔ وہ سب کسی انسان کے پیش نظر رکھے جائیں کوئی بتائے
کہ کیونکر انھیں اصل سلسلہ کے مطابق مرتب کیا جائے۔ اسکے لئے ضرورت ہے کہ تمام آیات، انکی ترتیب
تاریخ و نشان نزول کے بالکل پیش نظر اور محفوظ ہو اور اسکے مطابق قرآن کو جمع کیا جائے۔

پھر صحابہ کرام تو ہر وقت رسولؐ کی خدمت میں موجود نہیں رہتے تھے۔ اُن میں سے بہت سے حضرات مدینہ منورہ کی ہجرت کے بعد اسلام لائے تھے اور قرآن اسکے پہلے سے نازل ہو رہا تھا۔ ان میں سے بہت تجارت پیشہ اور کاروباری لوگ تھے۔ اُن کو اتنی بھی مہلت نہ تھی کہ وہ قرآن مجید پورا یاد کر لیتے چہ جائیکہ اسکے آیات کی پوری ترتیب اور شان نزول۔

بے شک اس کے لئے ایسی ہستی کی ضرورت تھی جس کو خاص طور سے رسولؐ کی جانب سے علم قرآن حاصل ہوا ہو۔ جو آیات کی ترتیب، شان، کیفیت نزول سے پورے طور پر مطلع ہو اور کہتا رہتا ہو کہ میں جانتا ہوں کون آیت سفر میں نازل ہوئی، کون حضر میں، کون دن کو کون رات کو اور کون زمین ہموار پر یا کون پہاڑ کی بلندی پر"۔

بے شک ایسی ذات علی بن ابیطالبؑ کی تھی۔ رسولؐ کی مخصوص ودیعتیں اور رسالت کی خاص امانتیں سب انہی کے سپرد تھیں اور قرآن مجید کا مکتوبی مجموعہ بھی جو مذکورہ بالا شکل میں تھا وہ بھی آپ ہی کی طرف منتقل ہوا۔ آپکے متعلق رسالتمآبؐ نے بارہا تصریح فرمادی تھی کہ "علی قرآن کے ساتھ اور قرآن علی کے ساتھ ہے"۔ حضرتؐ نے ان کو قرآن کے ساتھ ایک ساتھ ذکر فرما کر انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی (۸۳۱) اھلبیتی کے الفاظ میں یہ بھی پتہ دیدیا تھا کہ قرآن کے متعلق اگر کوئی مشکل درپیش ہو تو اسکے حل کرنے والے بھی یہی بزرگوار ہیں۔

رسولؐ کا انتقال ہو گیا۔ دنیا والوں کے دلوں پر دنیا کی فکر کا غلبہ چھا گیا اور اسکے لئے کمیٹیاں۔ کانفرنسیں۔ جلسے اور مشورے ہونے لگے اور سلطنت کے حصول کیلئے فکر و عمل کی تمام طاقتیں صرف ہونے لگیں رسولؐ کے گھرانے والے اپنے انتہائی رنج و غم کے عالم میں اور اس قیامت کے دور میں جو انکے سر پر رسولؐ کی وفات نے ڈھا دی تھی ان تمام افعال و حرکات کانفرنسوں اور جلسوں کے انعقاد اور جاری شدہ کارروائیوں سے بالکل بے تعلق تھے انھیں اسکا موقع ہی نہ تھا کہ وہ ان امور کی طرف متوجہ ہو سکیں۔ اور دوسرے افراد اپنے اغراض و مقاصد کے حصول کی محویت میں اُن سے بے تعلق تھے اور انھیں اسکی مصلحت نہ تھی کہ اُن کی طرف متوجہ ہو سکیں۔ اس گوشہ گیری، کس مپرسی اور غم و رنج کی فراوانی کے عالم میں سب سے پہلی فکر جو حفاظت مذہب کے اصل ذمہ دار اور شریعت دین پیغمبر کے سب سے بڑے حامی و محافظ حضرت امیر المومنین علی بن ابیطالبؑ کو پیدا ہوئی وہ قرآن مجید کے کتابی صورت میں یکجا کر دینے کا مسئلہ تھا۔

حضرت نے اپنے نفس پر حتم کرلیا کہ اپنی عبا اپنے دوش پر نہ ڈالینگے جب تک قرآن مجید کو ترتیب کے ساتھ مجتمع نہ فرمالین۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور حضرت نے قرآن کو اسکی ترتیب نزول کے مطابق مجتمع فرمادیا۔

یہ سب سے پہلا مصحف تھا جو اسلام مین کتابی صورت سے مدون ہوا۔ حق درحقیقت کا تقاضا تو یہ تھا کہ مسلمان اس مصحف کو اپنا کعبہ اور قبلہ بناتے اسی کو اصل قرار دیتے، اُسکی نقلین اُتارتے پڑھتے پڑھاتے اور حفظ کرتے اور اُسی کی اشاعت کی کوشش کرتے۔

لیکن سیاسی مصالح جن کی بنا پر علی کی شخصیت کو بھلاوے مین ڈالنا ضروری تھا، وہ شخصیت کہ اگر کہین اُسکے کمالات دنیا مین پھیلین اور رونما ہون تو دوسرے نقش مدہم ہوجائین اور نظر اعتبار سے گر کے فنا کے درجہ پر پہونچ جائین، وہ مصالح اسکے مقتضی نہین تھے کہ علی کے کسی بڑے سے بڑے کام کو بڑا سمجھ کر اسکی اہمیت کو تسلیم کیا جائے۔ پھر بالخصوص ایسا اہم کارنامہ یعنی قرآن کا معاملہ جس پر دین و مذہب کی بنیاد ہے جس کا سہرا اگر آپ کے سر بندھ جاتا تو تمام مسلمان آپکے دست نگر ممنون احسان اور آپکا مذہبی اقتدار تمام مسلمانون مین قائم ہوجاتا۔

(۸۴ اسی وجہ سے سیاسی اغراض کا تقاضا یہی تھا کہ آپکے جمع کئے ہوئے قرآن مصحف کی طرف توجہ کیجائے اور وہ زینت طاق نسیان بنا دیا جائے۔ علی نے جمع قرآن مین اپنی مصروفیت کا اظہار کردیا، سبکو معلوم ہوا کہ آپ یہ کام انجام دے رہے ہین اور آپنے پھر انجام بھی دیدیا۔

لیکن مسلمانون کی طرف سے اس پر کوئی توجہ نہین ہوئی اور اُسے لیکر غور سے دیکھنے کی بھی ضرورت نہین سمجھی۔ حضرت نے یہ دیکھا، خاموش ہوے۔ اپنے جمع کردہ مصحف کو سلک مروارید کی طرح اپنے خزانہ خاص مین محفوظ کیا۔ اُس طرف سیاسی تحریک شباب پر تھی۔ سیاسی پیچیدگیون کا ہجوم تھا۔ اطراف و جوانب کے قبیلون نے بغاوت کی تھی۔ اور حکومت کے تمام اجزا اُن بغاوتون کے فرو کرنے مین مصروف تھے اسلئے دو ایک برس اس کی طرف کوئی توجہ ہی نہ کی گئی کہ قرآن کے مجتمع ہونے کی ضرورت ہے۔ بیشک جب لڑائیون مین حفاظ قرآن کی کثیر تعداد قتل ہوگئی اور خوف پیدا ہوا کہ کہین حاملان قرآن کے قتل ہونے کے سبب قرآن کا کثیر حصہ تلف نہ ہوجائے تو اسوقت جمع قرآن کی ضرورت محسوس کی گئی اور اس خدمت کو زید بن ثابت کے سپرد کیا گیا جو رسالتمآب کے آخری زمانہ کے صحابہ مین سے ایک فرد تھے۔

انھون نے بڑی جانفشانی و عرق ریزی کے ساتھ مختلف صحابہ کرام کے متفرق اجزا سے جو پتھر۔

چمڑے لیف خرما وغیرہ پر تھے اور نیز اُن سے دریافت کرکے اُنکے محفوظات کی مدد سے قرآن مجید جمع کیا۔ اسمین یقیناً کوئی فروگذاشت اور کمی نہین تھی سوائے اسکے کردہ ترتیب نزول کے مطابق نہین تھا۔

اس سے بیشک ایک خرابی یہ پیدا ہوئی کہ ناسخ ومنسوخ کی معرفت دشوار ہوگئی اور بعض آیات کی تاویل وتفسیر مشکل ہوگئی جو خود سیاق کلام سے مستفاد ہوسکتی تھی لیکن یہ ایسی بات نہ تھی جو قرآن مجید کی حقانیت اور اہم افادی حیثیت پر کوئی اثر ڈالتی اور رخنہ انداز ہوتی۔

امیرالمومنینؑ کو جو مفاد اسلامی کے محافظ اور حقیقی ذمہ دار تھے یہ امر نامناسب معلوم ہوا کہ آپ اپنی جمع کردہ قرآن مجید کو ظاہر کرین اور دنیا کے سامنے پیش کرین کیونکہ اس صورت مین یقیناً قرآن مجید کے ایسے اہم مسئلہ مین مسلمانون کے اندر دو فرقے پیدا ہوجاتے یعنی مسلمانون کا قرآن بھی ایک نہ رہ جاتا اور دو ہوجاتے۔

آپ کو مفاد اسلامی کی حفاظت اسی مین نظر آئی کہ آپ جمع قرآن کے سلسلہ مین اُن لوگون کی قرارداد کو منظور کرلین اور جس مجموعہ قرآن پر اُن لوگون کا اتفاق ہوگیا تھا اُسی سے آپ بھی اتفاق فرمائین اور اُس کا امضا فرمادین۔ (۸۵)

اس طرح واقعی وحقیقی اجماع ہوگیا اُس قرآن کی حقانیت پر جو بین الدفتین موجود ہے اور اسمین کوئی شک وشبہ باقی نہین رہا۔

اگر اس قرآن مین جو مسلمانون کے ہاتھون مین موجود ہے کوئی ایسی خرابی کمی یا زیادتی کی ہوتی جو اسکی حقانیت پر اثر ڈالتی ہے تو یقیناً حضرت علیؑ پر یہ لازم تھا کہ وہ اس حقیقت کو ظاہر اور اپنے پاس والے قرآن کو پوری کوشش کے ساتھ ظاہر فرمادیتے اور اسمین ایک دم کی بھی تاخیر جائز نہ سمجھتے اسلئے کہ تقیہ بھی ایسی بات مین جائز نہین ہے جو اپنی اہمیت کے لحاظ سے اصل دین وبنیاد مذہب ہو اور جس پر تمام شریعت کی بنیاد قائم ہو۔

درحقیقت امیرالمومنینؑ کا صرف سکوت ہی کرنا اُس قرآن کے مقابلہ مین جو عام طور سے مسلمانون مین شائع ہو رہا تھا ایک حقیقی وواقعی دلیل اُسکے حقانیت وصداقت کی ہے۔

اور پھر حضرت کے کلمات کے مطالعہ سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے صرف سکوت ہی نہین فرمایا ہے بلکہ آپ نے اسی قرآن کے اتباع کی دعوت دی ہے اور لسے معاش اور معاد کے تمام معاملات مین حجت خدا

بتلایا ہے۔ نہج البلاغہ مین جو آپ کے ارشادات کا مجموعہ ہے اس کی بہت سی مثالین موجود ہین۔

ایک خطبہ مین ارشاد فرماتے ہین :-

اللہ اللہ ایھا الناس فیما استحفظکم من کتابہ واستودعکم من حقوقہ فان اللہ سبحانہ لم یخلقکم عبثا ولم یترککم سدی ولم یدعکم فی جہالۃ ولا عمی قد سمّی آثارکم وعلم اعمالکم وکتب آجالکم وانزل علیکم الکتاب تبیانا لکل شیئ وعمّر فیکم نبیہ ازمانا حتی اکمل لہ ولکم فیما انزل من کتابہ دینہ الذی رضی لنفسہ۔	خدا کا خوف کرو اے گروہ مردم کتاب خدا کے بارے مین جسکی نگہداری کا وہ تم سے طالب ہوا ہے اور اسکے حقوق کا تمھین امانتدار بنایا ہے۔ خدا نے تم کو عبث نہین پیدا کیا اور نہ مہمل و بیکار چھوڑا اور نہ جہالت و کور چشمی مین تم کو چھوڑ رکھا اُس نے تمھارے حالات کو نامزد کر دیا اور تمھارے اعمال پر نشان کھینچ دیے اور تمھاری عمرون کو لکھ لیا اور تمھارے اوپر کتاب نازل کی ہے جو ہر شے کے بیان پر مشتمل ہے اور اُس نے تمھارے درمیان اپنے نبی کو ایک زمانہ تک زندہ رکھا

یہانتک کہ اُس نے اُنکے لیے اور تمھارے لئے اس کتاب مین جو نازل کی ہے اپنے اُس دین کو مکمل کر دیا جسے اُس نے اپنے لئے پسندیدہ قرار دیا ہے۔ (۸۶)

دوسرے خطبہ کی عبارت :-

تعلّموا القرآن فانہ احسن الحدیث و تفقھوا فیہ فانہ ربیع القلوب واستشفوا بنورہ فانہ شفاء للصدور واحسنوا تلاوتہ فانہ انفع القصص۔	قرآن کی تعلیم حاصل کرو اسلئے کہ وہ بہترین کلام ہے اور اُسکے احکام کو سمجھنے کی کوشش کرو اسلئے کہ وہ کشت دل کیلئے بہار ہے اور اسکی روشنی سے اپنی بیماریون کو دور کرو اسلئے کہ وہ سینون کے لئے شفا ہے اور اسکی تلاوت خوب کرو کیونکہ وہ بہترین واقعات کا تذکرہ ہے۔

تیسرے موقع پر تحکیم کے بارے مین ارشاد ہوتا ہے۔

انا لم نحکم الرجال وانما حکمنا القرآن وھذا القرآن انما ھو خط مسطور بین الدفتین لاینطق بلسان ولابد لہ من ترجمان وانما ینطق عنہ الرجال ولما	ہم نے انسانون کو حکم نہین بنایا تھا بلکہ قرآن کو حکم بنانے پر رضی ہوئے تھے اور یہ قرآن وہی ہے جو دونون دفتین کے درمیان لکھا ہوا تحریر کی صورت سے موجود ہے وہ زبان سے تو بولتا نہین۔ اسکے لئے ترجمان کی ضرورت ہے، انسان

دعانا القوم الی ان نحکّم بیننا القرآن لم نکن الفریق المتولی علی کتاب الله تعالی۔

وہ ہوتے ہین جو اُسکی ترجمانی کرتے ہین اور جب ان لوگون نے ہمکو دعوت دی کہ ہم قرآن کو حکم قرار دین تو ہم ایسی جماعت نہین بنے کہ جو قرآن سے روگردانی کرنے والی ہو۔

چوتھے مقام پر ایک کلام کے ضمن مین۔

انما حکّم الحکمان لیحییا ما احیی القرآن ویمیتا ما امات القرآن واحیاؤہ الاجتماع علیہ واماتتہ الافتراق عنہ فان جرّنا القرآن الیھم اتبعناھم وان جرّھم الینا اتبعونا۔

دونون حکم اسلئے مقرر ہوئے تھے کہ وہ زندہ کرین اسبات کو جسے قرآن زندہ کرے اور مردہ کرین اسبات کو جسے قرآن مردہ کرتا ہے۔ قرآن کی بات کو زندہ کرنے کے معنی اُسپر متفق ہونا ہے اور اُس کو مردہ کرنا اسکو چھوڑ کر الگ ہوجانا ہے۔ تو اگر قرآن ہم کو کھینچے ہمارے مخالفین کے مطالبہ کی طرف تو ہم گردن جھکا لین اور اگر انھین کھینچے ہماری طرف تو وہ ہمارے تابع فرمان ہوجائین۔

(٨٧) ایک موقع پر ارشاد فرماتے ہین:۔

کتاب الله بین اظہرکم ناطق لا یعیی لسانہ وبیت لا تھدم ارکانہ وعزّ لا تھزم اعوانہ۔

خدا کی کتاب تمھارے درمیان موجود ہے۔ یہ وہ بات کرنیوالا ہے جس کی زبان تھکنے والی نہین اور وہ عمارت ہے جس کے ستون گرنے والے نہین اور وہ سرمایۂ عزت ہے جس کی حمایتی شکست کھانے والے نہین ہین۔

ایک اور موقع پر ہے۔

انہ سیأتی علیکم من بعدی زمان لیس فیہ شیئ اخفی من الحق ولا اظھر من الباطل ولا اکثر من الکذب علی الله ورسولہ ولیس عند اھل ذلک الزمان سلعۃ ابور من الکتاب اذا تلی حق تلاوتہ ولا انفق منہ اذا حرّف عن مواضعہ

یقیناً میرے بعد ایک زمانہ آنیوالا ہے جس مین کوئی شے حق سے زیادہ مخفی اور باطل سے زیادہ ظاہر نہوگی اُس زمانہ والون کے نزدیک قرآن سے زیادہ کوئی چیز بے قیمت نہوگی جب اُسکو حق تلاوت ادا کرتے ہوئے پڑھا جائے (یعنی اسکے صحیح معنی کے ساتھ اسکے آیات کو پیش کیا جائے) اور اُسی قرآن سے زیادہ کوئی شے رائج

ولا فی البلاد شیئ انکر من المعروف
ولا اعرف من المنکر فقد نبذ الکتاب
حملتہ وتناساہ حفظتہ فالکتاب اھلہ
یومئذ طریدان منفیان وصاحبان
مصطحبان فی طریق واحد لا یؤویھما مؤو
فالکتاب واھلہ فی ذلک الزمان
فی الناس ولیسا فیھم ومعھم لان الضلالۃ
لا توافق الھدی وان اجتمعا فاجتمع
القوم علی الفرقۃ وافترقوا عن الجماعۃ
کانھم ائمۃ الکتاب ولیس الکتاب امامھم
فلم یبق عندھم منہ الا اسمہ ولا یعرفون
(۸۸) الا خطہ وزبرہ ۔

نہ ہو گی جبکہ اسکو اُسکے مقررہ مقامات سے ہٹا دیا جائے (یعنی اسکے معانی مین تراش خراش کرکے اصلی مقاصد سے دور کر دیا جائے) کوئی شے عالم مین معروف سے زیادہ منکر اور منکر سے زیادہ معروف نہ ہو گی قرآن کو اُسکے حاملین نے پس پشت ڈالدیا ہو گا۔ اور اسکے حفظ کے دعویدار افراد نے اس کو بھلا دیا ہو گا اُس دن قرآن اور حقیقی اہل قرآن شہر بدر اور جلا وطن ہونگے وہ دونون ایک دوسرے کے ہم نفس اور ہمدم ہونگے کہ اُن دونون کو کوئی پناہ دینے والا نہ ملتا ہو گا قرآن اور اہل قرآن اسوقت لوگون کے درمیان موجود ہونگے لیکن گویا وہ اُنکے اندر اور اُنکے ساتھ نہین ہین اسلئے کہ ضلالت ہدایت کے موافق نہین ہو سکتی اگرچہ ایک جگہ پر ہو۔ وہ لوگ افتراق پر مجتمع اور نقطۂ اجتماع سے متفرق ہونگے گویا وہ خود قرآن کے رہنما ہین (کہ جدھر چاہین اسکو پھیر لین) قرآن انکا رہنما نہین ہے۔ اُنکے پاس قرآن کا صرف نام باقی ہو گا اور وہ بس اُسکے خط و حروف کو پہچانتے ہونگے ۔

ایسے ہی اور بھی بہت سے مقامات ہین جن کو کافی تبصرہ کیساتھ ہمنے اپنے رسالہ "تحریف قرآن کی حقیقت" مین درج کیا ہے اور جو عبارتین یہان بطور مثال پیش کی گئی ہین اُنکے متعلق بھی وہان کافی تشریح کر دی گئی ہے

امیر المومنینؑ کے بعد دوسرے ائمہ معصومینؑ بھی برابر اسی طریقہ پر قائم رہے اور باوجود اختلاف ازمنہ و حالات کے اور بہت سے ایسے اوقات کے جن مین تقیہ کا پردہ بہت ہلکا ہو گیا تھا اور زمانہ بیان حقیقت کا پورے طور سے مقتضی تھا انھون نے برابر اسی قرآن کی تبلیغ و تعلیم کی اور اسی کو خلق خدا کے لئے حجت اور واجب العمل بتلایا، حدیثون کے صحت و اعتبار کا اُسے معیار قرار دیا اور یہ کہا کہ جو حدیث کتاب خدا کے خلاف ہو وہ ساختہ و پرداختہ اور بالکل باطل ہے۔ یہ حدیثین اتنی کثرت کیساتھ موجود ہین کہ اُنسے کتب احادیث و اخبار چھلک رہی ہین اور "تحریف قرآن کی حقیقت" کے آخری حصہ مین ہمنے ان احادیث کو کافی حوالے درج کر دیے ہین

فلک اسلام کے چار چاند

اور

مظلوم کربلا کا عالمگیر ماتم

(نوشتہ قلم عالیجناب مولانا مرزا یوسف حسین صاحب صدر الافاضل واعظ مدرسۃ الواعظین۔ قاضی شریعت)

(پارہ چنار کورم ایجنسی صوبہ سرحد)

جس طرح ایک گلشن سدا بہار میں طرح طرح کے درخت قسم قسم کے پودے جدا جدا انداز کی شاخیں اور تپیاں رنگ رنگ کے پھول اور پھل بذات خود دلچسپ اور نظر فریب ہونے کے علاوہ چشم عالم کیلئے بے مثال نظارہ ہیں۔ اسی طرح باغبان خیال میدان عقیدت میں نت نئے گل بوٹے اور عدیم النظیر پھلواریاں لگا کر جس طرح گلستان عالم کو آباد کرتا رہا ہے وہ ارباب بصارت و بصیرت سے پوشیدہ نہیں۔

فلک خیال پر صدہا رہبروں کے ستارے چمکے۔ باغ عالم میں ہزاروں پودے اُگے۔ کچھ بار آور ہو سکے اور کچھ بے برگ و بار فنا ہو گئے۔ فرش زمین پر لاکھوں عویدار مسند نشین ہو کر رخصت ہو گئے۔ فضائے عالم میں کروڑوں مذہب قائم ہو کر اپنے رہبروں کے نام لیوا بنے۔ آج بھی صحن عالم میں ہزارہا قسم کے مذاہب موجود ہیں۔ اور ہر مذہب کا رُخ خیال جدا۔ انداز عقیدت جدا۔ طرز اعمال جدا۔ رہبر جدا اور ہر ایک دوسرے کے خلاف ہے۔

اس وقت ہر قسم کے عقیدت مند مع اپنی عقیدت اور اس مخصوص محبت کے جو انہیں اپنے اپنے مقام پر اپنے رہبران سے حاصل ہے موجود ہیں لیکن ممکن نہیں کہ ایک مذہب کا پابند دوسرے مذہب کے رہبر سے متفق الخیال ہو یا اُسے اپنے خیال میں اچھا یا بے عیب سمجھیں۔ دنیا میں اہل مذاہب کے باہمی اختلاف کا سبب صرف یہ ہے کہ ہر اہل مذہب کے نزدیک دوسرے مذہب کے رہبر اسی قدر برے ہیں جس قدر وہ اپنے اہل مذہب کی نظر میں اچھے مانے جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سیاسی خیال کے متوالی پابندان مذہب کو ذلیل نظر سے دیکھتے اور انہیں سبب دولت حکومت اور ہر قسم کی ترقی اور ارتقار کیلئے مضر تصور کرتے ہیں۔

آج دنیا کا کوئی مذہب یا کوئی ایسا رہبر نہیں پیش کر سکتا جس پر دوسرے مذاہب کو اعتراض نہ ہو۔ یا وہ ٹھنڈے دل سے عزت کے ساتھ اس کا نام سننے کے لئے تیار ہوں۔ البتہ اگر یہ فخر حاصل ہے تو صرف اسلام کو۔ اسکے

پاس ایسے رہبر موجود ہیں جن سے دنیا میں کسی صاحب عقل و فہم کو نہ اختلاف ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔

سب سے پہلی وہ ذات جسکے وجود سے نہ صرف اہل اسلام کو اتفاق ہے بلکہ دنیا کا ہر مذہب اسکے وجود کا قائل ہے اور موجودات کا ہر ذرہ زبان حال سے اسکے کمالات کا مظہر ہے خلاق عالم کی ذات ہی جسکی ازلی و ابدی ہونیکے مسلمان دعویدار ہیں لیکن حقیقت میں تمام عالم اسکے وجود کا قائل ہے البتہ انکے اضافات اور خانہ ساز خیالات نے انکی توحید کی صورت بگاڑ دی۔

عیسائی حضرت عیسٰی علیہ السلام کو ابن اللہ اور روح القدس کو تیسرے درجہ کا خدا ماننے کے باوجود اس واحد حقیقی کو سب سے بڑا خدا تسلیم کرتے ہیں۔ یہودی عزیر کو ابن اللہ کہنے کے باوجود اس مالک لایزال کو اپنا خالق تسلیم کرتے ہیں۔ آریہ سماج روح اور مادہ کو قدیم تسلیم کرنے کے باوجود ایشور کے قائل ہیں سناتن دھرم دیوتاؤں میں خدا کا جنم لینا اور بتوں کو ذریعہ یاد الٰہی ماننے کے باوجود اس مالک حقیقی کے وجود و علم و قدرت و رحم و عدل وغیرہ کے قائل ہیں۔ مادیین جس نیچر کو باعث ایجاد عالم کہتے ہیں وہ اس قادر مطلق کے کمالات کا ادنیٰ کرشمہ ہے۔

بہرحال دنیا کا کوئی مذہب نہیں جسکے عقائد کا سلسلہ آخر وجود باری پر منتہی نہ ہوتا ہو۔ لہٰذا یہ تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں کہ تمام دنیا کے مذاہب کو اسلام کی توحید سے اتفاق ہے۔

جس طرح اسلام کی توحید سے کسی کو اختلاف نہیں اسی طرح اسلام کے رسول نبی امی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصوصیات سے بھی کسی کو اختلاف نہیں۔ خواہ کلمہ اسلام پڑھیں یا نہ آنحضرت کی رسالت کا اقرار کریں یا نہ کریں بلکہ اسلام اور اہل اسلام کے دشمن ہوں مگر اس سے کسی کو اختلاف نہیں اور نہ ہو سکتا ہے کہ آپکے دعوی نبوت سے پہلے صحراء عرب جہل اور لاعلمی کا شکار اور بدترین عادات رذائل کا مستقر تھا۔ انہیں فلسفی یا حکیم کیا معمولی تعلیم یافتہ بھی موجود نہ تھا۔ نہ کوئی مدرسہ تھا نہ مدرس نہ تعلیم کا امکان تھا تعلیمات دینی و دنیوی کے تمام رشتے منقطع ہونیکے باوجود عرب کا سب سے پہلا اور سب سے بڑا حکیم ہمارا رسول تھا جو آخر نہ صرف عرب کا حکیم بلکہ تمام دنیا کا سب سے بڑا حکیم ثابت ہو کر رہا۔ آج دنیا جتنا بھی اسلام کی مخالفت کرے لیکن اس قدر ہر شخص کو تسلیم ہے کہ آنحضرت کی ذات والاصفات مجموعۂ کمالات ہونے کے علاوہ ہر قسم کے ذاتی، اخلاقی، تمدنی معاشرتی عیوب سے نہ صرف پاک بلکہ اہل عالم کے لئے ایک نمونہ بھی۔ اور آپ کی تعلیمات ایسے فلسفیانہ اور حکیمانہ تھے کہ علماء سائنس کو صدیوں اختلاف کرنے کے بعد آخر اقرار ہی کرنا پڑا۔ اسلئے آج ہم اس عدیم المثال رسول پر تمام دنیا کے سامنے جتنا بھی فخر کریں بجا ہے۔

جس طرح دنیا کو اسلام کی توحید اور اسلام کے بنیانی پیغمبر سے اختلاف نہیں اسی طرح اسلام کے پہلے امام اور جانشین رسول حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کے خصوصیات اور کمالات سے کسی کو اختلاف نہیں۔ خواہ آپ کو ظاہری طور پر خلیفۂ اوّل مانا جائے یا چوتھا رہبر عالم تسلیم کیا جائے یا نہ بہرحال اس سے کسی کو اختلاف نہیں کہ علی مرتضیٰ ایسا سخی اور کریم النفس علی مرتضیٰ ایسا صاحب علم و کمال۔ علی مرتضیٰ ایسا عادل و منصف علی مرتضیٰ ایسا شجاع و بہادر علی مرتضیٰ ایسا رحیم اور متواضع چشم فلک نے کم دیکھا ہوگا۔

تمام اہل اسلام کو اعتراف ہے کہ آنحضرت سے لیکر اب تک صف اسلام میں علی مرتضیٰ ایسا بزرگ جو اپنے خصائل و کمالات میں بے مثل و بے عدیل تھا نہیں گذرا جو تمام کمالات کا سرچشمہ ہونیکے علاوہ اسی طرح تمام علوم و فنون کا منبع تھا جیسے قرآن مجید۔ فن نحو ہو یا صرف ادب ہو یا معانی و بیان۔ منطق ہو یا فلسفہ فقہ ہو یا اصول وعظ ہو یا خطبہ۔ علوم معرفت ہوں یا علوم ریاضت ان سب کا سرچشمہ آپکی ذات والاصفات ہے آپکے تحقیقات اور کمالات نے صرف مسلمانوں کو والہ و شیدا نہیں بنایا بلکہ آپکے سامنے تمام دنیا کا سر تسلیم خم تھا اور ہے اس لئے اگر آج ہم تمام اہل عالم کے سامنے اس اسلام کی مایۂ افتخار ہستی پر جسکے کمالات سے دشمنوں کو بھی انکار نہ تھا فخر و ناز کریں تو بالکل بجا ہے۔

جس طرح اسلام کی توحید اسلام کے رسول اسلام کے امام حضرت امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام سے دنیائے مذاہب کو اختلاف نہیں ہوسکتا اس طرح امام حسین علیہ السلام کی ذات جن کمالات کی خزینہ دار اور مظہر تھی ان سے بھی دنیا کی کسی فرد کو انکار نہیں۔

مسلمان ہوں یا غیر مسلم شیعہ ہوں یا غیر شیعہ دعویدار محبت ہوں یا نہ انجناب سے خاص خصوصیت کا شرف حاصل کر چکے ہوں یا نہ لیکن اس سے کسی کو انکار نہیں کہ آپ کی ذات کمالات انسانی کا آئینہ تھی۔ آپ کی ذات بے عیب ہونے کے علاوہ محاسن و تعلیمات اسلام کا نمونہ تھی۔ یقیناً آپ اور آپکے ساتھی مظلوم تھے۔ اور یزید اور یزید والے ظالم۔ آپ حق پر تھے اور یزید باطل پر تھا۔ آپکا جہاد صرف دینی جہاد تھا جسمیں آپ اصلی معنوں میں کامیاب ہوئے۔ اور یزید ناکام یاب آپ نے آٹھ دن کی قلیل مدت میں اسلام کے اُن تمام اصول و احکام کی مکمل تعلیم دیدی۔ جو نہ صرف احکام اسلام بلکہ کمال انسانیت کہے جاسکتے تھے۔ اور آپنے حقانیت اور صداقت اسلام کیلئے جان دیکر حیات ابدی حاصل کر لی۔ اسلئے آج ہم اُس حقیقی رہبر پر تمام دنیا کے سامنے جتنا بھی فخر کریں بجا اور بالکل درست ہے یہی وجہ ہے کہ آج صرف ہم حسینی ماتم کے سوگوار نہیں بلکہ گنبد فلک ماتم حسینؑ سے گونج رہا ہے

دنیا کی زبان حال مرثیہ گو اور ہر گل و برگ سینہ زن ہے۔ شیعہ ہوں یا غیر شیعہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم کسی ملک کے رہنے والے ہوں اپنی اپنی زبان میں مظلوم کربلا کا ماتم کر رہے ہیں۔ اور کوئی شبہ نہیں کہ ہمارے ساتھ ہفت فلک کے باشندے ملکہ حوران جنت بھی ہم نوا ہیں۔ اب مجھے یہ کہنے کا حق ہے۔ کہ چار ہستیاں وہ ہیں جنہوں نے اسلام کو چار چاند لگا دیے اور انہی کے بدولت ہم زندہ اور سرخرو ہیں۔ اسلئے ان ذوات مقدسہ سے تمسک رکھنے والے حقیقی معنوں میں مسلمان کہے جانے کے حقدار ہیں۔ جو تمام دنیا کے اسٹیج پر کھڑے ہو کر اپنی صداقت پیش کر کے کائنات عالم سے منوا سکتے اور کلمہ اسلام پڑھوا سکتے ہیں۔

فلسفہ شہادت

(از قلم مولانا ظفر علی خان مدیر زمیندار لاہور)

اے کربلا کی خاک اس احسان کو نہ بھول
تڑپی ہے تجھ پہ لاش جگر گوشہ بتولؑ

اسلام کے لہو سے تیری پیاس بجھ گئی
سیراب کر گیا تجھے خون رگ رسولؐ

کرتی رہے گی پیش شہادت حسینؑ کی
آزادی حیات کا یہ سرمدی اصول

چڑھ جائے کٹ کے سر تیرا نیزے کی نوک پر
لیکن یزیدیوں کی اطاعت نہ کر قبول

تھی داستان دراز بھی اور دل گداز بھی
لیکن کہاں ہے دل کہ دیا جائے اسکو طول

یادگار شہید اعظم

(از قلم عالیجناب میرزا محمد صادق حسین صاحب بی. اے مصنف جنگ جمل جنگ صفین بانی نہر فرخ)

دنیائے اسلام میں مشہور اور متفق علیہ واقعہ ہے کہ گل سرسبد نبوت شمع شبستان خلت حضرت ابراہیم علیہ السّلام اپنے نوعمر فرزند کو بارگاہ سلطان السلاطین میں نثار کرنے لائے، باپ کے ارادہ سے مطلع ہو کر، ثابت علی الحق فرزند نے جو جواب دیا قرآن جیسے بہتم بالشان صحیفہ آسمانی میں آج تک محفوظ ہے (القرآن پارہ ۲۳ سورہ ۳۷ ع ۳) یہ عجیب و غریب واقعہ ہے کہ ابراہیمؑ جیسا باپ اسمعیلؑ جیسے فرزند کو خود اپنے ہاتھوں ذبح کرنے لے چلا، ۱۰ ذی الحجہ کا تھا۔ ان جانبازان راہ حق کے عمل میں خدا ہی جانے کتنا خلوص تھا کہ قدرت نے ایک پیغمبر کو شمشیر بکف اور ایک پیغمبر زادہ کو سر بکف دیکھ لینا ہی کافی سمجھا اور ان کی صداقت عمل پر مہر کر دی۔ اخبار ہیں کہ خلیل اللہ جیسے واقف رموز ربانی کے قلب کو اس قربانی کے عملاً ناقص اور نامقبول رہنے سے ٹھیس بھی لگی جسکی ایک لطیف تشریح عرفیؔ کے الفاظ میں یہ ہے ؎

طفیان نازبیں کہ جگر گوشہ خلیلؑ   سرزیر تیغ کردہ شہیدش نمی کنند

اگرچہ نہ جناب اسمعیلؑ ذبح کئے گئے اور نہ جناب ابراہیمؑ کو اس روح فرسا منظر سے دوچار ہونا پڑا، تاہم اُسوقت سے جناب اسمعیلؑ کے لئے "ذبیح اللہ" کا ممتاز لقب مختص اور مخصوص ہو گیا۔ یہی نہیں بلکہ قدرت نے اس راضی بہ رضا باپ اور بیٹے کے عمل کی یادگار کو پیغمبر آخرالزمان کی اُمت کے لئے واجب قرار دیدیا۔ حج بیت اللہ فی الحقیقت اسی واقعہ کی یادگار ہے اور ہر سال ۱۰ ذی الحجہ کو منیٰ کے میدان میں اسی قربانی کی یاد تازہ کیجاتی ہے۔ حجاج دوران حج میں سر و پا برہنہ ہوتے ہیں، یہ شاید اسلئے کہ ایک ذبیحہ راہ خدا کی یاد ان سے متعلق ہوتی ہے۔ چونکہ تمام مسلمان فریضۂ حج ہر سال نہیں بجا لا سکتے، اور قدرت کو ان سے بھی اس امر کا احیا چاہتی تھی۔ لہذا وہی ۱۰ ذی الحجہ ان کیلئے بھی یوم قربانی مقرر کر دی گئی جسکا نام عید الضحیٰ یا عید قرباں ہے۔

ہم اس مسئلہ کو بلا قید مذہب و ملت ہر صاحب عقل کے سامنے فیصلہ کے لئے پیش کرتے ہیں

کہ جب راہ خدا کی محض ایک قربانی ذبیح اللہ کا لقب دلا سکی تو صرف چند گھنٹوں کی محدود مدت میں بہتّر قربانیاں پیش کرنے والا کس لقب کا مستحق ہوگا؟ ایک غیر متعلق نبی کی منسوخ شریعت کی محض ایک قربانی کی سالانہ یادگار قائم کرنا اور اپنے نبی برحق کے فرزند کے بھرے گھر کے خالی ہو جانے کی یادگار کے قیام کی مخالفت کرنا کہاں تک مستحسن اور موافق عقل و ایمان ہے؟

شاید ہمارا یہ مختصر استدلال اس نتیجۂ قطعی تک پہونچنے میں ممد ہو کہ ذبیحہ راہ خدا کی یاد قائم کرنا سنت ابراہیمی بھی ہے اور سنت محمدی بھی۔ اگرچہ نہ موسویت اور نہ مسیحیت میں شہادت کا وہ بلند اور کامل مفہوم ملتا ہے جو واقعہ کربلا میں۔ تاہم یہ دونوں شریعتیں بھی اپنے اپنے شہدا کی یادگار قائم کرتی ہیں۔

اہل ہنود میں ان کے اہم مذہبی واقعات کی یادگاریں قائم کی گئی ہیں۔ یورپ گذشتہ جنگ عظیم کے یوم صلح کی یادگار اب تک قائم کئے ہوئے ہے، اور قلمرو برطانیہ میں دو منٹ کی خاموشی حکماً منائی جاتی ہے۔ پھر جب دنیا کے تمام اقوام و ملل اپنے مشاہیر کی یادگاریں قائم کر دیں تو ہم اپنے شہید اعظم کی یادگار قائم کرنے میں کیوں برسر خطا اور مجرم سمجھے جائیں۔ جناب اسمٰعیلؑ کے واقعہ کی یادگار کا شریعت اسلام میں رائج ہونا ہمیں اس کہنے کی جرأت دلاتا ہے کہ خود قدرت کا منشا یہ تھا کہ دنیا میں اس قربانی کی شبیہ بنائی جائے، اور اہل عالم میں اس واقعہ کی یاد ہر سال تازہ ہوتی رہے۔ اگر اسمٰعیلؑ کی قربانی کسی حیثیت سے یاد رکھے جانے کے قابل تھی اور ہے تو حسینؑ کی قربانی بدرجۂ اولیٰ بلکہ بدرجۂ اتم!!

داستان حرم

(ڈاکٹر سر محمد اقبال کے قلم سے)

عذاب دانش خاطر سے باخبر ہوں میں — کہ میں اس آگ میں ڈالا گیا ہوں مثل خلیل

غریب و سادہ و رنگین ہے داستان حرم — نہایت اس کی حسینؑ ابتدا ہے اسمٰعیلؑ

حریت پروری کا حقیقی مرقع

(نوشتہ فاضل اجل مولانا سید آغا مہدی صاحب رضوی)

دنیا اُٹھتے بیٹھتے آزادی آزادی پکارتی ہے مگر اوسے نہیں معلوم کہ آزادی کا سبق کسنے دیا؟ اسلام کی شہرہ آفاق حریت اموی دور میں یزید کی جبرہ دستیوں سے سسکیاں لی رہی تھی قانون الٰہی ذاتی مفاد کے ماتحت چلایا جارہا تھا مسلمانوں کی غلامانہ زندگی اور خستہ حالی کی یہ نوبت پہونچی تھی کہ اون کے حقوق روندے جارہے تھے حسینؑ نے نانا کے مذہب کی صحیح ہمدردی اور مسلمانوں کے جائز حقوق کے حاصل کرنے کیلئے ترکِ وطن کی ٹھان لی سہ

وہ پھول سر چڑھا جو چمن سے نکل گیا — عزت ہوئی اوسے جو وطن سے نکل گیا

موسم کی سختی اور منزلوں کے کٹھن ہونے کو دیکھتے ہوے جتنے حلقہ بگوش تھے سب ہی روکتے رہے مگر ارادہ کی پختگی میں سر مو فرق نہ آیا اور باطنی دھنی امام نے اپنی جان کی قربانی کا قطعی فیصلہ کردیا ظالم و فاسق فرمانروا کی طاقت سے بے خوف ہوکر دل کے ارادوں کو عملی جامہ پہنانے میں مصروف ہوئے کسی کا کہنا نہ مانا جابر بن عبداللہ انصاری ایک ضعیف العمر اور سن رسیدہ صحابی تھے وہ دیکھ چکے تھے کہ حسینؑ کو دنیا کے سب سے بڑے پیغمبرؐ نے باپ کی طرح پالا ماں سے زیادہ نگہداشت کی اور اپنے صلبی اولاد سے زیادہ عزیز رکھتے تھے اسکو گم کردہ راہ مسلمانوں نے چھوڑ دیا تھا عین روانگی کے وقت حاضر ہوکر عرض کرتے ہیں انت ولد رسول اللّٰہ واحد سبطیہ لا اری الا انک تصالح کما صالح اخوک فانہ کان موفقا رشیدا آپ رسول عربی کے فرزند اور اون کے دونوں نواسوں میں ایک شخص ہیں سوائے اسکے مجھے کوئی تدبیر نظر نہیں آتی کہ دشمنوں سے صلح کر لیجئے جس طرح آپکے بھائی نے مصالحہ کیا تہا وہ بھی توالٰہی توفیقات کا مرکز اور رسیدہ راستہ پر تھے آپنے فرمایا یا جابر قد فعل اخی ذلک بامر اللّٰہ ورسولہ وانا ایضا افعل بامر اللّٰہ ورسولہ اترید ان استشہد رسول اللّٰہ وعلیا واخی الحسن الان لے جابر بھائی حسنؑ نے خدا اور اوسکے رسول کے حکم سے ایسا کیا اور میں بھی خدا و رسول کے حکم پر کاربند ہوں کیا تم چاہتے ہو کہ میں پیغمبر خدا اور علیؑ اور حسنؑ کو تمہیں دکھادوں؟"

اب جو نظر کرتے ہیں تو آسمان کے دروازے وا ہیں اور پیغمبرؐ خدا اور علی مرتضیٰؑ اور حسنؑ مجتبیٰ اور جناب حمزہؑ و جعفرؑ کی سواری عالم بالا سے اوتر رہی ہے جابر دہشت زدہ ہوگئے پیغمبرؐ خدا نے آواز دی یا جابر اتری مقعد یزید

فاقلہ لے جابر قاتل حسینؑ یزید کی جگہ دیکھنا چاہتے ہو عرض کیا ہاں آپ نے زمین پر ٹھوکر لگائی اور وہ روح فرسا منظر دکھا دیا حسینؑ آل کو تہ تیغ کرنیوالے عذاب کئے جائینگے۔ (معالم زلفی صفحہ ۱۲ مطبوعہ طہران)

جابر سمجھ گئے کہ قلم قدرت کی گردش صفحہ تقدیر سے محو نہیں ہو سکتی پنجتن کا خاتمہ ہو کر رہے گا حسینؑ ہرگز ہرگز صلح نہیں کر سکتے اور یہ واقعہ تھا کہ مسلمانوں کو بنی اُمیہ کی سیاہکاریاں غلام بنا کر چھوڑتیں اگر حسینؑ آزادی کی حمایت میں نہ اُٹھ کھڑے ہوتے یزید کی بیعت سے انکار پہلا قدم تھا جو آزادی کے راستہ میں اُٹھا راہ میں ہر گام پر بنی نوع انسان کو حریت کا سبق دیتے رہے کربلا کے میدان میں پہونچکر ہر امکانی طریقہ پر آزادی کو فروغ دیا وادی پرخار میں قدم رکھتے ہی رضا و تسلیم کی تعلیم دیتے ہوئے لونڈی غلاموں کو ایک نظر سے دیکھا۔

(۱)

کربلا کی سرزمین پر پہونچے ہوئے ایک ہفتہ مشکل سے گذرا تھا کہ نویں دن جنگ چھڑ گئی یزیدی لشکر نے شاہ کم سپاہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا اصحاب بڑھ بڑھ کے داد شجاعت دیتے رہے اور با اخلاق امام تقریباً ہر شہید کے بالیں پر پہونچکر دیدار آخری کی زحمت اُٹھاتا تھا غلام ترکی جب گھوڑے سے گرا اور فریاد کی فانقض علیہ الحسین واعتنقہ وھو یجود بنفسہ فقال من مثلی وابن رسول اللہ واضع خدہ علی خدی (ابصار العین صفحہ ۸) زخمی مجاہد کی نعش پر پہونچکر مرنیوالے سے بغلگیر ہوئے اس وفا شعار کی زبان پر دم واپسیں بھی یہی تھا کہ کون میرا مثل ہے رسول کے فرزند نے اپنا رخسار میرے رخسار پر رکھا ہے۔

یہ حسینی اخلاق کا وہ نمونہ ہے جو غلاموں کیساتھ ظاہر ہو رہا ہے سپہر کاشانی کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہی غلام ہے جو حضرت سید الشہداء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خرید کر امام زین العابدینؑ کو ہبہ کر دیا تھا اور اصحاب حسین میں یہ پہلا مجاہد ہے جسنے سراپردہ عصمت کے قریب پہونچکر شاہزادیوں سے رخصت ہونے کا شرف حاصل کیا تھا روضۃ الاحباب میں یہ ہے۔

"پس غلام ترکی از زین العابدین اجازت یافت داہل حرم را وداع گفت و بشتافت"

دیرینہ خدمت گذار کی عقیدت کا یہ ثمر تھا کہ مرنے کے بعد حسینؑ نے اسکے منھ پر منھ رکھا۔

(۲)

ابوذر غفاری کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے اُنکے صحبت یافتہ لوگوں میں جون کو کون نہیں جانتا عمر بھر غلامی کی زندگی بسر کی انتظار کرتے کرتے آزادی کا دن آ پہونچا اور یہ سیاہ رنگ مجاہد طالب اذن ہو کر عرض

کرنے لگا۔ واللہ انّ ریحی لمنتن وانّ حسبی للئیم ولونی اسود فطیّب ریحی وشرّف حسبی وبیض وجھی لا واللہ لا افارقکم حتی یختلط ھذا الدّم الاسود مع دمائکم (ناسخ التواریخ جلد ششم صفحہ ۲۷۲) خدا کی قسم میرے جسم سے بوئے بد آتی ہے اور میرا حسب لئیم اور رنگ کالا ہے میری بو کو معطر اور چہرہ کو نورانی اور حسب کو شریف کر دیجئے خدا کی قسم میں کبھی جدا نہ ہوں گا یہاں تک کہ اس سیاہ خون کو آپ کے پاکیزہ خون میں ملا دوں۔" اس گفتگو سے معلوم ہوتا ہے کہ سینہ میں تمناؤں کا دریا موجزن تھا قدر شناس امام نے مرنے کی اجازت دی اور جب بالیں پر پہونچے اوس وقت داعی کلمات یاد کر کے دعا کی اللھم بیض وجھہ وطیب ریحہ پروردگارا اسکے چہرہ کو نورانی کر دے اور جسم کی شمیم کو پاک کر دے۔ اس دعا کے بعد چہرہ آفتاب کی طرح چمکنے لگا اور جسم سے مشک کی خوشبو آنے لگی۔

کہاں ہیں کوفہ و شام کے کور باطن مسلمان جو سیاہ رنگ نبرد آزما اونکی صفوں میں ڈوب کر شمشیر زنی کر رہا تھا شہید ہونے کے بعد اوسی چہرہ نور سے دمک رہا ہے کیا یہ حسینؑ کی حقیقت کی دلیل نہیں؟ معلوم ہوتا ہے کہ اگر سید الشہداء کی نگاہ میں گورے کالے کا امتیاز نہ تھا تو قدرت کو بھی منظور تھا کہ یہ بکھرے ہوئے موتی ایک سلک میں منسلک کر دیئے جائیں اور غلاموں کو آزادوں کے پہلو میں جگہ دی جائے۔

اسی نظریہ کی بنا پر بعض مقاتل میں ہمیں یہ سیرت نظر آتی ہے کہ جب تنہا امام رخصت آخر کیلئے خیمہ کے قریب پہونچے تو بیٹیوں، بہنوں پر سلام کے ساتھ ساتھ فضہ پر بھی سلام کیا مساوات اسکو کہتے ہیں اور آزادی اسکا نام ہے۔ اسلاف کا اسی نقش کو امام زمانؑ دعی لہ الفداء نے اور ابھار دیا یہ کہکر بابی انتم وامی طبتم وطابت الارض فیہا دفنتم اس مخاطبہ میں مجاہدین کی سب قدریں خواہ وہ غلام ہوں یا آزاد داخل ہیں یہ ہے اسلامی تعلیم کیا تعجب ہے اگر ان تعلیمات کو مٹانے کیلئے مجلس یزید میں دشمن یہ چاہتے ہوں کہ عام لوگ آل رسول کو معمولی لونڈی غلام سمجھ لیں اور خاندانی شکوہ پر پردہ پڑ جائے یہ ناقابل عفو جرم ایک شامی کی سرنوشت میں آیا کو ملیکا جس نے انتہائی بیرحمی کے ساتھ فاطمہ بنت حسینؑ کیطرف اشارہ کر کے یزید سے کہا کہ مجھے اس کنیز کو بخشدیجئے یتیمہ حسینؑ کے جسم میں رعشہ پڑ گیا اور پھوپھی کا دامن پکڑ کے کہا او تمت واستخدم یتیم تو ہو چکے اب لونڈی بھی بنائے جائینگے جناب زینب نے شیرانہ لب و لہجہ میں جواب دیا کذبت واللہ ولومت واللہ ما ذالک لک ولا لہ اے شقی جھوٹ کہتا ہے خدا کی قسم اگر تو مر بھی جائے تو یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوگا اور نہ یزید میں یہ دم ہے کہ اولاد رسولؐ کو کنیز بنائے۔

اسکے بعد کی گفتگو سخت ہے یزید نے ایسے الفاظ کا استعمال کیا ہے جن سے شرافت اور انسانیت اور تہذیب شرماتی

ہے بیشک قاتلانِ حسینؑ کے دلوں سے انسانیت اور تہذیب کے جوہر مٹ چکے تھے دنیا اونکی بربریت پر گواہ اور حسینؑ کی حقانیت کا کلمہ پڑھتی ہی محرم کے موقع پر صرف اظہارِ رنج والم ہی نہیں ہوتا بلکہ عزاداری کے ذریعہ سے اس واقعی حقیقت کا اعلان کیا جاتا ہے کہ ؎

اگرچہ خود نہ رہا نام رہ گیا باقی
ترے طفیل میں اسلام رہ گیا باقی

تاریخی یادداشت

ماہ محرم الحرام کے اہم واقعات

یکم محرم الحرام: اس تاریخ حضرت سید الشہداؑ کی حر بن یزید ریاحی افسر لشکر کوفہ سے ملاقات ہوئی۔

۲۔ 〃 اس دن امام حسینؑ مع اہلبیت اطہار وارد دشت کربلا ہوئے۔

۶۔ 〃 عمر بن سعد سردار لشکر ابن زیاد وارد صحرائے کربلا ہوا۔

۷۔ 〃 اس تاریخ سے نہر فرات کرا پر پہرے بیٹھے اور حضرت سید الشہداؑ اور انکے اہل حرم پر بندش آب ہوئی۔

۸۔ 〃 اس تاریخ شمر بن ذی الجوشن قاتل حضرت سید الشہداؑ وارد کربلا ہوا۔

۹۔ 〃 اس تاریخ فوجوں نے محاصرہ کر لیا تھا اور گفتگوے مصالحت قطع ہوگئی۔

۱۰۔ 〃 یہ عاشور کا دن ہی۔ اس دن فرزند رسول امام ہمام حسین بن علیؑ اپنے انصار و اعزا کے ساتھ سرزمین کربلا پر شہید ہوئے۔

۱۱۔ 〃 آج سراپردگیانِ عصمت کو عمر سعد کے حکم سے سرائے شہدا کے ساتھ کوفہ روانہ کیا گیا۔

۲۵۔ 〃 اور بقولے ۱۸ محرم سنہ ۹۴ھ میں امام زین العابدینؑ نے وفات پائی۔

۲۸۔ 〃 سنہ ۲۲۰ھ میں امام محمد تقیؑ معتصم عباسی کے طلب کرنے پر وارد بغداد ہوئے۔

؎ اسی نمبر میں حضرت کی شان میں فرزدق کے قصیدہ کا ایک ترجمہ ناظرین کی نگاہ سے گذریگا۔ مدیر

قصیدۂ فرزدق کا منظوم ترجمہ

(نتیجۂ فکر ادیب کامل مولوی سید رضی صاحب ہدف اجتہادی)

"ناظرین کی یاد سے ابھی مٹنے نہیں پایا ہوگا کہ گذشتہ دو مہینہ اس طرف" قصیدۂ فرزدق "کے ترجموں کا ایک سلسلہ حقائق میں اسطرح شایع ہوا تھا کہ پہلے عالیجناب پروفیسر سید مسعود حسن صاحب نے عربی قصیدۂ فرزدق اور اسکا منظوم فارسی ترجمہ ملا جامی کے قلم کا اور اردو ترجمہ "مہدی علی ذکی مرحوم" کا شایع کیا۔ موصوف نے ان ترجموں کی نسبت یہ رائے ظاہر کی کہ وہ ناقص ہیں اور تمام اشعار فرزدق کو شامل نہیں ہیں نیز آپ نے یہ تمنا ظاہر فرمائی تھی کہ کوئی اردو کا عربی دان شاعر اس قصیدہ کا ایسا ترجمہ کردے جس میں حسن زبان اور لطف بیان کیساتھ اصل قصیدہ کی بے ساختگی اور زور اور اثر بھی موجود ہو"۔ اس مضمون کے شایع ہونے کے بعد دوسرے نمبر میں جناب مولوی محمد باقر صاحب شمس لکھنوی نے جناب لسان الہند مولانا عزیز دام ظلہ کا اردو منظوم ترجمہ جو قصیدۂ فرزدق کے تمام اشعار پر مشتمل ہے اور ایک شعر کا ایک ہی شعر میں ترجمہ ہے پیش کیا۔ بیشک اسپر اظہار خیال کرتے ہوئے یہ رائے ظاہر کی کہ اس میں اکثر مقامات پر عربیت کے غلبہ نے اردو سلاست باقی نہیں رکھی ہے نیز شاید قافیہ کی پابندی کی وجہ سے بعض اشعار کا پورا مطلب بھی نظم نہیں ہوا ہے اور مصرعوں میں ترتیب بھی نہیں باقی رہی ہے یعنی پہلے مصرعہ کا ترجمہ دوسرے مصرعہ میں اور دوسرے کا پہلے میں ہو گیا ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ ایسے ترجمہ کی ضرورت ہے جس میں جناب سید مسعود حسن صاحب کی شرطوں کے ساتھ ساتھ ہر مصرع کا ترجمہ مصرع میں ہو اور تقدم و تاخر بھی نہ ہونے پائے"۔ اسکے بعد سے ابتک اس سلسلہ میں کسی نے کوئی قلم فرسائی نہیں کی لیکن اسوقت ہمارے پاس جناب ہدف اجتہادی کا منظوم ترجمہ بغرض اشاعت وصول ہوا ہے۔ جہانتک ترجمہ کا تعلق ہے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس ترجمہ میں بہت سی ایسی خصوصیات موجود ہیں جن کا اسکے پہلے لحاظ نہیں کیا گیا تھا۔

اس میں مصرع کا ترجمہ مصرع میں ہے اور ترتیب کے ساتھ ہی پھر سلاست روانی اور اردو زبان کا لطف باقی ہے اور یہ خصوصیت اس ترجمہ سے مخصوص ہے کہ اسمیں مطلع بھی کہا گیا ہے نیز قافیہ کے اعتبار سے قصیدۂ فرزدق کیساتھ متحد ہے ممکن ہے کہ کوئی شخص آیندہ اپنی جولانی طبع سے کوئی دوسرا نمونہ پیش کر سکے اور خصوصیات میں اضافہ کرے۔

"مدیر"

یہ وہ ہی جانتا ہے مکہ جسکے نقش قدم — خدا کا گھر بھی ہی آگاہ اور حل و حرم
جو بہترین خلائق ہے اسکا ہی فرزند — ہے پاک و زاہد و پاکیزہ و بلند حشم
قریش دیکھتے ہین جب اُسے تو کہتے ہین — بزرگیون پہ ہوئی اسکی انتہائے کرم
پہنچ گیا ہے یہ عزت کی اس بلندی پر — جہان پہ جاسکے اسلام کے عرب نہ عجم
یہ چاہتا ہی کہ لے ہاتھون ہاتھ رکن حطیم — جو چومنے حجر الاسود کا ئے نزد حرم
چھڑی ہی ہاتھ مین جسکی مہکتی ہے خوشبو — وہ ہاتھ جو نہین عزت مین اور شانہین کم
نظر جھکائے ہین سب یہ حیا یہ رعب سے لوگ — جو مسکرائے تو آجائے بات کرنیکا دم
جبین کے نور ہدایت سے کفر گھٹتا ہے یون — ضیاء مہر سے تاریکیان ہون جیسے کم
یہ وہ درخت ہی جسکی ہی جڑ خدا کا رسول — اسی سے فطرت و عادات بھی ہین پاک بہم
فضیلت اور نبیون کی اسکے جد سے ہے پست — تمام امتین امت سے اسکی رتبہ مین کم
یہ فاطمہ کا ہی فرزند تو نہین واقف؟ — اسی کے جد سے نبیون کا بڑھ سکا نہ قدم
ازل سے لکھی ہی حق نے شرافت و عزت — چلا اسی کے لئے لوح پر خدا کا قلم
جو کوئی غیظ دلائے تو شیر سے بڑھجائے — ستم کرے کوئی اسپر تو موت کا نہین غم
ضرر نہوگا اسے تو نے ہزار انجان — اسے تو جانتے ہین سب عرب تمام عجم
برسنے ابر ہین ہاتھ اسکے جنکا فیض ہی عام — وہ برسا کرتے ہین اکسان کبھی نہین ہوتے کم
وہ نرم خو ہی کہ ڈر جلد بازیون کا نہین — ہی حسن عادت و خلق اسکی زینت باہم

مصیبتوں میں قبیلوں کے بار اُٹھاتا ہے — ہیں جتنے خوب شمائل ہیں اُتنے خوب کرم
کبھی نہ آپ نے کہا "لا" (نہیں) بجز تشہّد کے — اگر نہ ہوتا تشہّد تو ہوتا "لا" (نہیں) بھی "نعم" (ہاں)
خلافِ وعدہ نہیں کرتا یہ مبارک ذات — ہے نیز بان بھی عقل و ارادہ بھی ہے بہم
تمام خلق پہ احسان عام ہے اس کا — اسی سے اُٹھ گیا افلاس و رنج و فقر اکدم
محبت اسکی ہے دین اور عداوت اسکی ہے کفر — ہے قرب اسکا نجات و پناہ کا عالم
تمہارے زاہدوں کا ہو تو پیشوا ایسا ہو — کہ بہترینِ خلائق اسی کو کہتے ہیں ہم
پہنچنا اسکی سخاوت کو غیر ممکن ہے — سخی ہوں لاکھ نہ پا سکینگے اسکی گردِ قدم
جو قحط کی ہو مصیبت یہ ابرِ باران ہے — جو بھڑکے جنگ کی آتش یہ شیر سے نہیں کم
نہ مفلسی کا اثر ہے فراخ دستی پر — کہ اسکو زر کی خوشی ہے نہ بے زری کا الم
اسی کی چاہ سے جاتی ہے آفت اور بدی — اسی کی وجہ سے آتی ہے نیکی اور کرم
اسی کا ذکر مقدم ہے بعدِ ذکرِ خدا — اسی کے نام پہ ہر بات ختم کرتے ہیں ہم
مذمت آنے سے اسکے قریب بھاگتی ہے — کریم خلق ہے ہوتی نہیں سخاوت کم
خدا کے بندوں میں ہے کون ایسا جسکا سر — اسی گھرانے کے احسان سے ہوا ہو نہ خم
خدا کو جانتا ہے جو اسے بھی جانتا ہے — اسی کے گھر سے ملا امتوں کو دین بہم

صلہ ملا ہے "فرزدق" کو دین و دنیا میں
ہر ایک سمت بھی مولا بڑھا ہیں دستِ کرم

ایک سلام پر تین مخمس

(از قلم ادیب العصر پروفیسر سید مسعود حسن صاحب رضوی ایم اے صدر شعبہ فارسی لکھنؤ یونیورسٹی)

غزل کے شعرون پر مصرعے لگا کر اُن کو مخمس کرنے کا طریقہ ایک مدت سے رائج ہے کبھی کسی کے کمال کا اعتراف کبھی کسی سے مقابلے کا شوق، اور کبھی کسی کی ہمت افزائی کا خیال تخمیس کا محرک ہوتا ہے لکھنؤ مین جب مرثیہ گوئی کو فروغ ہوا اور مرثیہ گویون نے غزل کی جگہ سلام کو دی تو غزلون کی طرح سلامون کی تخمیس ہونے لگی اسوقت اسی طرح کے مخمسون کا ایک مجموعہ میرے سامنے ہے جسمین دلگیر، فصیح، انیس، انس، مونس، عشق، سلطان، اور ذاخر کے سلامون پر انیس، دبیر، عشق، انس، مونس، نفیس، ذکی، سخی، بقا، بہادر، اور زائر کے مخمس شامل ہین۔ ان مین متعدد مخمس اپنے مصنفون کی قادر الکلامی کا ثبوت اور قابل اشاعت ہین۔ اسوقت صرف تین مخمس جو بقا، بہادر، اور سخی نے میر عشق کے ایک مشہور سلام پر کہے ہین ناظرین "حقائق" کے سامنے پیش کئے جاتے ہین اس سلام کے اشعار جس پایہ کے ہین اس پایہ کے مصرعے مذکورۂ بالا تینون شاعرون مین سے ایک بھی نہ لگا سکا پھر بھی امید ہے کہ ان مخمسون کا تقابلی مطالعہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

بقا

مہک مین اور خوشبو مین گل تر ایسے ہوتے ہین
سڈول انمول نایاب گوہر ایسے ہوتے ہین
درخشان کب نجوم چرخ اخضر ایسے ہوتے ہین
سلامی اشک غم صاف و منور ایسے ہوتے ہین
کہ موتی ایسے ہوتے ہین نہ اختر ایسے ہوتے ہین

بہادر

لبالب دیکھ لو آنکھون کے ساغر ایسے ہوتے ہین
رہین اشک غم شہ جسمین جوہر ایسے ہوتے ہین
جہان مین بے بہا ناسفتہ گوہر ایسے ہوتے ہین
سلامی اشک غم صاف و منور ایسے ہوتے ہین
کہ موتی ایسے ہوتے ہین نہ اختر ایسے ہوتے ہین

سخی

جو باقی ہین آئینے کے بس مقدر ایسے ہوتے ہین
جواہر جوہری کو کب میسر ایسے ہوتے ہین
نگین الماس کے شفاف کیونکر ایسے ہوتے ہین
سلامی اشک غم صاف و منور ایسے ہوتے ہین
کہ موتی ایسے ہوتے ہین نہ اختر ایسے ہوتے ہین

بقا	بہادر	سخی
مطیع دبیر و سبط پیمبر ایسے ہوتے ہیں	لڑیں لاکھوں سے جو تنہا دلاور ایسے ہوتے ہیں	عبادت جنگ کو سمجھے غضنفر ایسے ہوتے ہیں
رسا تقدیر ایسی بخت یاور ایسے ہوتے ہیں	محیط جان نثاری کے شناور ایسے ہوتے ہیں	بھرا الفت کا دم تیغوں میں صفدر ایسے ہوتے ہیں
فدائے جان نثار اللہ اکبر ایسے ہوتے ہیں	سر اکی راہ میں کٹوا دیں صفدر ایسے ہوتے ہیں	جہاں میں دیکھا آقا ایسے یاور ایسے ہوتے ہیں
ہوا آخر شاہ پر صدقے مقدر ایسے ہوتے ہیں	ہوا آخر شاہ پہ صدقے مقدر ایسے ہوتے ہیں	ہوا آخر شاہ پہ صدقے مقدر ایسے ہوتے ہیں
بتا دی شہ نے راہ خلد رہبر ایسے ہوتے ہیں	بتا دی دم میں راہ خلد رہبر ایسے ہوتے ہیں	بتا دی دم میں راہ خلد رہبر ایسے ہوتے ہیں
بشر انکا خریدار ان کا گاہک خالق عزت	محیط دہر میں دریا کو آنکھوں سے جو دی نسبت	جو رونے فاطمہ کے لال کو دلگیر ہوئی فرحت
بہا ان کی درم دینار انکا مول ہے جنت	معاذ اللہ بحر غم کے آگے اسکو تھی نسبت	پھری تقدیر اپنی آبرو پائی ملی جنت
وہ ہیں اک قطرۂ ناچیز یہ آب یم رحمت	بھلا آب سمندر کو نہ ان سے ہو سکی نسبت	دُرِ بے بہا لے جوہری میں اور کم قیمت
ہماری آنسوؤں سے موتیوں کو کونسی نسبت	ہماری آنسوؤں کو موتیوں سے کونسی نسبت	ہماری آنسوؤں کو موتیوں سے کونسی نسبت
بجھا دیں آتش دوزخ کو گوہر ایسے ہوتے ہیں	بجھا دیں آتش دوزخ کو گوہر ایسے ہوتے ہیں	بجھا دیں آتش دوزخ کو گوہر ایسے ہوتے ہیں
کہو اس بزم میں سنتی ہے کیا انصاف کہتا ہے	رہیں سب گوش بر آواز کیا انصاف کہتا ہے	شریک بزم ماتم ہوں یہ رضوان کو تمنا ہے
رہے نکر ذرہ بھر فہم رسا انصاف کہتا ہے	نگاہ غور سے دیکھو ذرا انصاف کہتا ہے	گل مضمون نہیں گویا چمن جنت کا پھولا ہے
بیان ایسا ہو تو ایسی بکا انصاف کہتا ہے	سنا آخر کو یہ آئی صدا انصاف کہتا ہے	عنایت ہے خدا سے پنجتن کا سب صدقہ ہے
ہمیں در تم کو اے اہل عزا انصاف کہتا ہے	ہمیں اور تم کو اے اہل عزا انصاف کہتا ہے	ہمیں اور تم کو اے اہل عزا انصاف کہتا ہے
سخن فہم ایسے ہوتے ہیں سخنور ایسے ہوتے ہیں	سخن فہم ایسے ہوتے ہیں سخنور ایسے ہوتے ہیں	سخن فہم ایسے ہوتے ہیں سخنور ایسے ہوتے ہیں
تھے واقف شبر و شبیر کے انجام سے مولا	خیال کربلا آیا تو حیدر نے یہ فرمایا	جگر بند دل زہرا کے دو عالم پر شرف پایا
شناور ہے ہر اک بحر شہادت کا در یکتا	تصور دل میں کچھ آیا تو مادر نے یہ فرمایا	ہر اک انداز ان کا احمد مختار کو بھایا
لگائیں گے یہی دریا سے بیڑا پار امت کا	کیا مختار محشر ان کو داور نے یہ فرمایا	خیال انجام کا سوچا تو دل صدمے سے بھر آیا
نواسے جب نظر آئے پیمبرؐ نے یہ فرمایا	نواسے جب نظر آئے پیمبر نے یہ فرمایا	نواسے جب نظر آئے پیمبرؐ نے یہ فرمایا
جہاز امت عاصی کے لنگر ایسے ہوتے ہیں	جہاز امت عاصی کے لنگر ایسے ہوتے ہیں	جہاز امت عاصی کے لنگر ایسے ہوتے ہیں

بقا — بہادر — سخی

محمد و علی نے کئیں جو دکر بہشتی بہرین
تو بہر زہرا و شبیر نے بھی کئیں با چشم تر بہرین
بھلا بنی و شبیر نے آپ کی سب دیکھکر بہرین
ہوئیں جب پنجتن کی فرد قتل شاہ پر بہرین
شہادت خود پکار اٹھی کہ محضر ایسے ہوتے ہیں

کریں امت کی خاطر حکمراں بحر و بر بہرین
علی و فاطمہ سبطین و خیر البشر بہرین
جو تھا فرمان خالق ہو گئیں بس سر بسر بہرین
ہوئیں جب پنجتن کی فرد قتل شاہ پر بہرین
شہادت خود پکار اٹھی کہ محضر ایسے ہوتے ہیں

لکھا تھا نام انکا دفتر رنج و مصیبت میں
یہ تھا تحریر قسمت نیزۂ ظالم و ستم کھا میں
سجل ہو کا عقبی جن سے تاریخ شفاعت لیں
ہوئیں جب پنجتن کی فرد قتل شاہ پر بہرین
شہادت خود پکار اٹھی کہ محضر ایسے ہوتے ہیں

حسین آئے تو دیکھا خیمے میں برپا اک آفت ہے
کسی کے لب پہ نالہ ہے کسی کو جوش رقت ہے
نہ آپ کی تو فرمایا بہن یہ کیا قیامت ہے
یہ بولیں شہ سے زینب بھائی کچھ طرفہ مصیبت ہے
کہاں ان سانحے دنیا میں اکثر ایسے ہوتے ہیں

عجائب حادثہ اس گھر پہ ہے اور تازہ آفت ہے
پھر اب رخ پھرتا ہاں کا جو یارب کیا قیامت ہے
نجف کی سمت منہ کرکے کہا وقت حمایت ہے
یہ بولیں شہ سے زینب بھائی کچھ طرفہ مصیبت ہے
کہاں ان سانحے دنیا میں اکثر ایسے ہوتے ہیں

شب عاشور چلاتی تھی زینب کیسی آفت ہے
سکینہ کی علی اصغر کی میری غیر حالت ہے
پڑا ہے غش میں عابد کونسی بچنے کی صورت ہے
یہ بولیں شہ سے زینب بھائی کچھ طرفہ مصیبت ہے
کہاں ان سانحے دنیا میں اکثر ایسے ہوتے ہیں

شبیہ احمد مختار تھا شبیر کا دلبر
وہی آہنگ لحن حضرت داؤد سے خوشتر
نبی کا ہو بہو لہجہ بعینہ صوت پیغمبر
ہوا غل شامیوں میں جب اذاں دینے لگے اکبر
جہاں میں خوش گلو اللہ اکبر ایسے ہوتے ہیں

وہ نکلا صبح کا کوکب اذاں دینے لگے اکبر
چلیں پھر جماعت سب اذاں دینے لگے اکبر
نہیں جاتے تامل اب اذاں دینے لگے اکبر
ہوا غل شامیوں میں جب اذاں دینے لگے اکبر
جہاں میں خوش گلو اللہ اکبر ایسے ہوتے ہیں

نہ سوئے قتل کی شب کو شہ ذیجاہ کے یاور
پئے طاعت اٹھے نجم سحر چمکا جو گردوں پر
مصلے بچھ گئے پھر نماز آئے شہ صفدر
ہوا غل شامیوں میں جب اذاں دینے لگے اکبر
جہاں میں خوش گلو اللہ اکبر ایسے ہوتے ہیں

نکل کر فوج سے جاتے جو دیکھا ادہر حر کو
بڑھی لشکر سے بہکانے ادہر شمر و عمر حر کو
بھٹک آ کیا کہ لایا تھا مقدر راہ پر حر کو
پکارے حضرت عباس آتے دیکھکر حر کو
بہادر ایسے ہوتے ہیں دلاور ایسے ہوتے ہیں

عمر بولا کہ رکیں ہٹکے جاتے دیکھ کے حر کو
ہوئے حیران قسم سر کی کھاتے دیکھ کر حر کو
گئے خود پیشوائی کو بلانے دیکھ کر حر کو
پکارے حضرت عباس آتے دیکھ کر حر کو
بہادر ایسے ہوتے ہیں دلاور ایسے ہوتے ہیں

بقا	بہادر	سخی
اڑے تیغ دودم سے ہوش سرداروں کے لشکر کے	لڑون میدان مین رستم سے زمین تن کو دو کر کے	ہوئے تلوار سے ٹکڑے زرہ کے خود و مغفر کے
ہوے پرزے زرہ کے چار آئینے کے بکتر کے	تمہاری کیا حقیقت ہے پھرون ہمین کو دو کر	صفین الٹین پہ غارت ہوئے فوج ستمگر کے
تو ایک اک وار مین حصے کیے دو دو دونون سر کے	ملا فردوس کا رستہ ہر اک بہتر کو دو کر کے	قدم میدان سے لیکن نہ ہٹے جانباز کے سر کے
یہی نعرے تھے حر کے رن مین دشمن کو دو کر کے	یہی نعرے تھے حر کے رن مین ہر دشمن کو دو کر کے	یہی نعرے تھے حر کے رن مین ہر دشمن کو دو کر کے
غلام مالک سیف دو پیکر ایسے ہوتے ہین	غلام مالک سیف دو پیکر ایسے ہوتے ہین	غلام مالک سیف دو پیکر ایسے ہوتے ہین

بقا	بہادر	سخی
فراق عون و جعفر کا جگر پر رنج سہتی تھین	عجب صدمے اٹھاتے تھے عجب اندوہ سہتی تھین	
ادب سے بھائی کے روتی نہ تھین خاموش رہتی تھین	برابر آنسوؤن کی آنکھ سے دو نہرین بہتی تھین	
سراپا زخم تیرون سے لہو کی نہرین بہتی تھین	کبھی ماتم کبھی صف دعا تھا جب رہتی تھین	
تڑپتے تھے پسر جب رن مین زینب تکتی تھین	تڑپتے تھے پسر جب رن مین زینب کہتی تھین	
کر در پئے شہادت کے تمنادار ایسے ہوتے ہین	کر در پئے شہادت کے تمنادار ایسے ہوتے ہین	

بقا	بہادر	سخی
گرے جا دن پسر ازرق کر جب گھوڑے کی زینون سے	اڑا دین ہاتھ اعدا کے سر دست آستینون سے	بد اختر کی طرح ابن حسن جانباز صفدر تھے
گئے قعر سقر مین جب کے اپنے ہمنشینون سے	سنانین پار کر دین دشمنان شہ کے سینون سے	بجے تو توڑے صفین الٹین حیدر شبل اسد اژدر تھے
دل اعدا کے بھر نہ تھے آل احمد کے جو کینون سے	قیامت ہے اگر اک طفل بگڑے ہم حزینون سے	تہہ و بالا ہوا لشکر ستم تھے قہر تھے حملے
کہا یہ مار کے ازرق کو قاسم نے لعینون سے	کہا یہ مار کے ازرق کو قاسم نے لعینون سے	کہا یہ مار کے ازرق کو قاسم نے لعینون سے
کہو دیکھا ہمین فرزند حیدر ایسے ہوتے ہین	کہو دیکھا ہمین فرزند حیدر ایسے ہوتے ہین	کہو دیکھا ہمین فرزند حیدر ایسے ہوتے ہین

بقا	بہادر	سخی
ادھر اک دوش پہ مشکیزہ بنت شہ لٹکتا	صدا آتی تھی فردوس بریں سے ان کا گھر دیکھا	نشان فوج خدا کا سید ابرار نے بخشا
ہر اک حملے مین نقشہ قوت پرواز کا پیدا	جری یون راہ خالق مین فدا کرتے ہین کر دیکھا	دغا مین ڈھنگ حمزہ کا جلال و رعب حیدر کا
ادھر اک دوش پر شان نشان سید والا	ملے ہین ان کو بعد جعفر طیار پر دیکھا	ہما اوج سعادت کا مناسب ہے انھین کہنا
پھر اجب علم کا شانہ عباس پہ دیکھا	پھر اجب علم کا شانہ عباس پر دیکھا	پھر اجب علم کا شانہ عباس پر دیکھا
پکارے جعفر طیار شہیر ایسے ہوتے ہین	پکارے جعفر طیار شہیر ایسے ہوتے ہین	پکارے جعفر طیار شہیر ایسے ہوتے ہین

بقا	بہادر	سخی
سنان آبدار ایسی ہیں مژگان تر زیبا	اٹھا غل چار سو ہے خود سر پر کس قدر زیبا	عتاب و قہر سے ابرو انکے ہیں سب کر تہ و بالا
کمان ابروئے زیبا ہیں تو پیکان نظر زیبا	دوبالا شان صفدر ہے زرہ ہے کس قدر زیبا	بعینہ ہے جلال حیدر کرار کا نقشا
اگر جٹی بھوون کو ہم کہیں تیغ دو سر زیبا	نہ ران اسپ بھی ہے با وفا اور خوش سیر زیبا	رخ شفاف سے مہر منور کو ہے نسبت کیا
پسینے کے ہیں قطرے ابروئے عباس پر زیبا	پسینے کے ہیں قطرے ابروئے عباس پر زیبا	پسینے کے ہیں قطرے ابروئے عباس پر زیبا
نہ تلوار ایسی ہوتی ہے نہ جوہر ایسے ہوتے ہیں	نہ تلوار ایسی ہوتی ہے نہ جوہر ایسے ہوتے ہیں	نہ تلوار ایسی ہوتی ہے نہ جوہر ایسے ہوتے ہیں
وغا سے انکی شاداں تھے الم فرقت کا سہتے تھے	ثنا ہو کس زبان سے اکبر دلگیر کہتے تھے	برش سے تیغ کی دریا لہو کے رن میں بہتے تھے
زبان پر کلمہ تحسین تھا اشک آنکھوں سے بہتے تھے	مگر ہاں داد دیتے شاہ خیبر گیر کہتے تھے	کنار جو بھی جا کر پیاس کی تکلیف سہتے تھے
شجاعت دیکھ کر بھائی کی حضرت جیتے رہتے تھے	لگا کر ضرب کو ہر بار وہ تکبیر کہتے تھے	یہ ہر دم مثل جعفر جناب پر طیار رہتے تھے
وہاں عباس لڑتے تھے یہاں شبیر کہتے تھے	وہاں عباس لڑتے تھے یہاں شبیر کہتے تھے	وہاں عباس لڑتے تھے یہاں شبیر کہتے تھے
علمدار ایسے ہوتے ہیں بہادر ایسے ہوتے ہیں	علمدار ایسے ہوتے ہیں برادر ایسے ہوتے ہیں	علمدار ایسے ہوتے ہیں برادر ایسے ہوتے ہیں
مقابل ایک لاکھ دل میں نہ ہوا ڈر جھکر تنہا سے		کیا دریا پہ قبضہ شیر نے لڑ بھڑ کے اعدا سے
ترائی چھین لی مثل اسد لڑ بھڑ کے اعدا سے		مگر عشق دلی رکھتے تھے بنت شاہ والا سے
علم کاندھے پہ رکھا اور بھر کر مشک دریا سے		کنارہ کب کیا تشنگی نے کیا اندوہ و ایذا سے
پھرے عباس نہر علقمہ سے جس گھڑی پیاسے		پھرے عباس نہر علقمہ سے جس گھڑی پیاسے
صدا دی خضر نے مشتاق کوثر ایسے ہوتے ہیں		صدا دی خضر نے مشتاق کوثر ایسے ہوتے ہیں
صفیں بڑھ بڑھ کے کرتا تھا جو شبہہ درہم برہم	اٹھا اک شور ہر جا سے ہوئے اب درہم برہم	
تلاطم فوج میں تھا موج سب درہم برہم	عمر کہتا تھا لشکر ہے یا رب درہم برہم	
ہر اک حملے میں الٹے مرکب درہم برہم	قیامت آ گئی کیا ہو گئے سب درہم برہم	
کیے اعدا کے اکبر نے کئی جب درہم برہم	کیے اعدا کے اکبر نے کئی جب درہم برہم	
صدا دی روح حیدر نے کہ صفدر ایسے ہوتے ہیں	صدا دی روح حیدر نے کہ صفدر ایسے ہوتے ہیں	

بقا	بہادر	سخی
گلے پر تیر کے کھینچا آپ پیکان جفا شہ نے	گئے تا شادیاں سے قاسم مضطر کہا شہ نے	لٹایا راہ خالق میں چمن پھولا پھلا شہ نے
جو غش آیا تو لگا دی اپنے دامن کی ہوا شہ نے	مرے دونوں بن کر چاند سے دلبر کہا شہ نے	سہا یہ رنج بعد اکبر گلگوں قبا شہ نے
نہ دیکھی گلشن عالم میں اس گل کی فنا شہ نے	پھلے پھولے نہ باغ دہر میں اکبر کہا شہ نے	نہ اس خار ملال و غم کا کچھ شکوہ کیا شہ نے
لہو میں جس گھڑی ڈوبا علی اصغر کہا شہ نے	لہو میں جس گھڑی ڈوبے علی اصغر کہا شہ نے	لہو میں جب گھڑی ڈوبے علی اصغر کہا شہ نے
گلستان شہادت کے گل تر ایسے ہوتے ہیں	گلستان شہادت کے گل تر ایسے ہوتے ہیں	گلستان شہادت کے گل تر ایسے ہوتے ہیں
جلو میں تھے سبھی حور و ملک جن و پری انساں	یہی مذکور تھا اب جنگ کو آئے شہ ذیشاں	ضیائے حسن رخ سے ہادی امت ہوا میداں
نکل آئے تھے مردے قبر سے یہ دیکھنے ساماں	بچاؤ جان کو سب جنگ کو آئے شہ ذیشاں	نہ تھے اقبال سب جن و ملک تھے تابع فرماں
سکندر تھا ادھر ششدر تو بخت النصر ادھر حیراں	قضا آئی ہے یہ کب جنگ کو آئے شہ ذیشاں	ہوئی فوج عراق و شام و کوفہ ششدر و حیراں
ہوا غل جا بجا سو جب جنگ کو آئے شہ ذیشاں	ہوا غل جا بجا سو جب جنگ کو آئے شہ ذیشاں	ہوا غل جا بجا سو جب جنگ کو آئے شہ ذیشاں
جہانگیں بادشاہ ہفت کشور ایسے ہوتے ہیں	جہانگیں بادشاہ ہفت کشور ایسے ہوتے ہیں	جہانگیں بادشاہ ہفت کشور ایسے ہوتے ہیں
صفائے عارض سلطان دیں پر آئینہ صدقے		زمین و آسمانیں روشنی ہے انکے جلوے سے
ہلال ابرو پہ رخسار حسیں پر آئینہ صدقے		جہانیں حضرت یوسف نے بھی پایا نہ یہ رتبہ
فلک کے مہر و مہ قرباں میں پر آئینہ صدقے		پڑھے صل علیٰ انکے رخ شفاف کو دیکھے
تصدق سایہ پر پریاں جبیں پر آئینہ صدقے		تصدق سایہ پر پریاں جبیں پر آئینہ صدقے
سلیمان ایسے ہوتے ہیں سکندر ایسے ہوتے ہیں		سلیمان ایسے ہوتے ہیں سکندر ایسے ہوتے ہیں
کیا کس شان وہ سے عرصہ جنگ و جدل کو طے	نہیں حاتم کو کچھ نسبت یہ ہمت بول اٹھتی ہے	
کہ بھاگے صور رو سیاہ شام و روم ورے	سلیماں گر کہوں انکو تو شوکت بول اٹھتی ہے	
ترائی چھین لی شاہ نے کیے حملے وہ پے در پے	ثنا میں آیا ہے قرآن صورت بول اٹھتی ہے	
جو ضیغم شہ کو کہتا ہوں تو جرات بول اٹھتی ہے	جو ضیغم شہ کو کہتا ہوں تو جرات بول اٹھتی ہے	
لڑیں لاکھوں سے تنہا شیر کیونکر ایسے ہوتے ہیں	لڑیں لاکھوں سے تنہا شیر کیونکر ایسے ہوتے ہیں	

بقا	بہادر	سخی
اسے لیتی ہیں سر پر جو بلا آتی ہے گردوں سے	عجب ہے شان اور شوکت صدا آتی ہے گردوں سے	لٹا کر گھر لیا باغ جناں سبط پیمبر نے
فرشتوں کی بھی آواز آتی ہے گردوں سے	اٹھائی شاہ نے بیعت صدا آتی ہے گردوں سے	اٹھا کر پیاس کی ایذا ہوئے مختار کوثر کے
جزاک اللہ خیر اکی صدا آتی ہے گردوں سے	بڑی ہے آج یہ آفت صدا آتی ہے گردوں سے	ثنائے صبر و ہمت حضرت ایوب کرتے تھے
کھڑی ہیں دھوپ میں حضرت ندا آتی ہے گردوں سے	کھڑی ہیں دھوپ میں حضرت صدا آتی ہے گردوں سے	کھڑی تھی دھوپ میں حضرت صدا آتی تھی گردوں سے
انھیں دیکھو شفیع روز محشر ایسے ہوتے ہیں	انھیں دیکھو شفیع روز محشر ایسے ہوتے ہیں	انھیں دیکھو شفیع روز محشر ایسے ہوتے ہیں
جفاؤں پر جفا ہوتی تھی صدمے دل پہ سہتے تھے	ہمیں تو سہل سے آساں ہے مشکل سے کہتے تھے	الم سینے کو دیتے تھے نہ اس حال سے کہتے تھے
جو زخم سینہ دیتے تھے تو دریا خوں کے بہتے تھے	پہنچتے ہیں ابھی ہم عشق کی منزل سے کہتے تھے	جفائے شمر رو کر خالق عادل سے کہتے تھے
زباں سے اف نہ کرتے تھے کبھی خاموش رہتے تھے	نہ گھبرانا اگر کتنی جفا ہو دل سے کہتے تھے	نہ اتنا مضطرب ہو مرتے دم بسمل سے کہتے تھے
گلا مشکل سے کٹتا تھا تو یہ قاتل سے کہتے تھے	گلا مشکل سے کٹتا تھا تو یہ قاتل سے کہتے تھے	گلا مشکل سے کٹتا تھا تو یہ قاتل سے کہتے تھے
کہیں بھی خلق میں بے آب خنجر ایسے ہوتے ہیں	کہیں بھی خلق میں بے آب خنجر ایسے ہوتے ہیں	کہیں بھی خلق میں بے آب خنجر ایسے ہوتے ہیں
یزید نحس کے دربار میں جس دم گئیں زینب	نگہ کی دیدۂ دربار سے کہنے لگیں زینب	رسن بستہ برہنہ سر بہن شاہ دیں زینب
دل افسردہ جگر افگار غمگین و حزیں زینب	کہو کیا سلسلہ پر اس سے کہنے لگیں زینب	جہاں تھے سر شہیدان خدا کے بیٹھیں وہیں زینب
کوئی پرساں حال ان کا نہ تھا خاموش تھیں زینب	رہے پردہ کہو ستار سے کہنے لگیں زینب	رہیں جا بہر اک اندوہ و غم میں دل حزیں زینب
سر شہ نے جو دیکھا پیار سے کہنے لگیں زینب	سر شہ نے جو دیکھا پیار سے کہنے لگیں زینب	سر شہ نے جو دیکھا پیار سے کہنے لگیں زینب
بہن کے چاہنے والے برادر ایسے ہوتے ہیں	بہن کے چاہنے والے برادر ایسے ہوتے ہیں	بہن کے چاہنے والے برادر ایسے ہوتے ہیں
اگر نقص کمال ماہ ہے ہر چاند میں پیدا	کہا کفار نے اس روز کی سید بھی دیکھا	
عروج نیر اعظم بھی ہے کل دوپہر ستا	ہوا غل چار سو جلوہ کسی نے یہ کبھی دیکھا	
بر ان کے مہر رخ میں نور رہتا بعد از زوال ایسا	نہیں اس سر کو دیکھا ہے تو از زردی دیکھا	
سناں پر فاطمہ کے چاند کا سر جگمگاتی دیکھا	سناں پر فاطمہ کے چاند کا سر جگمگاتی دیکھا	
کہا خورشید نے خورشید محشر ایسے ہوتے ہیں	کہا خورشید نے خورشید محشر ایسے ہوتے ہیں	

بقا

جو حاجب شام کو قیدی تو رستے میں ترس کھا کر
کسی نے پوچھا زینب سے کہ بی بی کیوں ہیں ننگے سر
وہ لکھیں کھینچ کر اک آہ سینے سے چھن گئی چادر
کسی نے جب کہا سجاد کیوں ہیں تو زخمی ہو کانٹوں پر
کہا رو کے گنہگاروں کے بستر ایسے ہوتے ہیں

بہادر

ہے زنجیر قیدی مرض ہیں پا پیادہ بھی پھر در در
گراں ہے طوق اسد جس سے جھکا جاتا ہے نیچے سر
گری بار سلاسل سے کئی جا جب لگی ٹھوکر
کسی نے جب کہا سجاد کیوں زخمی ہو کانٹوں پر
کہا رو کے گنہگاروں کے بستر ایسے ہوتے ہیں

سخی

اسیر فوج اعدا جب ہوئے تھے عابد مضطر
گئے دشت بلا سے شام تک پیدل جھکائے سر
جو خاصان خدا ہیں وہ نہیں آرام کے خوگر
کسی نے جب کہا سجاد کیوں زخمی ہو کانٹوں پر
کہا رو کے گنہگاروں کے بستر ایسے ہوتے ہیں

سر بازار وہ آئیں جو بیبیاں حاکم ظالم
تو نام ایک ایک کا لے لیکے بتلانے لگا خادم
اسے حیرت ہوئی کچھ سوچ کر دل میں ہوا نادم
گئیں شہزادیاں اس حال سے گویا ہوا حاکم
نہ تھا معلوم ناموس پیمبر ایسے ہوتے ہیں

یہی مجرم ہیں ناتواں کہنے لگا حاکم
بندھی ہے گردنوں میں رسیاں کہنے لگا حاکم
کہاں ہے بار میرا یہ کہاں کہنے لگا حاکم
گئیں اس حال سے شہزادیاں کہنے لگا حاکم
نہ تھا معلوم ناموس پیمبر ایسے ہوتے ہیں

پھر گشتہ نصیب اپنے بقا گر راہ پر آئیں
طواف مرقد سبط پیمبر کے شرف پائیں
قیامت تک جہاں میں زائر شبیر کہلائیں
پہنچ کر روضۂ شہ پر جو ہم اے عشق مر جائیں
کہیں اہل وطن دیکھو مقدر ایسے ہوتے ہیں

بہادر کی دعا ہے کربلا میں ہم اگر جائیں
نہ ہم مرقد سے منہ لا نہ پھر کر اپنے گھر آئیں
ترے خادم ہیں آقا کس طرح سے دربدر جائیں
پہنچ کر روضۂ شہ پر جو ہم اے عشق مر جائیں
کہیں اہل وطن دیکھو مقدر ایسے ہوتے ہیں

یہ حسرت ہے کہ ہم بھی زائر شبیر کہلائیں
سخی جلدی کہیں دن وہ نصیبوں میں ہمارے آئیں
فشار قبر کی ایذا و آفت سے اماں پائیں
پہنچ کر روضۂ شہ پر جو ہم اے عشق مر جائیں
کہیں اہل وطن دیکھو مقدر ایسے ہوتے ہیں

اٹھیں گے مجلس ماتم سے سارا مرثیہ سن کے
ملا ہے لطف ان کا دوبارہ مرثیہ سن کے
تحمل کا نہیں باقی ہے یارا مرثیہ سن کے
بہم کہتے ہیں یہ منصف ہمارا مرثیہ سن کے
ثنا خوان جگر بند پیمبر ایسے ہوتے ہیں

بیاں کرتے ہیں جب منبر پہ مدح آل پیغمبر
خوشی ہو کر ملک صل علی کہتے ہیں گردوں پر
نہیں ہے دوا جو حاسد رشک سے چپ ہیں جھکائے سر
بہم کہتے ہیں یہ منصف ہمارا مرثیہ سن کر
ثنا خوان جگر بند پیمبر ایسے ہوتے ہیں

میر خلیق کا ایک سلام

(نوشتۂ عالیجناب سید محمد عباس صاحب رضا ایم اے ریسرچ اسکالر لکھنؤ یونیورسٹی)

جناب میر مستحسن خلیق مرحوم جناب میر حسن مرحوم کے صاحبزادے اور جناب میر انیس مرحوم کے والد ماجد تھے آپ فیض آباد میں متولد ہوئے اور وہیں تعلیم و تربیت پائی۔ آخر عمر میں لکھنؤ آکر اقامت اختیار کی اور یہیں داعی اجل کو لبیک کہی۔ لوہے والے پل کے قریب ایک قبرستان میں مدفون ہیں فیض آباد کی سکونت کے زمانہ میں مرثیہ خوانی اور مرثیہ گوئی میں ان کی اسقدر شہرت ہو چکی تھی کہ لکھنؤ میں مجلس پڑھنے کو بلائے جاتے تھے۔

مرحوم کا کلام زیادہ تر اہلبیت کے مدح و مصائب پر مشتمل ہے۔ چنانچہ ان کے مراثی چار پانچسو سے کسی طرح کم نہ ہوں گے۔ سلاموں کا ایک ردیف وار مجموعہ ہے جس میں سو سے زائد سلام ہیں۔ رباعیاں بھی بکثرت نظم کیں مگر اب کمتر نظر آتی ہیں مخمس اور مربع بھی بہت ہیں۔ غزلوں کا دیوان مرتب تھا مگر اسکی اشاعت نہیں کی اور وہ رفتہ رفتہ فنا ہو گیا۔ غزلوں کے چند شعر تذکروں میں موجود ہیں۔ اکثر لوگوں کو خود کہہ کر دیدیا کرتے تھے اور وہ اپنے نام سے پڑھتے تھے۔

ان کے مرثیے بیس پچیس بند سے زائد نہ ہوتے تھے۔ صرف چند مرثیے ایسے ہوں گے جو سو بند سے زائد کے ہوں اور ان میں چہرہ رزم لڑائی گھوڑے اور تلوار کی تعریف بھی ہو۔ اسلئے کہ ان کو واہ واہ اور تعریف سے زیادہ کام نہ تھا بلکہ رونے رلانے کو وسیلۂ نجات آخرت سمجھتے تھے اور عموماً دردانگیز مضامین نظم کرتے تھے۔ حقیقتاً ان کے مرثیے اور سلام درد و الم کی داستانیں ہیں۔ جتنے محاسن شعر میر انیس کے کلام میں ہیں کم و بیش سب ان کے یہاں موجود ہیں۔ فصاحت و بلاغت تو اس خاندان کا حصہ ہے۔ میر حسن مرحوم سے لیکر اسوقت تک کسی کا کلام اس خوبی سے معرا نہ ہوگا۔ صفائی بندش، چستی الفاظ اور حسن تسلسل میں ان کے مرثیے میر انیس کے مرثیوں کی نظیر ہیں بلکہ بعض مقام پر ان کے کلام پر میر انیس کے کلام کا دھوکا ہو جاتا ہے۔ سادگی بیان اور لطف زبان ہر مصرع اور ہر شعر سے ظاہر ہے۔ اکثر الفاظ ان کے کلام میں ایسے بھی ہیں جو اب متروک ہوگئے ہیں لیکن ہم کو ان کا لحاظ نہ کرنا چاہیے اسلئے کہ وہ اس زمانہ کی زبان تھی۔ واقعاً اگر

کا یہ حال ہے کہ جو واقعہ نظم کیا اسکا منظر آنکھوں کے سامنے آگیا۔ جذبات کا یہ عالم کہ پڑھتے ہی قلب کو متاثر کر دیے۔ سیرت نگاری ایسی کہ سبحان اللہ۔ تمام اشخاص مرثیہ کی سیرتیں ایک دوسرے سے ممتاز اور یہی امتیاز ہر مرثیہ اور ہر سلام میں قائم۔ غرض یہی محاسن تھے جن کو میر انیس نے اپنی ذاتی قابلیت کی بدولت معراج کمال پر پہونچا دیا۔ بعض سلاموں میں مسلسل واقعات نظم کیے ہیں جن کا ایک شعر دوسرے شعر سے اسقدر دست و گریباں ہے کہ اگر ایک شعر نکال دیا جائے تو مطلب خبط ہو جائے۔ سلام کا مطلع عموماً لفظ سلامی یا مجرئی سے شروع کرتے ہیں۔ اور اگر مسلسل واقعہ نظم کرنا ہوا تو جس کی زبانی واقعہ بیان کرنا مقصود ہے اس پر سلام یا مجرا کر کے واقعہ کو شروع کر دیتے ہیں۔

مندرجہ ذیل سلام میں جناب علی اکبر علیہ السلام کے میدان جنگ میں جانے کا ذکر کیا ہے اور اس سلسلہ میں شاہزادہ کا گھوڑے سے زخمی ہو کر گرنا اور امام حسین علیہ السلام کا لاش پر تشریف لیجانا اور وہاں سے لاش کا خیمہ میں لانا بیان کیا ہے۔ مطلع میں مادر جناب علی اکبرؑ پر سلام کر کے انھیں کی زبانی شروع کیا ہے اور اسکے بعد تمام واقعات کا تذکرہ ہے۔

سلام

سلام اس پر جو کہتی تھی جگر میرا دوپارا ہے
ستمگاروں میں میرا مہ لقا اکبرؑ سدھارا ہے

الٰہی چشم بد سے لال کو میرے بچا دینا
مرے دل کا جو ہے احوال تجھ پر آشکارا ہے

بلا اُس کی لگے مجھ کو نہ آفت اُس پہ کچھ آئے
میں صدقے اُسکے وہ تو جان سے بھی مجھکو پیارا ہے

مرا منھ اُسکے لائق کب تھا قسمت میری اچھی تھی
جو حق نے مجھ سی دکھیاری کے گھر اُسکو اُتارا ہے

یہ میرا نوجواں بیٹا ہے وہ جس کے لڑکپن میں
کئی بار آپ کو جس پر خوشی سے میں نے وارا ہے

یہ بانو رو رہی تھی جو میداں سے صدا آئی
کہ بابا جلد پہونچو جاں بلب اکبرؑ تمھارا ہے

مدد کا وقت ہے بابا خبر لو اپنے اکبرؑ کی
مری چھاتی میں نیزہ زور سے ظالم نے مارا ہے

سر اپنا پیٹ کر بانو لگی کہنے یہ سرور سے
شتابی جاؤ صاحب تم کو اکبرؑ نے پکارا ہے

تمھارے ڈر سے میں کہہ تو نہیں سکتی پر اے والی
مجھے بھی لے چلو رن میں اگر میرا گذارا ہے

مرا اکبرؑ پڑا ہو خاک پر تم بیٹھتے جاؤ
رہوں میں پردے میں ابھی یہ کب مجھکو گوارا ہے

کہا شبیر نے یہ صبر کا ہے وقت اے بی بی — نہ تیرا اس میں کچھ بس ہے نہ میرا اس میں چارا ہے
رضا اپنی وہ ہے جو کچھ رضا ہے اپنے خالق کی — ہم اُس کے حکم کے تابع ہیں وہ حاکم ہمارا ہے
یہ کہکر رن میں شہ آئے تو پوچھا فوج اعدا سے — کدھر اس شام کے بادل میں میرا ماہ پارا ہے
سرہانے پہونچے اکبرؑ کے تو دیکھا دم ہے کچھ باقی — زباں ہونٹوں پہ تھی سمجھے کہ پانی کا اشارا ہے
کہا شہ ورنے اکبرؑ پانی اب کوثر پہ تم پینا — ستمگاروں کے یاں قابو میں دریا کا کنارا ہے
خزاں گلشن کی میرے دیکھ تم نے موندلیں آنکھیں — مگر منظور تم کو باغ جنت کا نظارا ہے
جب آئی لاش خیمہ میں حرم سر پیٹ کر بولے — یہ دنیا میں رسولؐ اللہ کا ماتم دوبارا ہے

خلیق المحرم کے بن اب کیونکر بیاں ہو دیں
نہ گویائی کی طاقت مجھ میں نہ لکھنے کا یارا ہے

ملوکیت کے خلاف مسلمانوں کا اولین جہاد

(از قلم عالیجناب انعام اللہ خان صاحب ناصر حسن پوری حنفی)

چھا گئی تھی مردنی جمہور کے اخلاق پر — تھیں مسلط فسق کی تاریکیاں آفاق پر
چور گستر تھا ملوکیت کا طاغوتی نظام — برقِ عالم سوز تھی فتنہ کی تیغ بے نیام
عدل سے طاقت نے چھینی تھی عنانِ اقتدار — زور باطل کر رہا تھا حق پرستوں کو شکار
خوفِ جان نے سلب کی تھی جرأت اظہار حق — قصد میدان کر نہ سکتے تھے علمبردارِ حق
نام لینا جرم تھا آزادیٔ تقریر کا — آنکھ دکھلاتا تھا حلقہ جوہر شمشیر کا
زہد بھی تھا ہاتھ میں غاصب کے مال و زر بھی تھا — سلکِ مروارید میں لپٹا ہوا خنجر بھی تھا
عدل کی مسند پہ گستردہ تھی عشرت کی بساط — اہل عرفان کی جگہ بیٹھے تھے اربابِ نشاط
کب مہیا غازیوں کے جنبش کا سامان تھا — زینتِ بزم خلافت عیش کا سامان تھا
جھک گئے ظالم کے آگے سرفرازانِ عرب — آئینے بھی سنگِ یزدن کا بجالائے ادب
ہاں مگر بے خوف تھا اک راکبِ دوشِ رسولؐ — دستِ فاسق پر نہ کی بیعت کیا مرنا قبول
جان دیکر سلطنت کے بت کی پوجا روک دی — قوم میں بدعت جو تھی ہونے کو برپا روک دی

(روزنامہ احسان لاہور)

سلام

(از ڈاکٹر مرزا محمد ہادی صاحب رسوا بی اے مرحوم لکھنوی)

صورت ابر ہم سوئے گلستان جاتے
روضۂ حضرت شبیرؑ پہ گریان جاتے

منزل شوق سے تا سرحد عرفان جاتے
کربلا ہوتے ہوئے سوئے خراسان جاتے

بزم ماتم بھی نہین سودا الم سے خالی
ہم کہان جلنے کو اے شمع شبستان جاتے

ناتوانی مین اگر غش سے افاقہ ہوتا
اشک ماتم کی طرح تا سر مژگان جاتے

شبنم گل کی طرح صرف نزاکت ہو نہین
کیون ہوا مین مرے اجزائے پریشان جاتے

تیرے ماتم مین شہا قبر ہو یا عرصۂ حشر
ہم جہان جاتے مگر چاک گریبان جاتے

دل بھی ہر درد بھی ہر سر بھی ہر سودا بھی ہے
عرصۂ حشر مین کیون بے سر و سامان جاتے

ہے وہ درگاہ حسینی کہ بشرط اقبال
دل مین سو بار گدائی کو سلیمان جاتے

کیون فلک ایسی ہی مجبور تھے شاہ شہدا
لے کے شش ماہہ پسر کو سوئے میدان جاتے

اہل کوفہ کی روش پر جو زمانہ چلتا
پاس انسان کے دنیا مین انسان جاتے

مہربانی کے اگر ایسے ہی ہوتے انداز
کیون بلانے سے کسی کے کہین مہمان جاتے

لاش اکبر پہ یہ کہتی تھی جوانی رو کر
ایسے دیکھے نہین دنیا سے یہ ارمان جاتے

تاج شاہی کو مبارک رہے زینت اپنی
خاک ہو کر بھی نہ ہم تا سر خاقان جاتے

ذوق دل کی تھی یہ تحریک کہ ہم مست الست
ناقۂ شوق کے ہمراہ حدی خوان جاتے

قسم حضرت عباسؑ کہ اس وادی سے
ہو کے پیاسے نہ سوئے چشمۂ حیوان جاتے

جیتے جی ہم ترے روضہ سے نہ جاتے ہرگز
اور جاتے بھی تو جینے سے پشیمان جاتے

کربلا کی آواز

(نوشتۂ عالیجناب سید وزیر احسن صاحب زیدی بی اے)

میری آواز میری درد بھری آواز گونجے گی۔

اور زمان و مکان کی وسیع فضا میں ہمیشہ گونجتی رہے گی۔

فرش سے عرش تک عرش سے فرش تک۔ فرشتوں کے مقدس مسکنوں میں، بہشت کی روح پرور فضاؤں میں، روحانیت کے مبارک میدان میں، ایمان و یقین کے نورانی کاشانے میں میری آواز میری فتحمند آواز گونجے گی، اور ہمیشہ گونجتی رہیگی۔

حق پرستوں کے عبادت کدوں میں حق آگاہوں کے دلوں کی خلوت میں، حق و صداقت کی بلند بارگاہ میں، عدل و انصاف کے ہر دلعزیز دربار میں میری آواز میری دادخواہ آواز گونجے گی اور ہمیشہ گونجتی رہے گی۔

انسان کی آباد بستیوں میں دنیا کے سرسبز و شاداب منظروں میں ہرے بھرے کشت زاروں میں پھلے پھولے نخلستانوں میں دریاؤں کی سیراب ترائیوں میں میری آواز، میری حسرت بھری آواز گونجے گی اور ہمیشہ گونجتی رہیگی۔

اے ظلم کیش شیطان صفت انسانی صورت کے خونخوار درندو۔ تم راہ حق میں شہید ہونیوالے کو جھٹلاؤ گے مگر جھٹلا نہ سکو گے۔ میری خاک سے ایک شستہ سر بچہ نکلے گا اور بے زبان کی تقریر سب کو ساکت کر دیگی پھر سب کی زبانیں بند ہو جائینگی۔ میری آواز گونجے گی اور سب کے دل دہلا دے گی اور پھر ہمیشہ گونجتی رہیگی۔

انسان کے شادی خانوں میں، ماؤں کے تمنا بھرے دلوں میں اولاد والوں کے گھروں میں میری درد بھری آواز گونجے گی اور گونجتی رہے گی۔

مدینے کے اسلامی مرکز میں، مکہ کی پر امن بستی میں، بیت اللہ کا طواف کرنے والوں کے مجمع

میں حرم کی مقدس جائے پناہ میں میری آواز میری داد خواہ آواز گونجے گی اور ہمیشہ گونجتی رہیگی۔
شام کی خاردار راہوں میں، دمشق کے ویران کھنڈروں میں کوفہ کی نامراد گلیوں میں عرب کی
حمیت رکھنے والی قوم میں میری کی دادِ میری درد بھری آواز گونجے گی اور ہمیشہ گونجتی رہیگی۔

اے انسان اے کمزور انسان جب راہِ حق سے تیرے قدم ڈگمگانے لگیں تو میری آواز تجھے پیغام ہدایت سنائے گی اور پھر راہ راست پر لگادے گی۔ اور پھر گونجے گی اور ہمیشہ گونجتی رہیگی۔
اے انسان اے کمزور انسان جب وسواس اور گمان کے جھونکوں سے تیرے ایمان کا چراغ جھلملانے لگے تو میری آواز تجھے نور یقین کی منزل کا سراغ بتادے گی اور پھر گونجے گی اور ہمیشہ گونجتی رہیگی۔

حق کو چھپانے والے حق کو چھپا نہ سکیں گے۔ حق کا آوازہ بلند ہوگا،
کفر کے طلسم کو باطل کے ساز کو میری آواز میری مہیب آواز توڑ دے گی۔
پھر گونجے گی اور ہمیشہ گونجتی رہیگی۔

اُمتِ رسول صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی ناسپاس گذاری

(نوشتہ قلم آنسہ فاطمہ جعفر صاحبہ منشی فاضل لکھیم پور کھیری)

نیلگوں آسمان کی بلندی پر محرم کا ماہ نو طلوع ہوا اور حسینؑ مظلوم کی مظلومی کے لاانتہاہی مصائب اور تشنگی کی یاد قلوب محبین کے ساغروں کو چھلکانے لگی۔ آپ کی عظیم الشان قربانی نئے نئے جلوؤں کی شکل میں عالم کو خیرہ کرنے لگی اور انصاف پسندوں کے سر بارگاہ حسینی میں خم ہونے لگے۔

حسینؑ مظلوم۔ آہ کون حسینؑ جس کو دشت ماریہ میں مظلوم بیکس کے خطابات ملے وہ حسینؑ جسکے ساتھ اسلام کا مصلح اعظم مسلمانوں کا روحانی رہنما بمقام غدیر اپنے لئے الست اولی بکم من انفسکم کا اقرار لینے والا محبوب خدا حسین منی وانا من الحسین۔ لحمک لحمی دمک دمی کہکر اپنی شدید محبت اور گرویدگی کا اظہار کر چکا ہو اسکے ساتھ شامیوں نے دشت کربلا میں کیا کیا؟ کس طرح فرائض مہمانداری ادا کئے؟ اس کا ثبوت تاریخ خود دیرہی ہے رسالتمآبؐ کو اپنے گوشہ جگر سے اسدرجہ محبت تھی کہ اپنے مقدس قدموں پر انکو کھڑا کر لیتے اور فرماتے آگے بڑھ میری آنکھوں کی روشنی یہانتک کہ ان کو چھاتی سے لگا کر خوب چومتے اور فرماتے پروردگار میں اسے دوست رکھتا ہوں تو بھی اسے دوست رکھ آپ طاعت ربانی میں مصروف رہتے اور حسینؑ اپنے چاہنے والے نانا کی پشت مبارک پر کود اکرتے ایک بار لوگوں نے اُن کو ہٹا دیا آنحضرتؐ نے فرمایا ان کو چھوڑ دو میرے ماں باپ ان پر تصدق ہوں جو مجھے پیار کرتا ہے چاہیئے ان کو بھی پیار کرے (ذبح عظیم بحوالہٗ امام ابو حاتم نسائی علامہ دیلمی احمد بن حنبل وغیرہ) پیارے نواسوں نے ناز بردار نانا سے اونٹ بننے کی خواہش کی آپ نے وہ بھی پوری فرمادی آپ کی محبت کی یہ انتہا تھا کہ خواہ کسی حالت میں ہوں آپ کو انکی خوشی منظور۔ یہانتک کہ نماز میں بھی انکی دل شکنی گوارہ نہ تھی کوئی خواہش نہ تھی کہ جو مہر گستر نانا نے پوری نہ کی ہو کوئی دقت نہ تھا کہ آپ نے بچوں کی خوشنودی و دلجوئی کا خیال نہ رکھا ہو حسینؑ کی ذراسی ناسازی طبع رسول اسلام کے دلکو بیقرار کرنیکے لئے کافی تھی آہ حسینؑ کی صدائے گریہ آپ کے خرمن سکون کیلئے برق تھی۔ آپکی اپنی پارۂ جگر سے تاکید تھی کہ فاطمہ حسینؑ کو نہ رولایا کرو اس سے مجھے سخت تکلیف ہوتی ہے" آہ کیسے ایمان والے تھے وہ لوگ جنہوں نے حسینؑ مظلوم کی محبت کو جو جزو ایمان تبلائی گئی تھی ٹھکرا دیا۔ رسولؐ کا قول اور انکی محبت فراموش کر دی۔ کیا جان

بھائی اور ہمشکل پیغمبرؐ فرزند کی لاش مجروح پر حسینؑ کے آنسو رسول اسلام کی مقدس روحانی آنکھوں نے نہ دیکھے ہوں گے کیا چھ مہینے کے ہر تبہ ناقہ صالح تشنہ دہن مجروح بچے کو زیر زمین چھپاتے ہوئے حسینؑ کے گریۂ بے اختیار کی آواز نے جان دینے والے نانا کی مقدس روح کو تڑپا نہ دیا ہوگا - ؟ کیسے مسلمان تھے وہ جنھوں نے کانوں سے سنکر آنکھوں سے دیکھکر بھی ایسی عظیم الشان شخصیت کا خون بہایا - کیا ایمان تھا اُن کا جنھوں نے زر پرستی اور خوشنودی یزید کی خاطر اپنے نبی کے نواسے کو جسکے اعزا کو رسول اللہ نے اپنے اعزا پر ترجیح دی لحمک لحمی فرمایا ریگ گرم پر بہایا پیاسا قتل کیا کسقدر جلد رسولؐ کی یاد بھلا دی انکی محبت فراموش کر دی کیا استقامت فی الدین کی مثال یہی ہے کہ "نانا کا کلمہ پڑھکے نواسے کا قتل ہو"

کیسے ایمان لانیوالے تھے وہ جنکو نہ دین کی پروا نہ قربت رسولؐ کا خیال جنکے بیغیرت کان اپنے انسانیت سوز فعل پر ایک غیر مسلم کو اظہار تعجب کرتے سنیں کہ ہم سم خر عیسیٰ کی جب قدر عزت کرتے ہیں تم لوگ اپنے پیغمبر کے نواسے کی اتنی بھی قدر نہیں کرتے"

وہ حسینؑ جنکے متعلق دنیا سے رخصت ہونیوالی معصومۂ عالم نے جناب علیؑ سے یہ وصیت کی ہو کہ اگر آپ کے خلاف مزاج ان سے کوئی امر سرزد ہو جائے تو معاف کر دیجیگا کہ یہ بن ماں کے بچے ہیں انکا خیال رکھئے گا کہ چھیچی کا صدمہ ان کے دلوں کو شکستہ کر دیگا آہ جنھوں نے آخر وقت تک بے راحت جان بچوں کی آسائش راحت کا پورا خیال رکھا ہو ان کو کھانا کھلایا ہو کہ جب میں دنیا میں نہ رہونگی تو یہ سب کون کریگا"

آہ وہی حسینؑ ۶۱ھ کی دسویں محرم کو تمام اعزا و رفقا کو راہ خدا میں نثار کرکے خون رنگیں شامیوں کے ظلم و ستم کا نشانہ بنکر مظلومیت اور صبر و شکر کا مرقع بنے ہوئے ریگ گرم پر تنہا خاموش بیٹھے تھے۔ جناب صدیقہ طاہرہ کی روحانی آنکھوں نے اپنے لاڈلے فرزند کا خون جسکو رسولؐ نے اپنا خون فرمایا ریگ گرم پر بہتے دیکھا ہوگا تو بتول کے صدمۂ لا انتہا کی کیا حالت ہوگی جس یتیم کے کپڑے سیدہ کے ہاتھوں سے آخر وقت تک دھوئے گئے تھے اس کا کرتا خون سے رنگین زلف معنبر گرد آلود تھی۔

زمانہ کا دستور ہی تاریخ بھی یہی کہتی ہے کہ ایسی ہستی جس سے عوام کی امیدیں وابستہ ہوں جسکے چشمۂ فیض سے امیر غریب بلا کسی صلہ و منت کے فیضیاب ہوتے ہوں جسکو نہ دنیا سے غرض ہو اور نہ اہل دنیا سے مطلب جاہ و منزلت کی خواہش ہو اور نہ زر و مال کی پروا۔ جسکی مبارک زندگی کا مقصد عبادت الٰہی خشیت ربانی ہو جسکے اسوۂ حسنہ اخلاق پسندیدہ اوصاف حمیدہ کا عکس دوسروں کے دلوں پر ضیا باد بنکر انکی زندگی روشن کر دیتا ہو

بلا سبب بلا غرض کسی نے نہ سنا یا آہ بھلا کس کا دل ہوگا جو ایسے سخی جواد رحمدل کے خون سے ہاتھ رنگین کریگا جو اپنے عصر کا سخی ترین شخص ہو جو ایک اجنبی کو گرانقدر رقم اس طرح شرمسار ہوکر عذر کرکے دیدی گویا کچھ دیا ہی نہیں وقت عیادت جاکر دوسروں کے قرض خود ادا کرکے اسکو سبکسار کرے۔ جسکی رقیق القلبی رحم دلی کی یہ حالت ہو کہ کنیز کو صرف ایک پھول ہدیہ کرنے کے صلہ میں آزاد کردے غیروں کے غلاموں کی خواہش آزادی خود پوری کرے جسکی خاموش سخاوت کا یہ عالم ہو کہ یوم عاشورپشت مبارک پر گٹھوں کے نشان پائے جائیں جو شب کی تاریکی میں مساکین و غربائے مدینہ کو کھانا لیجا کر تقسیم کرنے کا ثبوت ہوں اُف خدا کیسے پتھر کے دل تھے جو ایسے نیک طینت کرم گستر ہستی کو ستا کر خوش ہوئے جسکے لطف و کرم عجز کی یہ حالت ہو کہ کوئین کا شاہزادہ نواسۂ رسول فقیروں کی دعوت اس خیال سے رد نہ کرے کہ انکی دلشکنی ہوگی اس سے زائد علوئے نفس ہمدردی بشری لطف و کرم سخاوت کی مثال کیا ہوگی کہ حسین مظلوم اعزا رفقا کے ساتھ سفر کر رہے ہیں سفر پر صعب اور گرمی شدید

وہ گرمیوں کے دن وہ پہاڑوں کی راہ سخت | پانی نہ منزلوں نہ کہیں سایۂ درخت
ڈوبے ہوئے پسینے میں سب نازنیں کے رخت | سونلا گئے ہیں رنگ جوانان نیک بخت

راکب عبائیں چاند سے چہروں پہ ڈالے ہیں
ڈستے ہوئے سمند زبانیں نکالے ہیں

ان بیدیار غریب الوطن مسافروں میں ایک ننھا سا مسافر بھی ہے جو گلشن عالم میں آئے ہوئے چھ ماہ بھی نہیں ہوئے آپ منزل شراف میں پہنچے کہ حر کا لشکر پیاس سے بیتاب ادھ موا نڈھال نظر آتا ہے فرزند ساقی کوثر کا بحر سخا دیکھکر جوش میں آگیا اور یہ جانتے ہوئے کہ پانی کیا ہے کوسوں بے برگ و گیاہ میدان روح گسل گرمی اور ہم ساتھ وہ بچے کہ جو نکلے نہیں گھر سے۔ آپ نے دشمنوں کے سارے لشکر کو پانی پلوایا اور تاکید تھی کہ کوئی جانور تک پیاسا نہ رہجائے (ناسخ التواریخ) تاریخ سخاوت علوئے نفس ہمدردی جذبات لطیفہ کی ایسی دوسری مثال پیش نہیں کرسکتی ہے۔ لیکن الٰہی ناسپاس گزار محسن کش شامیوں نے اپنے محسن اور جان بچانے والے کیساتھ کیا کیا کس طرح انکے احسان کا اعتراف کیا؟ تاریخ کے صفحات کربلا کا ذرہ ذرہ شفق کی خون آمیز گلگونی شاہد ہے کیسے قلوب تھے ان کے جو کہ مجموعۂ کمالات فخر انسانیت زینت اخلاق کے مٹانے پر کمربستہ ہوئے کس افتخار عالم کے مقدس خون سے ہاتھ رنگین کئے۔ کیا خالص توحید کی نشر کا یہی صلہ تھا۔؟

کیا رحم و کرم کا عوض یہی تھا دم آخر تک مغفرت اُمت کی دعا لب خشک پہ رہی انتہائی جور و جفا پر بھی بجائے

بد دعا کی بھی فرمایا گئے "یہ نانا کی اُمت ہے میں اس پر زیاتی نہ کروں گا"۔

زر پرستی دنیا داری نے انکی عادی آنکھیں کو رکر دی تھیں وہ پوری طرح ختم اللہ علی قلوبہم کے مصداق تھے۔

افلاک امامت کا تجھے بدر سمجھے | بیقدر تھے ظالم کہ تری قدر نہ سمجھے

آہ دنیا کا قاعدہ ہے کہ ایک فریق جب دوسرے پر غالب آتا ہے وہ اپنی آتش انتقام کے بجھانیکے بعد اسکی لاش کی بے حرمتی اسکو عریاں اعضا بریدہ نہیں کرتا لیکن اس باپ جس نے ایک کافر کو قتل کر کے اسکے جنین بہا تک اسیطرح چھوڑ دیئے اسکے فرزند کی لاش مطہر کیسا تہ کیا سلوک کیا گیا کسی کی نظر سے پوشیدہ نہیں میری کوتاہ اور محدود نظروں سے تاریخ میں کسی بادشاہ کا کیریکٹر اس قدر خون آشام و ناشکر گزار نہیں گزرا جس قدر دشمن حق یزید کا۔ ارسطو کو نشر توحید کی سزا میں زہر ہلاہل کا پیالہ پیکر جان دینی پڑی تو حضرت عیسٰی کو مقید یا بقول روایت نصاری مصلوب کر۔ موسیٰ کو وطن چھوڑنا پڑا تو حضرت ابراہیم آتش نمرود کی سزا یاب ہوئے لیکن ساتویں صدی کے دعویدار تہذیب جہان نواز عربوں نے کس طرح فخر انسانیت حسینؑ مظلوم کو شہید کیا اُس کا جواب تاریخ خود دیتی ہے اُس زاہد زمانہ متقی عصر کا خون بہایا جس نے تلواروں اور تیروں کے سایہ میں نماز ادا کی۔

دل دیکھنے والوں کے دھڑکے میدان تپے خنجر چمکے

سر سجدۂ نماز الفت میں اس طرح جھکایا جاتا ہے

زمانۂ جاہلیت میں بھی کسی غالب نے اپنے مغلوب کے مستورات کی بے حرمتی نہ کی شریف پردہ دار خواتین سے بدلہ نہ لیا گیا رسن بستہ در بدر پھرائی گئیں گوشہ تاریک خرابہ پر دوح گسل میں قید کی گئیں۔ لیکن یزیدی مظالم و عناد پر ذرا نظر کیجئے تمام عزیزوں کو قتل کرنیکے بعد بھی آتش حسد و دشمنی کم نہوئی اور اپنی حمیت و ظلم پسندی کا ثبوت اس طرح دیا کہ وہ عصمت مآب خواتین جنکی پاکدامنی عزت و حرمت پر آیت تطہیر گواہ ہے۔ انہی کو بے مقنع و چادر کربلا سے شام تک اشتران بے کجاوہ پر لیگئے اگر کسی غریب نے خواہش کی کہ سر دور کو الگ لیجا دیتا کہ ہجوم عام کچھ کم ہو جائے تو اُسکے برعکس کیا گیا۔

سنہ ۱۵ء میں فرانس کی ہر دلعزیز اعظم اگنو یا اہل شہر کی سفارش اور جان بخشی کی درخواست لیکر وحشی و درندہ صفت فرنگ کے جنرل کے پاس گئی اسنے نہ صرف اسکی جان بخشی کی بلکہ ساری شہر کو اسکی سفارش اور التجا پر معاف کر دیا۔ سنہ ۶۱ء کے غیور و مہذب عربوں کے بھرے دربار میں رسول کی نواسی زاہدہ عابدہ صرف بھائی کا سر مانگتی ہے نہ جاہ و منزلت کی خواہش ہے نہ لٹے ہوئے اسباب کی واپسی کی تمنا نہ کسی کی جان بخشی کی خواہش

ہو نہ کوئی اور آرزو لیکن شرانگیز ظالم احساسات لطیفہ سے بیگانہ یزید اسکو بھی قبول نہیں کرتا کیا اس ظلم و ستم حق دشمنی عصبیت کی اس سے زائد مثال کوئی اور ہوسکتی ہے ؟

اس ظلم و ستم کے بعد ہمیشہ مخالفوں کی کوشش و خواہش رہی کہ اپنا افسانۂ ظلم اور حسین مظلوم کی داستان مظلومی و مصائب پوشیدہ و گم کر دیجائے لیکن حسینؑ کا خون ناحق ہمیشہ ابھر کر یہی کہتا رہا۔

بیدردمٹا کر نام وفا اعجاز محبت دیکھ لیا
بنجاتا ہے بڑھ کر افسانہ جو حرف مٹایا جاتا ہے

سلام

(تصنیف سید الشعرا جناب مولوی سید محمد جعفر صاحب آمید مرحوم لکھنوی)

متوفی ۱۲۹۲ھ

جب سے تنہائی غم سرور کی بزم دل میں ہے
جس جگہ کو دیکھیے وہ صدر اس محفل میں ہے

ہیں دلیل معرفت دنیا کے یہ نقش و نگار
دیکھ عاقل نقطۂ حق ہر خط باطل میں ہے

نہر سے کیا کام کہتے تھے رفیقان حسینؑ
اپنا حصہ آج آب خنجر قاتل میں ہے

رات دن زندان میں ماں کو ہے علیؑ اصغر کی یاد
تیر بڑتے ہیں جگر پر درد ایسا دل میں ہے

خاک اڑاتے ہیں غم سرور میں رونے ہیں مدام
الفت آل نبی شیعوں کے آب و گل میں ہے

تیری صنعت پر فدا ہر دم میں اے نکتہ نواز
ساری دنیا کی کمائی آنکھ کے اک تل میں ہے

منکسر ہونے سے ملتی ہے جہان میں آبرو
خاکساری کی صفت اچھوں کے آب و گل میں ہے

روز عاشورا کہا صغرا نے یا رب خیر ہو
خود بخود بے درد کیا آج میرے دل میں ہے

کس لئے آمید ہے تنہائی تربت کا غم
سامنا رہبر کا ہم سنتے ہیں اس منزل میں ہے

ایک حوض دوسری طرف ہوتا ہے وہ واقعی ٹھنڈا ہوتا ہے اور گرم نہین ہوتا۔

انسان جب نہا کر نکلا اگر ہوا لگنے سے زیادہ احتیاط منظور ہے تو وہین دوسرے درجہ مین جو درمیانی تھا اُس کو لنگیان خشک کرنے کی اور باندھنے کی پہونچ جائینگی اور اگر اسقدر احتیاط مدنظر نہین ہے اور حقیقۃً ضرورت بھی نہین ہے اسلئے کہ باہر کا درجہ بھی چارون طرف سے بند ہی ہوتا ہے اور ہوا لگنے کا اندیشہ نہین ہوتا تو باہر نکل آئے فوراً اسکے سامنے تین لنگیان پیش ہوجائینگی ایک لنگی وہ جسے اپنی بھیگی ہوئی لنگی کے بجائے پیرون مین پہنے، دوسری لنگی اُسکے سینہ وبازو اور شانون کی حفاظت کیلئے پشت پر سے ڈالکر اسکے گوشے داہنے اور بائین لپیٹ دیے جاتے ہین، تیسری لنگی سر پر لپیٹ دی گئی اوپر سے ایک بڑا تولیہ ڈالدیا گیا جس سے وہ اپنا جسم خشک کرے۔ انسان اسطرح چارون طرف سے لپٹا ہوا اپنی جگہ سے چلا آیا اُس مقام پر جہان اُسکے کپڑے رکھے تھے حمامی کارکن لاکر وہان ایک خشک لنگی یا تولیہ بچھایا، نیچے چبوترون کے چارون طرف بند ملیون تک کی گہری ایک کشادہ نالی یا نہر ایسی بنی ہوئی ہے جس مین پاک و طاہر پانی بھرا رہتا ہے اور وہ اپنے عرض وطول کی بنا پر کُر کے پانی پر مشتمل ہے، آدمی اگر کھڑاؤن پہنے نہوا یا وہان سے یہانتک کا راستہ طے کرنے مین پاؤن کچھ مشکوک ہوگئے تو اپنے پاؤن اس نہر مین پاک کرلے اور پھر اوپر چڑھے۔

اس نہر کی ضرورت خاص طور سے اسلئے ظاہر ہوتی ہے کہ جنگلی عرب جو مخصوصاً ... وغیرہ مین آتے ہین اُن کو تہذیب و شائستگی سے کیا مطلب؟ ننگے پاؤن چلنے کی عادت ہے، کھڑاؤن پہننے کے پابند کہان ہوسکتے ہین، وہ حمام کے اندر گئے اور ننگے پاؤن ہی نکل آئے۔ اب اگر وہ اوپر چڑھین تو تمام زمین نجس ہوجائے، پھر دوسرون کیلئے بھی دشواری ہو۔

اُنکے لئے یہ نہر بنادی گئی ہے کہ اُن سے نکلتے ہی کہدیا جائے کہ اپنے پاؤن اس نہر مین ڈبولین اُسکے بعد اوپر چڑھین۔

کاظمین کے حمام اس درجہ راحت رسان اور پرتکلف نہین ہین جس کا مینے تذکرہ کیا بلکہ ایسا زیادہ تر نجف اور کربلا کے حمامون مین ہے لیکن حمام کا تذکرہ ہوجانے کی بنا پر مینے مناسب سمجھا کہ زیادہ تر عراق و ایران کے مقامات پر اچھے حمامون کا جو نقشہ ہے آپ سے پیش کردین۔

ہمارے ہندوستان مین بہت سے مقامات پر تو حمام کا پتہ ہی نہین ہے۔ لکھنؤ جو مسلمانون اور

شیون کا مرکز ہے۔ وہاں کے حماموں کا کیا کہنا سبحان اللہ یہاں کے حماموں کی نسبت قفس کا بھی نو درجہ نہیں کھتے اور پھر پانی ٹھنڈا۔ وسعت مختصر۔ بوقت واحد چار آدمی اگر آجائیں تو دقت بڑجائے، پھر حمام خانے میں نکلے تو ٹھنڈا برف، حمامی نے لاکر صرف ایک لنگی باندھنے کو دیا اور تمام جسم کھلا ہوا۔ اُسی کو باندھو اور اُسی سے جسم خشک کرو۔ اس میں چاہے ہوا لگے اور چاہے فالج یا گٹھیا کا مرض ہو جائے۔

لطف یہ کہ لینگے وہی ۲ ر اور یہاں ان تمام راحت رسانیوں اور تکلفات کے باوجود بعض حماموں میں صرف ا ر اور بعض میں ۲ ر لیے جاتے ہیں۔ بے شک وافد زواروں سے یا مخصوص کے زمانہ میں جبکہ مجمع بہت ہوتا ہے ۳ ر یا ۴ ر بھی ہو جاتے ہیں۔

غرض نہانیکے بعد ایک استکان چائے کا پیا اور پھر حرم زیارت کیلئے روانہ ہوئے۔

در قبلہ میں ایک زنجیر آہنی وسط دروازہ میں متعلق ہے، یہ زنجیر اکثر روضوں کے بیرونی پھاٹک میں موجود ہی۔ اکثر زائرین اندر داخل ہوتے ہوئے اس زنجیر کو ہاتھ سے تھام لیتے ہیں اور ہمیں یہ بات پسند آئی۔ ہمنے اس زنجیر کو ہاتھ سے پکڑتے ہوئے یہ دعا پڑھی جس کا مضمون ہمارے نزدیک اس زنجیر کے تھامنے کا اصلی رمز و اشارہ ہی۔

دعا
اللّٰھم انی تمسکت بحبلک المتین وعروتک الوثقی التی لا انفصام لھا رب فاھدنی الصراط المستقیم ونجنی من العذاب الالیم برحمتک یا رؤف یا رحیم

یہ دعا اس موقع پر کوئی ماثور اور کتاب میں منقول نہیں ہی بلکہ میری زبان پر اُسوقت جاری ہوگئی اور میں نے اُسے اپنے دلی جذبہ کا آئینہ بردار سمجھا۔ یہ لکھنا اسلئے ضروری معلوم ہوا کہ دوسرے زائرین اس سفرنامہ کو دیکھکر یہ دعا ماثور ہونے کے لحاظ سے نہ پڑہیں جس سے تشریع و بدعت کی ذمہ داری میرے اوپر عائد ہو۔

ع (ترجمہ) بار الہا تمسک کیا ہمنے تیرے "حبل متین" (مضبوط رسی) اور "عروۃ الوثقی" (طاقتور دستہ) کا جسکا رسہ کے ساتھ جوڑ ٹوٹنے والا نہیں ہی۔ پروردگار اب تو ہی مجھے "صراط مستقیم" (سیدھے راستہ) کی ہدایت فرما اور مجھے دردناک عذاب آخرت سے نجات دے اپنی رحمت کیساتھ اے رافت و رحمت کے مالک

دروازے سے داخل ہو کر صحن شریف میں ہوتے ہوئے کفش کنی میں پہونچے۔ یہ وہ جگہ ہے کہ جہان زائرین جوتے اتارتے ہیں اور ایک آدمی یہان بیٹھا ہوا ہوتا ہے جس کے ہاتھ میں ایک بید ہوتا ہے وہ اس بید سے جوتون کو اٹھا اٹھا کر قرینے سے لگا دیتا ہے۔ اور جب کوئی زائر نکلتا ہے تو اس کا جوتا فوراً اٹھا کر اسکے سامنے رکھ دیتا۔

حقیقت یہ ہے کہ ان لوگون کی یادداشت بہت زیادہ قابل قدر ہوتی ہے۔ کثیر التعداد جوتون مین یہ تمیز کر لینا کہ کون کس کا ہے۔ بہت مشکل ہے لیکن ان لوگون کو دھوکا بہت کم ہوتا ہے۔ سلیپر یہان اتار کر اندرونی دروازے کے پاس گئے۔ شیخ عبداللطیف خادم نے اذن دخول پڑھایا جس کی ابتدا یہ ہے اللہ اکبر اللہ اکبر" الخ یہ نقرئی دروازہ ہے اور نقش و نگار بہت عمدہ ہیں۔ پھر دوسرے دروازہ کے پاس پہونچے دوسرا اذن دخول پڑھا۔

یا سیدی یا آل بیت المصطفیٰ الخ

اس دروازہ پر بھی بوسہ دیکر روضہ کے اندر داخل ہوئے یہان ایک بڑی دوہری ضریح ہے جس میں سے اوپر والی چاندی کی اور اسکے اندر دوسری پیتل کی ہے۔

اس مین دو حضیرے ہین ایک امام ہفتم حضرت باب الحوائج امام موسیٰ کاظمؑ کی قبر مطہر کا اور دوسرا امام نہم حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی قبر مبارک کا۔

پہلے امام موسیٰ کاظمؑ کی دو زیارتین ایک دست راست کی طرف اور ایک بالائے سر اور پھر امام محمد تقیؑ کی زیارت پڑھی گئی۔ اسکے بعد دو مختصر زیارتین امام حسینؑ اور امام رضاؑ کی کربلائے معلی اور مشہد مقدس کی طرف رخ کر کے اور ایک مختصر سلام زیارت حضرت صاحب العصر عجل اللہ فرجہ کا سامرہ کی طرف متوجہ ہو کر پڑھا۔

یہ زیارتین تمام شیخ عبداللطیف خادم نے پڑھائین اسلئے کہ ہم لوگ زوار تھے اور انھین اپنا حق لینا تھا افسوس ہے کہ یہ لوگ زیارتین غلط پڑھاتے ہین۔ جابجا اعراب کو بدل دیتے اور الفاظ کو غلط کر دیتے ہین اسلئے کہ عرب ضرور ہین مگر عربی مین کوئی قابلیت نہین رکھتے۔ جاہل ہوتے ہین اسکے معنی یہ ہین کہ غیر عربی دان افراد روپیہ بھی صرف کرتے ہین۔ خدام کو دیتے بھی ہین لیکن انھین صحیح زیارت پڑھنا نصیب نہین ہوتی بعض طلاب جو اسباب سے واقف ہین وہ اپنے ہموطن زوار کو کبھی کبھی حرم جا کر زیارت پڑھاتے

ہین لیکن خدام انکے دشمن ہوجاتے ہین اور سمجھتے ہین کہ یہ لوگ ہمین نقصان رسانی کے درپے ہین ۔
زیارتین پڑھنے کے بعد وہین حرم مین نماز ظہرین اداکی اور پھر چار رکعت نماز زیارت بجالائے
ان تمام اعمال سے شرفیاب ہونے کے بعد گھر واپس ہوئے ۔ چونکہ تھکے بہت تھے اسلئے مغرب کے وقت
حرم مشرف نہین ہوسکے گھر ہی پر نماز مغربین پڑھی اور بے اختیار لیٹ کر سو رہے ۔

۱۷ شعبان ۔ یکشنبہ

صبح کی نماز کے پہلے آنکھ کھل گئی ۔ نماز سے فارغ ہوئے ۔ سردی آج کم ہے لیکن اب اتنی ہی کہ جتنی
انتہائی جاڑے کے موسم مین لکھنؤ مین ہوسکتی ہے کھانے پینے سے فراغت کے بعد ایک بجے حرم اقدس مشرف
ہوئے اور انھی شیخ عبداللطیف نے زیارتین پڑھائین ۔ ہمین خیال ہوا کہ کتاب زیارتون کی کوئی خریدلین
تو یہ احتیاج نہ رہے ۔ زیارتین خود پڑھ لیا کرین لیکن لو دار د مونا بری بلا ہے ۔ چھوٹی سی بیاض اور قیمت
عہ مجبوراً ارادہ ملتوی کردیا ۔
معلوم ہوا کہ یہان زائرون کے لئے یہ سہولت موجود ہے کہ کتابین کفش کنی مین کثیر تعداد مین موجود
رہتی ہین جن کو زائرین حرم مین داخل ہونے وقت لے لیتے ہین اور زیارتین پڑھنے کے بعد واپس کر دیتے ہین
اس سے خوشی ہوئی چنانچہ مغرب کے وقت زیارت کو جو گئے تو ہم نے کفش کن سے کتاب لے لی اور خود ہی زیارتین
پڑھین آج سہ پہر کو مختشر صاحب کے ساتھ بازار کی سیر کی ۔ یہان ایک بازار نئی ساخت کا بنا ہے جس مین
دوکانین بڑی بڑی اور بہت سجی ہوئی ہین ۔ باقی بازار پرانے زمانے کے بنے ہوئے ہین اور دوکانین بھی
انکی چھوٹی ہین ۔ اسی بازار مین ایک دکان اخبارون کی ایجنسی کے طور پر نظر پڑی یہان بہت سے
جرائد و مجلات (اخبار اور رسالے) رکھے ہوئے تھے ۔ ہمنے انھین دیکھا تو ایک تازہ پرچہ روزنامہ
" ندار الشعب " بغداد کا نظر آیا جسمین ایک مضمون " تجویز التواء حج " کی تائید مین تھا ۔
ہمنے ایک آنہ کو یہ پرچہ خرید لیا اور ارادہ ہے کہ اس مضمون کا ترجمہ ایک مختصر تمہید کے ساتھ " سرفراز "
لکھنؤ کو بھیجدین گے ۔

۱۸ شعبان ۔ دوشنبہ

۹ بجے صبح کے قریب زیارت حرم اقدس کو مشرف ہوئے ۔ زیارت کرنیکے بعد باہر نکلنے کے وقت یہ

ہماری زبان پر یہ الفاظ جاری تھے۔ یہ بھی ایک دعا کی حیثیت رکھتے ہیں۔

اللھم تقبل منی ھذا العمل فانی لا املک غیر ھذہ البضاعۃ والامر الیک

فارحمنی برحمتک یا ارحم الراحمین۔

اسکے بعد گھر پر آ کے کھانا کھایا۔ والد ماجد مدظلہ کو خط لکھا اور اُسی کے ساتھ اخبار "نداء الشعب" کے مضمون کا ترجمہ ایک تمہید کیساتھ "التوائے حج کی تائید" کی سرخی سے لکھکر سرفراز کو بھیجا۔ یہاں سے تین آنہ کے ٹکٹ میں خط ہندوستان جاتا ہے اور ہوائی جہاز کا خط ساڑھے چار آنے کے ٹکٹ سے۔

اسکے بعد بغداد چلنے کی رائے ہوئی تاکہ شہر کی سیاحت ہو اور امام عصر عجل اللہ فرجہ کے نواب اربعہ کی زیارت بھی ہو جائے۔

ہم، مفتی صاحب قبلہ، مختشر صاحب، اُنکے خسر پیارے صاحب، ہمارے ملازم ہمراہی حسین بخش، محمد صاحب ساکن محلہ حسین آباد، شبیو صاحب ساکن محلہ درگاہ اتنے آدمی ایک سانڈ روانہ ہوئے عربانہ یعنی ٹرموے جس میں گھوڑے جتتے ہیں مشین نہیں ہے۔ اس پر ۳ر فی آدمی کرایہ دیا اور سوار ہوئے۔ یہاں گاڑی کے اوپر ایک جگہ خالی محفوظ نظر آئی۔ معلوم ہوا کہ یہ آقا سید محمد صدر کے لیے ہے۔ موصوف حضرت آیۃ اللہ آقا سید حسن صدر مجتہد کاظمین دام ظلہ کے بڑے صاحبزادہ ہیں اور عراق کی مجلس اعیان" (پارلیمنٹ) کے صدر ہیں۔ ہم کو یہ معلوم ہوا کہ بادشاہ اور وزیر اعظم کے بعد اگر کسی کا درجہ ہے تو وہ موصوف کا ہے اور آپ دربار میں بادشاہ کے پہلو میں ہوتے ہیں۔

خیر مختصر یہ کہ تھوڑی دیر میں ممدوح تشریف لائے۔ بلند بالا، فراخ سینہ، لحیم شحیم اور توانا بڑی اور بھاری مدور سیاہ ریش۔ خوبصورت سیاہ عمامہ اور عبا۔ چہرہ سے جلالت آشکار عمر تقریباً پینتالیس سال۔ چونکہ ہم لوگ بھی بالکل اسی جگہ سے متصل بیٹھے تھے کہ جہاں آپ آکر بیٹھنے والے تھے اسلئے ممدوح سے تعارف ہوا اور ممدوح سے اُنکے والد ماجد آقا سید حسن صدر دام ظلہ کی ملاقات کا وقت دریافت کیا۔ انھوں نے فرمایا کہ آپ لوگوں سے ہر وقت ملاقات ہو سکتی ہے۔ یہ شکر شکریہ ادا کیا۔ اسی اثنا میں التوائے حج کا مسئلہ چھڑ گیا۔ آن کو بہت حد تک موافق پایا اور مختلف وجوہ سے اُنھوں نے التوائے حج کی تائید کی۔

مفتی صاحب قبلہ نے ہمارے رسالہ "بیت معمور فی عمارۃ القبور" کا تذکرہ فرمایا جس پر اُنھوں نے

مستانہ لہجہ مین کہا کہ "ہمراہ آوردہ اندیا نہ؟" مین نے فارسی مین کہا کہ چند نسخے ساتھ ہین۔ انشاءاللہ جب آغا (یعنی آپکے والد ماجد) کی خدمت مین حاضر ہون گا تو ایک رسالہ لیتا آؤن گا۔

۴۵ منٹ مین عربانہ بغداد پہونچ گیا۔ آقا سید محمد رخصت ہوکر اپنی راہ گئے اور ہم شہر کے اندر داخل ہوئے۔

بغداد عراق کا پائے تخت اور دارالسلطنت ہے اس کا محل وقوع بھی بہت خوشنما اور دیدہ زیب ہے "دجلہ" جو مشہور دریا ہے وہ شہر کے اندر سے گذرتا ہے جس کے ایک طرف جو مشرقی پہلو ہے شہر کا قدیم حصہ ہے یہ "جانب الکرخ" کہلاتا ہے۔ یہان کا مشہور محلہ "کرخ" ہے جو قدیم ترین تاریخی حیثیت رکھتا ہے اور معروف کرخی کا محل انتساب ہے۔

دوسری جانب جو مغربی پہلو ہے وہان شہر کا جدید حصہ ہے۔

تمام سرکاری ادارے۔ کچہریان، دفاتر۔ اور بڑے بڑے بازار، نیز بادشاہ کا قصر سکونت سب اسی طرف ہین۔ یہ جانب "الرصافہ" کہلاتا ہے۔ یہان کا مشہور ترین محلہ بھی "رصافہ" ہے جس کی طرف اب عراق کے مشہور ادیب "معروف رصافی" کا انتساب ہے۔

شہر کے دونون حصون کا باہمی اتصال ایک پل کے ذریعے سے ہے جس پر عبور کر کے لوگ ایک طرف سے دوسری طرف جاتے ہین۔ اسی پل پر سے موٹرین گاڑیان بھی عبور کرتی ہین۔

یہ پہلا پل اُس جگہ کے قریب ہے کہ جہان کاظمین سے آنیوالی ٹرامویے آکر ٹھہرتی ہے۔ اس کے آگے کچھ دور پر ایک دوسرا پل بھی نظر آتا ہے جو شہر کے آخری حصہ مین رہنے والون کے لئے محل عبور ہے۔

کشتیان بھی ہر وقت موجود رہتی ہین جو بہت سے لوگون کو ایک جانب سے دوسری جانب عبور کراتی ہین۔ اور خصوصیت سے اُس وقت جب چھوٹا جہاز آنیوالا ہوتا ہے یعنی وہ جہاز جو مسافرون کو بصرہ سے لیکر بغداد پہونچاتا ہے تو اُسوقت یہ پل کھولدیے جاتے ہین۔

ایسے وقت اُن لوگون کے لئے جو ایک طرف سے دوسری طرف جانا چاہین سوائے کشتیون کے کوئی ذریعہ نہین ہے۔ بہت سے لوگ بطور تفریح کشتیون پر بیٹھے ہوے دریا مین پھرتے رہتے ہین۔

غرض اس پل سے عبور کر کے ہم شہر کی دوسری جانب گئے۔ اُس طرف تو کچھ معلوم ہی نہین ہوتا تھا کہ بغداد کیا ہے۔ پرانے زمانہ کی گلیان، کوچے اور مختصر بازار ہین۔ ادھر آکر آنکھین کھل گئین۔ شہر مین

انگریزیت کا غلبہ بہت کافی پایا۔ موٹروں کا اژدہام وہ ہے کہ راستہ چلنا دشوار ہے۔ عورتوں میں بے پردگی بھی پائی جاتی ہے اور انگریزی لباس بھی بہت کثرت سے نظر آرہا ہے۔ درحقیقت ہندوستان میں ایک صدی گذرنے پر جو تغیر نہیں ہوا وہ یہاں ان چند سال میں نظر آرہا ہے۔

راستہ میں شراب کی دوکانیں بھی نظر آئیں اور تھیٹر، سینما کے اشتہارات بھی دکھائی دیئے۔

ان حالات پر کافی تاثر کے احساس کے ساتھ عثمان بن سعید رضوان اللہ علیہ کے مزار پر پہونچے۔ یہ حضرت امام عصرؑ کے نائبین میں سے تھے پھر حسین بن روح علیہ الرحمہ کی زیارت کی اور کچھ دور پر جاکے محمد بن عثمان بن سعید کی قبر سے مشرف ہوئے۔ بیشک ایک بزرگ علی بن محمد سمری کی زیارت رہ گئی۔ معلوم ہوا کہ وہ بہت دور ہیں۔ پھر کبھی۔ واپسی میں ثقۃ الاسلام محمد بن یعقوب کلینی مؤلف کتاب کافی کے قبر پر پہونچے اور سلام و فاتحہ کے ساتھ زیارت کی۔

ان زیارتوں میں مسافت کافی طے ہوئی تھی اور تھکن کا احساس ہو رہا تھا۔ گھر واپس ہو رہے تھے لیکن راستہ میں پل کے آگے نواب سجاد حسین خان صاحب سے ملاقات ہوگئی۔

یہ بزرگ اصل میں لکھنؤ کے ہیں اور معلوم ہوا کہ نواب محمد حسن خان صاحب ساکن ڈیوڑھی آغا میر کے عزیز قریب ہیں۔ اب بہت طویل عرصہ سے بغداد میں قیام رکھتے ہیں اور کافی معزز درجہ پر فائز ہیں عربی فارسی، ترکی، انگریزی صاف بولتے ہیں اور عربی، فارسی کی مزاولت کے باعث اردو کی مشق جاتی رہی ہے۔ کچھ گران گوش ہیں لہذا بات چیخ کر کرتے ہیں اور مخاطب سے بھی اسی کے طالب ہیں مفتی صاحب قبلہ سے ان سے قدیم کی ملاقات تھی اسلئے وہ ہم سب کو مجبور کر کے اپنے گھر لے گئے۔

آپ کا گھر بالکل دریا کے کنارے ہے اور بہت فرحت انگیز منظر رکھتا ہے نیز اسکی ساخت بالکل انگریزی اصول پر ہوئی ہے اور کھانے، بیٹھنے، سونے تمام کاموں کے کمرے الگ الگ ہیں۔ موصوف نے مکان دکھایا اور تمام کمروں میں اسکے گردش کی پھر نشستگاہ میں گئے اور مختلف تذکرے ہونے لگے موصوف کو شعر و سخن کا بھی کافی ذوق ہے ناصر الدین شاہ اور فتح علی شاہ قاچار کے بہت سے لطیف اشعار سننے میں آئے۔ یہاں قہوہ بھی پینی پڑی۔ اسکا ہمکو پہلا اتفاق تھا۔ بہت تلخ معلوم ہوئی۔ دیر تک نشست کے بعد موصوف سے رخصت ہوئے اور ٹرموے پر بیٹھ کر کاظمین واپس ہوئے نماز کا وقت تنگ تھا اسلئے حرم جاکر نماز ظہرین اور پھر وہیں نماز مغربین ادا کی۔ ۸ بجے رات کے قریب

فرودگاہ پر واپس ہوئے۔

۱۹ شعبان یکشنبہ

سویرے نماز صبح سے فارغ ہو کر سامرے چلنے کا سامان کیا۔ اسباب طاق میں مقفل کیے اور صرف بستر باندھ لیے گئے۔

ہم اور جناب محشر صاحب، پیارے صاحب، حسین بخش، محمد صاحب، شبو صاحب اور ایک بزرگ ریاست الور کے رہنے والے یہ پورا قافلہ دو گاڑیوں پر سوار ہوا۔

اسٹیشن پہونچے۔ اسٹیشن کا ہے کو، ایک کوٹھری ہے اور پلیٹ فارم کی جگہ میدان۔ تھوڑی دیر انتظار کے بعد گاڑی آئی۔ گاڑی کے اندر جو گئے تو کیا کہنا سبحان اللہ۔ مال گاڑی ہے۔ مسافروں کیلئے اسکی بعض گاڑیوں میں پٹرے جڑ دیے گئے ہیں۔ روانہ ہوئی تو ماشاء اللہ۔ وہ کھڑ کھڑاہٹ کہ اللہ دے اور بندہ لے۔ حرکت اور جسم بھر میں لرزہ کہ خدا یاد آ گیا۔

اتفاق سے شب کو روٹی تو لے لی تھی مگر ساتھ کو کچھ لینے کا موقع نہیں ملا تھا خیال تھا کہ رستہ میں کچھ ملے ہی گا۔ مگر اسٹیشن سب اجاڑ کہیں کسی چیز کا پتہ نہیں۔ بہت دیر بھوکا رہنے کے بعد مقام "بلد" کے اسٹیشن پر خرمے دستیاب ہوئے غنیمت معلوم ہوئے اور انھی کو لیکر روٹی کھائی۔

دو بجے دن کے قریب سامرہ پہونچے۔ سید کریم خادم سامرہ اسٹیشن پر موجود ملے۔ یہ ہم کو لیکر اپنے ساتھ چلے اور ایک حمال کے سر پر اسباب بار کیا۔ دجلہ کے کنارے پہونچے یہاں پل کوئی نہیں ہے لہذا کشتی پر سوار ہوئے۔ چونکہ پانی کم تھا اسلئے ایک آدمی رسی سے کھینچتا ہوا کشتی کو لیچلا اور جب ڈھلاؤ پر پہونچے تب کشتی دریا میں چھوڑی۔ تھوڑی دیر میں ساحل پر پہونچ گئے کشتی سے اترے اور سید مجید خادم سامرہ کے مکان پر پہونچے۔

یہ مکان مختصر مگر زوار کی راحت کیلئے کافی ہے۔ انھوں نے راحت کے اسباب مہیا کئے اور شام کے کھانے کے لئے اپنی طرف سے وعدہ لیا۔

بستر قرینہ سے لگا لینے کے بعد ہم لوگ حرم گئے۔ امام دہم حضرت امام علی النقیؑ اور امام یازدہم حضرت امام حسن عسکریؑ کی زیارتیں پڑھیں یہیں جناب نرجس خاتون اور جناب حکیمہ کی قبریں بھی ہیں جن کے اوپر زیارت لکھی ہوئی لگی ہے۔

عزاداری اور تنظیم

(نوشتہ عالیجناب سید محمد احسن صاحب کرولوی بی۔ اے ایل۔ ایل بی وکیل)

حضرت سید الشہداء روحی لہ الفداء کی شہادت کو آج ۱۳۰۰ برس ہو گئے مگر اب بھی ادھر ماہ محرم کا چاند فلک پر نمودار ہوا اُدھر دنیا کے ہر ہر گوشہ میں حسینؑ کا ماتم شروع ہو گیا حسینؑ کے ماننے والے صف ماتم بچھا دیتے ہیں۔ اور اس جوش و خروش سے اپنے مولا غریب نینوا کی یادگار مناتے ہیں جسکی دوسری مثال دنیا میں ملنا ناممکن ہے۔ ہر شخص سوگ نشین بن جاتا ہے۔ مجالس اور ذکر حسینؑ کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ رونے اور ماتم کرنے کے علاوہ پیروان حسینؑ کروڑوں روپیہ نام حسینؑ پر صرف کر ڈالتے ہیں۔ ملک ہندوستان اُن ملکوں میں شمار کیا جا سکتا ہے جہاں پیروان حسینؑ کی تعداد بہت اہم ہے، اور جہاں مخصوص اہمیت کے ساتھ عزاداری سید الشہداء قائم کی جاتی ہے، تمام ملک میں خواہ پنجاب ہو یا بنگال، کشمیر ہو یا حیدرآباد ماہ محرم کا چاند نکلتے ہی یکایک عام حالت میں تبدیلی ہو جاتی ہے، اور ہر جگہ رنج و ملال کے آثار پیدا ہو جاتے ہیں۔

ہر طرف حسین حسینؑ کی آواز بلند ہو جاتی ہے اور عشرۂ محرم تک برابر ہر شخص کسی نہ کسی طرح حسینؑ کی یادگار منانے میں مصروف رہتا ہے اور اس کے بعد بھی کچھ نہ کچھ سلسلہ ۸ ربیع الاول تک جاری رہتا ہے۔ شہادت حسینؑ کی اس شد و مد کے ساتھ یادگار قائم کئے جانے کا سبب سوا اس کے کچھ نہیں ہے کہ حسینؑ کی شہادت عظیم ترین شہادت ہے۔ حسینؑ نے انتہائی صبر و استقلال کے ساتھ شہادت گوارا کی اور ایسے وقت میں اپنے اعزا و رفقا کے ساتھ جان دیدی کہ جب اسلام بالکل فنا ہو جانے کے قریب پہونچ چکا تھا۔ اگر حسینؑ اسوقت جرأت اور شجاعت سے کام نہ لیتے تو اسلام سیرت یزید کا نمونہ بن کے رہجاتا جو کفر کی دوسری تصویر ہوتی۔ لہذا جب حسینؑ نے اسلام کے لئے ایسے نازک وقت میں اپنی جان دی، گھر بار لٹایا اور اعزا و اقربا کو عزیز نہ کیا تو ان کے پیروؤں پر یہ بات لازم ہوئی کہ اپنے محسن کی یادگار قائم کریں اور دنیا میں حسینؑ کا نام بلند کریں۔ مگر کیا پیروان حسینؑ کے لئے حقیقتہً کافی

ہے کہ وہ ہر سال محرم میں مجالس کریں۔ ماتمی جلوس نکالیں اور کچھ روپیہ خرچ کر ڈالیں؟ کیا یہ کافی ہے کہ وہ روئیں پیٹیں اور ماتم کریں یا یہ کہ دنیا والوں کو حسینؑ کے حال سے آگاہ کریں؟ یقیناً پیروان حسینؑ کا اتنا عمل بہت کافی ہے، مگر کب؟ جب کہ حسینؑ کی یادگار صرف رسمی طور سے نہ منائی جائے بلکہ شہادت حسینؑ کی غرض و غایت کو مدنظر رکھکر اُن تمام سبقوں پر غور کیا جائے جو کہ حسینؑ نے اپنی زندگی کے آخری لمحوں میں دنیا کو سکھائے تھے۔ مگر افسوس کہ ہم میں سے بہت سے افراد صرف رسمی حیثیت کے مطابق عزاداری کرتے ہیں۔ حسینؑ کی اپنے اعزا اور رفقا کے ساتھ محبت۔ اصحاب حسین کی دیکھ کر اُن سے پہلے نثار ہو جانے کی کوشش۔ بھوک اور پیاس اور انتہائی مصیبت کے وقت حق و صداقت پر قائم رہنا۔ سرمایہ پرستی اور استبداد کے خلاف نفرت و حقارت یہ اور اسی طرح کی بہت سی اور باتیں ایسی تھیں کہ آج ہم ان کو اپنا شعار بناتے اور ایام عزا میں حسینؑ کے کارنامے پیش کر کے دنیا کو صفات مذکورہ پر عمل کرنے کی تلقین کرتے۔

مگر ایسا نہیں ہو رہا ہے، اور اخلاق حسینؑ سے اپنی اصلاح اور دوسروں کی تلقین کا کام اور خرابیاں پیدا کر رہی ہیں۔ ہم میں مجالس کے قائم کرنے میں آپس میں ضد م ضدا ہوتی اور تصادم کی صورتیں رونما ہوتی ہیں۔ ہم میں بجائے محبت۔ ہمدردی۔ اتحاد اور تنظیم کے رشک و حسد اور فتنہ و فساد کار فرما رہتا ہے۔ ہر بڑی آبادی بلکہ بعض چھوٹی آبادیوں میں بھی دو دو انجمنیں نظر آتی ہیں جن میں مقابلہ تو رہتا ہی ہوتا ہے مگر اکثر اوقات دشمنی بھی پیدا ہو جاتی ہے

اس کا اثر یہ ہے کہ بجائے تنظیم کے تخریب ہوتی رہتی ہے۔ کاشکہ بجائے اس کے کہ ہر شخص محض اپنا ذاتی فائدہ مدنظر رکھے، عام فائدہ کا خیال کرنے لگے، اور چھوٹی نیز متوسط آبادیوں میں مشترکہ مجالس اس طرح ہوں کہ پوری آبادی کے لوگوں کا اجتماع ایک ہی جگہ ہوا کرے۔ جہاں باقاعدہ ذکر امام حسینؑ ہو سکے۔ اپنی اصلاح ہو اور غیروں پر بھی اثر پڑے۔ پوری آبادی کا اجتماع شہروں میں بھی ممکن ہو سکتا ہے، کیونکہ لاوڈ اسپیکر کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ بڑا مجمع ذاکر کی آسانی سے سن سکتا ہے۔ لیکن کم از کم ایسا ہو کہ ایک محلہ میں بوقت واحد دو مجلسیں نہ ہوں، یا بڑے مجالس جن میں اکثر حضرات شریک ہوتے ہیں، اُن میں تصادم نہ ہو۔

اس موقع پر یہ تجویز بھی کچھ کم اہمیت نہیں رکھتی کہ عاشورا اور اربعین میں بجائے چھوٹے چھوٹے

جلوسوں کے جو کربلا جاتے ہیں، ایسی صورت اختیار کیجائے جس سے ایک عظیم الشان ماتمی جلوس نکل سکے جو حقیقۃً شان عزاداری کے موافق ہو۔

یقیناً یہ تجویز انتہائی برمحل اور مفید ہے۔ اگرچہ افراد قوم کے موجودہ انتشار کو دیکھتے ہوئے اس پر عمل کی توقع بہت کم ہے لیکن ضرورت کے احساس اور اُس کے سامنے آجانے کے بعد ایک وقت میں وہ عملی شکل بھی ضرور اختیار کرلے گی۔

اسکا موجودہ خاکہ ابھی تک یہ ہے کہ شہر کے وسط میں کوئی بڑا مقام جیسے لکھنؤ میں جناب غفرانمآب کا امام باڑہ مقرر کیا جائے کہ تمام کمیٹیاں اپنی اپنی جگہ سے ماتم کرتی ہوئی اُس جگہ مجتمع ہوں۔ وہاں سے ایک متحد جلوس کی شکل میں دردانگیز انداز کے ساتھ اور انتہائی ترتیب و تنظیم کو قائم رکھتے ہوئے یہ پورا مجمع کربلائے تال کٹورہ جائے۔ وہاں پہونچنے کے بعد اختیار ہے کہ پھر چاہے وہ تمام کمیٹیاں اپنے اپنے دستے الگ الگ کرلیں اور دل کھول کر ماتم کریں۔

یقیناً یہ مظاہرہ عزائے امام حسینؑ کا ایسا ہوگا جس سے غیر اقوام پر اثر پڑے، اور اُن کے دل پر اُس کا ایک گہرا نقش قائم ہو۔ کیا اُمید کی جاسکتی ہے کہ افراد قوم اس تجویز پر عمل کریں گے؟ ہاں بے شک مگر ابھی دور ہے۔

رباعی

(از قلم پنڈت الشیری پرشاد صاحب پنڈت دہلوی)

نکلیں جو غم شہ میں وہ آنسو اچھے
برہم ہوں جو اس غم میں وہ گیسو اچھے
رکھتے ہیں حسینؑ سے جو کاوش پنڈت
ایسے تو مسلمانوں سے ہندو اچھے

"اسد"

نقد و تبصرہ

(رکن ادارت کے قلم سے)

حسینی لٹریچر ماہ محرم کے پہلے عشرہ مین پاک عقیدت مسلمان اپنے رسولؐ کے مقدس نواسے شہید کربلا کی بارگاہ مین اپنی عقیدت کا مظاہرہ یون تو مختلف طرح سے کرتے رہتے مین لیکن علمی و تاریخی حیثیت سے سب سے زیادہ مفید و دیرپا خدمت اُس لٹریچر کے ذریعہ سے انجام پاتی ہے جو حضرت سید الشہدا کی شہادت اور واقعہ کربلا کے متعلق دنیائے اسلام مین اشاعت پذیر ہوتا ہے۔

شیعی اخبارون مین کوئی ایسا اخبار نہوگا اور عام اسلامی اخبارات مین کم ایسے اخبار ہون گے جن مین کوئی نہ کوئی مقالہ واقعہ کربلا اور شہادت سید الشہدا کے متعلق مخصوص طور سے موجود نہو۔

لیکن مخصوص طور پر وہ جرائد قابل تذکرہ ہین جنھون نے خصوصیت سے اس مہینہ مین اپنے خاص نمبر "محرم نمبر" یا "حسین نمبر" کے ایسے نامون سے نکالے ہین اور شروع سے آخر تک اسی موضوع کو پیش نظر رکھا ہے۔

اس سلسلہ مین سب سے پہلے ہمارے پیش نظر "اسد" اور "سرفراز" دونون لکھنؤ کے ممتاز اخبار ہیں جنھون نے اپنی پوری طاقت کے ساتھ "محرم نمبر" نکالے ہین اور حقیقت یہ ہے کہ وہ خدمت انجام دی ہے جسے بقول جریدہ فریدہ "تعمیر" فیض آباد ۱۹۳۵ء کا کارنامہ سمجھنا چاہئیے۔ دونون پرچے ہمارے سامنے ہین اور واقعہ یہ ہے کہ مختلف حیثیتون کے لحاظ سے جو دونون مین علیحدہ علیحدہ نظر آتی ہین جس طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا جاتا ہے۔ کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجا است

اگر "اسد" کی بعض نادر تصویرین ایسی ہین جو دنیائے ہندوستان مین یقیناً ایک بے مثال تحفہ ہین تو "سرفراز" مین بعض ادبی مضامین ایسے ہین جو اپنی ندرت موضوع کے لحاظ سے اپنی مثال نہین رکھتے۔

بدقسمتی یا خوش قسمتی سے "سرفراز" کے انتظام ادارتی مین جو انقلاب ہوا تھا اور اسکے بعد جو صورتین رونما ہوئی تھین اسکے بعد کسی طرح یہ توقع نہ کی جا سکتی تھی کہ ابکی عزائے حسینی کی یہ خدمت اس خندہ پیشانی سے انجام پائے گی۔

قابل مبارکباد ہین خواجہ سید کرتن تنہا بے سروسامانی کی حالت مین اپنے اس اخبار سے جس کو ابھی قائم ہوئے چند مہینہ سے زیادہ نہین گذرے صرف خدا پر بھروسہ کرکے انھون نے ایک ایسا بلند پایہ اور گرانمایہ نمبر نکالدیا جو سالقہ زمانہ مین شایع ہونے والے "سرفراز" کے تمام محرم نمبرون سے زیادہ بلند پایہ ہے۔

اور قابل مبارکباد ہین ارکان ادارۂ سرفراز کہ باوجود ان تمام گوناگون مشکلات کے جو اس زمانہ مین ادارہ کو تھین اور اس سردمہری کے جو انقلاب ادارت کے بعد سے سرفراز کی نسبت عام افراد قوم مین پیدا ہوگئی تھی اور اُس انتشار کے جو خود کرسی ادارت کیلئے اپنے مستقل مالک کے نہ پہونچنے کی وجہ سے تھی انھون نے سرفراز کا ایک ایسا محرم نمبر شایع کردیا جو گذشتہ تمام محرم نمبرون سے بڑھا ہوا ہے۔

جہانتک دونون پرچون کے مضمون نگاران کی شخصیت کا تعلق ہے بہت سے مقتدر حضرات اہل قلم ایسے ہین جنھون نے دونون ہی پرچون مین اپنے مضامین دئے ہین اور اُنکے نام دونون جگہ سرصفحہ کی فہرست مین حوالۂ قرطاس ہین جیسے مولانا عینی شاہ صاحب حنفی نظامی۔ جناب علامہ ہندی دام ظلہ۔ جناب سید العلماء دام ظلہ علامہ مرزا احمد علی صاحب قبلہ امرتسری، پروفیسر سید اکبر علی صاحب ایم اے، مولانا ابن حسن صاحب ایم اے جارچوی، مولانا سید محمد رضا صاحب قبلہ امروہوی فخر قوم سید کلب عباس صاحب ایڈوکیٹ شعراء مین حضور نظام دکن شاہزادگان حیدرآباد حضرت لسان القوم مولانا صفی۔ لسان الہند مولانا عزیز۔ مدلح آل محمد مرزا کاظم حسین صاحب محشر جناب نجم آفندی جناب آشفتہ وغیرہ وغیرہ۔

جن حضرات کے مضامین کسی ایک پرچہ سے خصوصیت رکھتے ہین اُن مین سے اسد کے صفحات پر زیادہ تر مذہبی اور عربی دان طبقہ کے آثار قلمی نظر آتے ہین اور سرفراز مین زیادہ جدید تعلیمیافتہ اور انگریزی دان اصحاب کے۔ اسد کی مخصوص شخصیتین اور دور دور کی ہستیان جنکے عطا کردہ آثار قلمی اُسکے صفحات کی زینت ہین۔

حضرت ناصر الملۃ والدین شمس العلماء مولانا سید ناصر حسین صاحب قبلہ دام ظلہ۔

عمدۃ الفقہا آقا شیخ محمد رضا آل کاشف الغطاء دام ظلہ از نجف اشرف۔

عالیجناب مولانا سید شبیر حسن صاحب قبلہ مدرس اعلی وثیقہ اسکول فیض آباد۔

جناب لسان العلماء سید عباس علی شاہ منصوری از مشہد مقدس۔

مولانا سید محمد سبطین صاحب قبلہ سرپرست البرہان لودھیانہ

خان بہادر سید اولاد حیدر صاحب فوق بلگرامی کوائف آرہ۔

مولانا سید محمد رضی صاحب قبلہ زنگی پوری مدرس جامع العلوم جوادیہ بنارس

مولانا سید محمد رضی صاحب نبیرہ جناب نجم الملۃ مدظلہٗ۔
مولانا سید محمد صادق صاحب نبیرۂ جناب نجم الملۃ دام ظلہٗ۔
جناب سید محمد مہدی صاحب لسٹکین بی اے ایل ایل بی وکیل فیض آباد
مولانا سید محمد داؤد صاحب قبلہ زنگی پوری (رامپور)
جناب سید الواعظین مولانا سید محمد صاحب قبلہ دہلوی وغیرہ وغیرہ۔

سرفراز میں مصور فطرت خواجہ حسن نظامی۔ جناب مولانا سید عبد الحسین صاحب قبلہ مدرس معقولات جامعہ سلطانیہ لکھنؤ۔ شاہ نذیر ہاشمی صاحب۔ سید علی ضامن صاحب ترمذی بی اے۔ سید امیر علی صاحب معصومی ایم اے۔ محمد عبد الوالی صاحب بی اے۔ سید عابد حسین صاحب ایم اے مدیر مسلم ریویو لکھنؤ
جناب شیخ ممتاز حسین صاحب جونپوری۔ محمد ارشاد علی صاحب (علیگ)
نواب مرزا جعفر علیخاں صاحب اثر ڈپٹی کلکٹر۔ مس طاہرہ معصومی بی اے وغیرہ وغیرہ۔

مضامین کی ترتیب کے اعتبار سے "اسد" اپنی تشکیل شمائل، صورت ترتیب و ہیئت کے اعتبار سے بالکل سالقہ "سرفراز" محرم نمبروں کی ترقی یافتہ شکل ہے اسلئے کہ جو سلیقہ، اور مذاق اُن میں مصروف عمل ہوتا تھا وہی اس میں رہ گیا سرفراز وہ نئی چیز ہے اور ہمکو یقیناً یہ صورت ناپسند نہیں ہوئی کہ اخبار کے دو حصہ کر دئے گئے ہیں ایک حصہ میں تمام تر مضامین ہیں اور دوسرے حصہ میں نظم وہ بھی بالکل سلسلہ کیا گیا یعنی قدیم اردو شعرائے سے لیکر ترتیب وار مختلف زمانہ کے شعراء کا کلام درج کیا ہے اور آخر میں موجودہ زمانے کے شعرا کا طبقہ اور درجہ کے لحاظ کیا گیا گزشتہ شعرائے کے کلام کے ساتھ اُنکے مختصر حالات اور تاریخی خصوصیات بھی درج کر دئے گئے ہیں۔ بہت مفید اور دلچسپ چیز ہے۔

اصل مضامین کی نوعیت کے لحاظ سے یقیناً سرفراز میں بعض ایسے مضامین ہیں جو بہت مفید ہیں۔ اور خاص تاریخی یا ادبی خوبیوں کے حامل ہیں جیسے مولانا ظفر حسن صاحب امروہوی کا مضمون "یزید کے متعلق علمائے اہلسنت کی رائیں" علی ضامن صاحب ترمذی بی اے کا مضمون "شمالی ہند میں عزاداری کا قدیم مرکز" علامہ ہندی دام ظلہٗ کا مضمون "جنگ کربلا کے تاریخی حالات" خواجہ عبد الرؤف صاحب عشرت کا مضمون "قدیم لکھنؤ کے ہنود تعزیہ دار اور عزادار" پروفیسر اکبر علی صاحب کا مضمون "افق کربلا پر شجاعت کا ہلال درخشاں ستارہ" جناب شیخ ممتاز حسین صاحب جونپوری کا مضمون "تخیل میں کربلا کے نقش و نگار" ارشاد علی صاحب علیگ کا

مضمون "شہید کربلا کے روحانی تصرفات" "محتشم کاشی کا مرثیہ نوشتہ حافظ محمد ابراہیم خوشنویس" اور اسکے پراز معلومات حواشی وغیرہ وغیرہ۔ تصویریں سرفراز ملی وہ ہیں جو زیادہ تر شایع ہو چکی ہیں۔ "اسد" نے تصویروں کا ایسا ذخیرہ جمع کر دیا ہے جو یقینا اہل ہندوستان کے لئے انمول جواہرات کی حیثیت رکھتا ہے۔

پہلے صفحہ پر ترکوں کے دستہ کا ماتم "عجیب و غریب منظر پیش کر دیا ہے" پھر کربلائے معلی میں نماز صبح کے وقت کلید بردار کے دروازہ کھولنے کا منظر اور نجف اشرف میں ایسے ہی موقع کی حالت۔ روضہ حضرت ابوالفضل العباس روضہ نجف اشرف ایسے پہلوؤں سے کہ جن کی تصویر اب تک ہندوستان میں شایع نہیں ہوئی تھی۔ مسجد سہلہ، روضہ حضرت سلمان فارسی۔ کاظمین کی مخصوصی اور جمعیت انصار کربلا کا ماتم۔ روضہ حضرت مسلم۔ عمارۃ خلفا جسمیں امام علی نقی قید کئے گئے تھے۔ دیوار گرک بغداد جسمیں سادات زندہ چنوائے گئے تھے۔ ملک فیصل کا کربلائے معلی میں ورود۔ کاظمین میں جمعیت مجاہدین اسلام۔ حیدرآباد کے مختلف متبرک علم۔ مسجد سپہ سالار ایران۔ مقبرہ فردوسی۔ طاق کسریٰ۔ مشہد مقدس کا محرم۔ سبزی میدان طہران کا یوم عاشورا کا منظر۔ آیۃ اللہ مرزا حسین نائینی دام ظلہ اور آیۃ اللہ آقا سید ابوالحسن اصفہانی دام ظلہ مجتہدین اعظمین عراق۔ آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین کاشف الغطا دام ظلہ موتمر اسلامی فلسطین میں۔ ایسی تصویریں ہیں جن میں سے اکثر اب تک شایع ہونا تو درکنار نظر سے بھی نہیں گذری تھیں۔

ان تصویروں کے علاوہ لکھنؤ کی متبرک حسینی عمارتیں اور ہندوستان کے بعض ممتاز علمائے دین کی تصویریں بھی درج کی ہیں۔ ان تصویروں کے حاصل کرنے میں اور انکی اشاعت میں ادارہ اخبار کو کتنی کوشش اور مالی طاقت صرف کرنا پڑی ہوگی اس کا اندازہ بہت مشکل ہے۔

علامہ مجلسی طاب ثراہ کی تصویر بھی درج کی گئی ہے جو سب سے پہلے "حقائق" کے صفحات پر بنذر ناظرین ہوئی ہے ادارہ حقائق کو "اسد" اور اسکے قبل "مسلم ریویو" سے یہ دوستانہ شکایت بجا ہے کہ اسکی تصویر کے لینے میں حوالہ کو فرو گذاشت کر دیا گیا ہے۔ مضامین میں آخری حصے کے مضامین بعض نہایت موثر اور پر از معلومات ہیں۔

مجموعی حیثیت سے دونوں نمبر نہایت قابل قدر ہیں اور شیعی افراد کو دونوں کا مطالعہ کرنا بلکہ اپنے گھر میں رکھنا ضروری ہے۔

(باقی آئندہ)

امامیہ مشن بلڈنگ فنڈ میں گرانقدر اور مستقل عطیہ

ہم نہایت مسرت کیساتھ اعلان کرتے ہیں کہ عالیجناب نواب **کمال یار جنگ** بہادر دام اقبالہ (لائف ممبر امامیہ مشن) نے امسال بھی مبلغ ساٹھ روپیہ سکۂ عثمانیہ جسکا مبادلہ ۵۱/۱/۱ ہوتا ہے) توسط عالی جناب نواب **سیّد علی** صاحب جعفری جاگیردار و رفیق کار امامیہ مشن مرحمت فرمایا ہے جو دفتر ہذا کو وصول بھی ہو چکا ہے اور معلوم ہوا ہے کہ موصوف نے اتنی رقم سالانہ مشن کو مرحمت فرمانا ہمیشہ کیلئے طے فرمالیا ہے جزاہ اللہ خیر الجزاء۔ اگر دیگر رؤسائے قوم اور افراد ملت بھی اسی طرح توجہ فرماتے رہیں تو بہت ہی تھوڑے عرصہ میں مشن کی اہم ضرورت بھی پوری ہو سکتی ہے۔ سردست صرف دو ہزار روپیہ کی ضرورت ہے اور یہ کوئی ایسی رقم نہیں ہے جو افراد ملت بآسانی فراہم نہ کر سکیں صرف توجہ شرط ہے۔

امامیہ مشن کی خدمات کا اعتراف

افراد قوم میں یہ خبر انتہائی مسرت سے سنی جائے گی کہ عالیجناب نواب مرزا **جعفر علیخان** صاحب بہادر (جاگیردار) نبیرہ عالیجناب نواب **فیض مآب جنگ** مرحوم جو ابتک مشن کے ممبر عمومی تھے مگر اب آپنے اتنے عرصہ تک مشن کے خدمات ملاحظہ فرمانے کے بعد لائف ممبری قبول فرمالی ہے اور مبلغ پچاس روپیہ توسط عالیجناب نواب سیّد علی صاحب جعفری جاگیردار و رفیق کار امامیہ مشن مرحمت فرمایا ہے جو دفتر ہذا کو وصول بھی ہو چکا ہے۔ ہم جناب نواب صاحب ممدوح کیلئے درگاہ احدیت میں دست بدعا ہیں کہ وہ منعم حقیقی آپکو اس دینی نصرت اور عملی اعانت کا اجر جزیل بحق چہاردہ معصومین علیہم السلام دنیا و آخرت میں دونوں جگہ عطا فرمائے اور دیگر رؤسائے ملت کو بھی ایسے ہی جذبہ و ایثار کی توفیق عطا کرے آمین ثم آمین۔

ہم اپنے محترم رفیق کار عالیجناب نواب سید علی صاحب جعفری کے بھی انتہائی ممنون ہیں کہ ممدوح صرف خوشنودیٔ خدا اور رسول کیلئے اپنے اس دینی و تبلیغی ادارہ کو ہر ممکن امداد پہونچا رہے ہیں اور مملکت نظام میں مشن کی تمام کامیابیوں کا سہرا آپ ہی کے سر ہے۔ پروردگار عالم آپکی توفیقات میں اضافہ کرے اور آپ کو ہر ہر قدم پہ کامیابی ہو آمین۔

خادم ملت۔ سید ابن حسین عفی عنہ
آنریری سکریٹری امامیہ مشن۔ لکھنؤ

حجج وبینات

اپنی نوعیت کی پہلی کتاب جو عالم اسلامی مین ظاہر ہوئی ہی ۱۳۵۰ھ مین مشاہد مشرفہ ائمہ معصومین علیہم السلام سے جو حیرت انگیز مظاہرات قدرت یعنی معجزات ظاہر ہوے انکے مستند تفصیلی واقعات اسمین شایع کیے گیے ہین جو ارباب ایمانی کیلیے بصیرت افروز اور تمام مذاہب اقوام کے مقابل صداقت وحقانیت کی دلیل ہین یہ کتاب حضرت سید العلماء دام ظلہ کا نتیجہ قلم اور انہی کی ذاتی تحقیقات اور کاوش کا نتیجہ ہے تقطیع ۲۰×۲۶ کاغذ سفید چکنا قیمت صرف ایک روپیہ خرچ ڈاک ۲/

وجیزۃ الاحکام

عرصہ سے اس ضرورت کا احساس کیا جا رہا تھا کہ حضرت سید العلماء دام ظلہ کے فتاوی اور ضروری مسائل فقہ کا مجموعہ شایع کیا جاوے چنانچہ سردست مختصر اور اہم مسائل کا مجموعہ شایع کیا گیا ہی انشاءاللہ آیندہ ایک مبسوط کتاب مسائل فقہ مین جو تمام ابواب فقہ کی جامع ہوگی شایع کیجاویگی قیمت فی جلد چار آنے اور خرچ ڈاک ۱/

روح الادب شرح لامیۃ العرب

یہ کتاب شائقین علم ادب اور بالخصوص طلاب یونیورسٹی کیلیے بے حد مفید ثابت ہوئی ہے۔ قیمت چھ آنے علاوہ محصول

البیت المعمور فی عمارت القبور

اس رسالہ مین قبہ قبور کے متعلق عام اسلامی نقطہ نظر سے فیصلہ کن بحث کی گئی ہی اور وہابی خیالات کا تار دپود بکھرا دیا گیا ہی۔ قیمت چار آنے علاوہ محصول ڈاک

نرخ نامہ اشتہارات برائے رسالہ "حقایق"

مدت اشاعت	فی صفحہ	نصف صفحہ	ربع صفحہ
ایک سال کیلیے	صہ/	سہ/	ہے عہ
چھ ماہ کیلیے	سہ/	ہے عہ	عہ
تین ماہ کیلیے	ہے عہ	عسہ/	ہعہ/
ایک ماہ کیلیے	ہعہ/	للعہ/	۸/

المشتہر منیجر حقایق بک ایجنسی حسین آباد لکھنؤ

عراق وایران مین طبع شدہ تصانیف

کشف النقاب عن عقاید ابن عبد الوہاب

یہ وہ گرانقدر کتاب ہے جسپر علماے عراق ایران وشام نے بہترین الفاظ مین تبصرہ کیا اور نجف اشرف مین شایع ہوئی۔

قیمت علاوہ محصول آٹھ آنے

اقالۃ العاثر فی اقامۃ الشعائر

شعائر عزاداری کے متعلق بعض فقہی مباحث۔

قیمت علاوہ محصول ڈاک پانچ آنے

باہتمام سید محمد رضی پرنٹر و مرزا احمد حسین پبلشر سرفراز قومی پریس لکھنؤ مین طبع ہو کر دفتر "حقایق" لکھنؤ سے شایع ہوا

رجسٹرڈ نمبر ا (۲۶ ۷)

امامیہ مشن کے تبلیغی رسالے

۱	قاتلان حسینؑ کا مذہب	(تیسرا اڈیشن)	/۴	لـ/
۲	تحریف قرآن کی حقیقت	(دوسرا اڈیشن)	/۶	۱لـ/
۳	مولود کعبہ		/۱	ـ/
۴	وجود حجت		/۴	لـ/
۵	اصول دین اور قرآن	″	/۴	لـ/
۶	اتحاد الفریقین حصہ اول	″	/۴	لـ/
۷	حسینؑ اور اسلام اردو	″	لـ/	ـ/
۸	ہندی	″	/۱۰	ـ/
۹	انگریزی	″	/۲	ـ/
۱۰	متعہ اور اسلام		/۸	۱لـ/
۱۱	امامت ائمہ اثنا عشر اور قرآن	(دوسرا اڈیشن)	/۰	ـ/
۱۲	تجارت اور اسلام		/۳	ـ/
۱۳	اتحاد الفریقین حصہ دوم		/۴	لـ/
۱۴	علیؑ اور کعبہ		/۱	ـ/
۱۵	رجال بخاری حصہ اول		/۶	۱لـ/
۱۶	مذہب باب وبہا حصۂ اول		/۵	لـ/
۱۷	نوروز و غدیر	(دوسرا اڈیشن)	/۱	ـ/
۱۸	مجاہدۂ کربلا		/۲	ـ/
۱۹	کربلا کا آتم بلیدان (ہندی)		/۲	ـ/
۲۰	دی مارٹیڈم آف حسینؑ (انگریزی)		/۲	ـ/
۲۱	اسوۂ حسینی		/۷	۱لـ/
۲۲	جنگ صفین		/۳	ـ/
۲۳	تذکرۂ حفاظ شیعہ حصہ اول		/۶	۱لـ/
۲۴	دوم		/۵	لـ/
۲۵	مقصود کعبہ		/۱	ـ/
۲۶	مذہب باب وبہا حصۂ دوم		(زیر طبع)	
۲۷	مذہب اور سائنس		/۱	ـ/
۲۸	معرکۂ کربلا		/۲	ـ/
۲۹	کربلا کا مہایودھ (ہندی)		/۲	ـ/
۳۰	دی مارٹیڈم آف کربلا (انگریزی)		/۲	ـ/

ملنے کا پتہ :- آنریری سکریٹری امامیہ مشن حسین آباد۔ لکھنؤ